اوّل

فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ

جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اوّل

ترجمہ

جواہر البحار فی فضائل النبی المختار

تالیف

علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نام کتاب	فضائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
	ترجمہ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد اول)
مصنف	علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	مارچ 2013ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	ST46
قیمت	-/3300 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350- فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411 فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

بسم الله الرحمن الرحيم

بلغ العلى بكماله

كشف الدجى بجماله

حسنت جميع خصاله

صلوا عليه وآله

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

تعارف

از محمد رشید نقشبندی

جان ہے عشقِ مصطفٰی، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ)

☆ حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی رحمت کی وہ گھٹا ہے، جو خشک و بنجر صحراؤں پر جب برسی ہے تو کلفت وضلالت کے گرد باد ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر رہ گئے .... بیہودگیوں اور بدعقیدگیوں کی دھول بیٹھ گئی۔ ظلم وستم اور جور و استبداد کی حدت خنکی میں بدل گئی۔ بداخلاقی و بے حیائی کے جھکڑ دم توڑ گئے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی بارانِ جودوکرم سے انسانیت کو تپ کفر سے نجات مل گئی۔ خیر و برکت کے سبزہ وگل کی افزائش ہوئی، اور جور و جفا کے بے برگ و بار ماحول میں لالہ ونسترن کھل گئے۔

☆ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے زبردست کی شہنشاہی اور زیردست کی تباہی کے دن تھے۔ آدمیت غلامی کی زنجیروں میں مقید ومحبوس تھی۔ آپ نے اسے قعرِ مذلت سے نکال کر بامِ عظمت تک پہنچایا۔ ناتواں کو توانا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ہمت عطا فرمائی۔ رحمت ورافت اخوت و محبت کی غیر محسوس زنجیروں کو ذہن واحساس پر نافذ فرمایا۔ ملت کو جسدِ واحد بنا کر اور رنگ ونسل، اونچ نیچ کے تمام امتیازات مٹا کر انسانیت کو اتحاد و یگانگت کا ابدی پیام سنایا۔

☆ اسی لیے یہ امر لابدی ہے کہ سید عالم ﷺ کا ذکرِ جمیل ایک محسن ہونے کی وجہ سے لوحِ دل سے کبھی بھی فراموش نہ کیا جائے۔ کیونکہ ذکرِ مصطفٰی ﷺ عینِ عبادت اور محبتِ جانِ عالم ﷺ روح ایمان ہے۔ ؎

مغزِ قرآں، جانِ ایماں، روحِ دیں ہست حبِ رحمۃ للعٰلمین

☆ یہی وجہ ہے کہ ایمان ومحبت والوں نے ہمیشہ فضائل وکمالاتِ مصطفوی کے بیان کو نہ صرف اپنا معمول بنایا ہے بلکہ اسے ایمانی زندگی کی جان، اور انسانی ہدایت کا سرچشمہ، اور روحانی زندگی کی غذا قرار دیا ہے۔

☆ محسنِ عالم ﷺ کے جان افزا حالات، اور ایمان افروز واقعات کو جب ایک محبِ صادق اور فنافی

الرسول کی زبان بیان کرتی ہے تو اس کا اثر وہ نہیں ہوتا جو کسی روکھے پھیکے ظاہر بین کے بیان سے ہوتا ہے بلکہ اس کا اثر دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور پھر دل ایمان کی ضیاء سے کلیوں کی مانند کھِل اٹھتا ہے۔

☆ زیر نظر کتاب ''جواہر البحار فی فضائل النبی المختار'' (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسے ہی دلربا واقعات و حالاتِ کا ایک حسین و دلنواز مرقع ہے۔ جسے ایک عاشقِ صادق اور فنا فی الرسول شخصیت نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں گلدستہ محبت اور صحیفہ عقیدت بنا کر پیش کیا ہے۔

☆ ''جواہر البحار'' اس صدی کے کثیر التصانیف ولی اللہ، اور نامور محبِّ رسول حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (المتوفی ۱۳۵۰ھ) قدس سرہما کی شہرۂ آفاق تالیف ہے۔

☆ ''جواہر البحار'' اکابرین امت اور اساطین اسلام کے فرموداتِ عالیہ، اور بیاناتِ جلیلہ کا چار جلدوں میں فضائل و کمالاتِ نبوی، اور خصائل و محامدِ مصطفوی ﷺ کا عظیم الشان شاہکار اور عربی ادب کا ایک نادر ذخیرہ ہے۔

☆ ترجمہ کی نایابی کی بنا پر عربی سے نا آشنا افراد اس عظیم و گرانمایہ مجموعہ سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے وقت کا تقاضا تھا کہ راہنمایانِ دین کے ان فرمودہ جواہر کو اردو کی لڑی میں پرو کر سخن گسترانِ علم و ادب کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

☆ الحمدللہ، فاضل محترم مولانا الحافظ محمد صادق علوی نقشبندی نے اس کمی کو پورا کر کے ایک مستقل خلا کو پر کر دیا ہے۔ ''جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزا۔''

☆ ''جواہر البحار'' ایسی کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے نسبت و علم دونوں کی ضرورت ہوتی ہے بفضلہٖ تعالیٰ مولانا محمد صادق ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔ آپ حضرت شیخ الاسلام خواجہ غلام محی الدین نقشبندی غزنوی قدس سرہٗ ''آستانہ عالیہ نیریاں شریف تراڑ کھل آزاد کشمیر'' کے دستِ حق پرست پر بیعت ہیں۔ جن کی نگاہِ فیضان و عرفان نے ان گنت ذروں کو ہمدوشِ ثریا کر دیا۔ اسی طرح فاضل مترجم اپنے وقت کی نابغہ شخصیات اور جید اساتذہ فن کے کامیاب تلامذہ میں سے ہیں اور اب تقریباً عرصہ چھ سال سے باحسن وجوہ تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ مترجم کی حیثیت سے اگرچہ یہ آپ کی اولین کوشش ہے۔ مگر بڑی مہارت اور حذاقت سے ایک کہنہ مشق مترجم کی طرح اس کتاب کا ترجمہ (ماسوا ان مقامات کے جہاں بلفظہٖ ترجمہ ناگزیر تھا) بڑے سلیس، رواں اور حسین انداز میں کیا ہے۔

☆فقیر غفرلہٗ کو اس ترجمہ میں جو چند خاص خاص خوبیاں نظر آئیں، وہ نظرِ قارئین ہیں:

۱۔آیات کا ترجمہ مجدد مائتہ حاضرہ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہٗ کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان) سے پیش کیا گیا ہے۔اور ساتھ ہی ہر محولہ آیت کا حاشیہ میں حوالہ درج کیا گیا ہے جبکہ اصل کتاب حوالہ سے عاری تھی۔

۲۔مشکل الفاظ کی وضاحت قوسین یا حاشیہ میں کی گئی ہے۔

۳۔"جواہر البحار" کی جن عبارات کی مبلغین و محققین کو ضرورت پڑ سکتی تھی ان کی صفحہ وار نشان دہی کی گئی ہے۔

۴۔بعض مقامات پر مضمون کے مناسب فرحت انگیز اشعار کا اضافہ کر کے مضمون کو مزید دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۵۔بعض مضامین کی مزید وضاحت یا اس کی پختگی و تائید کے لیے کئی ایک بزرگوں کی مستند کتب کے حوالہ جات دے کر جہاں نفسِ مضمون کے حسن کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہیں ان بزرگوں کا تعارف بھی خود بخود قاری کے ذہن میں آ جاتا ہے۔

۶۔کئی مقامات پر عربی کی مقفیٰ، مسجع عبارت کی ادیبانہ چاشنی کو اسی کی مماثل اردو میں بھی برقرار رکھنے کی عمدہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔مثلاً شیخ عبد العزیز دیرینی قدس سرہٗ کے فرمودات کے اختتام پر شیخ کی عربی عبارت اور پھر اس کا اسی طرز کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

> فنوره انور وبرهانه ازهر وسره اظهر، ودينه اكمل، وصوتهٗ اجمل، وفضله وقدرته اعلى، وذكره احلى، ولسانه افصح، ودعاؤه انجع،وعلمه ارفع، ونداؤه اسمع وحوائجه اقضى، وشفاعته امضى۔الخ

"جن کا نور روشن تر،جن کے معجزات واضح تر،جن کے تبلیغی مقاصد عیاں تر،جن کی صورت حسین تر،جن کا دین کامل ترین،جن کا منصب و مقام بزرگ ترین،جن کا ذکر خیر شیریں تر،جن کی زبان فصیح تر،جن کی دعا مقبول تر،جن کا علم (وما كان وما يكون) بلند تر،جن کی پکار کی سب سے زیادہ شنوائی،جن کی حاجات کی سب سے بڑھ کر پذیرائی،جن کی شفاعت مقبول تر۔" الخ

۷۔مسلکِ اہل سنت کے مطابق حفظ و فرقِ مراتب اور ادب و احترام کے تمام گوشوں کو ملحوظِ خاطر رکھا

گیا ہے۔ذیل کی اس مثال سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلک کی نزاکت کو کس عمدگی سے نبھایا گیا ہے۔مثلاً حضرت امام ابن الحاج مالکی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں ایک اس قسم کی عبارت ہے کہ جس سے بظاہر سوءِ ظن اور اضمحلالِ ایمان کا قوی امکان تھا۔مگر مترجم اس سے کمال عمدگی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ملاحظہ کریں۔وہ عبارت یہ ہے:

ادع الله ان يغفرلي ماتقدم من ذنبي وما تأخر فرفع يديه حتى رؤى بياض ابطيه فقال اللهم اغفر لعائشة بنت ابي بكر(رضي الله عنهما)مغفرة ظاهرة وباطنة لا تغادر ذنبا،ولا تكسب بعدها خطيئة ولا اثما۔

”دعا فرمائیے کہ اللہ جل مجدہ میری اگلی پچھلی ”ترکِ اولیٰ“ باتیں معاف فرمادے۔(اس عرض پر) نبی کریم ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے دستِ اقدس اتنے بلند فرمائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔اور فرمایا:الٰہی!ابو بکر(رضی اللہ عنہ) کی بیٹی عائشہ(رضی اللہ عنہا) کے ظاہر و باطن کی خلافِ اولیٰ باتیں یوں مٹا دے تاکہ ازاں بعد اس سے تقرب الی اللہ کے منافی امور کا وقوع نہ ہونے پائے“۔

۸۔جہاں یہ محسوس ہوا کہ صرف ترجمہ سے قاری کے ذہن میں الجھن پیدا ہوسکتی ہے تو وہاں بقدرِ ضرورت اس الجھن کو دور کرنے کی سعی کی گئی ہے۔مثلاً امام سیوطی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ذیل میں شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما کا ایک قول ہے کہ ”اولیاء عظام اور فرشتگاں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔“

مترجم حاشیہ میں اس کی توجیہہ یوں کرتے ہیں:”شیخ عزالدین قدس سرہٗ کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حقیقۃً آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی وسیلہ عظمیٰ ہے۔اور دیگر انبیاء کرام و اولیاء عظام اگر وسیلہ ہیں تو ان تمام کا منتہیٰ و مرجع بھی آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔لہٰذا شیخ کی رائے کو اگر حقیقت پر محمول نہ کیا جائے تو پھر”توسل بالعباس“اور”توسل بغوث الثقلین“،جس پر سلف سے خلف تک اجماع چلا آرہا ہے،کا محمل غلط ہوجائے گا“۔

☆ممکن ہے ان تمام خوبیوں کے باوجود،بعض خامیوں سے بھی آپ کی نگاہیں دوچار ہوں۔

☆زیرِ نظر جلد میں تیرہ بزرگانِ دین کے فرمودات عالیہ ہیں،جن کے اسمائے گرامی فہرست میں مندرج ہیں۔

☆اس بے مثال کتاب کے شاندار ترجمہ کے لیے عمدہ کتابت، معیاری طباعت اور اعلیٰ کاغذ کی ضرورت تھی بحمدہٖ تعالیٰ یہ مسئلہ بھی احسن طریقہ سے حل ہوگیا ہے۔

☆لائق صد تحسین وتہنیت ہیں حضرت فاضلِ مکرم مولانا محمد انوار الاسلام قادری رضوی جن کو حبِ نبی، عشقِ رسول اور فدائیت رحمۃ للعلمین ﷺ نے کشاں کشاں اس کتاب کی اشاعت پر آمادہ کیا۔ اور ہوبھی کیوں نہ جبکہ آپ کا مکتبہ حامدیہ رضویہ قائم کرنے کا مقصد وحید ہی صرف یہ تھا کہ اسلاف کے شاندار کارنامے، فدایانِ مصطفیٰ ﷺ کی ایمان افروز نعتیں، اور بزرگوں کی اسلامی زندگی کے شب وروز، اہتمام وخوش سلیقگی اور نفاست وخوبصورتی سے شائع کرکے نوجوان نسل اور عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کیے جائیں۔

☆ مکتبہ حامدیہ کی اپنی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں کسی ملحد وزندیق، اور گستاخِ رسول، دشمنِ صحابہ واولیاء کی کوئی کتاب نہ تو خریدی جاتی ہے اور نہ یہ فروخت کی جاتی ہے۔

☆الحمدللہ مکتبہ حامدیہ اپنے قیام سے لے کر اب تک بزرگانِ دین اور اکابرینِ ملت کی متعدد گراں مایہ تصانیف شائع کرکے اپنی مقبولیت کی سند حاصل کرچکا ہے۔

☆''جواہر البحار'' کی جلد اول کا ترجمہ بھی مکتبہ حامدیہ نے ہی شائع کیا ہے اور اب جلد ثانی کو شائع کرنے کا شرف حاصل کررہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مترجم، حضرت ناشر، اور کاتب سب کی یہ کوشش مقبولیتِ دوام کا درجہ حاصل کرے۔ امین ثم امین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللّٰہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم۔

۲۵ر جمادی الاول ۱۳۹۸ھ

محمد رشید نقشبندی

المتوطن: ڈبسی، نکیال، کوٹلی (آزاد کشمیر)

امام محی الدین یحییٰ النووی الشافعی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

حضور نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب شریف

امام نووی قدس سرہٗ المتوفی ۶۷۶ھ کے فرمودہ ارشادات سے (جو مانندِ جواہر ہیں) ان کی تصنیف (لطیف) ''تہذیب الاسماء واللغات'' ہے جس کے ابتدا میں بوسیلہ نبی اکرم ﷺ اللہ عزوجل سے استعانت کرتے ہوئے جناب رسالتمآب ﷺ کا نسب گرامی یوں بیان کرتے ہیں:

(یعنی سیدنا و مولانا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصّی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

یہاں تک آپ کے نسب نامہ میں تمام امت (یعنی اصحابِ سِیَر) کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام تک کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس بارے میں (یعنی معد بن عدنان سے آدم علیہ السلام تک) کوئی قابلِ وثوق صحیح و معتبر روایت نہیں ملتی (جو اس سے اوپر تک آپ کے نسب شریف کو واضح کر سکے) اور (آپ کے نسب نامہ میں) قصی(1) کے ''قاف'' پر ضمہ ہے۔ نیز (نسب شریف میں مذکورہ نام) لوی(2) ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، اور اسی طرح الیاس'' میں ہمزہ وصلی(3) ہے اور بعض اہلِ عرب کے نزدیک ہمزہ قطعی ہے۔

سید عالم ﷺ کی کنیت

نبی اکرم ﷺ کی (دو کنیتیں ہیں) مشہور کنیت تو ابوالقاسم ہے، اور جبریل امین کے کنیت رکھنے سے ابوابراہیم بھی آپ کی کنیت تھی۔

اسمائے گرامی

نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی بے شمار ہیں، جیسا کہ امام ابوالقاسم علی بن حسن الشافعی الدمشقی المشہور بہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ دمشق'' میں نبی اکرم ﷺ کے اسمائے گرامی میں پورا ایک باب باندھا ہے۔ جن میں سے بعض بخاری و مسلم اور بعض دوسری کتب احادیث میں پائے جاتے

1۔ یعنی قصی، اقصی کی تصغیر ہے، ضبط اعراب اس طرح ہوگا، بضم ''قاف'' و بفتح ''صاد'' و بتشدید ''یا'' ان کا اصل اسم گرامی ''زید'' ہے آپ نے اپنی قوم کے لیے کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیے، ''دارلندوہ'' کے آپ ہی بانی تھے جہاں قریش کے اہم مہمات امور طے ہوا کرتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

2۔ لُؤی کا ضبط اعراب اس طرح آیا ہے بضم ''لام'' و بفتح ''صاد'' و بتشدید ''یاء'' ''لوی'' ''لائی'' کی تصغیر ہے۔

3۔ ہمزہ وصلی وہ ہوتا ہے جو درج کلام میں گر جائے اور قطعی وہ جو نہ گرے۔ (مترجم)

ہیں۔ انہی اسمائے مبارکہ میں سے (سیدنا ومولانا) ''محمد'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''احمد'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''حاشر'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''عاقب'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''مقفی'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''ماحی'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''خاتم الانبیاء'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''نبی الرحمۃ'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''نبی الملحمۃ'' ﷺ۔ اور ایک روایت میں ''نبی الملاحم'' ﷺ ہے، (سیدناومولانا) ''نبی التوبہ'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''فاتح'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''طٰہٰ'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''یٰسین'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''عبداللہ'' ﷺ۔

قرآن، تورات وانجیل میں مذکورہ اسمائے طیبہ

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض علماء نے آپ کے وہ اسمائے گرامی بھی شمار فرمائے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے اور وہ اسمائے گرامی یہ ہیں:

(سیدناومولانا) ''رسول'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''نبی'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''امی'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''شاہد'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''مبشر'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''نذیر'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''داعی الی اللہ'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''سراج'' ﷺ، (سیدناومولانا) ''منیر'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''رؤف'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''رحیم'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''مذکر ﷺ''، سیدنا ومولانا ''رحمۃ'' ﷺ (سیدنا ومولانا) ''نعمت'' ﷺ، (سیدنا ومولانا) ''ہادی'' ﷺ(1)۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اسمی فی القران محمد وفی الانجیل احمد وفی التوراۃ احید وانما سمیت احید لانی احید امتی عن نار جھنم۔(ص۱۹۱)

''حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قرآن میں میرا نام محمد (ﷺ) اور انجیل میں میرا نام احمد (ﷺ) اور تورات میں میرا

1۔ قرآن کریم میں مذکورہ اسماء طیبہ کے علاوہ یہ اسمائے گرامی بھی ہیں:

سیدنا ومولانا محمد، احمد، مزمّل، مدثّر، کھیٰعص، ن، القلم، ﷺ۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ن اور قلم حضور ﷺ کا اسم گرامی ہے، نیز کھیٰعص اسم گرامی کے علاوہ آپ کے روئے تاباں کا بھی مظہر ہے۔ امام اہل سنت قدس سرہٗ اس کی تعبیریوں بیان فرماتے ہیں: ''ک''، ''گیسو''، ''ہ''، ''دہن''، ''یا''، ابرو، آنکھیں ''ع ص''

کھیٰعص ان کا چہرہ نور کا

(حدائق بخشش) مترجم غفرلہٗ

نام احید (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس لیے ہے کہ میں اپنی امت کو دوزخ کی آگ سے دور رکھوں گا۔"

آپ کے مذکورہ بالا اسمائے گرامی میں بعض (فقط) صفات ہیں۔ جن پر اسماء کا مجازاً استعمال کیا گیا ہے (اور بعض ذاتی حقیقی اسمائے عالیہ ہیں) امام ابوبکر ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "الاحوذی فی شرح الترمذی" میں اسماء کریمہ کے متعلق بعض صوفیہ کا یہ قول تحریر فرمایا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ایک ہزار اسمائے گرامی ہیں۔

(صوفیہ کے مذکورہ قول پر تبصرہ) امام ابن العربی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ اسماء میں حصر مقصود نہیں ہے بلکہ فقط ان حضرات کے شمار کے مطابق یہ تعداد ہے۔ اور یہ گنتی اس کی (غیر محدود) ذات کی بہ نسبت بہت کم ہے(1) البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے طیبہ جو بظاہر اسماء معلوم ہوتے ہیں، ظاہر طور پر انہیں میں نے شمار کیا ہے، جن میں چونسٹھ میں نے حفظ بھی کیے ہیں۔

پھر امام ابن العربی قدس سرہٗ نے انہیں نہایت عمدہ شرح کے ساتھ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ ان کے علاوہ اور بھی آپ کے اسمائے طیبہ موجود ہیں۔ (2)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی (حضرت سیدتنا) آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا (قرشیہ زہریہ) ہے۔ (موصوفہ ممدوحہ کا نسب نامہ یوں ہے): آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لُوی بن غالب (رضی اللہ عنہم)

حالات مبارکہ از ولادت تا ہجرت ووفات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارک "عام الفیل" (3) میں ہوئی۔

سنِ ولادت کی تعیین میں ائمہ کے اقوال

ا۔ حاکم ابو احمد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عام الفیل کے تیس سال بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۲۔ امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے "تاریخ دمشق" میں ولادت کے متعلق دو روائتیں ذکر کی ہیں۔ (ایک یہ کہ) آپ عام الفیل کے چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ (اور دوسری یہ کہ) آپ عام الفیل کے دس

1۔ اس لیے کہ اسمائے الٰہیہ اس کی ذات کی طرح غیر متناہیہ ہیں۔

2۔ مثلاً قرآن کریم کی آیت مبارکہ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" میں "ذکر اللہ" بروایت بعض مفسرین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے سے بے چین دل اطمینان وسکون پاتے ہیں۔

3۔ یعنی وہ سال جس میں یمن کے حاکم ابرہہ اشرم نے کعبہ ڈھانے کیلئے ہاتھیوں کے لشکر سے چڑھائی کی تھی۔ (مترجم غفرلہٗ)

سال بعد پیدا ہوئے۔

۳۔(لیکن) صحیح و مشہور جس پر امام بخاری قدس سرہٗ کے استاذ محترم (حضرت امام) ابراہیم بن منذر قدس سرہٗ اور (حضرت) خلیفہ بن خیاط قدس سرہٗ اور دوسرے محدثین کرام نے اجماع نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی (1)۔ ہاں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن ربیع الاول شریف کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔

(البتہ) اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ربیع الاول کی "دو" تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے یا آٹھ کو یا دس کو یا بارہ کو (2) (تاریخ ولادت کی تعیین میں) یہ چار مشہور اقوال ہیں۔

۱۲ ربیع الاول (3) ۱۱ھ پیر کے دن بوقت چاشت نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے سن ہجری کی ابتدائی تاریخ اسی سال سے متعین کی گئی ہے اور منگل کے دن بوقت ظہر دفن ہوئے۔ اور بروایت بعض بدھ کے دن دفن ہوئے۔

آپ کا وصال شریف تریسٹھ برس کی عمر شریف میں ہوا۔ یہی زیادہ صحیح و مشہور ہے۔ اور بعض (ارباب سیر واحادیث) نے پینسٹھ برس اور بعض نے ساٹھ برس لکھے ہیں۔ یہ تینوں روایات صحیح بخاری کی ہیں۔ ان تینوں روایتوں کے اختلاف کی تطبیق یوں ہے کہ جس راوی نے ساٹھ برس ذکر کیے اس نے کسور (4) کا ذکر نہیں کیا۔ اور جس نے پینسٹھ برس ذکر کیے اس نے وصال وولادت کے سن کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے تریسٹھ برس کی روایت کی ہے اس نے وصال وولادت کے سال کو شمار نہیں کیا۔

1۔ صحیح و مشہور معتمد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ولودِ مسعود واقعہ اصحابِ فیل کے پچپن دن بعد ہوا۔

2۔ اصح یہ ہے کہ آپ بارہ ربیع الاول شریف کو پیدا ہوئے، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے کلام میں ایک لطیف اشارہ اسی جانب پایا جاتا ہے:

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا　　بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

3۔ تاریخ ولادت کی طرح تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔ ماہ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ اور بعض کے نزدیک ربیع الاول کی یکم تھی۔ لیکن بنا بر قول حضرت سلیمان تیمی ۲۲ صفر بروز ہفتہ مرض کی ابتداء ہوئی اور ۲ ربیع الاول بروز پیر وصال شریف ہوا۔ امام الحافظ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان تیمی کا قول ہی معتمد و مستند ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور دوسروں کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ "ثانی" کو "ثانی عشر" خیال کرلیا گیا۔ پھر اسی وہم میں بعض نے اعتماداً علی السلف بعض کی تقلید کردی۔ (فائدہ) اس وضاحت سے جو امام ابن حجر مکی قدس سرہٗ نے جزماً فرمائی منکرین جشنِ میلاد النبی ﷺ کا ایک بڑا سوال بھی خود بخود رفع ہوجاتا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ جی ہم "یوم وفات" جو کہ سراپا حزن و ملال ہے کہ یوم ولادت" جو سراسر فرح وسرور ہے" نہیں مناتے۔ اصح یہی ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ (ماخوذ بتصرف از "سیرت رسول عربی" مصنفہ حضرۃ العلامہ نور بخش توکلی قدس سرہٗ)

4۔ اہل حساب کے نزدیک ایک سے دس تک کے اعداد کو "کسر" کہتے ہیں۔

صحیح یہی ہے کہ آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔ اسی(1) طرح حضرات ''ابو بکر صدیق'' رضی اللہ عنہ ''عمر فاروق اعظم'' رضی اللہ عنہ ''علی المرتضیٰ'' رضی اللہ عنہ، ام المومنین ''عائشہ الصدیقہ'' رضی اللہ عنہا کی عمر میں بھی صحیح روایت تریسٹھ برس کی ہے۔

حاکم ابو عبد اللہ قدس سرہٗ کے استاذ امام حاکم ابو احمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت اور وفات حسرت آیات، اور نبوت سے سرفرازی، مکہ مکرمہ سے ہجرت، مدینہ طیبہ میں دخول، یہ تمام واقعات پیر(2) کے دن ہوئے۔ آپ کی ولادت باکرامت کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ختنہ کیے ہوئے اور خوش وخرم پیدا ہوئے(3)۔

آپ کو کن کپڑوں میں کفنایا گیا

بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق قمیص وپگڑی کے بغیر آپ کو تین سفید (سوتی) کپڑوں میں کفنایا گیا۔

امام حاکم ابو احمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب سید کائنات ﷺ کو کفنا دیا گیا تو بعدہٗ آپ کی چارپائی (تیار شدہ) قبر انور کے کنارے رکھ دی گئی جہاں بلا امام جماعت در جماعت اصحابِ کرام علیہ صلوٰۃ والسلام عرض کرنے آتے رہے۔ سب سے پہلے جنہوں نے صلوٰۃ وسلام عرض کیا وہ حضرت (سیدنا ومولانا) عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کے بعد (تمام) بنو ہاشم نے ان کے بعد مہاجرین و انصار نے۔ ان کے بعد عام اصحاب نے۔ جب سب مرد صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو گئے تو پھر بچے سلام عرض کرنے کے لیے آئے۔ ازاں بعد خواتین سلامی کے لیے حاضر ہوئیں۔ عرضِ سلام کے بعد آپ کو لحد میں اتار دیا گیا۔

لحد میں اتارنے کی خدمت سرانجام دینے والے اصحاب

سید عالم ﷺ کو لحد کے سپرد کرنے والے حضرات میں:

۱۔ حضرت (سیدنا ومولانا) عباس رضی اللہ عنہ

۲۔ (حضرت سیدنا ومولانا) علی رضی اللہ عنہ

1۔ یعنی جس طرح نبی کریم ﷺ کی عمر شریف کے بارے میں صحیح روایت ۶۳ برس کی ہے۔

2۔ یہ تاریخ کا نہایت حسنِ اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت ووفات اور مدینہ منورہ میں داخلہ یوم دوشنبہ ماہ ربیع الاول میں ہوا، پھر ولادت اور دخولِ مدینہ طیبہ ان دو باتوں میں تاریخ، دن اور مہینہ میں اتفاق ہے۔ یعنی پیر ۱۲ ربیع الاول شریف۔

3۔ عام انسان کی طرح روتے ہوئے یا بے عقل پیدا نہیں ہوئے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اسی طرح ہوتی ہے کہ بوقتِ ولادت نہایت ہشاش بشاش، مکمل عقل والے اور اکمل عارف باللہ ہوتے ہیں۔

۳۔ (حضرت سیدنا و مولانا) فضل رضی اللہ عنہ

۴۔ (حضرت سیدنا و مولانا) قثم بن عباس رضی اللہ عنہما، اور نبی اکرم ﷺ کے آزاد فرمودہ غلام

۵۔ (حضرت سیدنا و مولانا) شقران رضی اللہ عنہ تھے۔

حاکم ابو احمد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض (ائمہ) کہتے ہیں (حضرت سیدنا و مولانا) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور (حضرت سیدنا و مولانا) اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بھی مذکورہ حضرات کے ہمراہ قبر انور میں اترے تھے اور دفن کے لیے لحد بنائی گئی تھی جس پر نو کچی اینٹیں لگائی گئیں۔ اس کے بعد مٹی ڈال دی گئی۔ ازاں بعد قبرِ انور (اوپر سے) چہار گوشہ بنانے کے بعد اس پر پانی کا خوب چھڑکاؤ کیا گیا۔

حاکم ابو احمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حضرت سیدنا و مولانا) مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی قبرِ انور میں اترے تھے۔ مگر یہ روایت درست نہیں۔

سید عالم ﷺ کے بزرگوار کب رخصت ہوئے

امام حاکم ابو احمد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ (۱) اٹھارہ ماہ (ڈیڑھ سال) کے تھے کہ آپ کے والد محترم (حضرت سیدنا) عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) نے رحلت فرمائی۔ اور بعض راویوں نے یوں بھی لکھا کہ جب آپ کے پدرِ گرامی رخصت ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر مبارک (۲) نو ماہ (۳) یا سات ماہ (۴) یا دو ماہ تھی (۵) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابھی تک آپ صدفِ مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد محترم (حضرت سیدنا) عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) وصال فرما گئے۔ (آخری قول پر مشہور مورخ واقدی کی رائے) (علامہ) واقدی اور ان کے منشی محمد بن سعد کہتے ہیں کہ بحالتِ حمل (آپ کے والد محترم رضی اللہ عنہ کا وصال فرما جانا) صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (یہ بھی واضح رہے کہ) سید عالم ﷺ کے پدرِ بزرگوار رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک مدینہ (1) طیبہ میں واقع ہوا تھا۔

آپ کے جد امجد اور آپ کی والدہ محترمہ کا وصال

سید عالم ﷺ آٹھ یا چھ برس کے تھے کہ آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی وصال فرما گئے اور بوقتِ وصال شریف آپ کی کفالت و نگہداشت کے لیے ابو طالب کو وصیت فرمائی (2) اور جب آپ چار یا چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ (رضی اللہ عنہا) بھی (مقامِ)

1۔ وہ اس طرح کہ آپ بغرضِ تجارت ملک شام تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں اپنے والد ماجد کے ننھیال بنو نجار میں ٹھہرے اور وہیں ایک ماہ بیمار رہ کر وصال فرما گئے۔

2۔ کہ وہ حضرت کا ہر طرح خیال رکھیں۔

''ابواء'' میں وصال فرما گئیں(1)۔

آپ رسولِ کائنات کب ہوئے

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک (۱) چالیس سال (۲) یا چالیس سال اور ایک دن، کو پہنچی تو آپ کو کل کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

آپ کی بعد از رسالت مکی زندگی

اور نبوت کے بعد آپ نے (۱) تیرہ برس (۲) یا پندرہ برس (۳) یا دس برس تک مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔

آپ کی مدنی زندگی

پھر وہاں سے ہجرت فرما کر ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور مدینہ منورہ میں باتفاق (محدثین وارباب سیر) دس برس قیام فرمایا۔ (پھر گیارھویں سال) امام حاکم ابو احمد فرماتے ہیں ماہِ صفر کی دو راتیں باقی تھیں کہ بروز بدھ (2) ام المومنین حضرت سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں ابتدائے مرض لاحق ہوا(3)۔

حضور اقدس ﷺ کی پرورش اور دوران پرورش آپ کے خصائص

سیدِ عالم ﷺ نے چند دن ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ نوش فرمایا۔ ثوبیہ کی ''ثا'' پر ضمہ (4) ہے۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ (5) بنت عبد اللہ بن حارث سعدیہ رضی اللہ عنہا کا شیر نوش فرماتے

1۔ سیدہ آمنہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا وعلی بعلہا وابنہا الکریم اپنے شوہر نامدار حضرت سید عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لے گئی تھیں کہ واپسی پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان موضع ''ابوا'' میں وصال فرما گئیں وہاں آپ کی تربتِ اطہر اب بھی مرجع خلائق اور زیارت گاہِ عوام ہے۔

2۔ ماہِ صفر کے آخری بدھ کے متعلق عوام الناس میں جو یہ مشہور ہے کہ اس دن سید عالم ﷺ کو صحت ہوئی تھی بالکل بے بنیاد، غلط اور خلاف روایاتِ صحیحہ ہے، بروایت سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس دن آپ کو شدید بخار تھا۔ (بخاری کی روایت یہی ہے) (مترجم غفرلہٗ)

3۔ اور بنا بر اصح روایت کے ۲ ربیع الاول، اور مطابق مشہور روایت کے ۱۲ ربیع الاول کو ام المومنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ قدسیہ میں انہی کی گود میں آپ وصال فرما گئے۔

4۔ ایک لغت میں ثوبیہ بفتح ''ثا'' بھی آیا ہے۔

5۔ حضرت سیدتنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بظاہر فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئیں۔ بعدہٗ مدینہ منورہ میں مستقل قیام رہا اور وہیں وصال فرمایا۔ اور اب جنت البقیع شریف میں آرام فرما رہی ہیں۔ معتبر زائرین حرمین شریفین سے سنا گیا ہے کہ موصوفہ کی تربت

رہے۔ آنحضرت ﷺ کے ایامِ شیر خوارگی کے متعلق (حضرت سیدتنا) حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ایک دن میں اتنا پلتے بڑھتے تھے جتنا اوروں کا عام بچہ ایک مہینہ میں بڑھتا ہے۔

سید کائنات ﷺ پیدائش سے ہی یتیم ہو گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش فرمائی۔

بچپن سے ہی اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو زمانہ جہالت کی غلاظت (یعنی غلط عقیدہ و مذہب و کردار) سے محفوظ و مامون رکھا (مثلاً) آپ نے (نبوت سے قبل اور ایامِ طفولیت میں بھی) کبھی بھی جاہلیت والوں کی طرح ان کے رسوم کے مطابق کسی بت کی تعظیم نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی کبھی آپ ان کی منعقدہ مجلسِ کفر و لغویات میں دعوت دینے کے باوجود شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی آپ کو بچائے رکھا۔ جیسا (حضرت سیدنا و مولانا) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”نہ ہی تو میں نے کبھی شراب پی اور نہ ہی کسی بت کے آگے سرنگوں ہوا، میں شروع سے ہی ان باتوں کو کفر جانتا تھا اور ان باتوں پر چلنے والوں کو غلط سمجھتا تھا“۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کرم تھا کہ آپ کو جاہلیت کی تمام نجاستوں سے پاک رکھا، اور عمدہ اخلاق سے اس وقت بھی آپ کو سرفراز رکھا حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے جب آپ کی امانت، دیانت، تقویٰ، طہارت اور صداقت کو دیکھا تو (بے ساختہ) آپ کو (صادق و) ”امین“ کہنے لگے۔

شام کا پہلا سفر

جب نبی کریم ﷺ بارہ برس کے ہوئے تو آپ کے چچا ابو طالب (حسبِ معمول بغرضِ تجارت) ملک شام جانے لگے تو آپ بھی ان کے ہمراہ ہو لیے۔ اور

حَتّٰی بَلَغَ بُصْرٰی فَرَآهُ بُحَيْرَا الرَّاهِبُ فَعَرَفَهٗ بِصِفَتِهٖ فَجَاءَ وَاَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ، هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ حُجَّةً لِّلْعَالَمِيْنَ، قَالُوْا فَمِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ ذٰلِکَ قَالَ حِيْنَ اَقْبَلْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرَةٌ وَلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا يَسْجُدُ اِلَّا لِنَبِيٍّ وَّاِنَّا نَجِدُهٗ فِیْ كُتُبِنَا۔ الخ (ص ۱۹۳)

شریف پر ہر وقت سبزہ رہتا ہے جو اب بھی انکی محبت و شفقت کا بے پایاں کا مشعر ہے۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ ۔۔۔ کہ تو ہے محمد کی دائی حلیمہ

آپ کے شوہر کا اسم گرامی حضرت سیدنا حارث بن عبدالعزیٰ سعدی رضی اللہ عنہ ہے۔

''جب بصریٰ(1) میں پہنچے تو وہاں عیسائی دین کے ایک(2) درویش ''بحیرا'' (نام) نے آپ کی صفات دیکھ کر آپ کو پہچان لیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا دست اقدس پکڑ کر کہنے لگے'' یہ سارے جہاں کے سردار ہیں''، '' یہ رب العالمین کے رسول ہیں''۔ اللہ تعالیٰ ان کو سارے جہاں کے لیے حجت (ورحمت) بنا کر بھیجے گا۔ (قافلہ والوں نے) پوچھا تجھے کس طرح معلوم ہوا تو بحیرا کہنے لگے جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے (تو میں نے دیکھا(3) کہ) تمام پتھر اور درخت سجدہ میں گر پڑے جبکہ درخت و پتھر پیغمبر کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور ہم اپنی کتابوں میں (بھی) انہیں یوں ہی پاتے ہیں۔ پھر بحیرا عالم نے ابوطالب سے درخواست کی کہ آپ انہیں یہیں سے واپس کر دیں۔ (مجھے خطرہ ہے کہ) مبادا یہود انہیں کوئی زک پہنچا دیں۔ چنانچہ ابوطالب وہیں سے واپس ہو گئے'' (4)۔

شام کا دوسرا سفر

پھر دوسری مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا مال تجارت ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ لے کر ملک شام کا سفر فرمایا حتی کہ شام کے شہر بصریٰ(5) کی منڈی تک تشریف لے گئے۔ (واضح رہے کہ جب آپ نے یہ سفر اختیار فرمایا) اس وقت تک آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد نہیں فرمایا تھا۔ (اسی سفر سے واپسی کے تین ماہ بعد) پچیس برس کی عمر شریف میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمایا۔

1۔ بصریٰ شام کے ایک تجارتی شہر کا نام ہے۔ بصرۂ عراق جو مشہور نام ہے یہ وہ نہیں۔

2۔ موجودہ وقت میں عیسائی علماء کو پادری کہا جاتا ہے۔

3۔ نور الٰہی اور جلائے ایمانی سے، یہی وجہ ہے کہ بقیہ قافلہ والے، درختوں کو سجدہ میں نہ دیکھ سکے، یا یہ کہ ان کے پاس بحیرا پادری کی طرح ایمانی نور نہ تھا۔

4۔ ترمذی شریف کی روایت کے مطابق بحیرا راہب نے واپسی پر سیّد عالم ﷺ کو (تکریما و اعزازا) خشک روٹی اور روغن زیتون بطور زادِ راہ دیا تھا۔ (الحدیث)۔ بعض رواۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ'' بحیرا'' اس وقت نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔

5۔ اس سفر میں بھی مذکورہ واقعہ کی طرح ایک عیسائی عالم ''نسطورا'' نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام ''میسرہ'' کو نیک نیتی سے ساتھ رہنے اور ساتھ نہ چھوڑنے کی تلقین کی تھی نیز آپ کا زمانہ نبوت پانے کی آرزو کی تھی۔

بوقت ہجرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی

جب آپ مکہ سے بسوئے مدینہ طیبہ ہجرت کے ارادہ سے نکلے تو آپ کے ہمراہ (امیر المومنین خلیفہ بلافصل) ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ (1) رضی اللہ عنہ۔ فہیرہ کی ''فا'' مضموم ہے اور راستہ بتانے والا ایک شخص عبداللہ بن اریقط تھے۔ اس عبداللہ کے اسلام کا کچھ پتہ نہیں۔

سراپا مبارک (2)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (کا قد مبارک (3)) نہ تو بہت دراز اور نہ ہی بہت مختصر (بلکہ میانہ مائل بہ درازی)،

1۔ آپ کاتب وحی، سابق فی الاسلام اور صاحب فضائل کثیرہ تھے۔ واقعہ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔

2۔ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالِ خلق میں کوئی مماثل نہیں یونہی کمالِ خلقت میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی مشابہ نہیں۔ حتی کہ انبیاء کرام میں بھی کوئی آپ کا معادل نہیں۔ جیسا کہ امام بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِي خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ   وَلَمْ يُدَا نُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

یعنی آپ صفاتِ خَلقیہ وخُلقیہ میں ممتنع النظیر ہیں۔ آپ کی حقیقت وصف کے ادراک سے تمام وہ لوگ جو اپنے اپنے فن کے استاذ تھے، عاجز رہ کر بے ساختہ پکار اٹھے:

''لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ۔''

اسی بناء پر مشہور عارف باللہ حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ متوفی ۴۲۵ھ نے فرمایا کہ میں تین چیزوں کی ماہیت وحقیقت کو نہ جان سکا۔ انہی تین میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت کے بارے میں فرمایا کہ میں نبی امی دقیقہ دانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت کے ادراک سے عاجز رہا۔ (نفحات الانس) مقام غور ہے کہ اولیاء کرام جو حقائقِ اشیأ کے شناسا و عارف ہوتے ہیں۔ اس طائفہ عُلیہ سے تعلق رکھنے والے ایک ولی اللہ جو اپنے وقت کی نابغہ روزگار شخصیت ہیں۔ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادراک وعرفان سے مکمل عجز کا اظہار کر رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس کسی نے بھی حضور ختمی مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلیہ مبارک کو پیش کیا تو اس نے فقط صورتِ وصف کو پیش کیا نہ کہ حقیقتِ وصف کو۔ امام بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ   كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَآءُ

یعنی انہوں نے آپ کی صفات کی صرف صورت ہی دکھائی ہے۔ جس طرح پانی ستاروں کی صورت دکھا دیتا ہے۔

اسی مفہوم کو شاعر بارگاہِ رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت اس طرح ادا فرماتے ہیں:۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ   وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

''آپ سے خوب تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں، اور آپ سے حسین تر کسی عورت نے کوئی جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے یوں پاک پیدا فرمائے گئے کہ گویا آپ کی منشا کے مطابق آپ کی تخلیق ہوئی ہو''۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(جسم مبارک کا رنگ مبارک) نہ تو خالص سفید اور نہ نرا گندمی (بلکہ سفید مائل بسرخی) اور سر مبارک نہ تو بالکل سیدھے اور نہ بالکل لچھے دار اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے بغیر خم کے (بلکہ کچھ گھنگھریالے والے خمدار) بوقت وصال شریف بال مبارک بیس تک سفید نہ تھے۔ مبارک گیسو اکثر تا بگوش رہتے اور کبھی کبھار تا بدوش رہتے(1)۔ خوب صورت جسم، دوش مقدس کا درمیانی حصہ فراخ، ریش اقدس گھنی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اسی مضمون کو مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ اس طرح ادا فرماتے ہیں: ع

لَمْ يَاتِ نَظِيْرُکَ فِيْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شُد پیدا جانا

ایسے ہی اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ ادراکِ حقیقت سے عاجز رہنے کے بعد عالم تحیر میں اس طرح مدح سرا ہوئے: ـ

سُبْحَانَ اللّٰهُ مَا اَجْمَلَکَ، مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

مذکورہ الصدر مسئلہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سید کائنات ﷺ نے محرم اسرار نبوت سیدنا ابو بکر عبد اللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا تھا:

"يَا اَبَا بَکْرٍ لَمْ يَعْرِفْنِيْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ "۔(الحدیث)

نیز ارشاد عالی ہے:

"اَيُّکُمْ مِثْلِيْ"

اسی طرح سیدتنا ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"اَتَانِيْ جِبْرَائِيْلُ فَقَالَ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔"

"جبریل میرے پاس آکر کہنے لگے میں نے زمین کا مشرق و مغرب پلٹ مارا مگر آپ جیسا (حسنِ خلق وخلقت میں) کوئی نظر نہ آیا"۔

ایک شاعر نے عمدہ کہا ہے: ـ

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

وایضاً نعم ماقال الشاعر: ـ

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ   اَبَدًا وَعِلْمِيْ اَنَّهٗ لَا يُخْلَقُ

"اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی مثل پیدا نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی پیدا نہ فرمائے گا۔"

(ماخوذ بتصرف از تبرکات اعلیٰحضرت بریلوی وعلامہ نور بخش توکلی قدس سرہما)

3۔ تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے   نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

(اعلیٰحضرت قدس سرہٗ)

1۔ جب آپ کٹوا دیتے تو کان تک رہ جاتے۔ اور جب نہ ترشواتے تو پھر بڑھ کر شانہ مبارک تک پہنچ جاتے اس کی نفیس حکمتِ عملی اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے منظوم کلام میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ پڑھیے اور سر دھنیے: ـ

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش   کہ بنیں خانہ بدوشوں کے سہارے گیسو

ہتھیلیاں پُر گوشت، سرِ اقدس اور تمام جوڑ ضخیم، روئے(1) اقدس قدرے گول اور پُر گوشت تھا۔ آنکھیں بڑی اور سرمگیں، پلکیں لمبی، آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ(2) ڈورے، چلنے کی رفتار قوت (وقار اور) تمکنت سے ہوتی(3)۔

یَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ كَاَنَّ وَجْهَهُ الْقَمَرُ۔ آپ(4) کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ گویا آپ کا روئے تاباں پورا چاند تھا۔ خوش آواز، رخسار(5) مبارک ہموار (نہ بہت ابھرے ہوئے اور نہ دبے ہوئے)، دہن مبارک فراخ، شکم(6) اقدس ستا ہوا، کاندھوں اور بازوؤں پر بال، سینہ اقدس(7) کشادہ، لمبی کلائیاں، چوڑی اور بھری ہوئی ہتھیلیاں، چشمانِ مقدس کا گھیرا لمبوترا، پتلی ایڑیاں(8) (اور بھرے ہوئے قدم مبارک) دونوں کندھوں کے درمیان تکمہ چھپر کھٹ یا بیضۂ کبوتر کی مانند مہر نبوت(9)، آپ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین گویا آپ کے

1۔ جو جمال الٰہی کا آئینہ اور انوار و تجلیات الٰہیہ کا مظہر و مورد تھا۔ اسی روئے اقدس کو حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دیکھتے ہی بے ساختہ پکار اٹھے تھے:۔

"وَجْهُهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔" ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں۔

2۔ سابقہ کتب سماویہ میں علامات نبوت سے ایک یہ بھی آپ کی علامتِ نبوت مذکور تھی۔ جب آپ نے دوسری مرتبہ شام کا سفر اختیار فرمایا تھا تو بصریٰ میں "نسطورا" پادری نے اسی علامت سے آپ کو پہچانا تھا۔

3۔ اور یہی رفتار محبوب و ممدوح ہے جیسا کہ قرآنِ کریم نے فرمایا: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ الآیہ

عرش تا فرشِ زمیں ہے، فرش تا عرشِ بریں — کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے

4۔ ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا — ہمہ بروجہ کمال است کما لا یخفیٰ

خورشید تھا کس زور پہ کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر — بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(اعلیٰحضرت قدس سرہٗ)

5۔ جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے — ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

6۔ کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

7۔ اسی سینہ اقدس میں اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ ودیعت رکھے گئے۔

رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود — شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

8۔ اک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا — رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

9۔ دونوں شانوں کے درمیان بدن شریف کے باقی اجزا سے ابھرا ہوا نورانی گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اسی کو مہر نبوت کہا جاتا ہے۔ سابقہ کتب و صحفِ سماویہ میں آپ کی علاماتِ نبوت سے ایک یہ بھی پائی جاتی تھی۔ سمجھانے کی خاطر اسے کبوتر کے انڈے یا زر حجلہ عروسی سے تشبیہ دی جاتی ہے ورنہ یہ ایک ایسا سرِ عظیم و رمزِ عجیب ہے جو صرف حضور اقدس ﷺ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لیے لپٹتی جارہی ہے۔ صحابہ کرام آپ کے ہمراہ پوری کوشش سے چلتے تھے جبکہ آپ بآسانی چلتے (اور پھر بھی سب سے آگے رہتے)، (اولاً بغیر مانگ نکالے) سر مبارک کی زلفیں کھلی رہتیں۔ پھر مانگ نکالنا شروع فرمائی۔ اور مبارک زلفوں میں کنگھی استعمال فرماتے۔ اور یونہی ڈاڑھی مبارک میں (بھی) کنگھی فرماتے۔ اور سونے سے پہلے ہر روز تین تین مرتبہ آنکھوں میں سرمہ (1) ڈالتے۔

لباس شریف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ لباس قمیص (چادر اور تہ بند تھا) اور (یمنی) دھاری دار چادریں (جن کو "حِبَرَ ۃ" کہا جاتا ہے) سب سے زیادہ پسند فرماتے قمیص کی آستین (اکثر) کلائیوں تک رہتی۔ اور بعض اوقات آپ سرخ (دھاریدار) حلہ زیب تن فرماتے۔ اور کبھی چادر اور شلوار بھی استعمال فرما لیتے۔ گاہے بگاہے دو سوتی کپڑے استعمال میں لاتے۔ اور بعض اوقات ایسا جبہ بھی استعمال فرما لیتے جس کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں۔ اور کبھی چغہ (بڑا کوٹ) استعمال فرماتے (اکثر) سیاہ عمامہ جس کا شملہ اکثر دونوں شانوں کے درمیان لٹکتا رہتا، استعمال فرمایا ہے۔ اور کبھی اونی سیاہ کمبل بھی اوڑھ لیتے۔ (علاوہ بریں) انگوٹھی (2)، موزے، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خاطر اسے کبوتر کے انڈے یا زِر حجلہ عروسی سے تشبیہ دی جاتی ہے ورنہ یہ ایک ایسا سرِّ عظیم و رمزِ عجیب ہے جو صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہے جس کی حقیقت صرف اللہ جل مجدہٗ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جانتے ہیں یا وہ حضرات جو رازہائے نبوت کے محرمِ خاص تھے جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اسی مہرِ نبوت کو دیکھ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

نبوت را توئی آں نامہ در پشت   کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

1۔ آپ کی آنکھیں تو قدرتاً سرمگیں تھیں۔ آپ کو سرمہ کی قطعاً حاجت نہ تھی۔ مگر تعلیم امت کے لیے آپ سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔

سرمگیں آنکھیں، حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال   ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا   اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

2۔ محققین نے ثابت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری مبارک چاندی کی تھی جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے زائد نہ تھا۔ لہٰذا مذکورہ وزن سے زائد یا چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی استعمال کرنا خلافِ سنت و ناجائز ہے۔ اور سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے تو خالص حرام ہے جس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ بلاضرورت چاندی کی انگوٹھی میں بھی مرد کے لیے ترک افضل ہے۔ علامہ شامی قدس سرہٗ السامی نے فرمایا:

انگوٹھی حاکم، قاضی، مفتی یا احمق پہنے فافہم مزید تحقیق انیق کے لیے اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کا رسالہ مبارکہ "الطیب الوجیز" مطالعہ کریں۔

جوتا(1) استعمال میں رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی اولاد امجاد

نبی اکرم ﷺ کے تین صاحبزادے تھے۔ سب سے بڑے (حضرت سیدنا) قاسم (رضی اللہ عنہ) تھے۔ جو قبل از نبوت مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر مبارک پاکر وصال فرما گئے اسی نسبت سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور دوسرے حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو زمانہ نبوت میں پیدا ہونے کی وجہ سے طیب و طاہر کے لقب سے ملقب تھے۔ بعض (اہل نسب) کے نزدیک طیب و طاہر (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہیں۔ لیکن بصحت یہی ثابت ہے کہ طیب و طاہر (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کا لقب تھا۔ اور تیسرے (حضرت سیدنا) ابراہیم (2) (رضی اللہ عنہ) تھے جو ۸ھ میں پیدا ہوئے اور سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وصال فرما گئے۔

نبی کریم ﷺ کی (بالاتفاق) چار صاحبزادیاں تھیں:

پہلی (حضرت سیدتنا) زینب (3) رضی اللہ عنہا تھیں جن کا عقد ان کے خالہ زاد (حضرت سیدنا) ابوالعاص (4) بن ربیع بن عبدالعزّٰی بن عبدشمس، رضی اللہ عنہ سے ہوا (موصوفہ) کی خالہ کا نام

1۔ نعل پاک چپلی کے مانند تھے جس کے دو دو تسمے دوہری تہہ والے ہوا کرتے تھے۔ طریقہ استعمال اس طرح ہوتا کہ ایک تسمہ انگوٹھے مبارک اور انگوٹھے مقدس کی متصل انگلی مبارک کے درمیان، اور دوسرا تسمہ درمیان کی انگشت پاک اور بنصر کے درمیان ہوا کرتا۔

یہ وہی نعلین مقدس ہیں جن کو ایک روایت کے مطابق عرش اعظم پر بھی اتارنے کی اجازت نہ ملی۔

ولنعم ما قال الشاعر:۔

لَدَى الطُّوْرِ مُوْسٰى نُوْدِیَ اخْلَعْ وَاَحْمَدُ
عَلَى الْعَرْشِ لَمْ يُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِهِ

استاذ زمن امام "حسن" بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

اگر سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور — تو پھر کہیں گے ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

(ذوق نعت)

2۔ انہی کی نسبت سے حضرت جبریل امین نے نبی کریم ﷺ کی ابو ابراہیم کنیت رکھی تھی جیسا کہ اسماء گرامی کی بحث میں اس سے قبل گزر چکا ہے۔

3۔ حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ھ میں وصال فرمایا۔

4۔ حضرت سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کا اصل اسم گرامی بقیط یا مقسم ہے۔ آپ ۷ھ میں مدینہ طیبہ آکر مشرف باسلام ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ۷ھ ہی میں مشہور صحابی حضرت سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور نامور مدبر عرب حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ آکر مشرف باسلام ہوئے تھے۔

ہالہ بنت خویلد ہے۔

دوسری (حضرت سیدتنا) فاطمہ (الزہراء) (1) رضی اللہ عنہا جن کا عقد (حضرت سیدنا امیر المومنین) علی (2) (مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم) سے ہوا۔

تیسری اور چوتھی (حضرات سیداتنا) رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جن کا عقد یکے بعد دیگرے (حضرت سیدنا امیر المؤمنین) عثمان (3) رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین (4) (دونوروالے) کہلاتے ہیں اور دونوں صاحبات کا وصال شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی ہوا۔ (حضرت سیدتنا) رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال شریف ۲ھ رمضان المبارک میں (فتح) غزوۂ بدر کے دن ہوا۔ اور (حضرت سیدتنا) ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال شعبان ۹ھ میں ہوا۔ سید عالم ﷺ کی یہ صاحبزادیاں بالاجماع چار ہیں اور بناء بر روایتِ صحیح کے صاحبزادے تین ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی اولادِ امجاد کی ترتیبِ ولادت

سب سے پہلے (حضرت سیدنا) قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پھر (حضرت سیدتنا) زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد (حضرت سیدتنا) رقیہ رضی اللہ عنہا (حضرت سیدتنا) امِ کلثوم (5) رضی اللہ عنہا۔ پھر (حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ ابومحمد حافظ علی بن احمد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ (حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضرت سیدتنا) امِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے (عمر میں) بڑی تھیں۔ پھر بعد از بعثت مکہ مکرمہ میں (حضرت سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اور پھر مدینہ منورہ میں (حضرت سیدنا) ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(واضح ہو کہ) نبی اکرم ﷺ کی تمام اولاد اطہار بجز (حضرت سیدنا) ابراہیم رضی اللہ عنہ

1۔ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ۳ر رمضان ۱۱ھ میں وصال فرمایا۔

2۔ امیر المومنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت مبارکہ ۲۱ر رمضان ۴۰ھ کو جامع مسجد کوفہ میں بحالتِ نماز واقع ہوئی۔

3۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت مقدسہ ۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ھ کو مدینہ طیبہ میں بحالتِ تلاوت کلام پاک واقع ہوئی۔

4۔ ذوالنورین کے مفہوم کی نفیس ترجمانی اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ کی زبانی:

نور کی سرکار سے پایا دوشالا نور کا ۔۔۔ ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا (حدائق بخشش)

5۔ سیدہ موصوفہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اصل اسم گرامی سیدہ "آمنہ" ہے۔

(حضرت سیدتنا) خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر سے ہے۔ اور (حضرت سیدنا) ابراہیم رضی اللہ عنہ (حضرت سیدتنا) ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

(یہ بھی خیال رہے کہ حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی تمام اولادِ امجاد آپ کے حینِ حیاتِ ظاہری میں ہی وصال فرما گئی تھی۔ بنا بر صحیح روایت کے (حضرت سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے وصال مبارک کے بعد چھ ماہ تک بقیدِ حیات رہیں۔

سید عالم ﷺ کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا بیان

نبی اکرم ﷺ کے گیارہ(1) چچے تھے۔ سب سے بڑے حارث تھے۔ انہی کی نسبت سے (حضرت سیدنا) عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی ابو الحارث کنیت تھی۔ (۲) قثم (۳) زبیر (۴) حمزہ (۵) عباس (۶) ابوطالب(2) (۷) ابولہب (۸) عبدالکعبہ (۹) حجل (۱۰) ضرار (۱۱) غیداق

ان میں سے (صرف) (حضرت سیدنا) حمزہ رضی اللہ عنہ اور (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ مشرفِ باسلام ہوئے۔ عمر کے لحاظ سے (حضرت سیدنا) حمزہ رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے ہیں۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں۔ اور (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ عمر میں (حضرت سیدنا) حمزہ رضی اللہ عنہ کے لگ بھگ ہیں۔ (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے عمر میں تین برس بڑے تھے۔ (حضرت سیدنا) عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد (حضرت سیدنا) عباس رضی اللہ عنہ ہی چاہِ زمزم کے متولی ونگران تھے۔

سیدِ عالم ﷺ کی پھوپھیوں کی تعداد چھ ہے:

ا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو (اسد الرسول) حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ اور (حضرت سیدنا) زبیر(3) ابنِ عوام کی والدہ محترمہ ہیں۔ موصوفہ اسلام وہجرت کے شرف سے مشرف تھیں۔ آپ نے (امیر المومنین سیدنا حضرت) عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

1۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے چچاؤں کی تعداد دس ہے۔

2۔ ابوطالب کا اصلی نام عبد مناف ہے۔ یہ ابوطالب اور زبیر سید عالم ﷺ کے حقیقی چچا ہیں۔

3۔ حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سابق فی الاسلام، عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ حواریٔ رسول کہلاتے ہیں۔ ام المومنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے اور امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ واقعہ جمل میں شہید ہوئے۔ آج کل بصرہ کے قریب زبیر نامی بستی میں آرام فرمارہے ہیں۔ آپ کی آرامگاہ زیارتِ عوام وخواص ہے۔ تربتِ اطہر اب بھی ہر آنے والے کو للہیت وخلوص کا پیام دے رہی ہے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہُ عنا)

۲۔ ''عاتکہ'' ان کے متعلق روایت ہے کہ آپ مشرف باسلام ہوئی تھیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے متعلق خواب دیکھا تھا۔ (کتب سیر میں) جس کا واقعہ مشہور ہے۔

۳۔ ''مُرّۃ''(1)

۴۔ ''اروٰی''(2)

۵۔ ''امیمہ''(3)

۶۔ ام حکیم بیضاء(4)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں سے پہلی (حضرت سیدتنا) خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۔ پھر (حضرت سیدتنا) سودہ رضی اللہ عنہا

۳۔ پھر (حضرت سیدتنا) عائشہ رضی اللہ عنہا

۴۔ پھر (حضرت سیدتنا) حفصہ رضی اللہ عنہا

۵۔ پھر (حضرت سیدتنا) ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

۶۔ (حضرت سیدتنا) ام سلمہ رضی اللہ عنہا

۷۔ (حضرت سیدتنا) زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا

۸۔ (حضرت سیدتنا) میمونہ رضی اللہ عنہا

۹۔ (حضرت سیدتنا) جویریہ رضی اللہ عنہا

۱۰۔ (حضرت سیدتنا) صفیہ رضی اللہ عنہا (مؤخر الذکر)

یہ نو ازواجِ مطہرات وہ ہیں جن کی موجودگی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات واقع ہوئی۔ اور (حضرت سیدتنا) خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد عقدِ نکاح میں آئیں۔

1۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق مُرّۃ کا نام برّۃ ہے۔

2۔ بعض روایات کے مطابق اروٰی بھی مسلمان تھیں۔

3۔ آپ ام المومنین حضرت سیدتنا زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا۔ اور مشہور صحابی حضرت سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور نامور صحابیہ حضرت سیدتنا حمنہ بنت جحش کی والدہ ہیں۔

4۔ مرّۃ، امیمہ، بیضا، عاتکہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھیاں ہیں۔ یعنی ابو طالب، زبیر اور حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور مذکورہ صاحبات حقیقی بہن بھائی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت خدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہما کی خصوصیت

(جملہ ازواجِ پاک میں سے حضرت سیدتنا) خدیجہ (رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ) کی زندگی میں حضور اقدس ﷺ نے کسی اور خاتون سے نکاح نہیں فرمایا (نیز حضرت سیدتنا) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ) کے علاوہ کسی باکرہ سے حضور اکرم ﷺ نے نکاح (مع الزفاف) نہیں فرمایا۔ اور وہ بیویاں جن کو آپ نے اپنی زندگی پاک میں علیحدہ فرمادیا تھا۔ ان کا ذکر ہم نے کثرتِ اختلاف کی بناء پر ترک کر دیا ہے۔

نیز آپ کی دو لونڈیاں بھی تھیں:

۱۔ (حضرت سیدتنا) ماریہ (قبطیہ رضی اللہ عنہا)

۲۔ اور ریحانہ بنت زید یا ریحانہ بنت شمعون۔ پھر ان کو آزاد فرمادیا تھا۔

(حضرت سیدتنا) قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم ﷺ نے پندرہ خواتین سے عقد فرمایا اور تیرہ سے ہم بستر ہوئے۔ اور گیارہ بیک وقت اکٹھی رہیں۔ اور نو کی موجودگی میں آپ نے وصال فرمایا۔

نبی غیب دان ﷺ کے آزاد کردہ غلام

نبی کریم ﷺ کے آزاد کیے ہوئے غلام یہ ہیں:

۱۔ (حضرت سیدنا) ابو اسامہ زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی رضی اللہ عنہ

۲۔ (حضرت) ثوبان بن بُجْدُد رضی اللہ عنہ۔ (بُجْدُد کا ضبطِ اعراب یوں ہے) ''با'' اور ''دال'' مضموم اور ''جیم'' ساکن۔

۳۔ (حضرت) ابو کبشہ سُلیم رضی اللہ عنہ۔ ان کو جنگِ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل تھی۔

۴۔ (حضرت) ماذام رضی اللہ عنہ

۵۔ (حضرت) رویفع رضی اللہ عنہ

۶۔ (حضرت) قصیر رضی اللہ عنہ

۷۔ (حضرت) میمون رضی اللہ عنہ

۸۔ (حضرت) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

۹۔ (حضرت) ہُرمُز رضی اللہ عنہ

۱۰۔ (حضرت) ابوصفیہ عبید رضی اللہ عنہ

۱۱۔ (حضرت) ابو سلمیٰ رضی اللہ عنہ

۱۲۔ (حضرت) اَنَسہ رضی اللہ عنہ (اَنَسہ کا ضبطِ اعراب) ہمزہ اور نون مفتوح ہیں۔

۱۳۔ (حضرت) صالح رضی اللہ عنہ

۱۴۔ (حضرت) شُقران رضی اللہ عنہ

۱۵۔ (حضرت) رباح رضی اللہ عنہ

۱۶۔ (حضرت) اسود رضی اللہ عنہ

۱۷۔ (حضرت) ساربُوَی رضی اللہ عنہ

۱۸۔ (حضرت) ابورافع رضی اللہ عنہ۔ ان کا اسم گرامی اسلم ہے اور بعض نے اور نام بھی لکھا ہے۔

۱۹۔ (حضرت) ابولبشہ رضی اللہ عنہ

۲۰۔ (حضرت) فضالہ یمانی رضی اللہ عنہ

۲۱۔ (حضرت) رافع رضی اللہ عنہ

۲۲۔ (حضرت) مِدْعَم رضی اللہ عنہ۔ (مدعم کا ضبطِ اعراب) ''میم'' مکسور ''دال'' ساکن اور ''عین'' و ''میم'' ثانی مفتوح ہیں۔

۲۳۔ (حضرت) اسود رضی اللہ عنہ۔ یہ اسود وہ ہیں جن کو ''وادیِ قریٰ'' میں شہید کیا گیا۔

۲۴۔ (حضرت) کرکرۃ رضی اللہ عنہ۔ (کرکرۃ کا ضبطِ اعراب بنا بر تحقیق صحیح کے) دونوں ''کاف'' مکسور ہیں۔ اور بعض اہلِ سِیَر کے نزدیک دونوں ''کاف'' مفتوح ہیں۔ یہ (دوران سفر) نبی اکرم ﷺ کے سامان کے محافظ ہوا کرتے تھے۔

۲۵۔ (حضرت) زید رضی اللہ عنہ۔ یہ ہلال بن یسار بن زید کے جدامجد ہیں۔

۲۶۔ (حضرت) عبیدہ رضی اللہ عنہ

۲۷۔ (حضرت) طہمان رضی اللہ عنہ

۲۸۔ (حضرت) کیسان رضی اللہ عنہ

۲۹۔ (حضرت) مہران رضی اللہ عنہ

۳۰۔ (حضرت) ذکوان رضی اللہ عنہ

۳۱۔ (حضرت) مروان رضی اللہ عنہ

۳۲۔ (حضرت) مابور قبطی رضی اللہ عنہ

۳۳۔(حضرت)واقد رضی اللہ عنہ

۳۴۔(حضرت)ابوواقد رضی اللہ عنہ

۳۵۔(حضرت)ہشام رضی اللہ عنہ

۳۶۔(حضرت)ابوضمیرہ رضی اللہ عنہ

۳۷۔(حضرت)حنین رضی اللہ عنہ

۳۸۔(حضرت)ابوعسیب احمر رضی اللہ عنہ

۳۹۔(حضرت)ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

۴۰۔(حضرت)سفینہ رضی اللہ عنہ

۴۱۔(حضرت سیدنا ومولانا)سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

۴۲۔(حضرت)ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہما

۴۳۔(حضرت)افلح رضی اللہ عنہ

۴۴۔(حضرت)سابق رضی اللہ عنہ

۴۵۔(حضرت)سالم رضی اللہ عنہ

۴۶۔(حضرت)زید بن بولا رضی اللہ عنہ

۴۷۔(حضرت)سعید رضی اللہ عنہ

۴۸۔(حضرت)ضمیرہ بن ابوضمیرہ رضی اللہ عنہما

۴۹۔(حضرت)عبیداللہ بن اسلم رضی اللہ عنہ

۵۰۔(حضرت)نافع رضی اللہ عنہ

۵۱۔(حضرت)نبیل رضی اللہ عنہ

۵۲۔(حضرت)وردان رضی اللہ عنہ

۵۳۔(حضرت)ابواثیلہ رضی اللہ عنہ

۵۴۔(حضرت)ابوالحمرآ رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ کی آزادکردہ باندیاں

نبی اکرم ﷺ کی آزاد کی ہوئی باندیاں یہ ہیں:

۱۔(حضرت)ام رافع سلمٰی رضی اللہ عنہا۔سلمٰی کی ''سین''مفتوح ہے۔

۲۔(حضرت)ام ایمن برکت رضی اللہ عنہا۔ برکت کی ''با'' مفتوح ہے۔یہی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔

۳۔(حضرت) میمونہ بنت سعید رضی اللہ عنہا

۴۔(حضرت) خضرۃ رضی اللہ عنہا

۵۔(حضرت) رضوی رضی اللہ عنہا

۶۔(حضرت) امیمہ رضی اللہ عنہا

۷۔(حضرت) ریحانہ رضی اللہ عنہا

۸۔(حضرت) ام ضمیرہ رضی اللہ عنہا

۹۔(حضرت) ماریہ(1) رضی اللہ عنہا

۱۰۔اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ شیریں(2) رضی اللہ عنہا

۱۱۔(حضرت) ام عباس رضی اللہ عنہا

معلوم رہے کہ (مذکورہ الصدر) آزاد کیے ہوئے غلام ولونڈیاں حضور اقدس ﷺ کے پاس بیک وقت موجود نہ تھے بلکہ مختلف اوقات میں ہر ایک میں سے الگ الگ تھے۔

نبی کریم ﷺ کی خدمت سرانجام دینے والے حضرات

(مختلف اوقات میں) آپ ﷺ کی خدمت کرنے والے حضرات (حسب ذیل ہیں):

۱۔حضرت انس(3) بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت ہند بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت اسماء بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۴۔حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

۵۔حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔آپ نبی اکرم ﷺ کے نعلین(4) بردار تھے۔جب نبی کریم ﷺ مجلس برخاست فرماتے تو آپ حضور اقدس ﷺ کو نعلین پہنایا کرتے تھے اور جب

1۔حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ ﷺ انہی کے بطن سے تھے۔

2۔ایک روایت میں ان کا نام سیرین آیا ہے۔

3۔حضرت انس رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ربیب اور نامور صحابیہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں۔آپ کا شمار کثرت روایت کرنے والے صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔

4۔آپ نعلین کے علاوہ مسواک، جائے نماز اور وضو کرنے والا آفتابہ بھی ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔

اتارتے تو آپ نعلین کو جھاڑ کر اپنی آستین میں رکھ لیا کرتے تھے اور تا قیامِ ثانی اپنے پاس ہی رکھتے۔

۶۔(حضرت) عقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ عنہ۔ آپ نبی اکرم ﷺ کی خچر کے نگہبان تھے اور جب کبھی نبی اکرم ﷺ کو سفر اختیار کرنا پڑتا تو یہ خچر کی لگام تھامے ہوئے آگے آگے چلا کرتے تھے۔

۷۔(حضرت سیدنا امیر المؤمنین) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) بلال موذن رضی اللہ عنہ۔

۸۔(نیز حضرت سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ۔

۹۔(حضرت) ذو مخمر رضی اللہ عنہ اور بعض (اربابِ سیر) نے آپ کا اسم گرامی ذو مخبر بھی بتایا ہے۔

۱۰۔(حضرت) بکیر بن سرح لیثی، یا بکر بن سرح لیثی رضی اللہ عنہ

۱۱۔(حضرت) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔(حضرت) اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ

۱۳۔(ام المومنین حضرت سیدتنا) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام (حضرت) مہاجر رضی اللہ عنہ۔

۱۴۔(حضرت) ابوسمح رضی اللہ عنہ

سید عالم ﷺ کے کاتب

(حضرت) الحافظ ابو القاسم (المشهور بابن عساكر عليه الرحمة) نے تاریخ ''دمشق'' میں نبی اکرم ﷺ کے کاتبوں کی تعداد ۲۳ بتائی ہے۔ اور یہ تعداد امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے بالاسناد ذکر کی ہے وہ حضرات یہ ہیں:

۱۔(سیدنا و مولانا حضرت) ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۲۔(سیدنا و مولانا حضرت) عمر بن خطاب (فاروق اعظم) رضی اللہ عنہ

۳۔(سیدنا و مولانا حضرت) عثمان (ذوالنورین) رضی اللہ عنہ

۴۔(سیدنا و مولانا حضرت) علی مرتضی رضی اللہ عنہ

۵۔(حضرت سیدنا) زبیر رضی اللہ عنہ

۶۔(حضرت سیدنا) ابی بن کعب سید القراء رضی اللہ عنہ

۷۔(حضرت سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۸۔(حضرت سیدنا) معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما

۹۔(حضرت سیدنا) ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہما

۱۰۔(حضرت سیدنا) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

۱۱۔(حضرت سیدنا) ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

۱۲۔(حضرت سیدنا) ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے برادر حضرت سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

۱۳۔(حضرت سیدنا) ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۴۔(حضرت سیدنا) حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

۱۵۔(حضرت سیدنا) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

۱۶۔(حضرت سیدنا) عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

۱۷۔(حضرت سیدنا) عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ

۱۸۔(حضرت سیدنا) علاء بن عتبہ رضی اللہ عنہ

۱۹۔(حضرت سیدنا) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

۲۰۔(حضرت سیدنا) سجل رضی اللہ عنہ

۲۱۔اور بعض (ارباب سیر) نے (حضرت سیدنا) شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھی شمار فرمایا ہے۔

(مذکورۃ الصدر کاتب حضرات میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے(1)۔

نبی ﷺ کے ایلچی

حضور سید عالم ﷺ نے (تبلیغی مقاصد کی خاطر جب) حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو (شاہِ حبشہ) حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی طرف (اپنا نامہ مبارک دے کر) روانہ فرمایا تو (حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے وہاں پہنچنے پر) انہوں نے اسے لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا۔ اور (تعظیماً) اپنے تخت سے اتر کر نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔ بعدہٗ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس طلب کیے گئے تو پھر اپنے اسلام کا اعلان فرما دیا اور نہایت عمدگی سے اسلام پر قائم رہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا مکتوب گرامی دے کر

1۔امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے غالباً شہرت کی بنا پر مندرجہ بالا حضرات شمار فرمائے ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ اور بھی متعدد جید اصحاب کرام کاتبانِ رسول ﷺ کی فہرست میں مستند و معتبر اصحابِ سیر نے شمار فرمائے۔ تفصیل کے لیے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی ''مدارج النبوت'' ملاحظہ کریں۔

ہرقل شاہِ روم کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف نامہ مبارک دے کر روانہ فرمایا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مصر و اسکندریہ کے حکمران شاہِ مقوقس کی طرف نامہ مبارک ارسال فرمایا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر حاکم مذکور نے آپ کی عزت افزائی کی اور قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا (مگر سلطنت کے طمع میں نہ ہوا) اور (حضرت) حاطب رضی اللہ عنہ کی واپسی کے وقت نبی اکرم ﷺ کے لیے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ہمشیرہ شیریں بطور تحفہ بھیجیں۔ شیریں حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما دی۔

اور والیانِ عمان کی طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، آپ (جب وہاں پہنچے تو) دونوں حکمران مشرف باسلام ہو گئے، پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ دونوں نے تنہائی میں (اس) صدقہ و حکمرانی کے متعلق باہم مشورہ کیا (جو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا)

اور (اسی طرح) ہوذہ بن علی حنفی حاکم یمامہ کی طرف حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مکتوب گرامی روانہ فرمایا۔

اور حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو (نامہ مبارک دے کر قیصر روم کی طرف سے مقرر کردہ) شام کے گورنر حارث بن ابی شمر کی طرف روانہ فرمایا۔

اور حضرت مہاجر بن امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو (شاہِ یمن) حارث حمیری کی طرف روانہ فرمایا۔

اور حاکم بحرین منذر بن ساوی کی طرف حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، تو انہوں نے (مکتوب گرامی پڑھنے کے بعد) نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تمام اہل یمن کی طرف تبلیغ اسلام و دعوت الی اللہ کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ تمام اہل یمن، امراء و عوام مشرف باسلام ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کے مؤذن

حضور اکرم ﷺ کے (منتخب) مؤذن چار تھے:

۱۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں۔

۲۔حضرت (عبداللہ) ابن مکتوم رضی اللہ عنہ (بھی) مدینہ طیبہ میں۔
۳۔حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں۔
۴۔حضرت سعد قُرظی رضی اللہ عنہ قبا شریف میں۔

نبی کریم ﷺ کے عمرے

بخاری و مسلم شریف کی روایت کے مطابق ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے چار مرتبہ عمرہ فرمایا۔اور ہجرت کے بعد ۱۰ھ میں صرف ایک مرتبہ حج فرمایا جو (تاریخ میں) حجۃ الوداع (1) کے نام سے مشہور ہے۔یعنی وہ حج جس میں آپ نے لوگوں کو الوداع فرمایا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کی جنگیں

بنا بر روایت امام موسیٰ بن عقبہ، امام محمد بن اسحاق، امام ابومعشر قدست اسرارہم اور ان کے علاوہ (انہی جیسے) دوسرے سیرت نگار و جنگی حالات قلمبند کروانے والے ائمہ کے، حضور سید عالم ﷺ نے بنفسِ نفیس پچیس سال جنگوں میں شرکت فرمائی۔اور یہی مشہور ہے اور بعض ائمہ سیر کے نزدیک ایسی ستائیس جنگیں ہوئیں جن میں بذاتِ خود سید عالم ﷺ نے شرکت فرمائی۔

اور علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد قدس سرہٗ نے ''طبقات'' میں ستائیس جنگوں پر اتفاق و اجماع نقل کیا ہے۔

اور ایسی لڑائیاں کہ جن میں آپ بذاتِ خود شریک نہ ہوئے (کل) چھپن ہیں۔جن میں آپ ﷺ حسبِ حالات و مصالح لشکر روانہ فرماتے رہے ہیں۔

ائمہ سیر و مغازی(2) فرماتے ہیں کہ وہ جنگیں کہ جن میں بذاتِ خود سرکارِ دوعالم ﷺ شریک ہوئے اور قتال بھی وقوع میں آیا۔کل نو ہیں۔یعنی

۱۔غزوۂ بدر	۲۔غزوۂ احد
۳۔غزوۂ خندق	۴۔غزوۂ بنی قریظہ
۵۔غزوۂ بنی مُصطلق	٦۔غزوۂ خیبر

1۔اسی حج میں نبی اکرم ﷺ نے مشہور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں آپ نے ایسے اصول پیش فرمائے تھے جو بنی نوع انسان کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں اپنا کر منزل رشد و ہدایت، فلاح و کامرانی تک بآسانی رسائی ہوسکتی ہے۔کتب احادیث و سیر میں آپ کا وہ خطبہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

2۔یعنی وہ حضرات جنہوں نے سیرت اور جنگی حالات قلمبند کیے۔

۷۔غزوۂ فتح مکہ ۸۔غزوۂ حنین

۹۔غزوۂ طائف

یہ نو کی تعداد ان ارباب سِیر کے نزدیک ہے جو فتح مکہ بزور شمشیر مانتے ہیں(1)۔اور بعض (اہل سیر) کہتے ہیں کہ غزوۂ وادی القریٰ اور غزوۂ غابہ (2) اور بنی نضیر میں بھی قتال واقع ہوا تھا، واللہ اعلم۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔آپ کی سخاوت کا ظہور رمضان شریف میں بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خصلت وخلق اور شکل وصورت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

(اعضاء مبارکہ میں اعتدال وتناسب اور صورت میں عمدگی کی وجہ سے ہی) آپ کے دستِ اقدس نہایت ملائم تھے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے بڑھ کر نفاست پسند، عقل میں سب سے آگے، (خانگی طور) برتاؤ اور رہن سہن میں سب سے عمدہ، سب سے زیادہ جری ونڈر اور عرفانِ الٰہی میں سب سے بڑھ کر تھے، (بایں ہمہ) خوف الٰہی حد سے زیادہ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے لیے نہ تو کبھی غصہ میں آئے اور نہ ہی (زیادتی کے باوجود) کسی سے اپنی ذات کی خاطر بدلہ لیا۔ہاں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو توڑ دیتا تو اس وقت غیظ وغضب کا اس قدر اظہار فرماتے کہ کسی کو آپ کے غضب کی حالت میں آپ کی تاب نہ رہتی۔اور آپ کے غضب اس وقت تک فرو نہ ہوتا جب تک کہ حق کی خاطر اور حدود اللہ کے لیے بدلہ نہ لے لیتے، اور بحالتِ غصہ حدود اللہ کی خلاف ورزی کرنے والے سے چہرۂ انور پھیر لیتے اور پیشانی مبارک پر شکن آجاتے تھے۔

آپ کے خلق عظیم (کا خلاصہ) قرآنِ عظیم تھا۔

آپ سب سے زیادہ منکسر مزاج تھے۔اپنے اہل خانہ کی تمام ضروریات کو پورا فرماتے تھے، کمزور ودرماندہ کے حاجت روا تھے۔

وما سئل شيئا قط فقال لا، اور آپ نے کسی مانگی ہوئی چیز کے جواب میں ''نہ''(3) ہرگز نہیں

1۔محدثین وسیرت نگاروں کے نزدیک ایسی جنگ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود شریک ہوئے ہوں ''غزوہ'' کہتے ہیں۔اور جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو ''سریہ'' کہتے ہیں۔

2۔اس غزوہ کو غزوۂ ذی قرد بھی کہتے ہیں۔

3۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلق عظیم کی اس جھلک کی ''ترجمان سیرت رسالت، امام اہل سنت مجدد مأتہ حاضرہ الشاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ'' نے کیا ہی عمدہ ونفیس ترجمانی فرمائی ہے۔ملاحظہ ہو:۔(بقیہ اگلے صفحہ پر)

فرمایا۔(یعنی کوئی سائل آپ کے درِ اقدس سے مایوس ومحروم کبھی نہیں لوٹا)
بردباری وتحمل میں آپ سب سے بڑھ کر تھے۔اور شرم وحیاء میں آپ پردہ نشین دوشیزگاں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے،اور سچی بات (کہنے اور سننے) میں آپ کے نزدیک واقف وناواقف اور طاقتور د کمزور سب برابر تھے(1)۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی کوئی نکتہ چینی نہیں فرمائی (بلکہ جب کھانا سامنے آجاتا) اگر کھانے کی رغبت ہوتی تو (بلاتکلف وتامل) نوش فرمالیتے ورنہ چھوڑ دیتے،اور (بوقتِ خوردن) نہ تو تکیہ لگا کر نوش فرماتے اور نہ ہی (پُرتکلف) دستر خوان پر،اور جو آسانی سے مہیا ہو جاتا تناول فرمالیا کرتے تھے،اور مباح شئے کے استعمال کر لینے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمایا کرتے تھے اور آپ کے کھانے کی پسندیدہ چیزوں سے ہر میٹھی شئے اور شہد تھا۔(ان کے علاوہ) آپ کے مرغوبات سے کدو،سرکہ اور ثرید(2) تھا۔(چنانچہ سرکہ اور ثرید کے متعلق اس طرح اظہار پسندیدگی فرماتے ہیں):

قَالَ(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)نِعْمَ الْاِدَامُ۔اَلْخِلُّ وَفُضِلَ عَائِشَةُ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثُّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ۔ (ص۱۹۶)

''فرمایا:بہترین سالن سرکہ ہے اور (سیدتنا) حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کو تمام عورتوں پر اسی طرح فوقیت وبرتری حاصل ہے جس طرح ''ثرید'' کو سب کھانوں پر حاصل ہے''۔

اور (گوشت میں سے) بکری کے ران کا گوشت پسندیدہ تھا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ نے جو کی روٹی بھی کبھی سیر ہو کر نوش نہ فرمائی تھی (بلکہ قلت پر ہی قناعت تھی)
اور بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ ازواجِ مطہرات کے گھروں میں ایک ایک،دو دو ماہ تک (پکانے کی کوئی شئی نہ ہونے کی وجہ سے) آگ نہ جلتی تھی۔(اور اگر آپ کے پاس ہدیہ یا صدقہ میں سے کوئی شئے آجاتی تو) آپ ہدیہ کی شئے نوش فرمالیا کرتے اور صدقہ کی نوش نہ فرماتے (بلکہ مستحقین میں تقسیم فرمادیتے) اور ہدیہ دینے والے کو (اس کی عزت افزائی کے لیے) اپنی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ بطور (تبرک و) تحفہ عنایت فرمایا کرتے اور (بوقتِ ضرورت) اپنے نعلین مقدس خود گانٹھ لیتے تھے،(3)

(بقیہ صفحہ گزشتہ) واہ کیا جود وکرم ہے شاہِ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

1۔یعنی حق بتانے اور سننے یا ناحق پر خاموش رہنے میں آپ کسی کا لحاظ نہیں فرمایا کرتے تھے۔
2۔شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے ڈالنا،پھر جب خوب بھیگ جائیں تو پھر اسے استعمال کرنے کو ''ثرید'' کہتے ہیں۔
3۔یعنی علو مرتبہ کے باوجود یہ کام خود کرنے میں کوئی ہتک یا عار نہ سمجھتے تھے۔

اور (ایسے ہی) بوسیدہ پارچات کو خود ہی پیوند بھی لگا لیتے تھے۔

(اور اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تو اس کی) بیمار پرسی فرماتے، اور امیر و غریب، چھوٹے و بڑے کو اس کے بلانے پر (خندہ روئی سے) جواب مرحمت فرماتے، اور نہ ہی آپ نے کبھی کسی کو ادنیٰ و کمتر خیال فرمایا۔

آپ کے بیٹھنے کا طریقہ

نبی اکرم ﷺ کبھی تو دو زانو اور کبھی چہار زانو بیٹھتے اور کبھی تکیہ لگا لیتے، اور بسا اوقات گھٹنے مبارک دستِ اقدس سے پکڑ کر سُرین مبارک کے بل بیٹھتے۔

آپ کا طریقہ گفتگو و کھانا پینا

نبی اکرم ﷺ تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹتے تھے (اور کوئی بھی پینے والی شئے) جب پیتے تو تین سانس سے پیتے تھے، اور ہر سانس برتن سے باہر لیا کرتے تھے۔ او جب گفتگو فرماتے تو آپ کی گفتگو جامع کلمات (2) سے ہوتی، اور سامع کو سمجھانے کی خاطر ایک کلمہ تین بار دہراتے، اور آپ کی گفتگو اتنی آسان ہوتی تھی کہ جو بھی سنتا فوراً سمجھ لیتا تھا۔ (یعنی آپ کا طرزِ تکلم پیچیدگی و تکلف سے قطعاً معرا ہوا کرتا تھا) اور بلا ضرورت آپ گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ نیز اٹھتے، بیٹھتے آپ اللہ ہی کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ کن جانوروں پہ سوار ہوئے

(اوقات مختلفہ میں حسبِ ضرورت) نبی اکرم ﷺ اونٹ، خچر، گھوڑا اور دراز گوش پر سواری فرماتے رہے ہیں۔ اور (جب کبھی) اونٹنی یا دراز گوش پر سوار ہوتے تو اپنے پیچھے اپنے خادم یا غلام کو بھی سوار فرما لیتے اور (یوں نہ ہوتا کہ) اپنے پیچھے کسی کو پیادہ چھوڑ دیں۔

آپ اور آپ کے اہل خانہ کی قناعت

نبی اکرم ﷺ (بسا اوقات) بوجہ (شدتِ) گرسنگی اپنے شکم اقدس پر (سہارا دینے کے لیے) پتھر باندھ دیتے تھے، اور مالک کونین ﷺ کا (تعلیماً و تواضعاً) بستر پاک کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑا تھا۔ ہر طرح کی دنیوی ساز و سامان آپ کے ہاں نہ ہونے کے برابر تھا۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ اپنے اہل خانہ سمیت کئی کئی شب بھوکے ہی آرام فرما لیتے (2) جبکہ اللہ

1۔ "جامع کلمات" کا مطلب یہ ہے کہ آپ دورانِ گفتگو ایسے کلمے زبانِ اقدس سے نکالتے جن کے لفظ تو بہت ہی کم ہوتے مگر معانی بہت ہی زیادہ جیسے اطعموا الطعام۔

2۔ یہ سب کچھ اپنی بے مثلیت کے اظہار کے طور پر تھا، نیز تعلیم امت کے لیے کہ اگر امت کو بھی اس قسم کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جل مجدہٗ نے آپ کو تمام زمینی خزانوں کی سب چابیاں عطا فرمائی تھیں (لیکن) آپ نے انہیں قبول نہ فرمایا (بلکہ) دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا۔ حضور سید عالم ﷺ ہمیشہ ذکر الٰہی اور فکر (آخرۃ) میں محو رہتے تھے۔ آپ کا جب کبھی ہنسنا ہوتا تو وہ صرف تبسم ہی ہوتا، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہنسنا واقع ہو جاتا جس میں آپ کے دندان طرفین تک ظاہر ہو جاتے۔ خوشبو پسندیدہ تھی اور بدبو سے سخت نفرت تھی۔ اور (حسبِ موقعہ) سچائی وحقانیت پر مبنی خوش طبعی بھی فرمالیا کرتے تھے۔ معذرت خواہ کا عذر قبول فرمالیا کرتے تھے۔

امور ہائے امت میں آپ جس قدر خیر خواہ اور رحیم و کریم تھے، اللہ عزوجل نے بھی قرآن کریم میں اسی طرح آپ کی توصیف فرمائی ہے، جیسے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ)

''بے شک تشریف لایا تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

نیز اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ (توبہ:104)

''اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔''

اور (کسی پر) آپ کا عتاب ذو معنی کلام سے ہوا کرتا تھا، (جیسا کہ) فرمایا:

مَا بَالُ قَوْمٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

''اس قوم کا کیا حال ہے جو ایسی (نت نئی) شرطیں نکال لیتی ہے جو کہ کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔'' (ص ۱۹۷)

(جب کبھی ایسا معاملہ پیش آتا تو) مذکورہ ارشاد کی مانند ہی اظہار خیال فرمایا کرتے، نرمی کا حکم فرماتے اور نرمی پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے، درشتی سے ممانعت فرماتے اور (دوسروں کی غلطی پر) درگزر کرنے اور معاف کر دینے پر برانگیختہ فرماتے، عمدہ اخلاق اپنانے کی رغبت دلاتے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حالات سے دوچار ہونا پڑ جائے تو وہ میرے اس اسوہ وطرز عمل کو نمونہ بنا کر صبر وشکر سے کام لے ورنہ یہ نہ تھا کہ معاذ اللہ آپ دنیا کی کسی شے کے محتاج تھے یا مجبور تھے۔ آپ کا شکم سیر نہ ہونا بوجہ اضطرار نہ تھا بلکہ اختیاراً تھا۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ آپ مجبوراً واضطراراً بھوکے رہتے تھے، شقی ازلی مردود لم یزلی ہے، آئمہ محققین کی مستند کتب اس کی شاہد ہیں۔

نبی اکرم ﷺ وضو فرمانے، سرِ اقدس اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھی فرمانے اور پاپوش مقدس استعمال فرمانے، اور ان کے علاوہ دیگر امور میں دائیں طرف سے ابتدا فرمانے کو پسند فرماتے، اور بایاں ہاتھ مبارک استنجاء اور اسی کی مانند دوسرے امور ناپسندیدہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔

جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دائیں پہلو پر قبلہ رو ہو کر آرام فرماتے، اور آپ کی مجلس (کیا تھی) بردباری و شرم، امانت (ودیانت) اور حدود اللہ کی نگہداشت اور (مصائب و مشکلات پر) صبر و چین کی عملی تعلیم کی مجلس تھی۔ آپ کی مجلس مبارک میں (بے مقصد) آوازیں بالکل نہ اٹھتی تھیں۔ نیز اس میں عورتوں کا بالکل ذکر نہ چھڑتا تھا۔ (نیز آپ کی مجلس مبارک میں ان امور کی خصوصی ہدایت دی جاتی تھی کہ اگر تمہیں) ایک دوسرے سے مہربانی کرنے کا موقعہ ملے تو اس میں التزام تقویٰ ہونا چاہیے۔ اور باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے انکساری و عجز ہو۔ (بلحاظ عمر اپنے سے) چھوٹوں پر شفقت اور اپنے سے بڑوں کی عزت۔ اور یہ کہ محتاج پر ایثار، مسافر کی نگہداشت، نیک کام کی رہبری (تمہارے مشاغل ہونے چاہئیں)

اپنے اصحاب کی دل جوئی فرماتے اور کسی بھی قوم کے سردار و بزرگ کی تعظیم فرماتے اور اسے اپنی قوم پر بدستور حاکم رہنے دیتے، اور گاہے بگاہے آپ اپنے اصحاب سے غائب بھی رہا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے مزاج مقدس میں طبعاً یا تکلفاً فحش نہ تھا۔ کسی بھی برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ نے اپنے کسی خادم یا غلام یا لونڈی یا اپنے زیر کفالت خواتین میں سے کسی کو کبھی بھی نہیں پیٹا۔ صرف رضائے الٰہی میں کوشاں رہتے۔ آپ کو (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دو باتوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے جو زیادہ سہل و آسان ہوتی اسے اپنا لیتے بشرطیکہ اس سہل بات میں کوئی نافرمانی نہ ہوتی۔

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق سے متعلق جو باتیں میں نے ذکر کی ہیں ان کے دلائل صحیح بخاری میں مشہور ہیں۔

نبی کریم ﷺ میں اللہ جل مجدہٗ نے عمدہ خصائل و بہترین اخلاق جمع فرما دیے ہیں۔ (نیز) اللہ عزوجل نے آپ کو اگلوں، پچھلوں (کے انجام و تعداد) کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور ایسا علم بھی جس میں (اخروی) نجات اور (دنیوی) کامرانی ہے، حالانکہ آپ امی تھے، لکھنا، پڑھنا کسی سے نہیں سیکھا تھا اور نہ ہی انسانوں میں سے کوئی آپ کا استاذ تھا، نبی کریم ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ نے وہ (مرتبہ) عنایت

فرمایا ہے جو سارے جہان میں کسی کو بھی نہ ملا(1)۔

اگلوں اور پچھلوں سے اللہ عزوجل نے آپ ہی کو منتخب فرمایا۔ صلوات اللّٰہ علیه دائمة الٰی یوم الدین۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم و ملائم کبھی کسی ریشم و کم خواب کو بھی نہیں چھوا، اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات

قرآن کریم سب سے غالب معجزہ

حضور سید عالم ﷺ کے اظہر و اغلب واشہر معجزے کئی ہیں:

ا۔ چنانچہ مشہور و معروف معجزات میں سے ایک قرآن کریم ہے۔ جو ایسا زبردست معجزہ ہے کہ جس کا مقابلہ باطل سے نہ تو آپ کے حینِ حیاتِ ظاہری میں اور نہ (آج تک) آپ کے رخصت فرمانے کے بعد ہو سکا۔ اور جس نے اپنے وقت، اور ہر زمانہ کے قادر الکلام لوگوں کو بے بس کر دیا، اور اس کی مثل، زمانہ کے تمام بلغاء کے تعاون کے باوجود ایک چھوٹی سی سورۃ بھی لا نہ سکے، (اور لا بھی کیسے سکتے جبکہ خود) حکمت وخوبی کے مالک، خدائے قادر قیوم نے فرما دیا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ (بنی اسرائیل)

''تم فرماؤ، اگر آدمی اور جن سب اس پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو''۔

نبی اکرم ﷺ نے (بطورِ دلیل) قرآنِ کریم کے ساتھ اپنے وقت کے سب فصحاء کو ان کی شدید دشمنی کے باوجود اس کے مقابلہ کا چیلنج دیا۔ (مگر کثرتِ تعداد کے باوجود کوئی بھی مقابلہ کو نہ آسکا) اور قرآن کریم کی یہ للکار آج تک باقی ہے (کہ کوئی بھی مقابلہ کر کے دکھا دے) قرآن کریم کے علاوہ آپ کے معجزوں کا تو احاطہ ہی ناممکن ہے۔ اس لیے کہ وہ اس تعداد میں ہیں جن کا شمار ہو سکتا ہی نہیں۔

1۔ یہی بولے سدرہ والے، چمن جہاں کے تھالے، تجھے یک نے ''یک'' بنایا
سبھی میں نے چھان ڈالے، تیرے ''پایہ'' کا نہ پایا
(اعلیٰحضرت قدس سرہٗ)

اور وہ دن بہ دن ترقی پر ہیں(1)۔ البتہ میں آپ کے شمار کردہ معجزات میں سے چند (مشہور) مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۲۔ چاند کا پھٹنا

۳۔ آپ کی انگلیوں سے پانی بہنا

۴۔ تھوڑے پانی اور کھانے کا بڑھ جانا

۵۔ کھانے کا ذکر الٰہی کرنا

۶۔ ان کے فراق میں کھجور کے تنے کا گریہ کرنا

۷۔ پتھروں کا آپ کو سلام کرنا

۸۔ بکری کے زہریلے ران کا آپ کو بتا دینا (کہ میں زہر آلود ہیں)

۹۔ آپ کے بلاوے پر درخت کا چل کر آپ کے پاس آنا

۱۰۔ دور دور کھڑے ہوئے دو درختوں کا آپ کے بلانے پر مل جانا اور پھر دونوں کا اپنی اپنی جگہ واپس چلے جانا

۱۱۔ ناتواں بکری کا دودھ والی بن جانا

۱۲۔ اپنے دستِ اقدس سے حضرت قتادہ بن نعمان (انصاری) رضی اللہ عنہ کی آنکھ کے ڈیلے کو اپنی جگہ سے نکلنے کے بعد وہیں لوٹا دینا (اور آنکھ کا فوراً درست ہونا کہ) کوئی یہ نہ بتا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔

۱۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالنا۔ اور ان کا اسی وقت تندرست ہو جانا۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے (ٹوٹے ہوئے) پاؤں پر اپنا دستِ شفا پھیرنا۔ اور اس کا اسی وقت صحیح ہو جانا۔

۱۵۔ بدر کے دن مشرکین کے مرنے کی جگہوں کی نشان دہی فرمانا، اور بتا دینا کہ یہ فلاں مشرک کے مرنے کی جگہ ہے۔ چنانچہ آپ کے بتائے ہوئے مقامات سے سرِ مو تجاوز نہ ہوا۔

۱۶۔ اُبی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔

1۔ وہ اس طرح کہ آپ کی امت میں تا قیامِ قیامت اولیاء، علماء، صلحاء رہیں گے اور ان کے متعدد خوارقِ عادات امور کا ظہور اور نیز ان حضرات کا وجود، یہ سب حضور اکرم ﷺ کے معجزات ہی ہیں۔

۱۷۔ اپنی امت کے ایک گروہ کے متعلق خبر دینا کہ وہ سمندر پار کر کے جہاد کریں گے۔ اور یہ کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اس جماعت میں شامل ہوں گی۔ یہ اسی طرح واقعہ میں آیا۔

۱۸۔ اطلاع دینا کہ زمین کا مشرق و مغرب جو مجھے بتایا گیا ہے اسے میری امت فتح کرے گی۔

۱۹۔ کسریٰ کے خزانوں کو آپ کی امت کا راہِ خدا میں خرچ کرنے کی خبر دینا۔

۲۰۔ اپنی امت کا دنیا کی رنگینیوں میں کھو جانے کی خبر دینا۔

۲۱۔ روم و فارس کے خزانوں کے مفتوح ہونے کی خبر دینا۔

۲۲۔ (غارِ ثور سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستہ میں) حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ تو کسریٰ کے کنگن پہنایا جائے گا۔

۲۳۔ حضرت الامام امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے دو بڑے بڑے اسلامی لشکروں میں ذریعہ صلح ہونے کی خبر دینا۔

۲۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے (ان کی مرض کی حالت میں) فرمانا کہ تو لمبا عرصہ جئے گا۔ اور تیری زندگی سے کچھ لوگ (1) فائدہ اٹھائیں گے، اور کچھ نقصان اٹھائیں گے۔

۲۵۔ حبشہ میں حضرت (اصحمہ) نجاشی رضی اللہ عنہ کے وصال کی اسی دن خبر دینا۔

۲۶۔ یمن میں اسود عنسی کے شب میں قتل ہو جانے کی خبر دینا۔

۲۷۔ ان مسلمان مجاہدین کی خبر دینا جو چھوٹی آنکھوں، فراخ چہرے اور چپٹے ناک والے تاتاریوں سے جہاد کریں گے (2)۔

۲۸۔ اس کی نسبت خبر دینا کہ شام، عراق، یمن، مسلمان فتح کر لیں گے۔

۲۹۔ مسلمانوں کے ان تینوں لشکروں کی بابت بتا دینا کہ وہ (بیک وقت) شام، عراق اور یمن میں پیش قدمی کریں گے۔

۳۰۔ نیز ''مصر'' جس کا قیراط معروف ہے، کے فتح ہونے کی اطلاع دینا، اور مصریوں سے تعلق قریبی (3) کی بنا پر حسنِ سلوک کی وصیت فرمانا۔

1۔ یعنی بوقت جہاد آپ کی شمشیر براں سے کافر نقصان اٹھائیں گے، اور آپ کی تبلیغی و فاتحانہ کوششوں سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے، یہ ایسے ہی واقعہ ہوا۔

2۔ آپ کی یہ پیش گوئی ۶۵۶ھ میں اس وقت پوری ہوئی جبکہ چنگیز خاں تاتاری کے پوتے ہلاکو خاں نے عالم اسلام کے مرکزی مقام بغداد پر لشکر کشی کی تھی جس میں اٹھارہ لاکھ مسلمان شہید ہوئے، اور جس کے بعد تہذیب اسلامی کبھی نہ سنبھل سکی۔

3۔ غالباً حضور سید عالم ﷺ نے اس تعلق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حضرت سیدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے قائم ہوا تھا کیونکہ موصوفہ خالص مصری نسل سے تھیں۔

۳۱۔حضرت اویس قرنی قدس سرہٗ کی نسبت یہ خبر دینا کہ وہ برص کے مریض تھے جس سے وہ (اب) صحت یاب ہو چکے ہیں۔صرف ایک درہم کی مقدار برص کا ایک داغ باقی رہ گیا ہے۔اور یہ کہ وہ یمنیوں کی امداد کے بارے میں تمہارے پاس (سفارش لے کر) آئیں گے۔چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ آپ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۳۲۔اس کی نسبت خبر دینا کہ آپ کی امت سے ایک جماعت (1) ہمیشہ حق پر رہے گی۔

۳۳۔خبر دینا (خودغرض، مطلب پرور، خوشامدی) لوگ (اخیر زمانہ) زیادہ ہو جائیں گے۔

۳۴۔خبر دینا کہ (انصار کرام علیہم الرضوان کی طرح ایثار پسند، سخاوت شعار) لوگ گھٹ جائیں گے۔

۳۵۔انصارِ کرام علیہم الرضوان کی نسبت بتا دینا کہ میرے بعد ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۶۔یہ بتا دینا کہ (عام) لوگ (بناء بر جہالت کے) مسلسل (بے سروپا) باتیں پوچھتے رہیں گے یہاں تک (کہ بعض مسئولہ باتوں پر تبصرۃً) کہہ دیں گے مخلوق کو تو اللہ نے بنایا (لیکن) اللہ جل مجدہٗ کو کس نے بنایا۔

۳۷۔حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرما دینا کہ تو لمبی عمر پائے گا۔

۳۸۔حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے فرما دینا کہ تجھے باغی ٹولہ شہید کرے گا۔

۳۹۔امت کے کئی فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دینا۔

۴۰۔اپنی امت کی نسبت خبر دینا کہ اس میں شدید جنگ ہوگی۔

۴۱۔حجاز (2) کی زمین سے نکلنے والی آگ کی خبر دینا۔

چنانچہ (مذکورۃ الصدر) تمام امور اسی طرح وقوع میں آئے جس طرح حضور اکرم ﷺ نے اطلاع فرمائی تھی۔

۴۲۔حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ تم خوشحال زندگی بسر کرو گے اور شہادت کی موت پاؤ گے۔چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے عمدہ زندگی بسر فرمائی اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۴۳۔حضرت عثمان امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ تجھے سخت ہی بغاوت کا سامنا کرنا

1۔جیسے اہل سنت و جماعت کے ہر دور کے علماء اور عامۃ الناس جو نامساعد حالات کے باوجود ہمیشہ خود بھی حق پر رہے اور دوسروں کو بھی حق پر ثابت قدمی کی تلقین فرماتے رہے، جیسے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ اور ان کے جملہ رفقاء و خدام ایدھم اللہ بنصرتہ الی یوم القیامۃ۔

2۔"نجد" و "تہامہ" کے درمیانی علاقہ کو "حجاز" کہا جاتا ہے۔مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اسی علاقہ میں آباد ہیں۔(مترجم غفرلہٗ)

پڑے گا۔ اور اسی سے تمہاری شہادت واقع ہوگی۔

۴۴۔ (دورانِ جنگ) مسلمانوں کی جماعت میں ایک سخت جنگجو شخص کی نسبت فرما دینا کہ یہ جہنمی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اس نے (زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے) خودکشی کرلی۔

۴۵۔ (جب) حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ نیکی و بدی کے استفسار کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کا ان سے پوچھنے سے پہلے ہی بتا دینا کہ تو اچھائی و برائی (کے مسائل) پوچھنے آیا ہے۔

۴۶۔ حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت مقداد رضی اللہ عنہم سے فرمانا کہ (جاؤ) ''روضۂ خاخ'' میں تمہیں ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس (قریش مکہ کے نام) ایک خط ہے (وہ لے آؤ) چنانچہ (ان حضرات نے) اُسے وہاں جالیا (اور اسے خط کے بارے میں پوچھا) اولاً تو وہ انکار کر گئی۔ لیکن پھر (جب ان حضرات رضی اللہ عنہم کی طرف سے سختی کا یقین ہوگیا تو) وہ خط اپنے جوڑے سے نکال کر (ان کے) حوالہ کر دیا۔

۴۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس (جب آپ بیت المال کے محافظ تھے) جس وقت شیطان (پہلی مرتبہ) کھجوریں چرانے آیا تو نبی کریم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ وہ اب دوبارہ آئے گا۔ چنانچہ فرمودۂ عالی کے مطابق شیطان دوبارہ آ گیا۔

۴۸۔ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمانا کہ تم میں سے سب سے پہلے جو مجھے ملے گی (یعنی میری وفات کے بعد سب سے پہلے جس کی وفات ہوگی) وہ دراز دست(1) ہے۔ چنانچہ یہ ایسا ہی ہوا(2)۔

۴۹۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ (تو جس طرح زندگی میں اسلام پر ثابت قدم رہے گا یونہی) اسلام پر تیرا خاتمہ ہوگا۔

اجابتِ دُعا

۵۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کثرتِ مال و اولاد اور طوالتِ عمر کی دعا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ سو سال سے اوپر تک زندہ رہے۔ اور آپ تمام انصاریوں سے زیادہ مالدار تھے۔ اور حجاج کے حملہ کے

1۔ دراز دست، کنایہ سخاوت سے ہے، اور یہ وصف یوں تو سبھی ازواج مطہرات میں تھا مگر ام المومنین حضرت زینب بن جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا اس وصف میں سب پر فوقیت رکھتی تھیں۔

2۔ کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی ہی وفات واقع ہوئی۔

وقت آپ کی پشت سے آپ کے ایک سو بیس صاحبزادے دفن ہو چکے تھے۔
صحیح بخاری اور دوسری کتب احادیث میں یہ روایت صراحتہً موجود ہے۔

۵۱۔آپ کا یہ دعا فرمانا کہ اللہ جل مجدہٗ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابو جہل کے ذریعہ اسلام کو قوت و شوکت عطا فرمائے۔(چنانچہ آپ کی یہ دعا حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی) اور اللہ جل وعلا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو (وہ) غلبہ عطا فرمایا (جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔)

۵۲۔حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ (جب تعاقب میں آئے تھے ان) پر دعا فرمانا (اور اس کی بدولت) ان کے گھوڑے کے اگلے پاؤں کا گھٹنوں تک زمین میں دھنس جانا، اور پھر حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا امان و پناہ طلب کرنا اور مصیبت سے دعاءِ نجات کی درخواست کرنا۔ چنانچہ آپ کا ان کے لیے دعاءِ نجات فرمانا (اور ان کا خلاصی پا جانا) (اور صرف دعا ہی نہ فرمانا بلکہ فرمانِ امن بھی تحریر فرما دینا)

۵۳۔امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ جل مجدہٗ اس سے سردی و گرمی دور رکھے۔ چنانچہ (اسی دعائے مبارک کا ثمرہ تھا کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ گرمی و سردی محسوس نہ فرماتے تھے۔

۵۴۔نبی کریم ﷺ نے جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو احزاب مخبری کے لیے رات کے وقت روانہ فرمایا (وہ رات سخت ٹھنڈی تھی) تو ان کے لیے دعا فرمائی کہ اسے سردی نہ لگے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے واپسی تک سردی محسوس نہ کی۔

۵۵۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اسے دین کی سمجھ عطا فرمائے، تو ایسے ہی ہوا (کہ آپ جیسا فقیہہ امتِ مسلمہ میں کوئی بھی نہیں)

۵۶۔عتبہ بن ابی لہب پر دعا فرمائی کہ یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ''زرقا'' میں (حفاظت تامہ کے باوجود) ایک شیر نے اسے مار ڈالا۔

۵۷۔قحط سالی کے زمانہ میں آپ سے عرض کرنے پر، آپ کا نزولِ باراں کے لیے دعا فرمانا۔ ''جبکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل نہ تھا'' اور اسی وقت بادلوں کا پہاڑوں کی مانند چھا جانا، اور اسی وقت بارش کا شروع ہو کر اگلے جمعہ تک (مسلسل) برستے رہنا، پھر دوبارہ آپ سے بارش کے تھمنے کی درخواست کرنا، اور آپ کا دعا فرمانا اور اسی وقت بادلوں کا ہٹ جانا حتیٰ کہ لوگ دھوپ میں نکل کر جانے لگے۔

۵۸۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ جل مجدہٗ ان کی شب ہم بستری میں برکت فرمائے۔ تو ایسا ہی ہوا کہ اس ملاپ سے حضرت ام سلیم رضی

اللہ عنہا حاملہ ہوئیں، اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ان کے ہاں ولادت ہوئی۔(اور اس دعاء مبارک کا اثر صرف ان دونوں میں ہی نہ ہوا بلکہ حضرت عبداللہ بھی اس سے فیض یاب ہوئے اور) ان کے آگے نو لڑکے ہوئے جو سب کے سب عالم تھے۔

۵۹۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لیے ایمان و ہدایت کی جب دعا فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر گئے تو اپنی والدہ کو اسلام لانے کے لیے غسل کرتے ہوئے پایا۔

۶۰۔امام نسائی قدس سرہٗ نے غسل میت کے ابواب میں روایت فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی خواہر حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا کے لیے لمبی عمر پانے کی دعا فرمائی (تو اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) جتنی لمبی عمر حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا نے پائی اتنی عمر کسی بھی عورت کی نہیں ہوئی۔

۶۱۔جنگِ حنین میں شاہت الوجوہ (شکست خوردہ چہرے) فرما کر ایک مٹھی خاک کفار کی طرف پھینکنا اور اس خاک سے کافروں کی آنکھوں کا بھر جانا، اور پھر سب کا شکست کھا کر بھاگ جانا۔

۶۲۔آپ کو گزند پہنچانے کی نیت سے ایک سو قریشیوں کا گھات لگائے بیٹھنا۔(اور پھر آپ کا وہاں سے) ان کے سروں پر مٹی پھینکتے ہوئے (صحیح و سالم) گزر جانا اور ان قریشیوں کا آپ کو نہ دیکھنا۔

نبی اکرم ﷺ کے زیر استعمال آنے والے چوپائے

حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے

نبی کریم ﷺ سب سے پہلے جس گھوڑے کے مالک بنے (اس کا نام) سَکْبُ ہے۔(سکب کا ضبط اعراب) ''سین'' مفتوح، ''کاف'' ساکن اور ''با'' ''منقوطہ'' ہے۔

صفات

اس گھوڑے کے تین پاؤں اور پیشانی سفید تھی اور دایاں پاؤں سفیدی سے خالی تھا۔ یہ پہلا گھوڑا ہے جس پر سوار ہو کر آپ نے جہاد فرمایا۔

نبی اکرم ﷺ کا دوسرا گھوڑا ''شنجہ'' (نام کا) تھا۔ یہ وہی گھوڑا ہے جسے آپ نے مقابلہ کے طور دوڑایا تھا۔ اور یہ دوسرے تمام گھوڑوں سے آگے نکل گیا تھا۔

سید عالم ﷺ کا ''مُرتَجِزُ'' نامی ایک تیسرا گھوڑا بھی تھا۔ جسے آپ نے اس بدوی سے خرید فرمایا تھا جس کی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شہادت دی تھی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین گھوڑے تھے:

۱۔ "لِزاز" (ضبطِ اعراب) "لام" مکسور اور بعدہٗ دو "زا" ہیں۔

۲۔ "ظَرِبْ" "ظاء" نقطہ والی مفتوح اور "را" مکسور ہے۔

۳۔ "لُحَیفُ" (ضبط اعراب) "لام" مضموم "حا" بغیر نقطہ والی مفتوح۔

بعض کے نزدیک "حا" نقطہ والی ہے۔ یعنی "لُحیف" کی بجائے "لُخیف" ہے۔

اور بعض کے نزدیک "لام" کی جگہ "نون" ہے۔ یعنی "لحیف" کا نام "نخیف" تھا۔

"لِزاز" مقوقس (شاہِ مصر) نے تحفۃً دیا تھا۔ اور "لُحَیف" ربیعہ بن ابی براء نے بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا تھا۔ اور اس کے عوض آپ نے بھی کچھ عنایت فرمایا تھا۔ جبکہ "ظَرِبْ" فروہ بن عمرو جزامی نے آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا تھا۔

(علاوہ ازیں) "ورد" نامی ایک گھوڑا بھی آپ کے پاس تھا جسے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا تھا۔ بعدہٗ یہ گھوڑا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دیا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے ایک دوسرے آدمی کو بخش دیا جسے کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھوڑے کو اس آدمی کے ہاتھ بازار میں فروخت ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک "خچر" (بھی) تھی جس کا "دُلدُل" نام تھا۔ (ضبط حرکات) بے نقط دونوں "دال" مضموم ہیں۔ جسے آپ عموماً سفروں میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ یہ "خچر" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تک زندہ رہی حتیٰ کہ اتنی بوڑھی ہوئی کہ اس کے دانت بھی ختم ہو گئے تھے، اس وقت اس کے کھانے کے لیے باریک جو ڈالے جاتے تھے۔ "ینبع" (1) کے (حاشیہ آگے) مقام پر اس خچر کی موت واقع ہوئی تھی۔

ہم نے تاریخ "دمشق" میں متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ یہ "خچر" حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ تھی۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی پر سوار ہو کر خارجیوں (2) سے جنگ فرمائی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی "عضباء" نام کی ایک ناقہ تھی جس کے دوسرے نام "جدعا" اور

1۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی کچھ مملوکہ زمین مقام مذکورہ میں واقع تھی اور دلدل وہاں غالباً اس طرح منتقل ہوئی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ تبرکات حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جیسے شمشیر ذوالفقار وغیرہ۔ اور یہی دلدل خچر، اسی کی طرف حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے

چہارم علی شاہِ دُلدل سوار

2۔ اہل بیت کرام کے دشمنوں کو "خارجی" کہا جاتا ہے۔ اہل بیت کرام کی بدخواہی کے علاوہ ان کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

''قصویٰ'' ہیں۔ ''عضباء''، ''جدعا'' اور ''قصویٰ'' ایک ہی اونٹنی کے تین نام تھے۔
امام محمد بن ابراہیم تیمی قدس سرہٗ اور ان کے علاوہ دوسرے (ائمہ سیر) سے یہی روایت ملی ہے، اور بعض نے فرمایا کہ یہ تین الگ الگ اونٹنیوں کے نام تھے۔
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''عفیر'' نامی ایک دراز گوش بھی تھا۔ ''عفیر'' (کا ضبطِ اعراب) ''عین'' غیر منقوطہ مضموم اور ''فاء'' مفتوح ہے۔
قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ''غین'' منقوطہ سے (عفیر) روایت کی ہے۔ (مگر) سب (محدثین) قاضی عیاض قدس سرہٗ کی اس غلطی پر متفق ہیں۔
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک وقت میں بیس تک اونٹنیاں، ایک سو بکریاں، تین نیزے، تین کمانیں اور چھ تلواریں تھیں۔ انہی چھ میں سے ایک ''ذوالفقار'' تھی جو جنگ بدر کے غنائم سے آپ کے پاس آئی تھی۔ جنگِ احد کے موقعہ پر اسی تلوار کے بارے میں آپ نے خواب ملاحظہ فرمایا تھا (کہ یہ ٹوٹ گئی ہے) نیز آپ کی دو زرہیں، ایک ڈھال اور ایک (مہر والی) انگشتری، لکڑی کا ایک موٹا پیالہ اور سیاہ چمڑے کا چہار گوشہ ایک پرچم اور ایک (کپڑے کا) سفید پرچم تھا۔ بعض نے کہا یہ بھی سیاہ ہی تھا۔ واضح رہنا چاہیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات اور آپ کی سیرت، اور آپ کے کمالات و مراتب، اور آپ کے وہ برکات جن کی بدولت پورا جہان فیض رسیدہ ہے، اس قدر ہیں کہ جن کا شمار و احصار ناممکن ہے، خصوصاً اس کتاب میں جو صرف آپ کے اسماء عالیہ وغیرہا کے لیے موضوع ہے جن باتوں کو میں نے ذکر کر دیا وہ متروکہ کی بھی نشان دہی کر رہی ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ میرا مقصد فقط یہ تھا کہ اپنی کتاب کے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کچھ حالات ذکر کر کے کتاب کو بابرکت بنا دوں۔ اور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور بھی بے شمار پر از مفاسد اور خود ساختہ من گھڑت عقائد ہیں۔ اعوذ باللہ من ذلک۔ خارجیوں کے مقابل ''رافضی'' ہیں جو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان خصوصاً اصحابِ ثلاثہ علیہم الرضوان کے سخت دشمن ہیں۔ ان کے بھی خوارج کی طرح لاتعداد اسلام سے برگشتہ عقائد ہیں۔ اور ان کے درمیان راہِ راست و صراطِ مستقیم پر اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک) ہیں جو اہل بیت عظام و صحابہ کرام علیہم الرضوان دونوں کے بندۂ بے زر ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں میں سے کسی کا بھی دامن چھوٹ جائے تو بیڑہ غرق ہے، کیونکہ بتصریح حدیث شریف اہل بیت کرام امت کے لیے مثل کشتی کے ہیں۔ اور صحابہ کرام مانند رہبر ستاروں کے۔ خارجیوں نے ہدایت نما کشتی کو چھوڑا، رافضیوں نے ہدایت کے ستاروں سے منہ موڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کی کشتی کفر و ضلالت کے بھنور میں ڈوب گئی اور بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کا بیڑا پار ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو کشتی سے بے نیاز ہیں اور نہ ہی رہنما ستاروں سے مستغنی۔ یعنی نہ تو اہل بیت کے گستاخ و دشمن اور نہ ہی صحابہ کبار کے بدخواہ۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول　　نجم ہیں، اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(''حدائق بخشش'' از امام اہل سنت قدس سرہٗ)

یہ مقصد تو حاصل ہو ہی چکا (اور امرِ واقع بھی یہی ہے کہ) رسولِ مصطفیٰ، حبیبِ مجتبیٰ، سید عالم، خاتم النبیین، امام المتقین، سید المرسلین، ہادیِ امت، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات سے جس کتاب کی ابتداء ہو وہ بابرکت کیوں کر نہ ہوگی۔ اللہ جل مجدہٗ اس کی بزرگی و شرافت میں اور برکت عطا فرمائے اور بارگاہِ نبوی میں قبول فرمائے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص

احکام وغیرہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

یہ فصل نہایت ہی عمدہ ہے۔ ہمارے اصحاب (شافعیوں) کی عادت یہ ہے کہ وہ ان خصائص کو کتاب النکاح کی ابتداء میں (عموماً) ذکر کیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ (باب) نکاح میں آپ کے خصائص بہ نسبت دوسرے امور کے زیادہ ہیں۔ ان سب ''خصوصیات'' کو میں نے ''روضہ'' میں تفصیلاً ذکر کیا ہے وللہ الحمد۔

(مگر) یہ کتاب (تہذیب الاسماء) ان کی تفصیل کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ میں ان خصائص کے مقاصد کی طرف انشاء اللہ اس کتاب میں اشارہ کردوں گا۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص چار طرح کے ہیں۔

پہلی قسم: وہ واجبات جو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں

(محققین) فرماتے ہیں کہ وہ خصوصیات جو وجوب کے درجہ پر ہیں ان کے وجوب میں حکمت، قرب کی زیادتی اور بلندیِ مراتب ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا قرب رکھنے والوں کو جس قدر فرائض (و واجبات) کی ادائیگی میں تقرب حاصل ہوتا ہے اتنا کسی اور عبادت کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ صحیح حدیث میں اس کی تصریح اسی طرح آئی ہے۔

امام الحرمین قدس سرہٗ نے ہمارے بعض ائمہ سے نقل فرمایا کہ فرض کا ثواب نفل کے ثواب سے ستر گنا زائد ہوتا ہے۔ بطور حجت اس کے ثبوت میں انہوں نے حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پہلی قسم کی مثالیں چاشت کی نماز، قربانی، وتر و تہجد کی نماز، مناجات اور اپنے اصحاب سے مشورہ ہیں۔

ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ یہ امور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھے، اور بعض نے فرمایا کہ یہ امور سنت ہیں۔ اور (یہ بھی) ہمارے ائمہ کے نزدیک درست ہے کہ نمازِ وتر نمازِ تہجد سے علیحدہ (مستقل) نماز ہے۔ اور (اسی طرح یہ بھی) صحیح ہے کہ تہجد کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اسی

طرح منسوخ (الوجوب) ہے۔ جس طرح امت کے حق میں منسوخ(1) ہے۔ اور یہی امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ کی نص ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل:79)

''اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے''۔

صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اس کی مشیر ہے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے دشمن اگر چہ دگنی تعداد سے بھی زائد ہوں تو ان کے مقابلہ میں آپ کا تن تنہا ڈٹے رہنا بھی آپ پر واجب تھا۔

۳۔ ایسا مقروض فوت ہونے والا کہ جس کے پس انداز سے اس کا قرض نہ اترتا ہو تو اس کا قرض اتارنا بھی آپ پر واجب تھا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے مقروض کا قرض آپ تکرماً ادا فرمایا کرتے تھے نہ کہ وجوباً۔ (لیکن) ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح ترین یہی ہے کہ یہ آپ پر واجب تھا۔

۴۔ جب آپ کسی دل لبھانے والی شے کو ملاحظہ فرمائیں تو اس وقت یہ کلمات فرمانا بھی آپ پر واجب تھا۔

لَبَّيْکَ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ

''میں حاضر ہوں۔ زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے''۔

۵۔ اور اسی قبیل سے نکاح کے بارہ میں آپ کے کچھ وجوبی خصائص ہیں۔ (مثلاً)

آپ کا ازواجِ مطہرات کو اس کا اختیار دینا کہ وہ آپ کو اختیار کریں یا آپ سے طلاق لے لیں۔ یہ اختیار دینا آپ پر واجب تھا۔

ہمارے بعض ائمہ نے فرمایا کہ یہ اختیار مستحب تھا۔ (لیکن) صحیح یہی ہے کہ یہ اختیار واجب تھا (اس کی وجہ یہ ہے کہ) جب آپ نے اپنی ازواج کو مفارقت یا اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا تو سب نے آپ کو اور آخرت کو اختیار فرمایا تھا۔ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے ان صاحبات کے عمدہ اقدام پر ان کو یہ انعام عطا فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر ان ازواج کی موجودگی میں یا ان کو طلاق دے کر اور کسی عورت سے نکاح حرام فرما دیا۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

1۔ جمہور احناف کے نزدیک نماز تہجد آپ پر فرض تھی اور اسی طرح فجر کی سنتیں بھی آپ کے لیے فرض تھیں۔ دلائل مطولات فقہ حنفی میں دیکھیے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

(احزاب:52)

''ان کے بعد.....................ان کے عوض اور بیبیاں بدل لو۔''

پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا تا کہ ان ازواج پر آپ کا دوسری عورتیں نہ لانے سے احسان رہے۔ جیسا کہ اللہ جل وعلا نے فرمایا:

اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ (احزاب:50)

''اے غیب بتانے والے.....................جن کو تم مہر دو''۔

ہمارے ائمہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا نبی اکرم ﷺ کا ان کو اختیار دینے کے بعد پھر انہیں طلاق دینا حرام تھا یا نہیں۔ درست تر یہی ہے کہ ان کو طلاق دینا حرام نہ تھا البتہ ان کو تبدیل کر دینا حرام تھا اور یہ طلاق نہیں۔

دوسری قسم

وہ خصوصیات جو صرف آپ پر ہی حرام تھیں تا کہ ان کے پرہیز میں ثواب زیادہ ہو ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

(ا) علاوہ نکاح کے ہے (جیسے) شعر کہنا، لکھنا، اور صدقاتِ فرضیہ کا قبول کرنا۔

اور نفلی صدقہ کے لینے میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دو قول ہیں جن میں صحیح ترین یہ ہے کہ نفلی صدقہ بھی آپ پر (فرض کی طرح) حرام تھا اور (بناء بر) صحیح قول کے تکیہ لگا کر کھانا، تھوم، پیاز اور ہر وہ چیز جس میں ناگوار بو پائی جاتی ہو، کا استعمال کرنا آپ پر حرام نہ تھا بلکہ مکروہ تھا (مگر) ہمارے بعض ائمہ کے نزدیک یہ امور بھی آپ کے لیے حرام تھے۔ اور (اسی طرح) جب کبھی آپ ہتھیار (1) پہن لیں تو پھر دشمن سے جہاد یا دشمن تک پہنچے بغیر ان کا اتارنا حرام تھا اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ تھا۔

(مگر) ہمارے ائمہ کے نزدیک درست یہی ہے کہ اس وقت تک ہتھیار اتارنا حرام تھا۔ اسی (اصل) پر ہمارے بعض ائمہ نے قیاس کرتے ہوئے یہ مسئلہ نکالا کہ جو آدمی نفل شروع کر دے تو پھر ان کا پورا کرنا فرض ہے۔ لیکن ہے یہ قیاس و تفریع کمزور۔ اور (اسی طرح) وہ دنیوی ساز و سامان جو عام

1۔ مثلاً زرہ کا زیب تن فرمانا، ڈھال کا سر اقدس پہ رکھنا، تلوار کا حمائل کرنا وغیرہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب آپ جہاد کی تیاری فرما لیں تو پھر قتال کیے بغیر تیاری ملتوی فرما دینا حرام تھا جیسا کہ غزوۂ احد کے موقعہ پر ہتھیار بند ہونے کے بعد بعض صحابہ کے مشورہ کے برعکس آپ نے شہر کی حدود سے باہر ہو کر جنگ لڑنے کا حتمی فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ اسی قبیل سے تھا۔

لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔اس کے حصول پر توجہ فرمانا بھی آپ پر حرام تھا۔

اور (یونہی) آپ کی چشمانِ مقدس کا مائل بخیانت ہونا بھی آپ کے لیے حرام تھا۔(مثلاً) سر یا ہاتھ یا ان کے علاوہ کسی اور شئی سے کسی مباح چیز کی طرف اشارہ کرنا، جیسے قتل یا پٹائی یا ان کے علاوہ کسی ایسی چیز کی طرف جو نفس الامر اور واقع کے خلاف ہو۔

اور اسی طرح پہلے آپ ایسے مقروض میت کی نماز جنازہ نہ پڑھا کرتے تھے کہ جس کے ترکہ سے اس کے قرض کی کفایت نہ ہو سکتی ہو، اور صحابہ کرام کو اس کے جنازہ نہ پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

ہمارے ائمہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا مقروض میت پر نماز جنازہ پڑھنا حرام تھا یا نہیں۔(اولاً حرام تھا)۔ پھر یہ حکم (حرمت) منسوخ ہو گیا تھا۔ چنانچہ (بعد میں) آپ مقروض متوفی کی نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کا قرض اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے تھے۔

دوسری قسم نکاح میں ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ کسی عورت کو نکاح کا پیام دیں اور وہ آپ سے نکاح کرنا پسند نہ کرے (تو) ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ پھر آپ کا اس سے نکاح کرنا حرام تھا۔ اور بعض نے فرمایا ایسی سے مفارقت تکرماً تھی (نہ کہ تحرماً) اور اسی طرح ہمارے ائمہ کے نزدیک صحیح تر یہ ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح کرنا (بھی) آپ پر حرام تھا۔ امام سریج، امام ابوسعید اصطخری، امام قاضی ابوحامد مروزی قدست اسرارہم (جیسے ائمہ) کی بھی یہی رائے ہے (البتہ) امام ابو اسحاق مروزی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کتابی عورتوں سے نکاح کر لینا بھی آپ پر حرام نہ تھا۔

آپ کا مسلمان لونڈی سے نکاح فرمانا اور کتابی لونڈی سے ہم بستر ہونا، اس میں دو صورتیں ہیں۔ اور ان میں سے صحیح ترین صورت یہ ہے کہ کتابی لونڈی سے تسری حلال، اور مسلمان باندی سے نکاح حرام تھا۔

کتابی لونڈی سے نکاح کی تحریم پر جمہور کا قطعی اتفاق ہے۔ اور علامہ حناطی قدس سرہٗ نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں (نیز) ہمارے ائمہ نے اسی پر قیاس فرماتے ہوئے کئی مسائل نکالے ہیں جن کا ذکر کرنا میں اس کتاب کے منافی سمجھتا ہوں۔

قسم سوم:۔ تخفیفات ومباحات

ایسی باتیں جو صرف آپ ہی کے لیے مباح(1) تھیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ جن میں سے ایک وہ ہے جس کا نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ اور انہی مباحات سے صومِ وصال

1۔ اور دوسروں کے لیے ناجائز تھیں۔

ہے(1)۔اور اسی طرح اموالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل اس سے اپنے لیے کوئی بھی شئے چن لینا، وہ چاہے لونڈی (وغلام) ہو یا کوئی اور ضرورت کی شئ، آپ کے لیے مباح تھا۔اور (محدثین) اس چنی ہوئی شئے کو ''صفی اور صفیہ'' کہتے ہیں، جس کی جمع صفایا آتی ہے اور اسی طرح مال غنیمت(2) وفئے(3) سے پچیسواں حصہ اور (صرف) اموال فئی سے بیسواں حصہ لے لینا آپ کے لئے مباح تھا۔اور اسی طرح مکہ مکرمہ بلا احرام داخل ہونا، اور جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا، اس دن کچھ وقت کے لیے وہاں لڑائی کرنا (بھی) آپ کے لیے مباح تھا۔(البتہ) کسی اور کے لیے اپنے علم سے فیصلہ فرمانا اور اپنی گواہی اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے استعمال فرمانا بھی آپ کے لیے مباح تھا۔اور جو شخص آپ کے لیے گواہی دیتا ہے تو اس کی گواہی قبول فرمایا کرتے تھے۔اور اسی طرح (اگر) آپ کو اپنی کسی (بھی ضرورت کے تحت) فوت شدہ لوگوں سے کسی کو زندہ کرنے کی ضرورت پڑتی تو آپ اسے زندہ فرماتے (یعنی قانونِ الٰہی میں تصرف کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مباح فرمادیا تھا) اور (یونہی) چاروں شانے چت سونے کی حالت میں بھی آپ کا وضو رہتا تھا۔

اور جب کبھی اپنی زوجہ طاہرہ سے ملاعبت فرمائیں تو (اس حالت میں) وضو کے ٹوٹنے میں ہمارے بعض ائمہ نے دو صورتیں ذکر کی ہیں۔اور مشہور یہی ہے کہ اس صورت میں وضو باقی نہیں رہتا۔

بحالتِ غسلِ ضروری آپ کے لیے مسجد میں قیام فرمانے (یا گزرنے یا آرام فرمانے) کی اباحت کے بارے میں ہمارے ائمہ نے دو صورتیں بیان کی ہیں۔(بعض کے نزدیک مباح نہیں) چنانچہ (مباح کہنے والوں میں سے (ایک) امام ابو العباس بن قاص قدس سرہٗ (ہیں جنہوں) نے ''تلخیص'' میں ذکر فرمایا کہ (بحالتِ جنابت) آپ کے لیے مسجد میں ٹھہرنا یا گزرنا (سب) مباح(4) ہے۔

(اور جن کے نزدیک مباح نہیں ان میں سے) امام قفل قدس سرہٗ اور ان کے ہمنوا ہیں۔اور علامہ ابو العباس ابن القاص قدس سرہٗ (کی رائے) کی امام الحرمین قدس سرہٗ اور ان کے ہم خیال دوسرے ائمہ نے تردید کی ہے کہ بحالتِ جنابت آپ کے لیے مسجد میں قیام و مرور مباح نہیں تھا۔اور (جن کے

1۔شب و روز بن کھائے پئے مسلسل روزہ رکھنے کو صوم وصال کہتے ہیں۔

2۔مالِ غنیمت سے وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار سے جنگ میں بطریق قہر و غلبہ حاصل ہو۔(صدر الافاضل شاہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ)

3۔لڑائی کے بعد جو (مال) کافروں سے لیا جائے جیسے جزیہ اور خراج۔اس (مال) کو ''فئے'' کہتے ہیں۔(از صدر الشریعت الشاہ امجد علی رضوی مصنف ''بہار شریعت'' خلیفہ ارشد اعلحضرت بریلوی قدس سرہما)

4۔صحیح یہی مذہب ہے۔

نزدیک مباح ہے)ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو سعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا کسی اور کے لیے بحالتِ غسلِ ضروری اس مسجد میں ٹھہرنا حلال نہیں۔

امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ''حسن'' (1) ہے۔(اب) جن ائمہ نے اس حدیث سے اباحت فی قیام المسجد پر استدلال کیا ہے ان پر اعتراض ہوتا ہے کہ (مذکورہ) حدیث میں عطیہ (راوی) جمہور (محدثین) کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔(مگر ان کی طرف سے یہ) جواب دیا جاسکتا ہے۔امام ترمذی قدس سرہٗ نے (جو یہ) فیصلہ دیا ہے کہ حدیث ''حسن'' ہے۔(پھر ضعف کیسا رہا) کیونکہ امام ترمذی قدس سرہٗ کو حسن کے متقاضی کوئی بات مل گئی ہوگی (ورنہ آپ حدیث کے حسن ہونے کا فیصلہ نہ فرماتے) اور اسی طرح خورد ونوش کی چیزوں کی جب آپ کو ضرورت پڑ جائے تو بلا اجازت ان اشیاء کے مالک سے لے لینا بھی آپ کے لیے مباح تھا۔

اور (ہاں) ان اشیاء کے مالک پر فرض ہے کہ (جب اسے پتہ لگ جائے کہ آپ کو ان کی ضرورت ہے تو) وہ اشیاء بلا تامل آپ کی بقائے قوٰی کے لیے خرچ کردے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔(احزاب:6)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

معلوم رہے کہ (مذکورہ الصدر) امور اگرچہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مباح تھے۔مگر ان کو آپ نے اپنا معمول نہیں بنایا تھا۔

۲۔(ایسی باتیں جو آپ کے لیے مباح تھیں) ان کی دوسری قسم وہ ہے جو نکاح سے متعلق ہے۔ چنانچہ نو بیویاں (بیک وقت) نکاح میں رکھنا آپ کے لیے مباح تھا۔اور صحیح یہ ہے کہ (صرف نو پر ہی انحصار نہ تھا بلکہ) نو سے زیادہ رکھنا بھی آپ کے لیے جائز تھا۔اور صحیح ترین (مذہب) یہ ہے کہ ''ہبہ'' کے لفظ سے انعقادِ نکاح (بھی) آپ کے لیے مباح تھا۔اور یہ بھی صحیح تر ہے کہ (اگر آپ کسی عورت کو طلاق دینا چاہیں تو) آپ کی (یہ) طلاق تین میں منحصر تھی اور بعض آئمہ نے فرمایا کہ تین میں منحصر نہیں۔اور جب لفظ ہبہ سے آپ کا نکاح منعقد ہو جاتا تھا تو (پھر نہ تو) نفسِ نکاح اور نہ خلوت صحیحہ سے آپ کو مہر دینا لازم ہوتا تھا (بلکہ بلا مہر آپ کے لیے تصرف مباح تھا) اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں (کہ بلا ادائیگی مہر عورت سے دخول کرے)۔

2۔حدیث ''حسن'' وہ ہوتی ہے، جس کا ناقل عادل، خفیف الضبط، غیر معلل اور غیر شاذ ہو۔(مقدمہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ)

اور (اسی طرح) عورت کے ولی(1) کی بلا اجازت اور بغیر گواہوں کے، اور بحالتِ احرام آپ کے لیے نکاح فرمالینا بنابر (مذہب) صحیح مباح تھا۔ اور (اسی طرح) نبی کریم ﷺ اگر کسی ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہیں جو شوہر نہ رکھتی ہو، تو بنابر صحیح قول اس عورت پر لازم ہے کہ (بلا سوچے) آپ کے پیام کو قبول کرے۔ اور ایسی عورت کو اگر دوسرے لوگ نکاح میں لانا چاہیں تو یہ عورت ان پر حرام ہو گی(2)۔ حضور سید عالم ﷺ پر اپنی بیویوں اور باندیوں کے درمیان باری کی رعایت کے وجوب میں دو قول ہیں۔ امام اصطخری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ آپ پر باری کی رعایت واجب نہ تھی(3) اور یہ آپ کی خصوصیات سے ہے۔

اور دوسرے ائمہ نے فرمایا کہ واجب تھی اس لیے کہ یہ آپ کے خصائص سے نہیں ہے۔ اور ائمہ (سیر) نے اس جگہ ایک قاعدہ بیان کیا ہے جس پر اس قسم کے اکثر مسائل ونظائر کی بنیاد ہے اور وہ یہ ہے کہ (دیکھنا یہ ہے کہ آیا) نبی کریم ﷺ کا نکاح فرمانا ہمارے نکاح کی طرح ہے یا تسری کی مانند؟(4)

(عتق کو مہر کا قائم مقام بنانا اور پھر معتقہ سے نکاح فرمالینا بھی آپ کے لیے مباح تھا جیسا کہ) ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے آزاد فرما کر پھر ان سے نکاح فرمالیا تھا اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر قرار پایا تھا۔ اور بعض نے فرمایا کہ آپ نے ان کو اس شرط پر آزاد فرمایا تھا کہ وہ آپ سے نکاح کرلیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان سے کی گئی شرط کو (بذریعہ نکاح) پورا فرمایا۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں۔

اور بعض نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے محض آزادی ہی ان کا مہر مقرر فرمایا تھا۔ اور یہ آپ کے حق میں تو درست ہے لیکن دوسروں کے لیے ناجائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے

1۔ ولی چاہے قریب و یا بعید۔

2۔ "مدارج النبوۃ" میں شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ اگر شوہر دار عورت کو نبی اکرم ﷺ اپنے عقد میں لانا چاہیں تو پھر شوہر پر فرض ہے کہ وہ اسے فوراً طلاق دے دے کیونکہ یہاں اس کے ایمان کا امتحان ہے۔ انتہی

نوٹ: اور اسی طرح اس عورت پر بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلے۔

3۔ یہی صحیح ہے کہ رعایت واجب نہ تھی۔ جیسا کہ حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے "مدارج" میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج سے جو کچھ برتاؤ فرمایا (یعنی نوبت بہ نوبت ہر ایک کے ہاں تشریف فرما ہونا) وہ بر سبیل تفضل واحسان تھا نہ کہ بنا بر وجوب کے۔ (انتہی ملخصا)

4۔ ہمارے نکاحوں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ تسری کی مانند تھا۔ جیسا کہ شیخ محقق قدس سرہٗ نے فرمایا: تمام مرد اور تمام عورتیں حضور اقدس ﷺ کے لیے لونڈی وغلام کے حکم میں ہیں۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے حق میں تمام تسری کے حکم میں ہیں۔

نوٹ:۔ اسی سے معلوم ہوا کہ تقسیم اوقات بین الازواج آپ پر کیسے واجب ہوسکتا ہے؟

انہیں بلاعوض و بلاشرط آزاد فرمایا تھا اور پھر ان سے نکاح بلا مہر فرمالیا تھا۔ اور جلد یا بدیر مہر کی ادائیگی کا ذمہ نہیں فرمایا تھا۔ اور یہ (آخری قول) ہی زیادہ صحیح ہے۔

ائمہ نے اس قسم کی بحث میں اور بھی کافی مثالیں ذکر کی ہیں (مگر) میں نے ان کو ترک کر دیا ہے۔

چوتھی قسم:۔ فضائل و اعزازات

وہ فضائل و خصائص جو صرف آپ کے ساتھ مختص ہیں ان میں سے ایک آپ کی خصوصیت ہے کہ ایسی ازواج جن کی موجودگی میں آپ نے وصال فرمایا وہ دوسروں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ حرام ہو گئیں (1)۔

اور جن کو آپ نے اپنی حیات شریف میں علیحدہ فرما دیا تھا ان کے بارے میں کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ ان میں صحیح ترین وجہ یہی ہے کہ ایسی خواتین بھی دوسروں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔ امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے احکام القرآن میں یہی دلیل ذکر فرمائی ہے۔ اور یہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابو علی قدس سرہٗ کا (مذہب) مختار ہے۔ بنابر قول اللہ عزوجل:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ۔ (احزاب:6)

''اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔''

۲۔ وجہ دوم یہ ہے کہ وہ خواتین جنہیں آپ نے اپنی زندگی شریف میں علیحدہ فرما دیا تھا وہ دوسروں کے لیے حلال ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جن کے ساتھ آپ ہم بستر ہوئے تو وہ بھی (بعد از مفارقت) دوسروں پر حرام ہیں۔

اور اسی طرح اس باندی کے بارے میں جسے آپ نے ہم بستری کے بعد جدا فرمایا۔ اس میں بھی دو قول ہیں (2)۔

۲۔ اور انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی ازواج سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ چاہے وہ حضور اکرم ﷺ کی حیات میں فوت ہوئی ہوں یا حضور اکرم ﷺ ان کی زندگی میں رخصت فرما ہوئے ہوں۔ اور (ماں کے حکم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ) ان کی اطاعت اور ان کا احترام لازم،

1۔ اس کی نفیس حکمت و وجہ حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے ''مدارج'' میں یوں رقم فرمائی ہے: ''نبی اکرم ﷺ کی ازواج پاک کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ اپنی قبر انور میں (بحیات حقیقیہ دنیویہ) زندہ ہیں۔ اسی بنا پر علماء نے فرمایا کہ ازواج مطہرات پر (متوفی عنہا زوجہا کی طرح) عدت وفات ساقط ہے۔ (انتہی ملخصا)

2۔ یعنی اگر موت سے جدائی واقع ہوئی تو پھر دوسروں پر ہمیشہ حرام ہیں۔ جیسے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، اور اگر زندگی شریف میں فروخت کر دیا یا ویسے ہی علیحدہ فرما دیا تو وہ حرام نہیں۔ (ہکذا قال الشیخ قدس سرہٗ فی المدارج)

اوران سے نکاح اوران کی نافرمانی حرام ہے۔اوراس کے علاوہ دوسرے احکام میں مثلاً پردہ، اوران سے خلوت اختیار کرنا وغیرہ کے،ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا،اوران کی بیٹیوں کو مومنوں کی بہنیں،اوران کے والدین،اوران کے بھائیوں اور بہنوں کو مسلمانوں کے نانا،نانی،ماموں،خالہ نہ کہا جائے گا۔اور ہمارے بعض آئمہ (یعنی شافعیہ) نے فرمایا کہ ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں اوران کی بہنیں مسلمانوں کی خالہ اوران کے بھائی مسلمانوں کے ماموں ہیں اور ظاہر بھی اسی پر دال ہے اور امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے ''مختصر مزنی'' میں اسی پر نص فرمایا ہے۔(اب رہی یہ بحث کہ) آیا ازواج مطہرات مسلمان عورتوں کی بھی ماں ہیں۔اور یہی حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (اوراس مسئلہ میں) مذہبِ مختار کی بنیاد اصولیوں کے اس قاعدہ پر ہے کہ ''مذکر'' ضمیر کے حکم میں ''مونث'' داخل نہیں ہوتی(1)۔

ہمارے ائمہ (شافعیہ) سے امام بغوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ مسلمان مردوں اور عورتوں کے باپ ہیں۔(لیکن) ہمارے دیگر ائمہ سے علامہ واحدی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ آپ کو باپ نہیں کہا جاسکتا۔اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔(احزاب:40)

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں''۔

اور (جواز کے قائل آئمہ نے) فرمایا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے جواز پر نص پیش فرمائی ہے یعنی نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی تعظیم وتوقیر اور حرمت کے لحاظ سے باپ ہیں۔

اور (جواز کے قائلین عدم جواز کے قائلین کی دلیل کا یہ جواب دے رہے ہیں کہ) آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مردوں میں سے کوئی بھی آپ کا صلبی بیٹا نہیں (اور صلبی لحاظ سے آپ کسی کے باپ نہیں)

امام ابوداؤد قدس سرہٗ نے اپنی سنن میں اور دوسرے ائمہ محدثین نے اپنی اپنی کتب احادیث میں یہ صحیح حدیث روایت فرمائی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ۔

''میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں''۔

(مثل الوالد کی کئی وجوہ ہیں مثلاً) بعض آئمہ نے فرمایا کہ (ارشاد گرامی کا منشا یہ ہے کہ) میں تم پر

1۔یعنی ''وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ'' میں ''هُمْ'' ''ضمیر'' ''مذکر'' ہے۔جس کا مرجع صرف مذکر ہو سکتے ہیں لہٰذا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن صرف مسلمان مردوں کی ماں ہیں،مسلمان عورتوں کی ماں نہیں ہو سکتی۔ (مترجم غفرلہ)

(اسی طرح) شفیق ہوں (جس طرح تمہارا والد تم پر شفقت کرتا ہے) اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ ضروری باتیں پوچھنے سے مجھ سے شرماؤ نہیں۔ (جس طرح والد سے اہم باتیں پوچھنے میں نہیں شرماتے ہو) اور بعض نے فرمایا کہ ان سب باتوں میں آپ مثل باپ کے ہیں(1)۔

میں نے ان تمام وجوہات کو وضاحت سے ''کِتَابُ الْاِسْتِطَابَه مِنْ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ'' میں بیان کیا ہے۔

۳۔اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کی ازواج سب جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں(2)۔ (یہی وجہ ہے کہ) نیکی پر انہیں (دوسروں کی بہ نسبت) دوگنا ثواب ہے، اور (خدانخواستہ) کسی کی لغزش پر انہیں سزا بھی دوگنا ہے، اور یہ کہ بلا پردہ ان سے کوئی چیز مانگنا یا کوئی بات پوچھنا حرام ہے (جبکہ) ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے (بوقتِ ضرورت) بلاحجاب گفتگو کرنا جائز ہے۔

آپ کی ازواج میں سے سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابوسعید متولی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارے آئمہ کا اس میں اختلاف ہے (کہ پھر) ان دونوں میں سے (بلحاظ علم وعمل وبزرگی) کون افضل ہے۔

۴۔نکاح کے علاوہ آپ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

۵۔اور آپ ہی تمام مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔

۶۔آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔

۷۔آپ کے صحابہ تمام زمانہ والوں سے افضل ہیں۔

۸۔آپ کی امت کسی بھی گمراہی (یا بدعت وناحق بات) پر متفق ہوجانے سے محفوظ ہے۔

۹۔آپ کی شریعت دائمی، (جو قیامت تک رہے گی) اور دوسری تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔

۱۰۔آپ کی کتاب (قرآن کریم) مقابلہ سے عاجز کردینے والی، اور تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات شریف کے بعد (آپ کی صداقت وحقانیت پر) لوگوں کے لیے حجت

1۔یعنی ناصح شفیق، واجب التوقیر، لازم الطاعت ہونے کے لحاظ سے اپنی امت کے باپ کہلاتے ہیں۔ بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے امت حقیقی اولاد نہیں ہوجاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لیے ثابت نہیں ہوتے۔ (از تبرکات صدر الافاضل السید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ)

2۔حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ''یوحانذ'' رضی اللہ عنہا اپنے اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں، مگر ازواجِ مطہرات ہر زمانہ اور ہر وقت کی عورتوں سے افضل و برتر ہیں۔

(از تبرکات فقیہہ بے عدیل مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی قدس سرہٗ)

(قاہرہ) اور معجزہ (قویہ) و دلیل (قاطع) ہے جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی روپوش ہو گئے(1)۔

۱۱۔ایک ماہ کی مسافت تک آپ کی رعب و دبدبہ سے امداد فرمائی گئی۔(یعنی اتنے فاصلے تک آپ کا دشمن آپ سے خائف و مرعوب رہتا تھا)۔

۱۲۔تمام روئے زمین آپ کے لیے ذریعہ پاکی اور مسجد بنادی گئی(2)۔

۱۳۔آپ کے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔

۱۴۔آپ کو مقامِ محمود اور شفاعت کا تاج عطا فرمایا گیا ہے۔

۱۵۔آپ تمام کائنات کے رسول ہیں۔

۱۶۔آپ تمام بنی آدم کے سردار ہیں۔

۱۷۔(بوقتِ قیامِ قیامت) سب سے قبل آپ کی قبر انور کھلے گی۔

۱۸۔(محشر کی ہولناکیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے) سب سے پہلے آپ ہی سفارش فرمائیں گے۔

۱۹۔سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

۲۰۔سب سے پہلے آپ ہی کی سفارش مقبول ہوگی۔

۲۱۔آپ کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔

۲۲۔آپ جامع کلمات کے مالک ہیں۔

۲۳۔بحالتِ نماز آپ کی امت کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی مانند ہیں۔

۲۴۔آپ کا قلبِ اطہر بیدار رہتا تھا۔

۲۵۔وَيَرىٰ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِهٖ كَمَا يَرىٰ مِنْ اَمَامِهٖ۔(ص ۲۰۴)

''آپ پس پشت بھی اسی طرح دیکھا کرتے تھے جیسے اپنے آگے سے دیکھتے ہیں''۔

۲۶۔کسی کو آپ کی آواز پر اپنی آواز اونچی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی آپ کو حجروں کے باہر سے پکارنا جائز ہے۔

۲۷۔وَلَا اَنْ يُنَادِيَهٗ بِاِسْمِهٖ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ بَلْ يَقُوْلُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔(ص ۲۰۴)

1۔ یعنی کسی بھی دوسرے نبی کا معجزہ اب باقی نہیں ہے جسے بطور برہان و حجت دوسروں کی دعوت کے لیے پیش کیا جاسکے۔

2۔شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ نے فرمایا: ؏

مسجد او شد ہمہ روئے زمیں

''اور نہ آپ کو نام لے کر پکارنا جائز ہے۔(مثلاً) یا محمد ﷺ کہہ کر پکارنا بلکہ یا نبی اللہ، یارسول اللہ ﷺ (جیسے القابات سے) پکارے''۔

۲۸۔ وَيُخَاطِبُهُ الْمُصَلِّيْ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلَوْ خَاطَبَ آدَمِيًّا غَيْرَهٗ بَطَلَتْ صَلَاتُهٗ۔

''نمازی نماز میں نبی کریم ﷺ کو صیغہ خطاب سے اپنی زبان سے ''اسلام علیک ایہا النبی'' سے مخاطب کرتا ہے، جبکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو ایسے صیغہ سے مخاطب کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی''(1)۔

۲۹۔ جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس حالت میں حضور اکرم ﷺ پکار دیں تو ایسے شخص کو آپ کی پکار پر اجابت وحاضری فرض ہے اور اس کے جواب وحاضری پر اس کی نماز باطل نہ ہوگی(2)۔

۳۰۔ وَكَانَ بَوْلُهٗ وَدَمُهٗ يُتَبَرَّكُ بِهِمَا۔

''آپ کا پیشاب وخون (نہ صرف پاک تھے بلکہ) متبرک تھے، (یعنی برکت کے طور حاصل کیے جاتے تھے)''

۳۱۔ نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک (بھی علیحدگی کے بعد) پاک وطاہر تھے، اگرچہ ہم نے فیصلہ دیا ہے کہ اوروں کے بال (کٹنے یا علیحدہ ہونے کے بعد) ناپاک ہیں۔ ہمارے آئمہ نے آپ کے پیشاب وخون اور باقی سب فضلات کے پاک ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

۳۲۔ (حاکم مطلق ہونے کی بنا پر) آپ کے لیے (اپنے زیر انتظام وحکم افراد وعمال سے) ہدیہ وصول فرمانا جائز وحلال تھا۔ جبکہ آپ کے علاوہ دوسرے حکام کے لیے اپنے ماتحتوں سے ہدیہ لینا ناجائز وحرام ہے، جیسا کہ تفصیلاً وشہرۃً معلوم ہے۔

۳۳۔ نبی کریم ﷺ پر (خصوصاً) اور تمام نبیوں پر (عموماً) جنوں، دیوانگی اور طویل بے ہوشی کی نسبت جائز نہیں۔ (البتہ) ان حضرات پر (معمولی) غشی طاری ہوسکتی ہے اس لیے کہ یہ ایک قسم کی

1۔ اس کی وجہ شیخ محقق دہلوی نے ''مدارج'' میں یہ بیان فرمائی ہے ''التحیات میں نمازی کا حضور سید عالم ﷺ پر سلام عرض کرنا اس بنا پر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی روح مقدس شہود وملاحظہ فرما ہوتی ہے اور تمام موجودات میں روح اقدس کے اثرات سرایت فرما ہوتے ہیں۔ خصوصاً نمازیوں کی روحوں میں جلوہ نما ہوتی ہے، نماز کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کے شہود وحضور اور وجود گرامی سے جلوہ فگن ہونے سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ (انتہی ملخصا)

2۔ اور اتنی دیر وہ نماز میں ہی رہے گا۔ اس لیے کہ انھوں نے بلایا اور پکارا ہے، جن کی بدولت نماز نصیب ہوئی اور جو عین ایمان و نماز ہیں۔ (مترجم غفرلہ)

بیماری ہے۔(اور بیماریوں میں انبیاء کرام علیہم السلام مبتلا ہوتے رہے ہیں) جبکہ جنوں بیماری نہیں (بلکہ سلب عقل کا نام جنوں ہے) اور نیز انبیاء کرام علیہم السلام کو احتلام ہوسکتا ہے یا نہیں۔اس بارے میں آئمہ نے اختلاف کیا ہے۔مشہورتر یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوسکتا۔

۳۴۔(اور ایک مرتبہ) آپ کی ظہر کی دوسنتیں رہ گئیں تو انہیں عصر کے بعد قضا فرمایا اور بعد ازاں ہمیشہ انہیں پڑھتے رہے۔اس مداومت کے اختصاص میں ہمارے آئمہ کے دو قول ہیں، جن میں سے مشہور و صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ صرف آپ کے ساتھ خاص ہے۔

۳۵۔(نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی پر نام رکھنا مبارک و نافع ہے اور دنیا و آخرۃ میں محافظ ہے۔آئندہ عبارت میں اسی طرف اشارہ ہے)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَسَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکَنُّوْا بِکُنِیَّتِیْ۔

''میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو''۔

(یعنی نام و کنیت دونوں جمع نہ ہوں)

اور ابو القاسم کنیت رکھنے کے جواز میں اختلاف ہے۔میں نے اس اختلاف کو ''روضہ'' اور ''کتاب الاذکار'' میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

۳۶۔اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

کُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّاسَبَبِی وَنَسَبِی۔

''قیامت کے دن ہر ایک کا سبب و نسب(1) میرے سبب و نسب کے علاوہ منقطع ہو جائے گا''۔

بعض آئمہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کی امت آپ کی طرف منسوب ہوگی جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتیں ان کی طرف منسوب ہوں گی اور بعض آئمہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس دن آپ کی طرف منسوب ہونا فائدہ مند ہوگا، جبکہ اور کسی کا نسب بھی سود مند نہ ہوگا۔

1۔سبب سے مراد سسرالی رشتہ ہے، اور نسب سے مراد صلبی رشتہ ہے(شامی جلد اول) اسی لیے سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا بایں خیال کہ حضور سید عالم ﷺ سے سلسلہ سبب اور زیادہ متصل ہو جائے، یعنی دو طرح آپ کا حضور اکرم ﷺ سے سسرالی رشتہ قائم ہو جائے ایک تو آپ حضور اکرم ﷺ کے خسر ہیں اور اب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے داماد ہیں۔

۳۷۔ ہمارے آئمہ نے فرمایا کہ جس نے آپ کے سامنے (آپ کی یا احکامِ شرعیہ کی) اہانت کی یا زنا کیا تو کافر ہو گیا۔

۳۸۔ علامہ ابن القاص قدس سرہٗ اور علامہ قفال مروزی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ نزولِ وحی کے وقت آپ دنیا سے بے تعلق و بے خبر نہیں ہوتے تھے، اور نہ ہی نماز وغیرہ کی مشغولیت ترک فرمایا کرتے تھے، (بلکہ وحی کا وصول بھی ہو رہا ہے اور ان تمام ضروری امور کی مشغولیت بھی جاری ہے)

۳۹۔ اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو اس نے بلاشبہ حق اور آپ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا (اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہے) مگر خواب میں جو کچھ آپ سے از قبیل رویت احکام سنے جو کہ دین و شریعت کے مخالف ہوں تو ان پر عمل نہ کرے یہ اس لیے نہیں کہ روایت میں کوئی شک ہے بلکہ اس لیے کہ خبرِ حکم، حافظ، عاقل، ضابط کی قابلِ قبول ہوتی ہے۔ جبکہ بحالتِ نیند خواب میں حفظ وضبط، غیر معتمد و ناپید ہے۔

۴۰۔ اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مجھ پر جھوٹ باندھنا، (یعنی آپ کی طرف غلط بات منسوب کرنا) یوں نہیں جیسے عام لوگوں پر جھوٹ باندھ دیتے ہو۔ ہمارے آئمہ (یعنی شوافع) اور ان کے علاوہ (احناف، حنابلہ، مالکیہ قدست اسرارہم) دوسرے ائمہ نے فرمایا کہ قصداً نبی اکرم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا (اشد) کبیرہ گناہ ہے۔ اور آپ کی طرف قصداً جھوٹ کی نسبت کرنے کو حلال جاننا کفر ہے ورنہ دوسرے کبیرہ گناہوں کی طرح ہے جس کا مرتکب کافر نہ ہوگا۔ (لیکن) امام الحرمین قدس سرہٗ کے والد ماجد شیخ الاسلام ابو محمد جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر قصداً جھوٹ باندھنے والا (مستحل و مجوز ہو یا نہ ہو) کافر ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک قطعی اور درست پہلی ہی صورت ہے (یعنی قصداً جھوٹ کی نسبت گناہِ عظیم و کبیر، اور مستحلا و مجوزاً کفر خالص) واللہ اعلم

۴۰۔ جیسا کہ مشہور حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو مٹی نہیں کھا سکتی (یہ خصوصیت سب نبیوں میں مشترک ہے) معلوم رہے کہ خصائص نبویہ کی بحث کا احصار ناممکن ہے مگر ہم نے جن خصائص کو ذکر کیا ہے ان سے دوسرے خصائص پر بھی کافی رسائی ہو سکتی ہے۔

آخر میں ہم اس (نفیس) بحث کو دو باتوں پر ختم کرتے ہیں:

۱۔ ایک وہ ہے جو امام الحرمین قدس سرہٗ نے بیان فرمائی وہ یہ کہ محققین نے فرمایا کہ خصائص کے مسائل

میں اختلاف لے بیٹھنا محض ایک خبط ہے اور لا طائل بحث (جس میں الجھنے سے کوئی فائدہ نہیں) اس لیے کہ خصوصیت کے ساتھ کوئی ایسا حکم وابستہ نہیں ہوتا جس کی حاجت ضرور یہ درپیش ہو۔ اختلاف تو ان امور میں ہوا کرتا ہے جن کے احکام کا اثبات لابدی ہو، اس لیے کہ اس قسم کے مسائل میں قیاس دم نہیں مار سکتا۔ اور مخصوص احکام میں نص کی یہ اتباع ہوتی ہے۔ اور جن احکام میں کوئی (قابل اتباع) نص موجود نہ ہو ان میں اختلاف کرنا بلا فائدہ (خیالات کی) تاریکیوں میں کھونا ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام صمیری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علامہ ابوعلی ابن حیر قدس سرہٗ نے خصائص میں بحث وتمحیص سے منع کیا ہے اس لیے کہ یہ ایک وقت کا معاملہ تھا جو گزر چکا اور جس کا مقصد پورا ہو چکا، (پھر) ابوعلی بن خیر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ (اگرچہ) ہمارے سب ائمہ نے فرمایا کہ خصائص میں اختلاف و بحث کی گفتگو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ اس میں ازدیاد علم ہے، یہ تھا ہمارے ائمہ کا کلام۔

(مگر ہمارا فیصلہ یہ ہے) اور صحیح و درست یہ ہے کہ نہ صرف اس کے جواز پر، بلکہ اس کے مستحب ہونے پر یقین رکھنا چاہیے۔ اور اگر اجماع مانع نہ ہوتو اسے واجب کہہ دینا بھی بعید نہیں۔ اس لیے کہ بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی جاہل آپ کے بعض ثابت شدہ صحیح خصائص کو سنت سمجھتے ہوئے انہیں معمول بنالے تو اس وقت اسے یہ باور کروانا واجب ہو جاتا ہے کہ ان خصائص میں کسی اور کی شرکت نہیں ہو سکتی۔ (لہٰذا انہیں تیرا معمول بنانا درست نہیں ہے)

اور اس سے بڑھ کر اور بڑا فائدہ کیا ہو سکتا ہے؟ (البتہ) اثنائے خصائص میں بعض ایسے امور ہیں جن کا آج کل کوئی فائدہ نہیں، وہ بہت ہی کم ہیں۔ اور (ان سے بھی) تجربہ معرفۃ ادلۃ، اور تحقیق حال کے طور پر (تقریباً تمام سے) ابواب فقہ پُر ہیں۔

(مثلاً) جیسے علماء فرائض ایک یہ صورت بیان کیا کرتے ہیں کہ ایک آدمی (فوت ہو جائے اور وہ اپنے ورثاء میں) ایک سو دادیاں چھوڑے (تو ہر ایک کو کیا حصہ ملے گا) اور اسی طرح کی اور کئی صورتیں بیان کر دی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آخری وہ امور ہیں جنہیں میں نے نبی کریم ﷺ حبیب رب العالمین، خیر الاولین والآخرین صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ وعلی سائر النبیین وآل کل وسائر الصالحین کے حالات مبارکہ کے لیے منتخب کیا ہے۔

وَحَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

عارف باللہ، الامام، "شیخ الاسلام"

سیدی عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات ِگرامی

سید عالم ﷺ کے فضائل، اوصاف، معجزات

شیخ عبدالعزیز دیرینی قدس سرہٗ (متوفی ۶۹۴ھ) کے فرمودہ جواہر سے ان کی تصنیف (لطیف) ''طہارۃ القلوب'' ہے۔ جس میں اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشادِ گرامی:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ (احزاب:46)

''اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضروناظر خوشخبریاں دیتا، ڈرسناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا، اور چمکا دینے والا آفتاب''۔

کو نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فضائل شمار سے زیادہ ہیں اور آپ کے معجزات ومناقب ومحاسن کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ (جیسا کہ کہا گیا ہے):۔

فَبَالِغْ وَاَكْثِرْ لَنْ تُحِيْطَ بِوَصْفِهٖ وَاَيْنَ الثُّرَيَّا مِنْ يَدِ الْمُتَنَاوِلِ

''نبی اکرم ﷺ کی توصیف میں تو جس قدر بھی مبالغہ کرے، اور (بیان محاسن کی) جتنی بھی کثرت کرے (لیکن) ان کی ستائش کا ہرگز احاطہ نہ کر سکے گا۔ (کیونکہ ان کی ستائش مانند ثریا کے ہے) اور لینے والوں سے ثریا تک کس کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے''۔

(باوجودیکہ ان کے فضائل ومحاسن کا احاطہ ناممکن ہے) لیکن (اپنی بساط کے مطابق) ان کے فضائل و مناقب کا ذکر (خیر) ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔ اور (آپ کے) انوارِ عرفان سے قلوب و اذہان کو (تروتازگی اور) روشنی ملتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنی محبت کو نبی کریم ﷺ کی محبت پر مشروط فرمایا ہے۔ اور اپنی اطاعت کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت پر موقوف کیا ہے اور اپنا ذکر نبی کریم ﷺ کے ذکر کے ساتھ کیا ہے اور نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے کو اپنی بیعت قرار دیا ہے:

۱۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (نساء:80)

''جس نے رسول کا حکم مانا، بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا''۔

۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ (آل عمران:31)

''اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا''۔

۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ (فتح:10)

''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں''۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ (انشراح:4)

''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ (ایک دن) میرے پاس جبریل آئے اور یوں گویا ہوئے کہ اللہ جل مجدہٗ جو میرا اور آپ کا پروردگار ہے، نے فرمایا ہے (جبریل! میرے حبیب سے یوں کہہ دو)

اَتَدْرِیْ كَیْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ۔

''کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا''۔

(قول رسول) تو میں نے فرمایا: اللہ اور اس کا قاصد بہتر جانتے ہیں۔

(قول جبریل حکایۃ) تو جبریل بولے، اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ۔

''(اے حبیب لبیب ﷺ) جب میری یاد ہوگی تو میرے ساتھ آپ کی بھی یاد ہوگی''۔

(اس حدیث کے مطلب میں شیخ قدس سرہٗ نے تین احتمال بیان کیے ہیں:

ا۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ گویا اللہ جل مجدہٗ یوں فرماتا ہے:

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِكْرِكَ مَعِیْ۔

''میں نے اپنے ذکر کے ساتھ تمہارے ذکر کو تکمیل ایمان کا سبب بنایا ہے''۔

۲۔ (یا اس کا) مطلب یہ ہے کہ منشائے خداوندی گویا اس طرح ظہور پذیر ہو رہا ہے:

جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِیْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِیْ وَمَنْ اَحَبَّكَ، اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَنْكَرَكَ فَمَا عَرَفَنِیْ۔

''میں نے اپنے (جملہ) اذکار میں سے آپ کو اپنا ایک ذکر بنا دیا ہے تو جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا، اور جس نے آپ کی محبت پیدا کی اس نے میری محبت پیدا کی اور جس نے آپ کو نہ پہچانا اس نے مجھے (بھی) نہ پہچانا''۔

۳۔ اور ایک اس کا مطلب یہ بھی ہے:

لَا یَذْكُرُكَ اَحَدٌ بِالرِّسَالَةِ اِلَّا وَذَكَرَنِیْ بِالرُّبُوْبِیَّةِ۔

''جس نے آپ کی رسالت کا ذکر کیا تو اس نے (گویا) میری ربوبیت کا ذکر کیا''۔

(یعنی آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کرنا ہی اللہ کے رب ہونے کی تصدیق کرنا ہے)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ نُوْرٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس نور کو پیدا کیا وہ میرا ہی نور ہے"۔

وَرُوِیَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ الْعَرْشَ کَتَبَ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بِالنُّوْرِ فَلَمَّا خَرَجَ اٰدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ رَاٰی عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ وَعَلٰی کُلِّ مَوْضِعٍ فِی الْجَنَّةِ مَکْتُوْبًا اِسْمَ مُحَمَّدٍ مَقْرُوْنًا بِاِسْمِ اللّٰهِ فَقَالَ یَا رَبِّ هٰذَا مُحَمَّدٌ مَنْ هُوَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَدُکَ الَّذِیْ لَوْلَاهُ لَمَا خَلَقْتُکَ فَقَالَ یَا رَبِّ بِحُرْمَتِ هٰذَا الْوَلَدِ ارْحَمْ هٰذَا الْوَالِدَ فَنُوْدِیَ یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ۔

"مروی ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے عرش پیدا فرمایا تو اس پر نورانی حروف سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے باہر تشریف لائے، تو آپ نے جنت کی ہر ایک جگہ پر، اور عرش کی پنڈلی پر نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی "محمد" ﷺ، اللہ جل مجدہٗ کے اسم گرامی کے متصل لکھا ہوا پایا۔ تو عرض گذار ہوئے یا اللہ! یہ (تیرے نام کے ساتھ) "محمد" کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اے آدم!) یہ تمہارا وہ بیٹا ہے جو یہ "نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا" پھر آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی خداوندا! اس بیٹے کے طفیل اس والد پر رحم فرما" (1)۔

1۔ مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ متوفی ۸۹۸ھ نے اسی مفہوم کی یہ ترجمانی فرمائی ہے:۔

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم — نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب از بلا راحت، نہ یوسف حشمت وجاہت — نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں ید بیضا

یہی مفہوم امام الائمہ سیدنا و مولانا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی متوفی ۱۵۰ھ رضی اللہ عنہ اس طرح ادا فرماتے ہیں:۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ — مِنْ زَلَّةٍ بِکَ فَازَ وَهُوَ اَبَاکَا

آپ کی ذات گرامی وہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے بسبب لغزش کے آپ کو وسیلہ بنایا تو کامیاب ہو گئے جبکہ وہ آپ کے (ظاہری طور پر) باپ ہیں۔

تو فوراً ندا آئی اے آدم! (تیری دعا منظور ہے) اگر تو محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل سب زمین و آسمان والوں کی سفارش کرتا، تو میں تیری سفارش کو منظور کر لیتا۔

حضور سید عالم ﷺ کے معجزات

واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ کے معجزے (اتنے) زیادہ ہیں (کہ جن کا احصار و احاطہ ناممکن ہے) البتہ چند مشہور و عظیم معجزات ذکر کیے جاتے ہیں:

ا۔آپ کا سب سے بڑا اور بلند قدر و شہرت یافتہ، اور واضح تر معجزہ قرآنِ عظیم ہے جس کے معارضہ سے تمام فصحاء، اور جس کی مثل لانے میں تمام عقلاء، عاجز و مایوس رہے۔

اعجاز القرآن کے وجوہ

ا۔فصاحت و بلاغت

قرآنِ عظیم کے وجہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ و مقدم اس کی فصاحت و بلاغت، اور بامقصد اختصار، حروف و کلمات کی باہم عمدہ ترتیب و تالیف ہے۔ (جو خارقِ عاداتِ عرب ہے)

۲۔نظم قرآن کا اسلوب بدیع

قرآن کریم کا اسلوب جو سب اسالیب سے جدا ہے اور انواعِ کلام (1) میں چاہے نظم ہو یا نثر کسی سے نہیں ملتا۔ (بایں ہمہ) سب (انواع) کے محاسن کا جامع ہے۔

۳۔آنے والے زمانہ سے متعلق غیب کی خبریں

غیوبِ مستقلہ کی خبریں جیسے قرآنِ کریم نے دی ہیں ویسے ہی واقع ہوئیں (2)۔

۴۔گزشتہ زمانہ سے متعلق غیب کی خبریں

قرونِ (1) ماضیہ کے قصے (بھی) قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ (صاحب

1۔انواعِ کلام چار ہیں: قصائد، خطب، رسائل، محاورات۔

واضح رہے کہ اہل عرب ان چہارگانہ انواعِ کلام کے علاوہ کسی اور اسلوب و طرز میں کلام نہیں کر سکتے تھے۔لیکن ایک بدیع و رفیع اسلوب کا نبی امی ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے جاری ہونا عین اعجاز ہے۔

2۔جیسے قرآن کریم کا یہ ارشاد "اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ" جب حضور سید عالم ﷺ بحالت ہجرت عازم مدینہ منورہ ہوئے تو اثنائے راہ میں آپ کو اپنے وطنِ عزیز کا خیال آیا تو اس وقت اللہ جل مجدہٗ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے محبوب مکرم ﷺ کی تشفی فرمائی، کہ آپ دوبارہ اپنے وطن میں آجائیں گے۔چنانچہ غیوبِ مستقلہ سے متعلق قرآن کی یہ خبر ۸ھ میں فتح مکہ کے سال پوری ہوئی کہ آپ دوبارہ اپنے وطن مالوف میں تشریف لے گئے۔علاوہ ازیں اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں۔

3۔مثلاً حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ، طوفانِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ، حضرت ابراہیم و سارہ علیہما السلام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن) امی تھے۔ کسی سے کچھ پڑھا لکھا نہیں ہے اور نہ ہی علماءِ اہلِ کتاب کی (علم کی خاطر) مجالست اختیار فرمائی، اور اسی طرح (پہلے انبیاء و گزشتہ اُمم کے تذکرہ کی مانند) اس میں ملکوتِ اعلیٰ اور فرشتوں کا ذکر ہے۔ احوالِ آخرۃ احوالِ قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہے۔

۵۔ تحدی کے باوجود معارضہ سے عاجز رہنا

حضور سید عالم ﷺ نے قلتِ اتباع اور کثرتِ اعداء (جو اقلیم سخن کے مالک اور میدانِ بلاغت و فصاحت کے شہسوار تھے) کے باوجود جب قرآنِ کریم کے معارضہ کے لیے چیلنج دیا تو فصاحت و بلاغت کا کمال رکھنے کے باوجود سب کی عقول مقابلہ سے ماند پڑ گئیں اور معارضہ کی ساری امنگیں کافور ہو گئیں(2)۔ اور (صرف اسی پر ہی بس نہیں بلکہ) جنگ و جدال کی صورت میں سخت کٹھن حالات کا سامنا کرنے کے باوجود بھی انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے سے پہلو تہی اختیار کی۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے ایک یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب اہل مکہ نے نبوت کی تائید کے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دینے کا مطالبہ کیا تو (آپ نے انگشتِ مقدس سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا) تو اسی وقت چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر تھا۔ (مکہ والوں کے علاوہ) دوسری اطراف سے آنے والوں نے بھی اسی طرح دیکھا، اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (قمر)

''پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔''

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کا قصہ، حضرت اسحٰق و یعقوب و لوط علیہم السلام کے حالات، حضرت موسیٰ و شعیب علیہما السلام کا قصہ، حضرت زکریا و یحییٰ و عمران و مریم و تولد عیسیٰ علیہم السلام کا قصہ، اور پھر ان قصص میں بعض وہ ہیں جو کہ علماء اہل کتاب کو بھی معلوم نہ تھے، جیسے حضرت ذوالقرنین کا قصہ، اصحابِ کہف کا قصہ، حضرت یوسف اور ان کے برادران کا قصہ، حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ وغیرہا۔ قرآن کریم میں یہ تمام قصص و واقعات کتب سابقہ سماویہ کے مطابق مذکور ہیں۔

1۔ معلوم ہوا کہ جب عرب کے کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں، افصح الفصحاء، ابلغ البلغاء مصاقع الخطباء، اشعر الشعراء، بتمامہ اسباب کے چھوٹی سی سورت کے معارضہ سے عاجز آ گئے۔ تو قرونِ مستقبلہ کے عرب و عجم کا عجز بھی خود بخود ثابت ہو گیا، اور یہ بھی نبی امی دقیقہ دانِ عالم ﷺ کی نبوت و رسالت کی حجتِ قاطعہ و بینہ ساطعہ ہے کہ آج تک کوئی فصیح و بلیغ، خطیب و ادیب قرآنِ کریم کی اقصر سورت تو کجا اصغر آیت کے معارضہ پر بھی قادر نہ ہوا اور نہ ہی آئندہ ہو سکے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے:۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

۳۔اسریٰ ومعراج

نبی اکرم ﷺ کے معجزات (جلیلہ اور نعماء عظمیٰ) سے ایک یہ ہے کہ شب کے مختصر حصہ میں براق(1) پر سوار ہو کر مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ کی مسجد سے مسجدِ اقصیٰ (جو بیت المقدس میں ہے) تک تشریف لے جانا، اور (وہاں) سب انبیاء علیہم السلام کا (بخاطر استقبال) حاضر ہونا، اور (پھر) ان کی امامت(2) فرمانا، پھر بیت المقدس سے سیر سمٰوٰت کی طرف متوجہ ہونا، اور آپ کے لے ہر ہر آسمان کے دروازے کا کھلنا، اور وہاں کے رہنے والے فرشتوں کا آپ کو سلام عرض کرنا حتی کہ ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر (مقربین کی آخری منزل) سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا پھر یہاں سے اس مقام میں پہنچنا جہاں قلموں کے چلنے کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ بعدۂ مقامِ قرب (خاص) وکرامت میں ترقیاں پانا، اور مقام ''نجویٰ''(3) میں جلوہ افروز ہونا، پھر دو کمانوں کی قدر یا اس سے بھی زیادہ قریب(4)، قربِ خاص واعلیٰ میں فائز ہونا، اور وہاں (خیال وقیاس وگمان ووہم سے بھی) برتر ذات کا بلاحجاب کلام سننا۔ اور پھر بڑے بڑے عجائبات و آیات کا ملاحظہ فرمانا(5)، اور (انعام کے طور) امت کے لیے پانچ نمازوں کا فرض ہونا۔ اور پھر باقی ماندہ شب مکہ میں واپس آنا، یہ تمام امور (کچھ تو) قرآن(6) میں

1۔شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا: ۔

سوارِ جہانگیر یکراں براق ۔۔۔ کہ بگوشت از قصرِ نیلی رواں

2۔مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ نے فرمایا:

نماز اسریٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اول و آخر ۔۔۔ کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

3۔یعنی وہ مقام جہاں انوار واسرار وقرب وحب کے سوا کچھ نہ تھا۔

4۔رحمت خداوندی نے اپنے قربِ خاص میں اپنے حبیب ﷺ کو آغوشِ رحمت میں اس طرح لیا کہ آگے بھی خدا کا نور، پیچھے بھی خدا کا نور، دائیں بھی خدا کا نور اور بائیں بھی خدا کا نور، نیچے بھی خدا کا نور اور بیچ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور، اس وقت رحمتِ خداوندی دائرہ، اور حضور اکرم ﷺ اس کے مرکز تھے۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول، آخر کے پھیر میں ہو ۔۔۔ محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(ازتبرکات مفتی اعظم علامہ احمد یار خاں صاحب نعیمی قدس سرہٗ)

5۔حضرت جامیؔ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ۔

بدیدہ آنچہ از دیدن بروں بود ۔۔۔ مپرس از ماز کیفیت کہ چوں بود

6۔مکہ مکرمہ سے نبی اکرم ﷺ کا شب کے مختصر حصہ میں بیت المقدس تک تشریف لے جانا، اس نص قرآنی میں مذکور ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا'' اس کا منکر کافر مخلد فی النار ہے۔ اور آسمانوں پر تشریف لے جانا، آیات وعجائبات ملکوت وربوبیت کا ملاحظہ فرمانا، اور منازلِ قرب میں پہنچنا، یہ تمام امور صحاح کی احادیث معتبرہ، معتمدہ، مشہورہ سے جو حدِ تواتر کو پہنچتی ہیں ثابت ہے۔ اس کا منکر ضال مضل، گمراہ، بے دین ہے۔

(بطریق نص) موجود ہیں۔اور بکثرت آثار (یعنی اقوالِ صحابہ وتابعین) ان امور کے بیان وتفصیل سے پُر ہیں۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ متعدد دفعہ آپ کی (دعاو) برکت سے آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہوا(1)۔ یہ (ایک جماعت کثیرہ کے سامنے) بہت سی احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا

ا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ بازارِ مدینہ کے قریب مقامِ زوراء میں تھے کہ نمازِ عصر کا وقت ہوگیا (اور پانی اتنا نہ تھا جو سب کو کفایت کرتا) تو آپ نے اپنا دستِ اقدس تھوڑے سے پانی کے ایک برتن میں رکھا (تو اس کی برکت سے) تین سو کے اندازہ میں صحابہ نے وضو کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح ابل رہا تھا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس پانی نہ تھا۔ (اس کی بابت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زائد پانی ہو وہ لے آؤ۔ چنانچہ پانی پیش کیا گیا، جسے آپ نے ایک برتن میں انڈیلا، پھر اپنی ہتھیلی مبارک اس میں رکھ دی (پھر کیا تھا) پانی آپ کی انگشتانِ مبارک سے چشموں کی طرح بہنے لگا۔

۳۔ اور (اسی طرح) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (صلح) حدیبیہ کے دن جب لوگوں کو پیاس لگی تو سب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پانی نہ ہونے اور پیاسا ہونے کی گزارش لے کر حاضر ہوئے، اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس تھوڑے سے پانی کی ایک چھاگل تھی، آپ نے اپنا دستِ اقدس چھاگل پر رکھا۔ پھر (اس وقت) آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی پھوٹنے لگا۔ (اس واقعہ کے راوی حضرت سالم الجعد رحمۃ اللہ علیہ نے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ لوگ اس دن کتنی تعداد میں تھے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم تھے تو ڈیڑھ ہزار لیکن اس دن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو تب بھی وہ پانی کفایت کرتا(2)۔

۴۔ اور نیز یہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ غزوۂ بواط میں لوگ جب پیاسے ہوئے تو آپ

1۔ یہ معجزہ قطعی الثبوت اور معجزہ شق القمر کی طرح آپ کے خصائص سے ہے۔
2۔ صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

نے ایک بڑا پیالہ منگوایا اور حکم دیا کہ جو پانی ہے لے آؤ۔ تو لوگوں نے تلاش کے بعد تھوڑا سا پانی پایا جسے آپ نے ایک پیالہ میں ڈال کر اس میں اپنی انگلیاں کھول کر ہتھیلی رکھ دی پھر اس پیالہ میں پانی جوش کھانے لگا حتی کہ پر ہو کر کناروں سے بہنے لگا۔ پھر سب لوگوں نے سیر ہو کر پیا۔ اور سب کو کافی ہو گیا۔

۵۔ حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ (غزوۂ تبوک کے موقعہ پر) تبوک کے ایک چشمہ پر تشریف لے گئے جس میں قطرہ قطرہ پانی نکل رہا تھا۔ اس میں سے لوگ آپ کے لیے معمولی سا پانی لائے، جس سے آپ نے اپنا چہرۂ انور اور دستِ اقدس دھونے کے بعد غسالہ کو دوبارہ اس چشمے میں ڈلوا دیا، آپ کا وہ دھوون ڈالنے کے بعد چشمہ پانی سے پھوٹ پڑا، اور اس کے پھوٹنے پر (ہمیں) بجلی کی سی کڑک محسوس ہوئی، اور پھر وہ آبِ کثیر سے ایک بہت بڑا بہنے والا چشمہ بن گیا۔ بعدہٗ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''معاذ! اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو تو اس جگہ کو باغات سے بھرا ہوا دیکھے گا''، اور یہ پھر اسی طرح واقع ہوا۔ (جیسے فرمایا تھا)

۶۔ (اور اسی طرح) ایک ویران وخشک چھوٹے سے کنویں (کھوہی) میں آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر گاڑ دیا اور پھر (تیر والی جگہ سے) اتنا پانی نکلا، جو حدیبیہ کے دن سب شرکاء کو کفایت کر گیا۔

۷۔ مروی ہے کہ ایک سفر میں (قبل از نبوت آپ کے کفیل چچا) ابوطالب نے آپ سے پانی نہ ہونے کے متعلق کہا تو آپ نے اپنا قدم مبارک زمین پر دے مارا پھر اسی وقت وہاں سے پانی نکل آیا۔ (اصطلاح میں اس طرح کے واقعات کو ''ارہاص'' کہا جاتا ہے۔)

اس باب میں (یوں تو) بے شمار احادیثِ صحیحہ وارد ہیں (مگر) ہم نے ان میں سے صرف چند ذکر کی ہیں۔ (ان میں ہی انحصار نہیں ہے)

۵۔ طعام قلیل کو کثیر بنا دیا

حضور سید عالم ﷺ کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ آپ کی برکت سے کم کھانا اتنا بڑھا(1) کہ ایک

1۔ اس قسم کا تکثیرِ طعام و تکثیرِ آب جناب سرور کائنات ﷺ کے مربی و ولیٔ نعم ہونے کا اثر ہے۔ کیوں کہ جس طرح حضور انور ﷺ بحسب روحانیت قلوب وارواح کے مربی ومکمل ہیں، یونہی عالم جسمانیات میں ابدان واشباح کے پرورش کنندہ بھی ہیں: ؎

شکر فیضِ تو چمن کند اے ابر بہار   کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ''اشعۃ اللمعات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفا و مروہ کے درمیان گزر رہا تھا، جہاں میں نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ سبزی پر پانی چھڑکتے ہوئے یوں کہہ رہا تھا ''یَا بَرَکَةَ النَّبِيِّ تَعَالِيْ وَانْزِلِيْ ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِيْ'' اے نبی کی برکت آ، اور میرے مکان میں اتر، اور کوچ نہ کر۔ (ماخوذ از ''مدارج'' الشیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ و ''سیرت رسول عربی'' علامہ نور بخش توکلی قدس سرہٗ)

بھاری جماعت کو کافی ہوا، اور پھر کافی مدت تک باقی رہا۔ (جیسا کہ حسب ذیل امثلہ سے واضح ہے):

۱۔ (چنانچہ) ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ جن کے پاس چند جو کی روٹیاں تھیں (جب وہ آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں) تو آپ نے ان کے ٹکڑے کرنے کا ارشاد فرمایا، پھر ان پر گھی ڈالا گیا، اس کے بعد آپ نے اس پر کچھ پڑھا(1)۔ پھر آپ نے دس آدمیوں کے بلانے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ حسب الحکم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دس آدمی بلا لائے، وہ سیر ہو گئے تو اور دس کو طلب فرمایا۔ اسی طرح اسّی کے لگ بھگ اصحاب نے سیر ہو کر کھایا(2)۔

۲۔ اور (اسی طرح) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے دن ایک صاع(3) جو سے کھانا تیار کیا جسے ایک ہزار افراد نے سیر ہو کر کھایا اور ان کے جانے کے بعد اس کھانے سے کچھ بھی کم نہ ہوا(4)۔

۳۔ اور (یونہی) نبی اکرم ﷺ نے مانگنے پر ایک شخص کو آدھا وسق(5) جو عنایت فرمائے، جسے وہ ہمیشہ اپنے بیوی، بچوں اور مہمانوں کے ہمراہ کھاتا رہا۔ حتی کہ ایک دن اس شخص نے اسے ناپ لیا(6)۔

۴۔ اور (اسی طرح) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اتنا کھانا تیار فرمایا جو ان دونوں حضرات کے لیے کافی ہو (بعدہٗ) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات کو کھانے پر بلایا، چنانچہ تشریف لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (جاؤ اشراف) انصار کے تیس آدمی بلا لاؤ۔ چنانچہ آپ بلا لائے اور انہیں کھانا کھلایا گیا (مگر) کھانا پھر بھی بچا رہا۔ پھر نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ساٹھ آدمی بلائے گئے انہیں بھی (اسی طرح) کھلایا گیا (لیکن کھانا پھر بھی ختم نہ ہوا) پھر رسول اکرم ﷺ کے فرمانِ گرامی پر نوے آدمی بلائے گئے (جنہوں نے آکر کھایا اور کھانا پھر بھی جوں کا

1۔ معلوم ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر دعا مانگنا اور فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ قرآن کریم سے بھی یہی مستفاد ہے۔ اور بخاری و مسلم میں حدیث حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما بھی اس کی شاہد و ناطق ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر خزائن العرفان شاہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ سورۂ توبہ زیر آیت نمبر ۱۰۳)

2۔ بخاری شریف باب علامات النبوۃ

3۔ ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے۔

4۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث مفصلاً مذکور ہے۔

5۔ ایک وسق، ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، جس کا وزن ہمارے ہاں چھ من تیس سیر بنتا ہے تو نصف وسق تیس صاع کا ہوا جس کا عرفی وزن تین من پندرہ سیر بنتا ہے۔

6۔ تو وہ ختم ہو گیا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم اسے ناپتے نہ، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ تمہارے پاس باقی رہتا اور تم اسے کھاتے رہتے۔

توں رہا) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن میرے اس کھانے کو ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا تھا۔

۵۔ اور (یونہی) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گوشت سے بھرا ہوا ایک پیالہ لایا گیا، (پھر آپ نے لوگوں کو کھانے پر بلایا) چنانچہ لوگ جماعت در جماعت صبح سے شام تک لگاتار اسے کھاتے رہے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ سے تمام اصحاب صفہ کو کھانا کھلایا، جسے ہم نے (خوب) سیر ہو کر کھایا۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو پیالہ ویسے ہی بھرا تھا جیسا کہ پہلے رکھا تھا بجز اس کے کہ اس میں سب کی انگلیوں کے نشان تھے۔

۷۔ نبی کریم ﷺ نے صرف ایک جامِ شیر تمام اصحاب صفہ کو پلایا(1)۔ یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئے اور جامِ شیر اسی طرح چھلک رہا تھا۔

۸۔ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنو عبد المطلب کے چالیس افراد کی دعوت فرمائی، اور ان میں کچھ ایسے (تنومند) لوگ بھی تھے جو سالم بکرا کھا جاتے تھے اور پیتے ہوئے تقریباً ایک ''فرق''(2) پانی پی جایا کرتے تھے، (مگر) حضور اکرم ﷺ نے ان کے صرف ایک سیر اناج سے کھانا تیار فرمایا تو ان سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کھانا اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا، پھر نبی کریم ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، اور ان سب نے سیر ہو کر پیا، مگر پیالے میں پانی ویسے ہی رہا جیسا پہلے تھا، (اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ) گویا انہوں نے کچھ بھی نہیں پیا جبکہ اس پیالہ سے تین یا چار آدمی سیراب ہو سکتے تھے۔

۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھانا تیار کروا کر اپنے اصحاب کو بلوایا، تقریباً تین سو کے لگ بھگ لوگ باری باری آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے۔ بعد ازاں مجھے فرمایا: انس! کھانا اٹھا لو۔ (حسب الارشاد) جب میں نے کھانا اٹھایا تو میں کہہ نہیں سکتا کہ کھانا رکھتے وقت زیادہ تھا یا اب اٹھاتے وقت زیادہ تھا۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو

1۔ اس وقت اصحاب صفہ کی تعداد ستر یا اس سے زائد تھی، اس حدیث کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں:۔

کیوں جناب بو ہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر   جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

2۔ ایک فرق سولہ سیر کا ہوتا ہے۔

شدید فاقہ کا سامنا کرنا پڑا۔حضور انور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ تو میں نے عرض کیا: ہاں، توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں، (فرمایا وہ میرے پاس لے آؤ، جب میں نے حاضر خدمت کیں تو) آپ نے اس میں سے مٹھی بھر کھجوریں نکال کر برکت کی دعا فرمائی، یہاں تک کہ تمام لشکر نے پیٹ بھر کر تناول کیں، پھر نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا جو کچھ تم لائے تھے اسے لے جاؤ۔ (مجھے واپس کرتے وقت) آپ نے (دوبارہ) مٹھی بھر (غالباً اپنے لیے) کھجوریں اس سے نکالیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنا میں لایا تھا اس سے زیادہ پایا۔اس کے بعد میں رسول کریم ﷺ کی ساری مدتِ حیات اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک اس توشہ دان سے (خود) کھاتا رہا اور (دوسروں کو) کھلاتا رہا۔پھر جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے۔(اور دوسرے شرفاء کی طرح میں بھی بغاوت و بلوئی کا نشانہ بنا، اور اسی اثناء میں جب میرا گھر لوٹا گیا) تو وہ توشہ دان (بھی) مجھ سے چھین لیا گیا(1)۔

۱۱۔اور (اسی طرح) غزوۂ تبوک(2) میں جب لوگ شدید بھوک سے دوچار ہوئے تو آپ نے تمام لشکریوں(3) سے ماحضر جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا، سب نے تھوڑی تھوڑی کھجوریں اکٹھی کیں (یا اور جو کچھ بھی بچا کھچا توشہ تھا) تو سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، اور سب نے اپنے اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا پھر بھی دستر خوان پر کھانا بچ گیا(4)۔

(تکثیر آب کی طرح) تکثیر طعام کے سلسلہ میں (بھی) بکثرت احادیث (صحیحہ، معتمدہ، معتبرہ) مروی ہیں۔

1۔صاحب ''روضۃ الاحباب'' نے اسی ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیت بھی نقل کیا ہے جسے آپ اس دن بار بار دہراتے تھے:۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِیَ هَمَّانِ بَیْنَهُمْ　　هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّیْخِ عُثْمَانَا

عام لوگوں کو تو ایک غم ہے اور مجھے آج دو غم ہیں۔ایک تو توشہ دان کے گم ہونے کا غم، اور دوسرا شیخ الصحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے غم۔

2۔غزوۂ تبوک حضور انور ﷺ کا سب سے آخری غزوہ تھا۔

3۔شیخ قدس سرہٗ نے ''مدارج شریف'' میں لکھا کہ لشکریوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔اور ''اشعۃ اللمعات'' میں تحریر فرمایا کہ غزوۂ تبوک میں لشکریوں کی تعداد (بعد میں) ایک لاکھ کو پہنچ گئی تھی۔

4۔اس حدیث شریف کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں مفصل حدیث ''مدارج النبوۃ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نباتات کا کلام واطاعت وسلام وشہادت

(بطریق اعجاز وخرقِ عادت، اللہ جل مجدہٗ نے نباتات کو بھی آپ کا مطیع ومسخر بنایا تھا)

ا۔(چنانچہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض اسفار میں ایک بادیہ نشین کو دعوتِ اسلام دی تو وہ بولا: آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر شاہد کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ درخت۔ پھر آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ درخت، زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا اور بولا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں''۔

تین مرتبہ گواہی دینے کے بعد وہ درخت اپنی جگہ پلٹ گیا۔

۲۔حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ سے صداقتِ نبوت پر (کوئی) نشان طلب کیا تو آپ نے فرمایا: جا، اس درخت سے کہہ کہ تجھے رسول اللہ (ﷺ) بلا رہے ہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بدوی نے جب جا کر کہا تو علی الفور) وہ درخت جڑیں گھسیٹتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' کہنے لگا۔ پھر جب آپ نے اسے واپس ہونے کا حکم صادر فرمایا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

۳۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث(1) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو علیحدہ علیحدہ درختوں کو بلایا وہ دونوں باہم اکٹھے ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں واپس اپنی اپنی جگہ پر جانے کا حکم فرمایا تو وہ دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے(2)۔

(نباتات کے کلام واطاعت، اور شہادت وسلام کے) اس باب میں بھی بے شمار احادیثِ صحیحہ مروی ہیں۔

1۔یہی حدیث مفصل طور پر صحیح مسلم شریف میں درج ہے۔

2۔اسی طرف امام بوصیری قدس سرہٗ قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

جَآءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً   تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

كَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِمَا كَتَبَتْ   فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمٖ

''حضور اکرم ﷺ کے بلانے پر آپ کی طرف درخت اپنے تنا پر بغیر قدم کے سجدہ کرتے ہوئے آئے، وہ درخت گویا ایک خط کھینچتے ہوئے آرہے تھے جن کی ٹہنیاں درمیان میں (سیدھی سطر کی مانند) خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں''۔

آپ کے فراق میں کھجور کے تنے کا رونا

اور اسی قبیل سے تنا کا رونا بھی ہے، جیسا کہ (پہلے پہل) نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنا سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے منبر تیار ہوگیا تو آپ اس پر خطبہ ارشاد فرمانے لگے جس کی وجہ سے وہ تنا (آپ کے فراق میں) چیخ چیخ کر رونے لگا(1)۔ اور (ایک روایت کے مطابق) پھر پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، اور سب حاضرین نے اس کا گریہ سنا، حتی کہ تمام لوگ اس کے رونے کی وجہ سے رو پڑے، پھر نبی کریم ﷺ نے اسے بلایا تو وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس آ گیا۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنے ساتھ چپٹایا (تو وہ خاموش ہوگیا) اور اسے لوٹنے کا حکم فرمایا تو پھر وہ اپنی جگہ لوٹ آیا۔ اس حدیث کو دس سے اوپر تک بڑے بڑے (صاحبِ علم و فضل و کمال) صحابہ نے روایت کیا ہے(2)۔

۷۔ کلام جمادات و تسبیح و سلام

ا۔ (نباتات کی طرح جمادات بھی آپ کے مطیع و منقاد تھے) جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ نے مٹھی میں کنکریوں کو لیا تو وہ آپ کے دستِ اقدس میں تسبیح کرنے لگیں۔ اور ہم نے انہیں تسبیح کرتے ہوئے سنا۔

۲۔ قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجَ اِلٰى بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اِسْتَقْبَلَهٗ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ اِلَّا وَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"۔ (ص ۲۰۸)

"مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ مکہ کے بعض اطراف میں نکلے۔ (راہ میں) جو بھی درخت یا پہاڑ ملتا تو وہ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا" (3)۔

1۔ حضرت عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

استن حنانہ از ہجر رسول — نالہ می زد ہم چوں ارباب عقول
مسندت من بودم از من تاختی — برسر منبر تو مسند ساختی (مترجم غفرلہٗ)

2۔ لہٰذا تکثیر آب وغیرہ کی طرح یہ معجزہ بھی قطعی الثبوت ہے۔

3۔ شیخ قدس سرہٗ نے مدارج میں رقم فرمایا ہے کہ یہ واقعہ آپ کے ابتدائی عہد کا ہے۔

۳۔ تسبیح طعام

(اسی باب سے تسبیح طعام بھی ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تسبیح کو سن رہے تھے، اس باب میں کئی مشہور واقعے احادیث میں مذکور ہیں۔

۸۔ حیوانات(1) کی اطاعت وکلام وسلام

۱۔ سوسمار کی گواہی

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ مَحْفِلٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِذْ جَآءَ هٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ بِضَبٍّ فَطَرَحَهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ وَقَالَ لَا اُوْمِنُ بِکَ حَتّٰی یُوْمِنَ بِکَ هٰذَا الضَّبُّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ضَبُّ فَقَالَ بِکَلَامٍ فَصِیْحٍ حَتّٰی سَمِعَهُ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ یَا زَیْنَ مَنْ وَافَی الْقِیَامَةَ قَالَ مَنْ تَعْبُدُ قَالَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ، وَفِی الْاَرْضِ سُلْطَانُهٗ وَفِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ وَفِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ وَفِی النَّارِ عِقَابُهٗ قَالَ فَمَنْ اَنَا؟ قَالَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَکَ وَقَدْ خَابَ مَنْ کَذَّبَکَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ۔ (ص ۲۰۸)

"(چنانچہ) امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ مجمع اصحاب میں تشریف فرما تھے کہ بنی سلیم کا ایک بادیہ نشین سوسمار شکار کر کے لایا اور اسے نبی اکرم ﷺ کے سامنے لا کر ڈال دیا اور کہنے لگا جب تک یہ سوسمار (گوہ) آپ پر ایمان نہ لائے میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے بلایا تو وہ فصیح زبان میں اس طرح بولی، جسے سب حاضرین نے بخوبی سنا "اے تمام حاضرین مجمع محشر کی زینت و رونق! میں خدمت و طاعت میں حاضر ہوں" حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: تیرا معبود کون ہے؟ عرض کی جس کا عرش آسمان میں، سلطنت زمین میں، اور راہ سمندر میں، اور رحمت جنت میں، اور عذاب دوزخ میں، پھر نبی

1۔ جس طرح انسانوں پر حضور انور ﷺ کی اطاعت فرض و واجب ہے اسی طرح اللہ جل مجدہٗ نے جانوروں کو بھی حضور اکرم ﷺ کا مطیع وفرمانبردار بنایا ہے۔

اکرم ﷺ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ عرض کی: آپ پروردگار عالم کے رسول ہیں، اور رسولوں کے ختم فرمانے والے، جس نے آپ کی تصدیق کی وہ بامراد ہوا، اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ نامراد ہوا"۔

(سوسمار کی گواہی وتصدیق کے بعد) پھر وہ بادیہ نشین ایمان لے آیا۔

۲۔کلامِ گرگ

(اور اسی طرح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی بیان کیا کہ ایک گڈریے سے گرگ نے گفتگو کی، اور پھر گڈریے کو نبی اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے کی اطلاع دی۔ پھر وہ گڈریا نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

۳۔حضرت اہبان بن اوس (اسلمی) رضی اللہ عنہ سے بھیڑیے کا گفتگو کرنا تو (نہایت) مشہور ہے جبکہ وہ (حرۃ الوبرہ(1) کے درمیان) بکریاں چرا رہے تھے تو گرگ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

اَلْعَجَبُ مِنْکَ وَاَنْتَ وَاقِفٌ عِنْدَ غَنَمِکَ وَتَرَکْتَ نَبِیًّا لَمْ یَبْعَثِ اللّٰہُ قَطُّ نَبِیًّا اَعْظَمَ مِنْہُ قَدْرًا وَقَدْ فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَاَشْرَفَ اَہْلُہَا عَلٰی اَصْحَابِہٖ یَنْظُرُوْنَ قِتَالَہُمْ وَمَا بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ اِلَّا ہٰذَا الشِّعْبُ فَتَصِیْرُ فِیْ جُنُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَذَہَبَ وَاَسْلَمَ۔(ص۲۰۸)

"تجھ پر تعجب اپنی بکریوں کے ریوڑ پر تو کھڑا ہے اور ایسے نبی کو چھوڑے ہوئے ہے جس سے بلند تر اور عظیم المنصب کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا۔ اور ان کے لیے بلاشبہ جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ اور جنتی ان کے اصحاب کے (راہِ خدا میں) لڑنے (کے اچھوتے انداز) کو جھانک جھانک کر دیکھتے ہیں تیرے اور ان کے درمیان اس درہ کے علاوہ اور کوئی بھی رکاوٹ نہیں۔ (چل جا) اور اپنے آپ کو (تو بھی) اللہ کے لشکروں میں شامل کرلے"(2)۔

(چنانچہ کلامِ گرگ سننے کے بعد) حضرت اہبان رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

1۔حرۃ الوبرہ (سنگلاخ زمین) مدینہ طیبہ زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔
(علامہ سمہودی قدس سرہٗ، وفاء الوفاء)

2۔یا یہ کہ اس درۂ جبل کو عبور کرنے کے بعد تو بھی خدائی لشکر میں شمولیت کرلے گا۔

۴۔(اسی طرح) حضرت ابن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت صفوان(1) بن امیہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک گرگ ایک ہرن کا پیچھا کر رہا تھا، جب ہرن (حدود) حرم میں داخل ہوا تو گرگ وہیں رک گیا تو (اس منظر سے) دونوں صاحبان حیران ہوئے۔ اس پر گرگ ان سے کہنے لگا (حیرانگی کی کیا بات ہے) اس سے بھی حیران کن امر یہ ہے کہ حضرت سیدنا محمد بن عبد اللہ ﷺ "رضی اللہ عنہ" (جو تمہارے جانے پہچانے اور تمہارے رشتے دار ہیں) مدینہ منورہ میں (تشریف فرما ہو کر) تمہیں جنت کی طرف بلا رہے ہیں اور تم انہیں(2) دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔

۵۔شُتر کی فریاد

ایک اونٹ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ اس کے مالکوں نے (پہلے تو) اس سے کافی عرصہ کام لیا (اور اب) جب (وہ) بوڑھا ہو گیا تو اسے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں (نبی اکرم ﷺ نے گزارش سننے کے بعد) اس کے مالکوں سے اس کے بارے میں سفارش فرمائی۔ یہ واقعہ بھی (واقعہ گرگ کی طرح) مشہور ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک پوری جماعت اس کی راوی ہے۔

۶۔کلامِ آہو

اور (اسی طرح) اس ہرنی کا آپ سے ہمکلام ہونا جسے آپ نے شکاری سے چھٹکارا بایں وجہ دلایا تھا تاکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا آئے۔ (چنانچہ چھوٹنے کے بعد) وہ جاتے ہوئے یہ کہہ رہی تھی:

"اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ"۔

۷۔کلامِ حمار

اور انہی معجزات سے اس گدھے کا آپ سے ہمکلام ہونا بھی ہے جو فتح خیبر کے دن آپ کو حاصل ہوا تھا۔

۸۔بکری کے زہریلے گوشت کا کلام کرنا

وہ زہر آلود بکری (کا بازو) جسے بروز خیبر ایک یہودیہ نے آپ کے لیے تیار کر کے (تحفہ) بھیجی

1۔جبکہ یہ دونوں صاحبان ہنوز مشرکین میں تھے بعدۂ یوم فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ 2۔یعنی اپنی قوم کو۔

3۔حضرت علامہ نور بخش توکلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "آپ کا یہ معجزہ مردے کے زندہ کرنے سے بھی" بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا (بدستور) مردہ ہی تھا۔

("سیرت رسول عربی" مطبوعہ انجمن نعمانیہ لاہور)

تھی۔اس کا آپ سے ہمکلام ہونا بھی آپ کے مشہور معجزات سے ہے(3)۔

۹۔مادری زبان تبدیل فرمادینا

(علامہ) واقدی قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ہی دن میں چھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مختلف بولیاں رکھنے والے چھ بادشاہوں کی جانب سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔اور یہ صحابہ جب ہر ایک بادشاہ کے ہاں پہنچے تو انہی کی زبان میں (بلا تکلف) گفتگو فرمانے لگے۔(حالانکہ یہ تمام حضرات خالص عربی نژاد تھے)

۱۰۔شیر خوار بچوں کی گواہی

(دودھ پیتے بچوں سے اپنی رسالت کی گواہی لینا اور ان کا آپ کی تصدیق کرنا بھی آپ کے معجزات سے ہے جیسا کہ) حجۃ الوداع میں ایک نومولود بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔پھر آپ نے اس بچہ سے فرمایا: میں کون ہوں؟ اس بچے نے کہا: آپ ''رسول اللہ'' ہیں۔آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ ''بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔'' اللہ تجھے برکت دے(1)۔(بعد ازاں اس بچے نے جوان ہونے تک کلام نہ کیا) ہم اسے ''مبارک الیمامہ''(2) کہا کرتے تھے۔

۱۱۔شہداء کا گواہی دینا

جس وقت حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو بوقت دفن جب آپ کو قبر میں رکھ دیا گیا تو اس وقت لوگوں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا:

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ، اَبُوْبَکْرِ ن الصِّدِّیْقُ، عُمَرُ ن الشَّھِیْدُ، عُثْمَانُ الْبِرُّ الرَّحِیْمُ۔(ص۲۰۹)

''محمد'' تو رسول اللہ ہیں، ﷺ۔اور ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ نہایت نیک اور انتہائی رحم دل ہیں''(3)۔

1۔یعنی اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت دے۔

2۔اس حدیث کو امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت معرض بن معیقیب یمامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

3۔اس روایت کو شفاء شریف میں قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا ہے۔یہ روایت جہاں نبی اکرم ﷺ کی حقانیت، صداقت، نبوت و رسالت کی گواہ ہے وہیں اصحاب ثلاثہ علیہم الرضوان کے فضائل و خصائل کی بھی شاہد عادل ہے۔ظاہر ہے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ان حضرات کی شان اور کون جان سکتا ہے۔

۱۲۔ بیماروں وزخمیوں کوشفاء مرحمت فرمانا

آپ کا لعابِ دہن بھی شفاو معجزہ ہے

۱۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احد میں ان کی آنکھ کو صدمہ پہنچا، اور ڈیلا رخسار پر آپڑا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ڈیلے کو اپنی جگہ رکھ دیا اور آنکھ پہلے سے بھی زیادہ درست ہوگئی۔

۲۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) تیر لگنے سے میرا چہرہ زخمی ہوگیا، اس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنا لعابِ دہن لگا دیا۔ پھر نہ ہی تو کبھی مجھے تیر وتلوار لگی اور نہ ہی خون نکلا۔

۳۔ اور (اسی طرح) فتح خیبر کے روز آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخت دکھتی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا تو وہ فوراً تندرست ہوگئے۔

۴۔ اور اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی چوٹ پر لعاب مبارک لگایا (تو فوراً درد جاتا رہا)۔

۵۔ اور (ایسے ہی) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تلوار سے آئے ہوئے زخم پر اپنا لعابِ دہن مبارک لگایا تو فوراً ان کا زخم جاتا رہا۔

۶۔ اور اسی طرح جنگِ بدر میں حضرت معوذ بن عفرا (قاتلِ ابوجہل) رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کٹ گیا پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھ کو اپنی جگہ پر ملانے کے بعد اس پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا تو پہلے کی طرح اچھا ہوگیا۔

۷۔ اور اسی طرح ایک نابینا نے آپ کے پاس آکر اپنی بینائی لوٹانے کی درخواست کی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھنے کا ارشاد فرمایا اور پھر اس دعا کے پڑھنے کا حکم فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ اَنْ تَرُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ۔ (ص۲۰۹)

"یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ تو میری بینائی لوٹا دے"۔

چنانچہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

۱۳۔ اجابتِ دعا

نبی کریم ﷺ کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ آپ جو دعا فرماتے وہ قبول ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس کے لیے دعا فرماتے تو اس کا اثر اس شخص کے علاوہ اس کے بیٹوں اور پوتوں تک پایا جاتا

تھا۔اور اسی طرح طلب باراں وغیرہ کے لیے آپ کا دعا فرمانا (اور اسی وقت بارش کا اتر پڑنا) بھی آپ کے معجزات سے ہے۔

اور یونہی کسی جماعت (1) کے بارے میں خواہ نفع میں ہو یا نقصان میں آپ کی قبولیتِ دعا کا فوری اثر دکھانا بھی آپ کے معجزات سے ہے۔

یہ باب (تو) نہایت وسیع ہے۔اس بارے میں ائمہ (محدثینؒ) کی کتب مبسوطہ بھری پڑی ہیں جیسے ابوالفضل قاضی عیاض رضی اللہ عنہ کی ''کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ'' میں نہایت وضاحت سے ایسی احادیث منقول ہیں۔

۱۴۔کتب الہامیہ سابقہ میں ذکر پاک

کتب سابقہ الہامیہ مثلاً تورات وانجیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال مبارکہ وصفاتِ رفیعہ اور تعظیم وتوقیر سے متعلق پیش گوئیوں کا پایا جانا، اور (نیز) آپ کی بعثت سے قبل علماء اہل کتاب، منجموں، غائبانہ طور جنوں کا آپ کی مدد سے متعلق بشارتیں بھی آپ کے معجزات سے ہے۔اس موضوع پر امام عبداللہ بن ظفر قدس سرہٗ نے ''خیر البشر بخیر البشر'' نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

۱۵۔فضائل وخصائص

۱۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ایک تو یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن عزیز میں آپ کے مکارم اخلاق اور محاسنِ افعال کی توصیف فرمائی۔(اور آپ کو محامد ومحاسن، مکارم کے زیور سے مزین فرمایا ہے)۔

۲۔جنت کا اعلیٰ مقام ''وسیلہ'' آپ کو عطا ہوگا۔

۳۔قیامت کے دن آپ کو ''شفاعتِ عظمیٰ'' دی جائے گی۔

۴۔آپ کو مقام محمود (یعنی شفاعت وکرامت وبزرگی، رفعت کا مقام) عطا فرمایا جائے گا۔

۵۔آپ کے لیے اللہ جل مجدہٗ نے ''حوض کوثر'' مخصوص فرمایا ہے۔

ان کے علاوہ اور بے شمار اخروی انعام واکرام اور فضل وکرم سے آپ کو سرفراز فرمایا جائے گا۔

(اگر) بغور دیکھا جائے تو اس قسم کے بے شمار فضائل وخصائص آپ کے لیے قرآنِ کریم میں پائے جاتے ہیں۔

1۔ جیسے قریش کے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے بحالتِ نماز آپ پر غلاظت پھینکی تھی، یہ آپ کی دعا ہی کا ثمرہ تھا کہ وہ سب کے سب غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے۔(مدارج النبوۃ للشیخ قدس سرہٗ)

۶۔فَهُوَ الشَّاهِدُ(1) لِمَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَاهْتَدٰى وَعَلٰى مَنْ مجد وَاعْتَدٰى۔
(ص ۲۱۰)

"(آپ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ) آپ مومن وہدایت یافتہ اور کافر وسرکش پر گواہ ہیں (یعنی آپ مومن کے ایمان وعرفان اور کافر کے طغیان وعصیان میں سب کے شاہد ہیں)"۔

۷۔اور اتمامِ حجت کے طور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق داعی الی اللہ ہونا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔

۸۔اللہ جل مجدہٗ کی اطاعت کرنے پر اجروثواب ملنے کی بشارت دینا، اور نافرمانی پر سزا ملنے کا ڈرسنانا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔

۹۔مومن ومصدق جس نے آپ کے نور ہدایت سے اپنا دل منور کیا اس کے لیے روشن چراغ ہونا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔

۱۰۔لَمْ يَزَلْ نُوْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمَنِ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَسْتُوْرُ الصُّوْرَةِ مَنْشُوْرُ الذِّكْرِ عَرَفَهٗ آدَمُ فَتَوَسَّلَ بِهٖ۔(ص ۲۱۰)

"نبی کریم ﷺ کا نور اطہر (جسے اللہ جل مجدہٗ نے بلاواسطہ سب سے پہلے تخلیق فرمایا)

1۔لغت میں "شاہد" کے تین معنی ہیں: (۱)۔گواہ (۲)۔حاضر،موجود (۳)۔محبوب

مذکورۃ الصدر عبارت میں تینوں معنی بن سکتے ہیں، ایک معنی تو متن میں مذکور ہے۔دوسرا معنی یوں ہوسکتا ہے کہ دنیا میں مومن ومتقی اور ہر سعادت مند پر کرم مصطفیٰ ﷺ رہتا ہے، توجہ موجود رہتی ہے۔اور کافر وبے دین آپ کی بے توجہی کے موجود رہنے کی بناء پر سراپا شقاوت بن کر طغیان وسرکشی میں منہمک رہتا ہے۔یعنی آپ کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجود وحاضر وناظر ہونے کی وجہ سے مومن ومصدق اور کافر ومنکر کے جمیع احوال سے آگاہ ہیں۔(ماخوذ از روح البیان۔زیر آیت انا ارسلنک شاهدا الخ) اور تیسرا معنی اس طرح بن سکتا ہے کہ آپ نفس الامر میں سارے جہاں کے محبوب ومطلق ہیں یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے علاوہ جن، فرشتے، شجر وحجر، دشت وجبل وغیرہ سبھی آپ سے محبت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔" احد پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔(بخاری وترمذی)۔ع

در ہر دلے سودائے تو، عالم ہمہ شیدائے تو

(فائدہ) پہلے معنی کی رو سے معلوم ہوا کہ جس کے ایمان وکفر کی گواہی آپ دے دیں پھر اس میں تغیر وتبدل ناممکن ہے۔لہٰذا اب جو کوئی حضرات خلفاء ثلاثہ علیہم الرضوان کے ایمان وخلوص میں ذرہ برابر شک وشبہ کرے وہ خود بے دین، ملحد، زندیق ہے۔اس لیے کہ ان حضرات کے ایمان وللّٰہیت کی گواہی محبوب کائنات ﷺ نے دے دی ہے، منکر گویا حضور ﷺ کی شہادت کی صداقت میں شک کر رہا ہے، اب نتیجہ قارئین کے ذمہ۔اس موضوع کی تحقیق انیق کے لیے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات شریف ملاحظہ فرمایئے۔

آدم علیہ السلام کے وقت سے ہے (اگرچہ) صورتاً مخفی تھا (مگر) حقیقۃً شہرت یافتہ تھا، اوراسی نور کی برکت وعرفان ووسیلہ سے ہی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔''

(جب نور محمدی ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ نے خلق عالم کا واسطہ (1) ٹھہرا کر، عالم ارواح میں ہی اسے نبوت (2) ورسالت سے سرفراز فرمایا تو اس وقت)

۱۱۔ اَخَذَ مِیْثَاقَ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ لَهٗ۔ (ص ۲۱۰)

''اللہ جل مجدہٗ نے سب انبیاء کی روحوں سے آپ کے لیے عہد وپیمان لیا (کہ وہ آپ کی نصرت وامداد واتباع کریں گے)''۔

۱۲۔ آپ جامع کمالاتِ انبیاء ہیں

(چنانچہ) آپ میں حضرت آدم علیہ السلام کی للّٰہیت وصفوت، حضرت نوح علیہ السلام کا گریہ، اپنے بعض معارف میں حضرت ادریس علیہ السلام کا علم، اپنی بعض پریشانیوں میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم، اپنے قلبی غم میں (بصورت برداشت) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، شدید اندرونی حزن وملال کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی زاری وتضرع، اور غناءِ نفس وخودداری حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے بڑھ کر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصفِ تکلم، سبھی پایا جاتا تھا، (علاوہ ازیں) ملاء اعلیٰ کی رفعت سے بھی بڑھ کر آپ کا مقام تھا، (اسی لیے) آپ کے دلائل ومعجزات واضح وروشن تر تھے۔

۱۳۔ آپ رونقِ کائنات اور خالق ومخلوق کے درمیان وسیلہ عظمٰی ہیں۔

۱۴۔ جس طرح سورج کو چاند پر، سمندر کو قطرہ پر برتری حاصل ہے ایسے ہی آپ کو سب انبیاء کرام علیہم السلام پر فوقیت ہے۔

۱۵۔ آپ بزمِ انبیاء کے صدر، آسمانِ نبوت کے بدر، مملکتِ رسالت کے محور، افواج انبیاء کے رئیس، قلادۂ نبوت کا رشتہ (یعنی نبوت کے ہار کا دھاگہ)، نگینۂ رسالت کا نقش، قصیدۂ نبوت کا بیت، دائرۂ رسالت کے مرکز، صبح نبوت کے آفتاب، شب ہائے رسالت کے ماہِ تاباں ہیں۔

۱۶۔ آپ کی شوکت وجلالت سے ساکن اشیاء بھی متحرک ہوگئیں۔ (مثلاً) ستونِ حنانہ کا آپ کے فراق میں رونا، آپ کے دست اقدس میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا۔ پہاڑوں (1) کا وجد میں آنا، گرگ کا شہادت دینا، شتر ناشاد کا گلہ کرنا (اسی وجہ سے تھا۔)

1۔ امام بخاری قدس سرہٗ کے استاذ محترم حضرت امام عبدالرزاق قدس سرہٗ نے اسی مفہوم کی حدیث کو اپنی ''مصنف'' میں روایت کیا ہے۔

2۔ ''ترمذی شریف''

(اس کے باوجود تمام مشرک دولتِ ایمان سے مالا مال نہ ہو سکے کیونکہ) مشرکوں نے (فقط ظاہری، دنیوی لحاظ سے) آپ کی صورت کو دیکھا تھا نہ کہ کوئی کمالِ حقیقت کو جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ (زخرف)

"کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔"

تو ان مشرکوں کے دل کا چہرہ حسد کے لقوہ کا شکار ہو گیا۔ انہوں نے آپ کو چشمِ حقیقت بیں سے نہ دیکھا۔ اے تمام خوبیوں والے یہ (حسد و عناد) ان کے زنگ آلود دل کا غماز ہے آپ کے چہرۂ انور کا آئینہ دار نہیں۔ اے جھرمٹ مارنے والے، اے بالاپوش اوڑھنے والے، اے نبوت کے پھلوں کی خوشبو، اے مامور بکلمہ "قل" اٹھیے نا! آپ زمین والوں کے تو امام ہیں ہی، اب ذرا ملکوتِ اعلیٰ پر بھی تشریف لائیے تاکہ آسمان والے بھی آپ کے مقتدی بنیں۔

خوشا وہ رات جس میں زمین کی پستیاں آسمان کی بلندیوں پر فوقیت لے گئیں۔ اور جس میں امراء فرشتگاں، رئیس اکبر کو سلام نیاز عرض کر رہے تھے۔

۱۷۔ فَنُوْرُهٗ اَنْوَرُ وَبُرْهَانُهٗ اَزْهَرُ وَسِرُّهٗ اَظْهَرُ وَدِيْنُهٗ اَكْمَلُ وَصُوْرَتُهٗ اَجْمَلُ وَفَضْلُهٗ وَقُدْرَتُهٗ اَعْلٰى وَذِكْرُهٗ اَحْلٰى وَلِسَانُهٗ اَفْصَحُ وَدُعَاؤُهٗ اَنْجَعُ وَعِلْمُهٗ اَرْفَعُ وَنِدَآؤُهٗ اَسْمَعُ وَحَوَائِجُهٗ اَقْضٰى وَشَفَاعَتُهٗ اَمْضٰى وَ نَصْرُهٗ مُؤَيَّدٌ وَاِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ جِسْمُهٗ اَعْبَدُ وَرَسْمُهٗ اَوْحَدُ وَاِسْمُهٗ اَحْمَدُ هُوَ حَبِيْبُ الْمَوْلٰى وَهُوَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اَوْلٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

"جن کا نور روشن تر، جن کے معجزات واضح تر، جن کے تبلیغی مقاصد عیاں تر، جن کا دین کامل ترین، جن کی صورت حسین تر، جن کا منصب و مقام بزرگ ترین، جن کا ذکر خیر شیریں تر، جن کی زبان (حق ترجمان) فصیح تر، جن کی دعاء مقبول تر، جن کا علم (ما کان وما یکون) بلند تر، جن کی پکار کی سب سے زیادہ شنوائی، جن کی حاجات کی سب سے بڑھ کر پذیرائی، جن کی سفارش مقبول تر، جن کی امداد تائید شدہ، جن کا جسم اقدس سب سے بڑھ کر عابد، جن کا نشانِ (نبوت و رسالت) یکتا تریں، جن کا اسم گرامی محمد و احمد ﷺ ہے۔ وہی (تو) اللہ کے حبیب اور مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔"

1۔ جیسے کوہِ حرا، کوہِ ثبیر، کوہِ احد وغیرہا۔

الامام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

امام محمد بن محمد بن سید الناس قدس سرہٗ (المتوفی ۷۳۴ھ) کے جواہر فرمودات سے ان کی تصنیف ''سیرت الکبریٰ'' کا خلاصہ ہے۔ ''سیرت الکبریٰ'' ''عیونُ الاثَرِ فِی فُنونِ المَغَازِیْ وَالشَّمائِلِ وَالسِیَر'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ جس کا (بعدہٗ) آپ نے چند اوراق میں خلاصہ نکال کر ''نورُ العُیُونِ فِی تَلخِیصِ سِیرَۃ الامینِ المَامُونِ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا، میں (علامہ یوسف نبہانی قدس سرہٗ) نے اسے من وعن نقل کر دیا ہے۔ (چنانچہ) امام ابن سید الناس قدس سرہٗ نے فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، بَعۡدَ حَمۡدِ اللّٰهِ، فَاتِحِ اَبۡوَابِ النَّدٰی وَمَانِحِ اَسۡبَابِ الۡهُدٰی، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهٖ مُحَمَّدِ ۨالَّذِیۡ بَعَثَهُ اللّٰهُ مُحَجَّةً لِّمَنِ اهۡتَدٰی، وَحُجَّةً عَلٰی مَنِ اعۡتَدٰی وَاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ الَّذِیۡنَ اَحۡيَوۡا سُنَّتَهٗ عَلٰی طُوۡلِ الۡمَدٰی۔

''بعد از بسملہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو بخشش کے دروازے کھولنے والا، اور ہدایت کے اسباب مہیا فرمانے والا ہے اور رحمت کاملہ وسلامتی کا نزول ہو اس برگزیدہ نبی پر جو گم گشتگانِ راہ کے راہبر، اور پرہیز گاروں کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ اور (نیز) ان کی سبھی آل، اور سب اصحاب پر جنہوں نے اس نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو برس ہا برس زندہ رکھا۔ (یعنی ہمیشہ زندہ رکھا)''۔

جب میں نے اپنی کتاب ''عُیُونِ الۡاَثَرِ فِی فُنُوۡنِ الۡمَغَازِیۡ وَالسِّیَرِ'' لکھی تو یہ کتاب (تاریخ وسیرت کے) طالب علم کے لیے نہ صرف مفید تھی بلکہ یہ کتاب دوسری کتب (مغازی وسیر) سے مکمل بے نیاز کر دینے والی بھی تھی، مگر پھر یک لخت مجھے (اس کی طوالت کی بناء پر) خیال آیا کہ کیوں نہ میں چند اوراق میں اس کا خلاصہ نکال دوں، تاکہ وہ خلاصہ ماخذ و نقل میں آسان رہے اور اختصار کی وجہ سے اس کا حفظ وضبط بھی چنداں مشکل نہ ہو، اور نیز مبتدی کے لیے یہ تبصرہ، اور منتہی کے لیے تذکرہ کا کام دے سکے۔ تو میں نے پھر ''سیرت الکبریٰ'' کا خلاصہ ''نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون'' کے نام سے نکال دیا۔ ہم کہنے میں اللہ جل مجدہٗ ہی کی توفیق کے طلب گار ہیں۔ اور اسی سے ہر بہتری کے راستے آسان ہونے کی التجا کرتے ہیں۔

حالات نسب وولادت وبعثت ووفات

(سید عالم نور مجسم ﷺ) حضرت سیدنا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ "رضی اللہ عنہ" بن "عبدالمطلب" رضی اللہ عنہ" بن ہاشم" رضی اللہ عنہ" بن عبد مناف" رضی اللہ عنہ" بن قصی" رضی اللہ عنہ" بن کلاب" رضی اللہ عنہ" بن مرّہ" رضی اللہ عنہ" بن کعب" رضی اللہ عنہ" بن لوی" رضی اللہ عنہ" بن غالب" رضی اللہ عنہ" بن فہر" رضی اللہ عنہ" بن مالک" رضی اللہ عنہ" بن نضر" رضی اللہ عنہ" بن کنانہ "رضی اللہ عنہ" بن خزیمہ" رضی اللہ عنہ" بن مدرکہ" رضی اللہ عنہ" بن الیاس" رضی اللہ عنہ" بن مضر" رضی اللہ عنہ" بن نزار" رضی اللہ عنہ" بن معد" رضی اللہ عنہ" بن عدنان" رضی اللہ عنہ"۔ یہاں تک کہ آپ کے نسب شریف کے بارے میں تمام (ائمہ سیر واہل نسب) کا اتفاق واجماع ہے (پھر) عدنان" رضی اللہ عنہ" تا سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے نسب شریف

(یعنی) حضرت جناب محمد "مصطفیٰ" صلی اللہ علیہ وسلم بن سیدتنا آمنہ" رضی اللہ عنہا" بنت وہب" رضی اللہ عنہ" بن عبد مناف" رضی اللہ عنہ" بن زہرہ" رضی اللہ عنہ" بن کلاب" رضی اللہ عنہ" بن مرّہ" رضی اللہ عنہ" (الیٰ آخرہٖ)

ولادت باسعادت

آپ سن "عام الفیل" ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ اس میں اختلاف (1) ہے کہ آیا اسی سال تولد ہوا یا اس کے دو یا تین یا بارہ سال یا اس کے علاوہ کسی اور مدت کے بعد ہوا۔

تولد شریف کے وقت خوارق

(تولد شریف کے وقت غائبانہ عجیب وغریب، اور خارق طبع امور ظاہر ہوئے) (چنانچہ) شب ولادت میں "ایوان کسریٰ" پھٹ گیا، جس کے پھٹنے کی آواز سنی گئی، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کے آتش کدے سرد پڑ گئے، جو ہزاروں سال سے مسلسل جلتے چلے آرہے تھے۔ بُحَیرہ (2) "ساوہ" یکایک خشک ہو گیا۔

1۔ سن ولادت وتاریخ تولد کی تعیین کے بارے میں مفصل نوٹ امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

2۔ جو "ہمدان" و "قم" کے درمیان چھ میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا، اس کے کناروں پر شرک وبت پرستی ہوا کرتی تھی۔

3۔ وغیرہا موصوف نے مثلث مثلاً کے طور پر ان تین امور پر اکتفا فرمایا ہے، ان میں حصر مقصود نہیں کیونکہ ایسے امور لاتعداد ولا تحصیٰ ہیں۔

رضاعت

حضرت حلیمہ بن ابی ذویب ہذلیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ انہی کے ہاں آپ کا انشراح صدر ہوا جس سے خون کی ایک پھٹکی نکال کر بعدۂ نور، حکمت وعرفان وایمان سے بھر دیا گیا۔

اور ابولہب کی لونڈی ثوبیہ اسلمیہ نے بھی آپ کو شیر پلایا۔

نگہداشت فرمانے والے حضرات

حضرت ام ایمن برکت حبشیہ رضی اللہ عنہا نے (بھی) سید عالم ﷺ کی پرورش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہا سید عالم ﷺ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ترکہ سے آپ کو وراثت میں ملی تھیں۔ جب عمر رسیدہ ہو گئیں تو آپ نے انہیں آزاد فرمادیا تھا۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح فرمادیا تھا۔ (انہی سے اسامہ بن زید حب النبی ﷺ کا تولد ہوا۔)

والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی وفات

(مشہور اقوال کے موافق)

۱۔ حمل شریف کے دو ماہ پورے ہوئے تو والد محترم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

۲۔ بعض (علماءِ سیر) کا کہنا ہے کہ آپ کی عمر مبارک دو ماہ کی تھی کہ آپ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

۳۔ اور بعض نے فرمایا کہ اس وقت عمر شریف سات ماہ کی تھی۔

۴۔ اور بعض نے فرمایا کہ اس وقت آپ دو سال چار ماہ کے تھے جبکہ آپ کے والد محترم رضی اللہ عنہ رخصت ہوئے۔

آپ چار یا چھ سال کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا بھی رحلت فرما گئیں۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وابوطالب کی کفایت

والدہ قدسیہ رضی اللہ عنہا کی وفات شریف کے بعد آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے کفیل ہوئے۔ جب آپ آٹھ سال دو ماہ دس دن کے ہوئے تو آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی وفات پا گئے۔ پھر (حسب وصیت) آپ کے چچا ابوطالب آپ کی تربیت کے کفیل بنے۔

شام کا پہلا سفر

جب سید عالم ﷺ بارہ سال دو ماہ دس دن کی عمر شریف کو پہنچے تو آپ بھی اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام روانہ ہوئے۔

فَلَمَّا بَلَغَ بُصْرٰی فَرَاٰهُ بَحِيْرًا الرَّاهِبُ فَعَرَفَهٗ بِصِفَتِهٖ فَجَاءَهٗ وَاَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اِنَّكُمْ حِيْنَ اَقْبَلْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ حَجَرٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا يَسْجُدُ اِنْ اِلَّا لِنَبِيٍّ وَاِنَّا نَجِدُهٗ فِيْ كُتُبِنَا۔(ص۲۱۱)

''پھر جب بصرٰی پہنچے تو ''بحیرا'' پادری نے آپ کو دیکھ کر آپ کی صفات سے پہچان لیا اور حاضرِ خدمت ہو کر آپ کا دستِ اقدس پکڑ کر کہنے لگا، یہ ''رب العالمین کا رسول'' ہے اللہ جل مجدہٗ اسے سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔(قریشی بولے تجھے کیسے معلوم ہوا تو اس نے کہا) جب تم گھاٹی پر چڑھ رہے تھے (تو اس وقت) کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا جس نے (انہیں) سجدہ نہ کیا ہو، جبکہ پتھر و درخت پیغمبر کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے، اور ہم انہیں اپنی کتابوں میں (بھی) یونہی پاتے ہیں پھر بحیرا نے ابو طالب سے کہا (ان کو واپس لے جاؤ کیونکہ) اگر تم انہیں آگے لے کر شام کی طرف بڑھے تو یہود انہیں مار ڈالیں گے، چنانچہ ابو طالب آپ کو واپس لے آئے''(1)۔

شام کا دوسرا سفر

سید عالم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمانے سے قبل ان کا مال تجارت ہمراہ ان کے غلام میسرہ کو، لے کر دوسری مرتبہ ملک شام تشریف لے گئے، جب آپ شام پہنچے تو (بازار بصرٰی میں) ایک پادری (نسطورا نام) کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ تو راہب نے (میسرہ سے کہا) اس درخت کے نیچے (آج تک) کسی پیغمبر کے سوا دوسرا کوئی نہیں اترا۔ اسی (سفر کے دوران) میں میسرہ کہتے تھے کہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقتِ دو فرشتے آپ کے سر اقدس پر دھوپ سے سایہ کیے ہوئے تھے۔ اسی سفر سے مراجعت کے بعد آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال دو ماہ اور دس دن تھی۔ بعض (علماء) نے اس کے علاوہ

1۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، بروایت امام ترمذی قدس سرہٗ، اس راہب نے خشک روٹی اور روغنِ زیتون زادِ راہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

اور کم و بیش عمر بھی لکھی ہے۔

تعمیر کعبہ میں حصہ

پینتیس برس کی عمر مبارک میں آپ نے (ہمراہِ قبائل قریش) تعمیر کعبہ میں حصہ لیا اور سنگِ اسود اپنے مبارک ہاتھوں سے دیوار میں نصب فرمایا۔

ابتدائے وحی

جب سید عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن ہوئی تو اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ (ایک دن آپ حسب معمول غارِ حرا میں مراقب تھے کہ) جبریل غارِ حرا میں (پیغام لے کر) حاضر ہوئے:

فَقَالَ(1) اِقْرَاْ فَقَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیَ الْجُھْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ،فَقَالَ اِقْرَاْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَقَالَ فِی الثَّالِثَۃِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ اِلٰی قَوْلِہٖ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾ (2)۔

"اور آپ سے عرض کیا پڑھیے، تو آپ نے فرمایا "میں نہیں پڑھتا" (یا میں پڑھا ہوا نہیں) حتیٰ کہ جبریل نے مجھے پکڑ کر بھینچا، یہاں تک کہ وہ مجھ سے "غایت وسع و طاقت کو پہنچا" (یا یہ معنی ہے کہ وہ مجھ سے تھک گیا) پھر جبریل نے مجھے چھوڑ کر کہا "پڑھیے" میں نے کہا میں نہیں پڑھتا (یا میں پڑھا ہوا نہیں) پھر تیسری مرتبہ کہا "پڑھیے" پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا "تا" آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا"۔

آپ کی نبوت کی ابتداء ۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ہوئی، پھر (انذار و دعوت الی اللہ کی بناء پر) اہل مکہ نے آپ کو ایک درہ میں (جو شعب ابی طالب کہلاتا ہے) بند کر دیا، جہاں آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے (اور تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب نے) تقریباً تین برس محاصرہ کی حالت میں قیام فرمایا۔

اور انچاس برس کی عمر میں آپ درہ سے باہر تشریف لائے۔ محاصرہ ختم ہونے کے آٹھ ماہ اکیس دن بعد آپ کے چچا ابو طالب فوت ہو گئے، اور ان کی وفات کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ

1۔ اس حدیث شریف میں آیا ہے کہ جبریل نے عرض کیا "پڑھیے"۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "میں نہیں پڑھتا" اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کے مطلب کی نفیس ترین توجیہات اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو محدث ابن محدث شارح صحیح بخاری علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی مدظلہٗ کی "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری" کا مطالعہ فرمائیں۔ "مکتبہ حامدیہ" و "رضوان" سے دستیاب ہے۔ نیز ابتدائے وحی کا مفصل، اور دلائل و براہین سے مزین واقعہ بھی اس شرح میں آپ کو ملے گا۔

عنہا بھی وفات پا گئیں۔

پچاس برس تین ماہ کی عمر شریف میں شہرِ نصیبین (1) کے جن حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ اور اکیاون برس نو ماہ کی عمر مبارک میں مقامِ ابراہیم اور زمزم کے مابین بیت المقدس تک آپ کو سیر کروائی گئی۔ پھر (حسب سیر سابق) براق پر سوار ہو کر تمام آسمانوں (سے اوپر تک) کی سیر فرمائی۔ (اور اسی سفر میں) نماز فرض ہوئی۔

اور ترپین برس کی عمر مبارک میں بروز دوشنبہ ۷ ربیع الاول کو آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوشنبہ ہی کو آپ مدینہ منورہ پہنچے۔ اور پورے دس برس یہاں قیام رہا اور یہیں وصال شریف بھی ہوا۔ اس میں (یعنی تاریخ ہجرت و وفات و دخول مدینہ کی تعیین میں) مورخین کا اختلاف ہے۔ ہم نے ان تواریخ سے جو ہمارے ذہن میں تھیں اپنی کتاب ''عیون الاثر'' میں وہی ذکر کی ہیں، (دیگر امور ہائے متعلقہ تبلیغ و سیاست ہائے مدن کے علاوہ) اس دس سالہ مدت کے زمانہ میں آپ نے (بنفس نفیس) پچیس جنگیں لڑی ہیں۔ (بعض ائمہ مغازی و سِیَر) کہتے ہیں کہ ستائیس جنگیں لڑی ہیں، جن میں سے سات میں آپ کو شدید لڑائی لڑنا پڑی (وہ یہ ہیں):

۱۔ بدر	۲۔ احد	۳۔ خندق	۴۔ بنو قریظہ
۵۔ بنو مصطلق	۶۔ خیبر	۷۔ حنین	۸۔ طائف(2)

بعض (آئمہ مغازی) نے فرمایا کہ وادی القریٰ اور غابہ میں بھی قتال وقوع میں آیا تھا۔

(نیز اسی دس سالہ دور میں) پچاس کے لگ بھگ آپ نے (حسب موقعہ) مختلف فوجی دستے بمقابلہ دشمن روانہ فرمائے(3)۔

سید عالم ﷺ نے حج کی فرضیت کے بعد صرف ایک مرتبہ حج فرمایا ہے (جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے) اور فرضیت سے پہلے دو مرتبہ حج فرمایا۔

آخری حج کی کیفیت

سید عالم ﷺ حجۃ الوداع کے لیے تیل، خوشبو، کنگھی استعمال فرما کر دن کے وقت روانہ ہوئے،

1۔ یہ شہر ''موصل'' سے چھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ موصل سے شام کو جاتے ہوئے راستہ پر آتا ہے۔ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ الآیہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

2۔ اس جگہ امام ابن الناس قدس سرہٗ سے تسامح ہو گیا ہے یا سہو ناسخ ہے کیونکہ سات کہہ کر آٹھ کی تعداد بتا گئے ہیں۔ (نوٹ) علامہ نووی قدس سرہٗ نے ایسی جنگوں کی تعداد نو بتائی ہے۔ مذکورہ کے علاوہ فتح مکہ کو بھی انہوں نے شمار کیا ہے۔

3۔ امام نووی قدس سرہٗ نے ایسے لشکر جن میں آپ بنفسِ نفیس شریک نہیں ہوئے، کی تعداد چھپن بتائی ہے۔

اور رات (مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر) ذوالحلیفہ (1) میں بسر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک پیغامبر نے مجھے یوں کہا کہ اس وادی میں نماز پڑھیے اور حج وعمرہ دونوں کی نیت فرمایئے۔ چنانچہ آپ نے قِران (یعنی حج وعمرہ دونوں) کی نیت سے احرام باندھا۔ پھر آپ اتوار کی صبح کو ''کوہِ کدا'' کی بالائی گھاٹی کے راستہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور طوافِ قدوم (2) فرمایا جس میں تین چکروں میں ''رمل'' (3) فرمایا اور چار میں آہستہ اور معمول کے مطابق مشی فرمائی، پھر آپ نے سوار ہو کر صفا و مروہ کی سعی (4) فرمائی۔ (سعی سے فراغت کے بعد) آپ نے حکم فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی کے جانور نہیں ہیں وہ احرام سے نکل آئیں۔ پھر آپ نے ''کوہِ حجون'' کی بالائی جانب قیام فرمایا۔ پھر آپ یوم ترویہ (یعنی آٹھویں ذوالحجہ) کو منیٰ کی طرف روانہ ہوئے، اور یہاں آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور نویں ذوالحجہ کی فجر کی نمازیں ادا فرمائیں اور یہیں رات کا قیام فرمایا۔ نویں تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا۔ تب آپ عرفات کی طرف روانہ ہو گئے اور میدانِ عرفات کی جانب ''وادیٔ نمرہ'' میں نزول فرمایا، جہاں آپ کے قیام کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ نے (مشہور تاریخی) خطبہ (5) حاضرین کے سامنے ارشاد فرمایا (خطبہ سے فراغت کے بعد) پھر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھائیں۔ پھر آپ نے ''مؤقف'' (6) کی جانب روانگی فرمائی۔ یہاں آپ سورج چھپنے تک تکبیر (7) وتہلیل اور دعا وتضرع میں مشغول رہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد پھر آپ عرفات سے مزدلفہ (8) کی طرف روانہ ہوئے۔ اور رات یہاں بسر فرمائی اور یہیں نمازِ فجر ادا فرمائی، اس کے بعد آپ ''مشعرِ حرام'' (9) میں رونق افروز ہوئے۔ پھر سورج

1۔ آج کل یہ مقام بیر علی کے نام سے موسوم ہے۔

2۔ طوافِ قدوم سنت ہے۔ یہ طواف اہل مکہ کے لیے نہیں ہے۔

3۔ اکڑ کر، سینہ تانے ہوئے، کاندھے ہلا ہلا کر چلنے کو رمل کہتے ہیں۔

4۔ صفا و مروہ پر دوڑنے کو سعی کہتے ہیں۔

5۔ وہ مکمل خطبہ مدارج النبوۃ اور دوسری کتب سیر وفضائل میں ملاحظہ کریں۔

6۔ ''مؤقف'' کوہِ عرفات کے دامن میں ہے جسے جبل رحمت بھی کہتے ہیں۔

7۔ یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا، اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

8۔ ''مزدلفہ'' منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے۔

9۔ ''مشعرِ حرام'' مزدلفہ کے درمیان ایک ٹیلے کا نام ہے۔ اب ان مقامات کے فقط نام ہی باقی ہیں، زمانہ نبویہ ﷺ کا نقشہ یکسر بدل چکا ہے۔

نکلنے سے پیشتر منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اور جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں، اور ایام تشریق کے بقیہ تین دنوں میں پیدل تینوں جمرات پر سات سات رمی فرماتے رہے، اور رمی جمار کی ابتداء جمرۂ اولیٰ "جو مسجد خیف کے متصل ہے" سے فرماتے، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر، پھر جمرۂ عقبہ پر۔ آپ نے جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کے پاس نہایت لمبی دعا ارشاد فرمائی (رمی سے فراغت کے بعد) آپ پھر منیٰ میں تشریف لائے اور یہاں اونٹوں کی قربانی فرمائی (قربانی سے فارغ ہونے کے بعد) آپ پھر بیت اللہ میں تشریف لائے اور طوافِ زیارت(1) کے چار چکر لگائے، بعد از طوافِ چاہِ زمزم کے قریب تشریف لائے اور زمزم کا پانی نوش فرمایا، اس کے بعد آپ نے منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور تیسرے دن (تیرہویں ذی الحجہ) روانگی فرمائی اور وادیِ محصب (2) میں قیام فرمایا اور یہیں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ پورا کر لیں۔ پھر آپ نے مکہ میں بیت اللہ شریف کا طوافِ وداع(3) فرمایا۔ اور بعدہٗ کوچ کا حکم فرمایا۔ پھر سب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سراپا مقدس

میانہ قد (نہ بہت دراز اور نہ ہی کوتاہ، بلکہ میانہ مائل بہ درازی) کندھوں کا درمیانی حصہ فراخ، رنگ مبارک گورا مائل بسرخی روشن وتاباں، گیسو مبارک کان کی لوتک، ریش مبارک اور سر مبارک میں تقریباً بیس(5) بال مبارک سفید تھے۔ نورانی و خوبرو چہرہ جو چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ اعضاءِ مقدسہ میں توسط و اعتدال، آپ جب گفتگو فرماتے تو سب پر چھا جاتے اور جب خاموشی اختیار فرماتے تو وقار و ہیبت و بشاشت، اور قریب سے دیکھنے میں ملاحت معلوم ہوتی۔ شیریں کلام تھے۔ پیشانی مبارک چوڑی، باریک و دراز بھویں مبارک، بینی(6) مبارک خوبصورت و دراز تھی (جس کے وسط میں نور درخشاں وتاباں تھا) دہن مبارک فراخ، رخسار مبارک ہموار، دندان ہائے پیشین فراخ،

2۔ یہ طواف، حج کے ارکان و فرائض میں سے ہے۔ اس کا طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ (کتب فقہ)

3۔ "محصب" مکہ اور منیٰ کے درمیان سنگ ریزوں سے اٹی ہوئی ایک جگہ کا نام ہے، اسی کو "خیف بنی کنانہ" وادی بطحا اور ابطح کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے سید عالم ﷺ کو "ابطحی" کہا جاتا ہے۔ اسی وادی میں مشرکینِ مکہ نے بنی ہاشم و مطلب سے مقاطعہ کا عہد و پیمان باندھا تھا۔

4۔ طوافِ وداع کو طوافِ صدر بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف غیر مکی پر واجب ہے۔

5۔ چودہ سر مبارک کے اور چھ داڑھی شریف کے۔ (مفتی احمد یار خاں قدس سرہٗ)

6۔ اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

روشن وتاباں (جن سے بوقتِ تکلم نور چھنتا تھا) ہر دو شانہ کے درمیان مُہرِ نبوت (1)۔ (خلاصہ یہ کہ) جو بھی آپ کو دیکھتا تو بے ساختہ یہی کہتا کہ آپ جیسا دیکھنے میں نہیں آیا۔

اسمائے گرامی

سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: میں ''محمد'' ہوں، میں ''احمد'' ہوں، میں ''ماحی'' ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر مٹائے گا۔ اور میرا نام ''حاشر'' ہے (کیونکہ) میرے قدم پر لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اور میرا نام ''عاقب'' ہے اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ میں ''مقفی'' ہوں (یعنی سب انبیاء کے بعد آنے والا)، اور میرا نام ''نبی توبہ'' اور ''نبی رحمت'' ہے۔ اور صحیح مسلم میں ''نبی الملحمۃ'' مروی ہے (یعنی رسولِ جہاد) ﷺ۔

قرآن کریم میں آپ کے اسمائے گرامی

اور قرآن کریم میں آپ کے اسماء گرامی (اور القاب) یہ ہیں: بشیر، نذیر، سراج منیر (روشن آفتاب)، رؤف، رحیم، رحمۃ للعٰلمین محمد، احمد، طٰہٰ، یٰسین، مزمل، مدثر، عبدہٗ ﷺ، جیسا کہ قرآنِ کریم نے اس آیت میں فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل: 1)

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک''۔

اور ''عبداللہ''۔ جیسے اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو عبداللہ ذکر فرمایا:

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ (جن: 19)

''اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا''۔

اور ''نذیر مبین''۔ جیسے اس آیت میں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ (حجر: 89)

''اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا''۔

اور ''مذکر'' صلی اللہ علیہ وسلم، جیسے اس آیت میں ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ (غاشیہ: 21)

''تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو''۔

1۔ امام نووی کے فرمودات کے ضمن میں مہر نبوت کے متعلق تحقیق گزر چکی ہے۔

ان کے علاوہ(1) قرآن کریم نے اور اسماء بھی ذکر فرمائے ہیں۔ اور ان اسمائے گرامی میں اکثر آپ کی صفات ہیں۔ (جن پر مجازاً اسماء کا اطلاق ہوا ہے)

نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ

حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق مبارکہ کی بابت پوچھا گیا تو موصوفہ نے ارشاد فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ۔

نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ آپ کی ناراضگی قرآن کی ناراضگی کے ساتھ تھی، اور یونہی آپ کی خوشنودی قرآن کی خوشنودی کے ساتھ تھی (یعنی ارتکاب معاصی میں آپ کی ناراضگی تھی اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں آپ کی خوشنودی تھی)

عفوو حلم

اپنی ذات کے لئے نہ تو کبھی انتقام لیا اور نہ ہی غصہ کا اظہار فرمایا، ہاں جب کسی حرمات اللہ (اللہ مجدہٗ کی مقررہ حدود) کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیتے اور پھر ایسے غضب کا اظہار فرماتے کہ کسی کو تاب لانے کی ہمت نہ پڑتی۔

شجاعت وسخاوت

شجاعت وقوت، عزم واستقلال اور دلآوری ان اوصاف میں بھی آپ سب پر فائق تھے۔

(جودِ حقیقی یہ ہے جو بلاعوض وغرض ہو، یہ صفت اللہ تعالیٰ منعم حقیقی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ''جودالاجودین'' صرف نبی کریم ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی ہے)

كَانَ اَسْخَاهُمْ وَاَجْوَدُهُمْ مَاسُئِلَ شَيْئًافَقَالَ لَا۔ (ص۲۱۳)

1۔ جیسے خاتم النبیین، العزیز، الحریص، قَدَمَ صِدق، العروۃ الوثقٰی، الصراط المستقیم، نور، النجم الثاقب، الکریم، النبی، الامی، الحق، شاہد، شہید، البرہان، مبشر، داعی الی اللہ، مہیمن (مدارج جلد اول) ان کے علاوہ یہ اسمائے گرامی بھی قرآن میں پائے جاتے ہیں: ذکر اللہ، کٓھٰیٰعٓصٓ۔ مؤخر الذکر سے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کے چہرۂ انور کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے:

''ک'' گیسو ''ہ'' دہن ''یا'' ابرو آنکھیں ''ع ص''   کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

نیز یہ اسمائے گرامی بھی قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں: اول وآخر، ظاہر وباطن۔ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ہم زمانہ میں سب سے پچھلے اور قیامت میں سب سے اگلے ہیں۔

وہی ہیں اول، وہی ہیں آخر، وہی ہیں باطن وہی ہیں ظاہر۔ انہیں سے عالم کی ابتدا ہے وہی رسولوں کی انتہا ہیں۔

”(چنانچہ) آپ سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جواد تھے، آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے ”لا“ (1) (نہیں) فرمایا ہو“۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی درہم و دینار رات بھر آپ کے دولت خانہ پر رہا ہو (بلکہ جب آتا اسی وقت لوٹا دیتے) ہاں اگر کبھی اتفاقیہ کچھ بچ رہتا اور لینے والا کوئی سائل بھی رات گئے تک نہ آتا تو (بغرض استراحت) اپنے دولت خانے پر اس وقت تک تشریف نہ لاتے جب تک کہ وہ بچا ہوا مال کسی محتاج کو نہ دے لیتے (اس قدر جود و سخا اور ایثار کے باوجود آپ کی زندگی زاہدانہ تھی کہ) اللہ جل مجدہٗ کے دیئے ہوئے میں سے کبھی صرف کھجوریں اور کچھ جو اپنی ازواج کے لئے سال بھر کا گزارہ مہیا فرما دیتے، اور اس میں سے بھی ایثار و سخاوت جاری رہتی۔ اور بسا اوقات یوں بھی ہوتا کہ سال بھر ختم ہونے سے پہلے ہی آپ (بظاہر تعلیم امت کے لئے) تنگدست ہو جایا کرتے تھے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

صدق کلامی، وفا و حیاء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غایت درجہ راست گو، سب سے بڑھ کر مہربان اور حسن وفا و عہد میں سب سے برتر، سب سے بڑھ کر حلیم، اور حسن معاشرت میں سب سے فائق، سب سے بڑھ کر حیادار تھے، حتیٰ کہ خلوت نشین دوشیزہ سے بھی سخت تر حیاء فرماتے تھے۔ (یہی وجہ ہے کہ) نگاہ اقدس نیچی رہتی، اور نیچے نگاہ رکھے رہنا اوپر نگاہ رکھنے سے زیادہ تر (معمول) رہتا، حتیٰ کہ آپ کا بھرپور دیکھنا بھی آنکھ کے کونے سے ہی ہوتا تھا۔

تواضع، شفقت و رحمت

(علوِ مرتبہ کے باوجود) آپ سب سے بڑھ کر متواضع تھے (یہی وجہ تھی کہ) آپ (بلا امتیاز تفاوتِ مراتب) ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے، چاہے دعوت کنندہ مالدار ہوتا یا فقیر بے نوا غلام ہوتا یا آقا۔

1۔ چنانچہ مشہور عربی شاعر حضرت فرزدق قدس سرہٗ آپ کی اس خوبی کو کس عمدگی سے ادا کر رہے ہیں:۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِہٖ   لَوْ لَا التَّشَهُّدُ کَانَتْ لَاءُہٗ نَعَم

اپنی تشہد پڑھنے کے علاوہ آپ نے ”لا“ کبھی نہیں فرمایا۔ اور اگر تشہد نہ ہوتا تو آپ کی ”لا“ بھی ”نعم“ (ہی) ہوتی۔

ایک فارسی شاعر کہتا ہے:۔

نرفت ”لا“ بزبانِ مبارکش ہرگز   مگر باشہدان لاالہ الااللہ

اعلحضرت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ اس مفہوم کو اس طرح ادا فرماتے ہیں:۔

واہ کیا جود و کرم ہے شاہ بطحا تیرا   ”نہیں“ سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(چونکہ ساری مخلوق آپ کی رحمت سے بہرہ اندوز ہے) اسی لئے آپ سب سے بڑھ کر رحیم و شفیق تھے، (انسان تو درکنار جانور بھی آپ کی شفقت و رافت سے بہرہ ور تھے، مثلاً) بلی کے لئے پانی کا برتن اس وقت تک بطور شفقت جھکائے رکھتے جب تک وہ سیر ہو کر نہ پی لیتی تھی۔

حسن معاشرت، عفو

صبر، بردباری اور درگذر کرنے کی صفت میں آپ سب سے آگے تھے، اپنے اصحاب کی عزت افزائی فرماتے، اور ان کے درمیان قدم مبارک دراز نہ فرماتے، اپنے اصحاب کے سامنے اژدھام کی وجہ سے اپنے زانوئے اقدس ہرگز نہ پھیلاتے، جو آدمی آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ سے مرعوب ہو جاتا، اور جسے اکثر باریابی کا شرف حاصل رہا ہوتا تو آپ سے گھل مل جاتا، آپ کے چند ہم جلیس ایسے بھی ہوتے تھے جو ہمہ تن گوش آپ کی کلام مبارک سنتے رہتے تھے، اور جب کبھی آپ کوئی حکم فرما دیتے تو اس کی بجا آوری میں رائی بھر کوتاہی نہ کرتے۔ اپنے ملاقاتیوں سے (پیشتر گفتگو) السلام علیکم سے ابتداء فرماتے۔ اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آتے اور خدمت اقدس سے غائب رہنے والے اصحاب کے بارے میں استفسار فرمایا کرتے۔ علاوہ ازایں اصحابِ کرام کی خبر گیری فرماتے ہی رہتے (مثلاً) مریض کی عیادت فرماتے، مسافر کو اپنی دعا میں یاد فرماتے ، اور جب کوئی غائب ہو جاتا تو اس کے دریافت حال کے لیے اسے بلوا لیا کرتے تھے (جیسے ایک مرتبہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا تھا) اور میت کے لئے دعائے استغفار اور اظہار تعزیت فرماتے۔ جو شخص یہ محسوس کرتا کہ شاید آپ اس پر کبیدہ خاطر ہیں تو (وقت ملنے پر) آپ اس کی دلجوئی کے لئے اس کے گھر جانے سے بھی دریغ نہ فرماتے۔ (بعض اوقات تفریح طبع اور دوسروں کی دلجوئی کی خاطر) اپنے اصحاب کے باغات میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، اور ان کی دعوت قبول فرمایا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ بزرگوں کی عزت افزائی فرماتے، وضعدار لوگوں کی دلجوئی فرماتے، (بوقت عرض ومعروض) کسی سے بیزاری کا اظہار نہ فرماتے بلکہ کشادہ روئی سب کے لئے عام تھی۔ (کسی لغزش پر) عذر خواہ کا عذر قبول فرماتے۔ (التفات وعنایت کے لحاظ سے) آپ کی مجلس میں سب برابر تھے۔ (اسی متواضعانہ شان کی بناء پر) اپنے پیچھے کسی کو چلنے کی اجازت نہ فرماتے، اور یوں ارشاد فرما کر چلنے والے کو مطمئن فرما دیتے کہ میری پشت فرشتوں کے لئے چھوڑ دو، (یونہی) جب آپ سواری پر کہیں تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنے ساتھ کسی اور کو بھی ردیف بنا لیتے۔ اور اگر کوئی شخص (از راہ ادب)

آپ کے پیچھے سوار ہونے سے انکاری ہوتا تو آپ فرماتے کہ اچھا تم جائے مقررہ پر پہنچو (میں بھی تمہارے پیچھے آہی گیا)

(بسا اوقات) آپ اپنے خدام کی خدمت فرماتے ، (مثلاً) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی گھریلو اور مسافرانہ زندگی میں دس سال خادم کی حیثیت سے مصاحبت اختیار کی، مگر اس دوران میں، مجھ سے زیادہ آپ نے خدمت فرمائی، (یعنی عنایت، کرم، مہربانی، کام میں ہاتھ بٹانا وغیرہ) اور اس دس سالہ دور میں آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ فرمائی، اور نہ کبھی یوں فرمایا کہ (انس!) تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا(1)۔

اور اسی طرح اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے اپنے کھانے پینے اور پہناوے میں کوئی امتیاز نہ برتتے(2)۔

متواضعانہ عادت کریمہ کی ایک نادر مثال

ایک سفر میں آپ نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ کھانے کے لئے ایک بکری درست کرلو۔ اس حکم پر ایک صاحب نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس کا ذبح کرنا میرے سپرد ہے، کھال اتارنا میرے ذمہ ہے، تیسرے صاحب عرض کناں ہوئے پکانا میرے ذمہ ہے۔ اس پر ارشاد فرما ہوئے (اچھا) لکڑیاں چن کرلانا میرے ذمے ہے۔ صحابہ کرام عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! یہ کام بھی ہم خود ہی کرلیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم کرسکتے ہو، مگر میں نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو تم سے ممتاز کروں، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ ایسے بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے رفقاء سے ممتاز بنتا پھرے۔ (چنانچہ) اس کے بعد آپ لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے۔

آپ کی مجلس

نبی اکرم ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا ذکر الٰہی کے بغیر نہ ہوتا تھا، آپ جب کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے تو جو جگہ خالی پاتے وہیں بیٹھ جاتے ، اور دوسروں کو بھی یہی ارشاد فرماتے ، جو لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوتے ان میں ہر ایک ہم نشین یہی سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی معزز نہیں، جو شخص آپ کے پاس (بغرض حاجت یا تعلیم) بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک کہ وہ خود واپس نہ ہو جاتا۔ ہاں (اس دوران) اگر کوئی نہایت لابدی امر پیش آجاتا تو پھر آپ اس سے پوچھ کر تشریف لے

1۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء

2۔ یعنی جو خود کھاتے، پیتے اور پہنتے وہی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو بھی کھلاتے، پلاتے اور پہناتے۔

جاتے، آپ کسی کے سامنے ایسا کام یا گفتگو نہ فرماتے جو اسے ناپسندیدہ ہوتی۔ آپ کسی زیادتی کا بدلہ نہ لیتے تھے بلکہ معاف فرماتے اور درگذر فرمایا کرتے تھے۔

بیمار کی عیادت فرماتے، نادار لوگوں کے ساتھ محبت فرمایا کرتے اور ان کے پاس (ان کی دلجوئی کی خاطر) بیٹھ جایا کرتے، اور (اگر کوئی فوت ہو جاتا تو) اس کے جنازہ میں شرکت فرماتے، اور کسی مفلس کو اس کے افلاس کی وجہ سے کمتر نہ خیال فرماتے، اور نہ (ہی) کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوتے، ہر نعمت اگر تھوڑی ہی ہوتی اس کی تعظیم فرماتے اور اس میں کسی طرح کی نکتہ چینی نہ فرماتے۔ (یہی وجہ ہے کہ) آپ نے کسی کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں بتایا۔ اگر چاہا تو نوش فرمالیا ورنہ ترک فرمادیا۔

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے یہ بھی تھا کہ آپ اپنے پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت فرماتے اور مہمان کی عزت افزائی فرماتے۔

نبی اکرم ﷺ سب سے بڑھ کر تازہ رو اور تبسم کناں تھے۔ آپ کا اکثر وقت اللہ جل مجدہٗ کی عبادت میں یا نہایت اہم امور میں گذرتا تھا۔

آپ کو جب دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے جو زیادہ آسان ہوتی اسے اختیار فرماتے۔ ہاں اگر اس آسان امر میں کسی رشتہ داری کے ٹوٹنے کا احتمال ہوتا تو پھر آپ اس سے کوسوں دور رہتے۔ (پھر بمقابلہ آسان اصعب ہی اختیار فرمالیتے)

آپ کی تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آپ بوقت ضرورت اپنا جوتا خود ہی گانٹھ لیا کرتے تھے اور کپڑوں کو پیوند بھی خود ہی لگالیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح سواری کے لئے گھوڑا، خچر، دراز گوش، جو بھی میسر آتا اس پر سوار ہو جاتے، اور جب سواری فرماتے تو اپنے کسی خادم یا غلام یا ساتھی کو بھی ردیف بنالیتے۔

اور (اسی طرح) اپنی آستین یا چادر کے پلو سے گھوڑے کے منہ سے گرد وغبار دور فرمایا کرتے۔ آپ کے اخلاق جمیلہ سے یہ بھی تھا کہ بدشگونی کو ناپسند فرماتے۔ اور (اس کے مقابلہ میں) فال کو پسند فرمایا کرتے۔

عمدہ بات سننے یا دیکھنے پر آپ کیا ارشاد فرمایا کرتے تھے؟

جب آپ کے پاس اچھی خبر دیکھنے یا سننے میں آتی تو آپ یوں فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (فاتحہ)

”سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا“۔

اور جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھنے یا سننے کو آتی تو اس طرح ارشاد فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

”ہر حال میں سب خوبیاں اللہ کو“۔

کھانا کھا چکنے پر آپ کا طرزِ عمل

جب آپ کھانا تناول فرما لیتے تو یہ دعا (بطور شکرانہ) ارشاد فرمایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَاٰوَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(ص ۲۱۴)

”سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، اور ہمیں پناہ دی اور ہمیں مسلمان بنایا“۔

بیٹھنے کی کیفیت

نبی اکرم ﷺ کا بیٹھنا اکثر قبلہ رو ہوتا تھا۔ اور (بیٹھتے، اٹھتے) ذکر اللہ کی کثرت فرماتے۔ (اکثر) نماز کی ادائیگی لمبی اور خطبہ (جمعہ) مختصر ارشاد فرماتے۔ (خشیت الٰہی سے) آپ کے سینہ (فیض گنجینہ) سے ہانڈی کے جوش کی طرح آواز آیا کرتی تھی۔

وَیَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِأَۃَ مَرَّۃٍ(1)۔

”اور ایک نشست میں سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے“۔

شب و روز کے معمولات

نبی اکرم ﷺ پیر، جمعرات اور ہر ماہ کے تین دن (تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں) اور دسویں محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور جمعہ کے دن بغیر روزہ رہا کرتے تھے، (اور کسی سال پورے ہی

1۔ اس قسم کی عبارات، اور اسی مفہوم کی بعض آیات و احادیث سے بعض ملاحدہ و ملاعنہ نے یہ سخت دھوکا کھایا ہے کہ معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ بھی ”معصیت کار اور گنہ گار تھے“ کہ آپ کو استغفار کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی، رہی یہ بات کہ آپ استغفار کیوں فرمایا کرتے تھے؟ لیجئے، آپ کے استغفار فرمانے کی نفیس ترین حکمت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ ہر آن ترقی مقاماتِ قرب و مشاہدہ میں ہیں۔ (جیسے) وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ جب ایک مقام اجل و اعلیٰ پر ترقی فرماتے (تو) گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس (موجودہ مقام) کے ایک نوع تقصیر تصور فرما کر اپنے رب کے حضور (اپنے خیال سابق سے) توبہ و استغفار لاتے، تو وہ ہمیشہ ترقی، اور ہمیشہ توبہ بے تقصیر (یعنی بغیر گناہ کے) میں ہیں ﷺ (خلاصہ) ہر ایک کی توبہ اس کے لائق ہے جیسے ”حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ“ اچھوں کی نیکیاں بھی مقربین کے ہاں برائیاں ہیں۔“ ماخوذ از رسالہ مبارکہ ”جزا اللہ عدوہ باباٰئہ ختم النبوۃ۔“

مہینہ کے لگا تار رکھتے)

استراحت فرمانے کی کیفیت

كَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ اِنْتِظَارًا لِلْوَحْيِ۔

"نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں مبارک تو آرام فرما ہو جاتیں مگر وحی کے انتظار میں قلب اقدس بدستور بیدار رہتا تھا"۔

آپ بحالت استراحت خراٹے بھرے بغیر زور زور سے سانس مبارک لیا کرتے تھے۔

خواب میں ناپسندیدہ امر دیکھنے پر آپ کی دعا

سید دو عالم ﷺ جب نیند کی حالت میں کوئی غیر پسندیدہ امر ملاحظہ فرماتے تو یہ (دعا) ارشاد فرمایا کرتے:

هُوَ اللّٰهُ لَاشَرِيْكَ لَهٗ۔

"اللہ وہی ہے، اس کا کوئی شریک نہیں"۔

سونے اور بیدار ہونے کے وقت کی دعائیں

نبی اکرم ﷺ جب آرام فرمانے کی غرض سے بستر پر تشریف لاتے تو یہ ارشاد فرمایا کرتے:

رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادُكَ۔ (ص ۲۱۴)

"پروردگار! مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ، جس دن کہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا"۔

اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔

"سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد حیات (بیداری) عطا کی اور آخرت میں اسی کی طرف رجوع ہے"۔

(آپ کے اخلاق و سیرت سے یہ بھی ہے کہ) آپ صدقہ کی کوئی شے نوش نہیں فرماتے تھے اور ہدیہ (تحفہ) قبول فرمالیا کرتے تھے، (پھر) تحفہ پیش کرنے والے کو اپنی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے، نیز زیادہ کھانے کا کوئی شوق نہ تھا۔ اور (بسا اوقات) شدتِ گرسنگی سے شکم اقدس پر (سہارا دینے کے لیے) پتھر باندھ دیا کرتے تھے (جبکہ)

وَاٰتَاهُ اللّٰهُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَلَمْ يَقْبَلْهَا وَاخْتَارَ الْاٰخِرَةَ۔

(ص ۲۱۴)

"اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو ساری زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے کر مالکِ کل بنایا تھا (مگر) آپ نے (دنیوی آسائش کے مقابلہ میں) آخرت کو پسند فرمایا اور ان خزانوں کی چابیاں قبول نہ فرمائیں"۔

ماکولات ومشروباتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بسا اوقات) روٹی کے ہمراہ (سالن کے طور) سرکہ استعمال فرمایا ہے اور (سرکہ کے بارہ میں) فرمایا: سرکہ عمدہ سالن ہے۔

آپ نے مرغ اور بٹیر کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے۔ اور (ترکاریوں میں) کدو اور (گوشت میں) بکری کی ران پسندیدہ تھی۔ اور (روغنیات میں) روغنِ زیتون کھانے اور سر کی مالش کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے، (اور روغنِ زیتون کے فوائد کے متعلق ارشاد فرمایا) کیونکہ یہ بابرکت درخت کی پیداوار ہے۔

(کوئی بھی شے تناول فرماتے وقت) تین انگلیاں استعمال فرمایا کرتے تھے اور (بعدہٗ) انھیں چاٹتے تھے، اور جو کی روٹی چھوہارے کے ہمراہ تربوز، (نیز) شہد اور ہر میٹھی شئے بہت مرغوب تھی، پینے والی ہر چیز بیٹھ کر نوش فرمایا کرتے تھے، اور (کسی عذر کی بناء پر) کھڑے کھڑے بھی پانی نوش فرمایا ہے اور پانی (یا ٹھنڈا دودھ) تین سانس میں نوش فرمایا کرتے تھے اور ہر سانس دہن اقدس برتن سے علیحدہ فرما کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ کوئی بھی پلانے والی چیز اوروں کو پلانا چاہتے تو اپنے دائیں طرف والے کو پہلے سرفراز فرماتے۔

آپ نے دودھ کو بھی نوش فرما کر سرفرازی بخشی ہے۔

کھانا کھانے کی دعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ مجدہٗ نے کھانا کھلایا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْهِ وَاَطْعِمْنَاخَیْرًامِّنْهُ۔ (ص ۲۱۵)

"خداوند! ہمارے اس کھانے میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھلا"۔

دودھ پینے کی دعا

اور (نیز) فرمایا: جسے اللہ جل شانہٗ نے دودھ پینے کو مہیا فرمایا ہے تو وہ دودھ پیتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْهِ وَزِدْنَامِنْهُ۔(ص ۲۱۵)

''اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرما، اور اس سے بھی زیادہ عطا فرما''۔

اور (نیز دودھ کے فوائد وخصائص بیان فرماتے ہوئے) فرمایا: کھانے پینے کا بدل دودھ کے سوا اور کوئی دوسری شئی نہیں ہوسکتی۔

آپ کے ملبوسات

آپ کا پہناوا اُونی کپڑے اور سلائی کیا ہوا جوتا ہوا کرتا تھا اور (جب کبھی لباس استعمال فرماتے تو) لباس پہننے میں اتراتے نہیں تھے۔آپ کا لباسِ پسندیدہ سرخ وسفید دھاریوں والی یمنی چادریں تھیں جبکہ قمیص آپ کو پسند تھی۔

نیا کپڑا پہننے کی دعا

نبی اکرم ﷺ جب کبھی نیا کپڑا استعمال میں لاتے تو یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَااَلْبَسْتَنِیْهِ اَسْئَلُکَ خَیْرَهُ وَخَیْرَمَاصُنِعَ لَهُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّمَاصُنِعَ لَهُ۔(ص ۲۱۵)

''اللہ! تجھی کو سب خوبیاں، کہ تو نے مجھے یہ نیا کپڑا پہنایا، میں اس کی اور جس کام کے لئے یہ ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی شر سے اور جس کام کے لئے یہ ہے اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

آپ کو سبز رنگ کا لباس بہت پسند تھا۔اور بعض دفعہ آپ نے صرف ایک ہی چادر زیب تن فرمائی ہے جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں کے درمیان لے لیتے تھے۔اور جمعہ کے دن سرخ دھاری دار چادریں اور پگڑی استعمال فرماتے۔

نبی اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی جس کا نقش ''محمدرسول اللہ'' تھا۔کبھی تو دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں اور کبھی بائیں کی چھنگلیا میں استعمال فرمائی ہے۔

خوشبو پسند اور ہر طرح کی بدبو ناخوشگوار تھی۔اور فرمایا کرتے! اللہ جل مجدہٗ نے میری پسند و رغبت (منکوحہ) عورتوں اور خوشبو میں پیدا کی ہے۔اور نماز میری آنکھوں کی خنکی بنائی گئی ہے مشک، عنبر اور کافور کی آمیزش سے خوشبو تیار فرما کر استعمال فرماتے یا صرف مشک (کستوری) کا استعمال فرمالیتے، آپ خوشبودار لکڑی (صندل اور عود ہندی وغیرہ) اور کافور ملا کر (جلاتے اور) اس کی خوشبو لیا کرتے تھے۔

سرمہ استعمال کرنے کا طریقہ

نبی اکرم ﷺ آنکھوں میں "اثمد" سرمہ استعمال فرماتے (اور آنکھوں میں تین تین بار سرمہ ڈالتے۔ مگر) کبھی کبھی (یوں بھی استعمال فرمایا کہ) دائیں آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں ڈالتے، نیز بحالت روزہ بھی آپ نے سرمہ استعمال فرمایا ہے۔

ریش اقدس اور سر انور میں ایک دن کے وقفہ سے خوب تیل استعمال فرماتے، اور سرمہ کے استعمال میں طاق عدد کا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

جوتا وغیرہ پہننے کی کیفیت

کنگھی کرنے، جوتا پہننے، وضو فرمانے، اور ان کے علاوہ ہر ایک بات میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو محبوب رکھتے تھے، اور اپنی صورت مبارکہ آئینہ میں ملاحظہ فرماتے۔

دوران سفر آپ کے استعمال کی اشیاء

حضور سید عالم ﷺ جب کبھی کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو تیل کی شیشی، سرمہ دانی، شیشہ، کنگھی، قینچی، مسواک، سوئی دھاگہ، ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

اوقات مسواک

(تمام نمازوں کے علاوہ) شب میں آپ تین دفعہ مسواک استعمال فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ سونے سے پہلے، اور پھر جب رات کو (تہجد اور) وظیفہ کے لئے قیام فرما ہوتے، اور پھر صبح کی نماز کے وقت استعمال فرماتے، اور (تعلیماً للامت حفاظتِ صحت کے لیے) سینگی لگوایا کرتے تھے۔

کیفیت مزاح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب کی دلجوئی کے لیے گاہے گاہے خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے، مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوتی تھی۔ (یعنی) آپ کی مزاح کا مضمون و مفہوم بھی حق اور سچ ہی حق ہوتا تھا۔

۱۔ ایک روز ایک صاحبہ نے درخواست کی کہ مجھے اونٹ کی سواری عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کردوں گا۔ وہ بولی: میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گی۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا: میں تو تجھے اونٹنی کے بچہ پر ہی سوار کروں گا۔ وہ بولی: میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں۔ اس پر حاضرین نے اس سے کہا: اونٹنیاں ہی تو اونٹ جنتی ہیں (یعنی ہر ایک اونٹ اونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے)

۲۔ اسی طرح ایک اور عورت آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئی: یا رسول اللہ ﷺ! میرا شوہر بیمار

ہے اور آپ کی زیارت کا خواہاں ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا تیرا شوہر وہ تو نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ وہ صاحبہ واپس گئیں اور اپنے شوہر کی آنکھ کھول کر دیکھنے لگیں۔ اس پر وہ صاحب بول اٹھے: اری یہ کیا کرتی ہو؟ تو وہ بولی مجھے نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ صاحب کہنے لگے: واہ ری! ایسا بھی کوئی ہے کہ جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔

۳۔ اور یونہی ایک اور صاحبہ نے گزارش کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ تو آپ نے اس سے فرمایا: اے فلانے کی ماں! کوئی بھی بوڑھی عورت بہشتی نہ ہوگی۔ وہ بڑھیا روتے روتے واپس ہونے لگیں تو آپ نے اصحاب سے فرمایا: اس سے فرمادو کوئی بھی عورت کبرسنی میں جنت میں نہیں جائے گی (بلکہ بحالت جوانی جنت میں داخلہ ہوگا)

جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ (واقعہ)

"بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا، تو انہیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پر پیاریاں، انہیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں"۔

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات

۱۔ (نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے جن سے تزوج فرمایا وہ سیدتنا ام المؤمنین) حضرت خدیجہ بنت خویلد سلام اللہ علیہا (ہیں)۔

۲۔ پھر ام المؤمنین سیدتنا سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب آپ پر بڑھاپا غالب آگیا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا تھا۔ اس پر موصوفہ نے اپنی باری حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونپ دی اور عرض کناں ہوئیں: مجھے (اب) مردانہ ملاپ کی کوئی آرزو نہیں، میری تمنا تو صرف یہ ہے کہ میرا حشر (بھی) آپ کی ازواج میں رہے (پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ ترک فرمادیا)

۳۔ حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں (اور اپنے بھانجے حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے) اُم عبداللہ کنیت رکھتی تھیں۔ ان سے نبی اکرم ﷺ نے بعمر چھ یا سات سال ہجرت سے دو یا تین سال قبل عقد نکاح فرمایا، اور (پھر) مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر میں آپ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کی رحلت شریف کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ برس کی تھی۔

وفات وخصوصیات

سن اٹھاون ہجری (بعمر ٦٦ برس) آپ کا وصال شریف ہوا، سنِ وفات بعض اور بھی بتاتے ہیں۔
ان کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی دوشیزہ سے تزوج (مع الزفاف) نہیں فرمایا۔

۴۔حضرت ام المومنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دختر بلند اختر ہیں(1)۔

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں طلاق (رجعی) دی تھی، اس کے بعد جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور حکمِ الٰہی لائے کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیں، اس لیے کہ وہ کثیر الصیام اور قائم اللیل ہیں۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلجوئی وشفقت فرماتے ہوئے رجوع فرمالیں۔

۵۔حضرت ام المومنین سیدتنا ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی (نامور) صاحبزادی ہیں۔ان کا حبشہ میں نبی اکرم ﷺ سے نکاح ہوا۔ جہاں آپ کے نکاح کے وکیل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یا حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے، اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر حضرت نجاشی (شاہِ حبشہ) رضی اللہ عنہٗ نے ادا کیے۔آپ کا وصال شریف ۴۴ھ میں ہوا۔

۶۔ام المومنین سیدتنا ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا کو بھی نبی کریم ﷺ نے اپنے تزوج سے سرفراز فرمایا ہے، آپ کی وفات شریف ۶۲ھ میں واقع ہوئی۔ازواجِ مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نے (۸۴ برس کی عمر شریف میں) وفات پائی۔

بعض نے فرمایا کہ ازواجِ مطہرات میں سب کے بعد ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہوا۔

۷۔ام المومنین سیدتنا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی نبی اکرم ﷺ کے حبالہ عقد سے باریاب ہوئی ہیں۔موصوفہ کی وفات (بابرکات) ۲۰ھ میں پچاس یا ترپن برس کی عمر شریف میں مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔

1۔ام المومنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات شریف ساٹھ برس کی عمر شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ میں ۴۱ھ یا ۴۵ھ یا ۴۷ھ میں واقع ہوئی۔("ماخوذ از مدارج وسیرت رسول عربی")

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا ہی کی وفات واقع ہوئی۔
آپ ہی پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ مسہری (پردہ والی چار پائی) پر اٹھایا گیا۔
۸۔ام المومنین سیدتنا جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا غزوۂ بنو مصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں (تقسیم غنائم کے بعد) حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں۔پھران سے مکاتبت فرمانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ادائیگی زرِ کتابت میں اعانت فرمانے کی گزارش لے کر حاضر ہوئیں،اور تھیں آپ صاحبِ حسن و جمال و پرکشش۔نبی کریم ﷺ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ان سے فرمایا کہ تم اس سے بہتر نہیں چاہتی ہو؟ کہ میں تمہاری طرف سے زرِ کتابت ادا کردوں اور پھر تم سے نکاح کرلوں۔آپ نے اس پیش کش کو قبول کرلیا تو پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف سے زرِ کتابت ادا فرمانے کے بعد ان سے تزوج فرمالیا۔آپ کا ۵۶ھ (یا ۵۰ھ میں ۶۵ برس کی عمر شریف میں) وصال شریف ہوا۔
۹۔ام المومنین سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی دختر،حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں،جنگِ خیبر میں گرفتار ہوکر آئیں تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں آزاد فرما کر پھران سے تزوج فرما لیا،اور آزادی ہی ان کا مہر قرار پایا۔آپ ۵۰ھ میں (بعمر ساٹھ سال) وصال فرماگئیں(1)۔
۱۰۔ام المومنین سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا حارث (عامری) کی دختر،اور (مشہور سپہ سالار سیدنا) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور (نامور فقیہہ و مفسر قرآن) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔
آپ نبی اکرم ﷺ کی آخری زوجہ مطہرہ ہیں (یعنی ان کے بعد نبی کریم ﷺ نے کسی سے عقد نہیں فرمایا۔آپ کی وفات شریف ۵۱ھ میں واقع ہوئی،اور بعض (سیرت نگاروں) کے نزدیک ۶۶ھ میں وصال شریف ہوا۔دوسرے قول کے بموجب آپ آخری زوجہ طاہرہ ہیں جنہوں نے ماسوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سب سے آخر میں وصال فرمایا(2)۔
۱۱۔ام المومنین سیدنا زینب رضی اللہ عنہا خزیمہ بن حارث (عامری) کی دختر ہیں۔آپ ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔آپ سے نبی اکرم ﷺ نے ۳ھ میں عقد فرمایا اور صرف دو تین مہینے نبی

1۔شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے آپ کی وفات شریف کے متعلق چار اقوال تحریر فرمائے ہیں:
(۱) آپ ۳۶ھ یا (۲) ۵۲ھ یا (۳) ۵۵ھ یا (۴) خلافت فاروقی میں رخصت ہوئیں۔رضی اللہ عنہا (مدارج)
2۔ان کی وفات شریف کے متعلق بھی شیخ محقق قدس سرہٗ نے چار اقوال نقل فرمائے ہیں:
(۱) ۶۱ھ (۲) ۶۲ھ (۳) ۶۳ھ (۴) ۳۸ھ میں خلافت علوی کے دوران بشمول ۵۱ھ یا ۶۶ھ آپ کی وفات کے بارے میں کل چھ اقوال ہوئے۔(مدارج جلد دوم)

اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رہنے پائی تھیں کہ (اوائل ۴ھ میں بعمر تیس برس) وصال فرما گئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں رخصت ہوئیں۔ باقی ازواج وہ ہیں جن کی موجودگی میں سید عالم ﷺ رخصت فرما ہوئے۔

(مذکورہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد متفق علیہ ہے)

مطلقات النبی ﷺ

(وہ خواتین جن سے حضور اکرم ﷺ کی نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد، قبل از دخول یا بعد از دخول مفارقت واقع ہوئی)

۱۔ فاطمہ بنتِ ضحاک (کلابیہ) سے بھی نبی اکرم ﷺ نے عقد فرمایا تھا۔ پھر جب آیہ تخییر کا نزول ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اسے اختیار دیا (کہ اللہ جل مجدہٗ اور رسول کریم ﷺ کو پسند کرے یا دنیا کو) تو اس نے دنیا کو پسند کیا تھا پھر جب آپ نے اسے علیحدہ فرما دیا تو (آخر کار اس کا حال اس حد تک پہنچا کہ) مینگنیاں چنا کرتی تھی۔ اور (جب کوئی اس کا حال پوچھتا تو) کہا کرتی تھی:

اَنَا الشَّقِیَّۃُ الَّتِی اِخْتَرَتِ الدُّنْیَا۔

''میں وہ بدبخت عورت ہوں جس نے (اللہ و رسول پر) دنیا کو اختیار کیا تھا۔ رضی اللہ عنہا''۔

(قبل از دخول جن سے مفارقت بذریعہ وفات یا طلاق واقع ہوئی وہ یہ ہیں)

۲۔ حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی خواہر، اساف بنت خلیفہ (کلبیہ رضی اللہ عنہا) سے بھی تزوج فرمایا تھا (مگر یہ دخول سے قبل ہی وفات پا گئی تھیں)

۳۔ (اسماء یا سنا) بنت صلت (اسلمیہ) سے بھی عقد ہوا (اور یہ بھی) دخول سے قبل وفات پا گئیں (رضی اللہ عنہا)

(تزوج بذریعہ ہبہ ہوا، مگر عدمِ قبولیت کی بنا پر دخول نہ ہوا۔ ''شیخ محقق قدس سرہٗ'')

۴۔ خولہ بنت ہذیل یا خولہ بنتِ حکیم سے بھی (بذریعہ ہبہ) عقد فرمایا۔ انہی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہبۃً پیش کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امِ شریک تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کے طور پیش کیا تھا۔ (رضی اللہ عنہا)

۵۔ اسماء بنت کعب جونیہ سے بھی عقد فرمایا (مگر) قبل از دخول طلاق دے دی۔

۶۔ عمرہ بنتِ یزید بن جَون کلابیہ سے بھی تزوج ہوا۔ اور ان سے بھی بذریعہ طلاق قبل از دخول مفارقت

واقع ہوگئی۔

۷۔عالیہ بنت ظبیان سے بھی عقد ہوا اور قبل از دخول مفارقت واقع ہوگئی۔

۸۔قبیلہ غفار کی ایک عورت سے بھی تزوج فرمایا۔جب ان کے زیریں حصہ میں برص کے داغ ملاحظہ فرمائے تو قبل از دخول ان سے بھی علیحدگی فرما کر انہیں ان کے قبیلہ میں پہنچا دیا۔

۹۔امیمہ (نام کی ایک خاتون) سے بھی تزوج فرمایا۔پھر جب نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے قرب سے سرفراز فرمانا چاہا تو وہ کہنے لگی:میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: (اچھا!) اللہ نے تجھے پناہ دے دی۔(جاؤاب) اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔

۱۰۔ایک اور عورت مُلکیہ (بنت کعب) لیثیہ سے بھی عقد فرمایا۔(پھر قبل از دخول اس سے جُدائی واقع ہوگئی) بعض کہتے ہیں اسی عورت نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔پھر آپ نے اسے علیحدہ فرمادیا۔

۱۱۔اسی طرح ایک اور عورت کے لیے آپ نے اس کے باپ کے پاس بغرضِ خواستگاری جب پیام بھیجا تو اس کے باپ نے اس کی تعریف کے قصد سے کہا کہ وہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت میں (تو) اللہ جل شانہٗ کے ہاں کوئی خوبی نہیں۔چنانچہ آپ نے خواستگاری ترک فرمادی(1)۔(یہ وہ عورت ہے جس سے قبل از نکاح مفارقت واقع ہوئی)

ازواج مطہرات کا مہر

ام المومنین سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ماسوا(2) سب ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا۔

1۔رسول کریم ﷺ سے منسوبہ خواتین کی کل پانچ قسمیں بنتی ہیں:

ا۔جو نکاح میں آئیں اور آپ سے پہلے حیات طیبہ میں ہی وصال فرما گئیں۔ایسی دو ہیں:

(۱) ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

۲۔جو نکاح میں آئیں اور آپ کے وصال شریف کے بعد فوت ہوئیں۔ایسی صاحبات نو ہیں۔

۳۔وہ جن سے نکاح تو ہوا مگر دخول نہ ہوا۔ ۴۔وہ جن کو نکاح کا پیام دیا مگر نکاح کی نوبت نہ آئی۔

۵۔وہ جنہوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔

موخر الذکر تین اقسام کی تعداد میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔متفق علیہ گیارہ ازواج ہیں، چھ قرشیہ اور چار عربیہ قرشیہ اور ایک غیر عربیہ اسرائیلیہ رضی اللہ عنہن۔(ماخوذ بتصرف از مدارج وسیرت رسول عربی)

2۔اس لیے کہ سیدتنا صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ان کا عتق تھا اور سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار تھا، جسے حضرت نجاشی (شاہ حبشہ) رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ادا کیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کی اولاد امجاد

فرزندگانِ سید عالم ﷺ

۱۔حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے سب سے پہلے فرزند ہیں۔(جو قبل از نبوت متولد ہوئے) نبی اکرم ﷺ کی ''ابوالقاسم'' کنیت انہی کے نام پر ہے۔

۲۔حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، ان کا طیب و طاہر لقب ہے۔بعض (اہل سیر) کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لقب صرف طاہر ہے۔طیب آپ کے ایک اور فرزند کا نام ہے۔

۳۔حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ مدینہ منورہ میں حضرت سیدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے متولد ہوئے اور دو ماہ دس دن یا سات ماہ یا آٹھ ماہ کے بعد وصال فرما گئے۔

دخترانِ سید عالم ﷺ

۱۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۲۔سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

سب دخترانِ کرام نے زمانہ اسلام پایا ہے۔اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب صاحبزادگاں بچپن میں قبل از اسلام وصال فرما گئے۔حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ماسوا آپ کی ساری اولاد سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے ہے۔حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی تمام اولاد امجاد نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی رخصت ہو گئی تھی۔اور حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے وصال شریف کے بعد سات ماہ تک زندہ رہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت سیدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا، جن سے ایک فرزند ''علی'' نام کے اور ایک دختر امامہ تھیں۔آپ کے صاحبزادے علی رضی اللہ عنہ نے حدِ بلوغ کے قریب رحلت فرمائی۔اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تزوج فرمایا۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) پھر حضرت مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اور ان سے یحییٰ نام

کے ایک فرزند متولد ہوئے۔

سیدہ رُقیہؓ رضی اللہ عنہا

آپ کا امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا، جن سے ایک لڑکا متولد ہوا جن کا اسم گرامی عبد اللہ تھا۔ جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح بدر کی بشارت لے کر (مدینہ) آئے۔ اسی روز حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

(اصل نام آمنہ ہے) حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال شریف کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اور آپ ہی کے ہاں شعبان 9ھ میں آپ کا وصال شریف ہوا۔ ان سے پہلے آپ عُتیبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

آپ کی اولاد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین فرزند اور تین دختر تھیں:

فرزند

۱۔ حضرت امیر المومنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت سیدنا امام محسن رضی اللہ عنہ

دختران

۱۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا　　　۲۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ جن سے علی نام کے ایک فرزند متولد ہوئے۔ اور انہی کے ہاں وصال فرما گئیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں جن سے زید نام کے ایک فرزند پیدا ہوئے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد ان سے

حضرت عوف بن جعفر رضی اللہ عنہما نے نکاح فرمایا۔ پھر ان کے بعد انہیں کے برادر حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہما نے ان سے تزوج فرمایا۔ پھر ان کے بعد ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے عقد فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچے اور پھوپھیاں

(سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیارہ چچے تھے)

۱۔ حارث ۲۔ قثم ۳۔ زبیر ۴۔ حمزہ رضی اللہ عنہ ۵۔ عباس رضی اللہ عنہ

۶۔ (کنیت) ابوطالب (اصلی نام) عبدمناف ۷۔ (کنیت) ابولہب (اصلی نام) عبدالعزّیٰ

۸۔ عبدالکعبہ ۹۔ حجل (لقب) مغیرہ (اصلی نام) ۱۰۔ ضرار ۱۱۔ غیداق

(سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں)

۱۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۲۔ عاتکہ ۳۔ اروی ۴۔ امیہ (1)

۵۔ برہ (2) ۶۔ ام حکیم بیضا

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں میں سے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام تھیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

۱۔ حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، آپ حضرت اسامہ (حبُّ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے والد گرامی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے غلام تھے۔ بعدہٗ ان کو آزاد فرمادیا تھا۔

۲۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابوکبشہ سلیم رضی اللہ عنہ، آپ کو جنگِ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرمادیا تھا۔ جس دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ وہی دن آپ کی وفات شریف کا ہے۔

۴۔ ایک اور غلام انیسہ تھے جن کو آپ نے آزاد فرمادیا تھا رضی اللہ عنہ۔

1۔ امام نووی قدس سرہٗ نے تہذیب الاسماء میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں امیہ کا نام امیمہ بتایا ہے۔

2۔ امام نووی قدس سرہٗ نے برہ کا نام مرہ لکھا ہے۔

۵۔آپ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک حضرت صالح ملقب بہ شقران رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض (ائمہ سیر) کہتے ہیں کہ آپ اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے ترکہ سے ان کے وارث ہوئے تھے اور بعض نے فرمایا کہ ان کو حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حضور نذرانہ پیش کیا تھا۔

۶۔انہی آزاد کردہ غلاموں سے ایک رباح نوبی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷۔ایک یسار نوبی رضی اللہ عنہ جن کو بنو عُرنیہ کے منافقوں نے (چراگاہ میں) شہید کیا تھا۔

۸۔ایک اور غلام ابو رافع اسلم رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا۔پھر جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خوشخبری سنائی تو آپ نے ان کو آزاد فرما دیا تھا اور ساتھ ہی اپنی باندی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے ان کا عقد فرما دیا، جن سے (رافع اور) عبید اللہ متولد ہوئے۔

حضرت عبید اللہ ابن ابی رافع رضی اللہ عنہما حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاتب (سٹینوگرافر) تھے۔

۹۔ایک اور غلام ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۰۔آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ جو شام میں (سکونت پذیر ہوئے اور وہیں) فوت ہوئے۔

۱۱۔انہی غلاموں میں سے ایک رافع رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کے پاس آنے سے قبل سعید بن عاص کے غلام تھے۔

۱۲۔ایک اور غلام مدعم رضی اللہ عنہ ہیں۔انہیں حضرت رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا۔آپ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تھے۔

۱۳۔کرکرۃ نوبی رضی اللہ عنہ، جن کو ہوذہ بن علی (حاکم یمامہ) نے پیش کیا تھا۔

۱۴۔انہی غلاموں سے ایک حضرت بلال بن یسار کے دادا حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۵۔اسی طرح حضرت عبید رضی اللہ عنہ موالی میں سے ہیں۔

۱۶۔حضرت طہمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسے ہی غلاموں میں سے ہیں۔

۱۷۔انہی غلاموں میں سے حضرت مابور قبطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کو مقوقس (شاہِ مصر) نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

۱۸۔اسی طرح ایک حضرت واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۱۹۔اسی طرح ایک حضرت واقد رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی غلاموں میں سے ہیں۔

۲۰۔حضرت ہشام رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کے غلاموں سے ہیں۔

۲۱۔انہی غلاموں میں سے ایک اموالِ ''فیٔ'' سے حاصل شدہ حضرت ابوضمیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۲۔حضرت حنین رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح آپ کی غلامی سے مشرف تھے۔

۲۳۔اور یونہی ایک حضرت ابوعسیب احمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۴۔ایک اور غلام ابوعبید رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۵۔ایسے ہی غلاموں سے ایک حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔آپ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس شرط پر آزادی دی تھی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی ہمیشہ خدمت بجالایا کریں گے۔اس پر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جناب! آپ اگر شرط نہ بھی لگاتیں تو میں رسول اللہ ﷺ سے کبھی بھی علیحدہ نہ ہوتا۔حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام رباح یا مہران ہے۔

۲۶۔ایک اور غلام حضرت ابوہند رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۷۔انہی غلاموں سے ایک حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ ہیں جو حُدِی خواں تھے۔

۲۸۔ایسے ہی غلاموں سے ایک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ائمہ سیر نے مذکورۃ الصدر موالی کے علاوہ اور بھی کہیں زیادہ ذکر فرمائے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی باندیاں

۱۔(سید عالم ﷺ کی آزاد کردہ لونڈیوں میں سے) ایک حضرت ام رافع سلمیٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۔آپ کی ایک باندی حضرت ام ایمن برکت حبشیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ کو اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کی میراث سے ملی تھیں۔انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی گود میں لے کر پرورش کیا ہے۔

۳۔حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

۴۔حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

۵۔حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا

۶۔حضرت خضرہ رضی اللہ عنہا

۷۔حضرت رضویٰ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کے خدّام

۱۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت ہند بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت اسماء بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ

۴۔حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

۵۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۶۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۷۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ

۸۔حضرت سعید رضی اللہ عنہ

۹۔حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ذی مخمر رضی اللہ عنہ

۱۰۔حضرت کبیر بن شداخ رضی اللہ عنہ

۱۱۔حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

پاسبانِ(1) بارگاہِ رسالت

(مختلف اوقات میں سید عالم ﷺ کی نگہبانی کی خدمت سرانجام دینے والے حضراتِ قدسیہ میں سے)

۱۔حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے غزوۂ بدر میں نبی اکرم ﷺ کی نگہبانی کے فرائض سرانجام دیے تھے(2)۔

۲۔حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں نبی رحمت ﷺ کی پاسبانی کی سعادت حاصل کی ہے۔

۳۔(اسی طرح) حضرت سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ احد میں حضور اکرم ﷺ کے پہریدار تھے۔

۴۔غزوۂ خندق میں سید عالم ﷺ کی پاسبانی کے فرائض سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیے

1۔آج کل کی فوجی زبان میں جس کو "باڈی گارڈ" کہا جاتا ہے۔

2۔ اسی طرح حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی یوم بدر میں سید عالم ﷺ کے محافظ و پاسبان تھے۔

تھے۔

۵۔غزوۂ خیبر میں حضور اکرم ﷺ کی پاسبانی حضرت سیدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دی تھی۔

۶۔اور اسی طرح غزوۂ خیبر میں حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی سید عالم ﷺ کے پاسبان تھے۔

۷۔(اسی طرح) غزوۂ خیبر میں حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم ﷺ کے محافظ رہ چکے ہیں۔

۸۔غزوۂ وادی القریٰ میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کے پہرے دار تھے۔

پھر جب آیہ کریمہ:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (مائدہ:67)

''اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔(الخ)''

اتری، تو پھر آپ نے پاسبانی کے فرائض سرانجام دینے والے اصحاب کرام کو سبکدوش فرمادیا۔

سلاطین کے نام فرامین کی ترسیل

(مختلف اطراف واکناف کے والیانِ سلطنت کی جانب سید عالم ﷺ نے مختلف حضرات کو بطور سفیر و قاصد بنا کر اپنے فرامین و مکاتیب روانہ فرمائے۔)

چنانچہ ان میں سے ایک حضرت اصحمہ یا عطیہ نجاشی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی طرف حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو بھیجا جب مکتوب(1) گرامی حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ کو ملا تو انہوں نے (ازراہِ ادب و تعظیم) اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔(اور مکتوبِ گرامی میں لکھی ہوئی دعوت کو صدق دل سے قبول کیا بعدہٗ) ہجرت کے نویں سال آپ سرورِ عالم ﷺ کے حین حیات میں وصال فرما گئے اور (مدینہ منورہ میں) نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

مکتوب گرامی بنام ہرقل شاہِ روم

ہرقل قیصر روم کی طرف حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا (جب اسے مکتوب گرامی کے مضمون سے آگاہی حاصل ہوئی تو) اس کے دل میں سرور عالم ﷺ کی حقانیت راسخ ہوگئی اور اسلام کے صدق کا قائل ہوگیا مگر اس کی رومی رعایا نے اس کی

1۔شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ یہ مکتوب گرامی اب تک حبشہ کے شاہی متروکات میں محفوظ ہے۔(مدارج شریف)

موافقت نہ کی اور یہ زوالِ مملکت کے خوف سے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے رک گیا۔

مکتوب گرامی بنام کسریٰ شاہِ فارس

ایک نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حُذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسریٰ شاہِ فارس کی جانب روانہ فرمایا۔ جب مکتوب گرامی پڑھا گیا تو کسریٰ نے نامہ مبارک پارہ پارہ کردیا۔ (جب نبی غیب دان ﷺ کو خبر ہوئی تو) آپ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ اس کے ملک کو ہر طرح سے پارہ پارہ کردے۔ (چنانچہ جیسے ارشاد فرمایا تھا ویسے ہی ظہور میں آیا کہ ان کی سلطنت وشوکت جاتی رہی اور اب وہ سلطنت صدیوں سے مسلم قوم کے زیرنگیں ہے)

مکتوب گرامی بنام مقوقس شاہِ مصر

انہی سفیرانِ بارگاہِ رسالت میں سے ایک حضرت سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ہیں جو نامہ مبارک(1) مقوقس کے پاس لے گئے تھے، مقوقس اسلام لانے کے قریب تھا (مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور یہ اسلام کی نعمت سے سرفراز نہ ہوسکا) پھر اس نے نبی کریم ﷺ کے لیے دو کنیزیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن شیریں اور ایک سفید خچر جسے دُلدُل کہا جاتا ہے۔ ایک ہزار دینار اور بیس کپڑے بطور ہدیہ روانہ کیے۔

مکتوب گرامی بنام والیانِ عمان

انہی سفراء کرام میں سے ایک حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے والیانِ عمان جیفر وعبد پسرانِ جلندی کی جانب مکتوبِ گرامی دے کر روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ مکتوبِ گرامی ملنے پر دونوں مشرف باسلام ہوگئے اور دونوں نے تنہائی میں (اس) صدقہ وحکمرانی کے متعلق باہم مشورہ کیا (جو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی رحلت تک وہیں مقیم رہے۔ انہی سفراء عظام میں سے ایک حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو شاہِ یمن حارث حمیری کی جانب مکتوب گرامی لے کر گئے تھے۔ اور انہی سفیروں میں سے ایک حضرت علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ ہیں جو منذر بن ساوی حاکم بحرین کی طرف نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ چنانچہ حاکم مذکورہ مکتوب گرامی ملنے پر مشرف باسلام ہوگئے (رضی اللہ عنہ)۔ انہی سفراء کرام میں سے ایک حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی

1۔ یہ نامہ مبارک ترکیہ کے شاہی تبرکات میں اب تک محفوظ ہے۔

اللہ عنہ ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے (بلا مکتوب بغرض تبلیغ) یمنیوں کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ (چنانچہ دونوں حضرات کی مجاہدانہ تبلیغ سے) تمام اہل یمن مع بادشاہ و امراء اسلام لے آئے۔

مکتوب گرامی بنام حارث بن ابی شمر غسانی

انہی سفراء قدسیہ سے ایک حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو مکتوب گرامی دے کر حارث بن ابی شمر غسانی، جو شام کے صوبہ ''بلقاء'' کا گورنر تھا، کی طرف روانہ فرمایا۔ (جب مکتوب گرامی اسے دیا گیا) تو اس نے پڑھ کر زمین پر پٹخ دیا (اور ناگفتہ بہ باتیں بکیں) پھر کہنے لگا: میں ابھی پہنچ کر اس کا خاتمہ کرتا ہوں مگر قیصر رومی نے اسے اس (ناپاک جسارت) سے باز رکھا۔

مکتوب گرامی بنام ہوذہ بن علی حاکم یمامہ

انہی قاصدوں میں سے ایک حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے حاکم یمامہ کی طرف مکتوب گرامی دے کر روانہ فرمایا تھا۔ (ہوذہ نے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا) آپ کی دعوت و تبلیغ کا کیا ہی عمدہ طریقہ ہے (میں اسے قبول تو کرلوں لیکن وجہ یہ ہے کہ) میں اپنی قوم کا شاعر و خطیب ہوں (جس کی وجہ سے اہل عرب کے دل میں میرا مقام ہے) لہٰذا آپ اپنے مقبوضہ شہروں میں سے بعض کے حل و عقد کا اختیار و اقتدار میرے سپرد فرمائیے۔ (چنانچہ نبی کریم ﷺ کو جب اس کا خط جس میں امارت و حکومت کا مطالبہ کیا گیا تھا، موصول ہوا) تو آپ نے (کھلے بندوں) انکار (1) فرمادیا۔ (اور یوں) ہوذہ اسلام کی سعادت سے باریاب نہ ہوسکا۔

کاتبانِ بارگاہِ رسالتمآب ﷺ

۱۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
۲۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۳۔ امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
۴۔ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ

1۔ حاکم مذکور اگر اپنے ہی دائرۂ کار کا انتظام و انصرام اپنے ہی پاس رہنے کا مطالبہ کرتا تو قاسم نعمت ﷺ ضرور اس کی گزارش قبول فرماتے، مگر نالائق نے اپنے خیال میں اپنے بغیر کسی اور کو اہل ہی نہ جانا۔ اور تباہ ہوا۔

۹۔ حضرت سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت سیدنا حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ)

۱۲۔ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

بارگاہِ رسالت ﷺ کی طرف سے مجرموں کو سزا دینے والے اصحاب کرام

(مشرکوں، کافروں کی) نبی اکرم ﷺ کی طرف سے گردنیں مارنے پر (حسب ذیل) یہ حضرات متعین تھے۔

(نیز محدودین و مجرمین پر حد قائم کرنے اور جرم کی سزا دینے پر بھی یہی حضرات مامور تھے)

۱۔ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت سیدنا عاصم بن عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ (وغیرہم)

خفیہ امور کے بارے میں مشیرانِ بارگاہِ رسالتمآب ﷺ

(حسب ذیل نفوسِ قدسیہ کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انہیں خاص اسرار و اہم امور کے بارے میں مالکِ کونین دانائے کل سرورِ عالم ﷺ مشورہ کے لیے طلب فرماتے رہے ہیں۔ یہ حضرات گویا نبوی پارلیمنٹ کے ارکان تھے):

۱۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۴۔ سیدنا عم النبی ﷺ حضرت حمزہ (بن عبد المطلب) رضی اللہ عنہ

۵۔ سیدنا و مولانا حضرت جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ

۶۔ سیدنا و مولانا حضرت زبیر (بن عوام) رضی اللہ عنہ

۷۔ سیدنا و مولانا حضرت مقداد (بن عمرو کندی) رضی اللہ عنہ

۸۔ سیدنا و مولانا سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ

۹۔سیدنا و مولانا حضرت حذیفہ (بن یمان) رضی اللہ عنہ

۱۰۔سیدنا و مولانا حضرت (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۱۔سیدنا و مولانا صاحب سر رسول ﷺ حضرت عمار (بن یاسر) رضی اللہ عنہ

۱۲۔سیدنا و مولانا حضرت بلال(1) (بن رباح) رضی اللہ عنہ

مبشر بالجنۃ کا اعزاز حاصل کرنے والے نفوس قدسیہ

۱۔سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۲۔سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۳۔سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

۴۔سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہ

۵۔سیدنا و مولانا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

۶۔سیدنا و مولانا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۷۔سیدنا و مولانا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

۸۔سیدنا و مولانا حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

۹۔سیدنا و مولانا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

۱۰۔سیدنا و مولانا حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (2)

نبی اکرم ﷺ کے مواشی

حضور نبی کریم ﷺ کے دس گھوڑے شمار کیے گئے ہیں، جن کے شمار میں اختلاف ہے:

۱۔ایک ''سکب'' نام کا گھوڑا تھا، جو سیاہ مائل بسرخی، اور سفید پیشانی، ہاتھ پاؤں کی سفیدی والا تھا۔اس کا دایاں ہاتھ سفید نہیں تھا۔اس گھوڑے کو آپ نے جنگ احد میں استعمال فرمایا ہے۔

۲۔''مُرتَجِز'' یہ وہ گھوڑا ہے جس کی (خریدنے کے بعد بوقتِ قبضہ) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شہادت دی تھی۔

۳۔''لِزاز'' اسے مقوقس (شاہِ مصر) نے ہدیۃً بھیجا تھا۔

1۔امام ابن سید الناس قدس سرہ نے صرف ان حضرات کا احصار فرمایا ہے ورنہ آپ کے مشیرانِ کرام اور بھی بے شمار ہیں جیسے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

2۔یہ دس نفوس قدسیہ وہ ہیں جن کا جنتی ہونا قطعی الثبوت ہے۔

۴۔ ''لُحَیف'' اس گھوڑے کو ربیعہ بن ابی البراء نے تحفہ کے طور پیش کیا تھا۔
۵۔ ''ظَرِبْ'' اسے حضرت فروہ جذامی نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔
۶۔ ''ورد'' اس کو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ تحفہ کے طور پر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لائے تھے۔
۷۔ ''سبحہ'' (اس کا نام امام نووی نے شنجہ لکھا ہے)
۸۔ ''مرواح''
۹۔ ''بحر'' (1) اسے نبی اکرم ﷺ نے یمنی تاجروں سے خرید فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ مسابقت (مقابلۃً دوڑانا) فرمائی۔ اور یہ تینوں مرتبہ سب سے آگے رہا۔ (غالباً دوڑانے کے بعد) نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اس کی پیشانی پر پھیر کر فرمایا:

ما انت الا بحر۔ روانی میں تُو تو سمندر ہے۔

(نوٹ:۔ امام نے دسویں گھوڑے کا نام نہیں بتایا۔ شیخ محقق قدس سرہٗ نے آپ کے دسویں گھوڑے کا نام ''ضریس'' بتایا ہے)

نبی اکرم ﷺ کے خچر

رسول اکرم ﷺ کی تین عدد خچریں تھیں:

ا۔ ''دُلدُلْ'' اسے مقوقس نے ہدیہ کے طور پر پیش کیا تھا۔ یہ پہلا خچر تھا جسے آپ زمانہ اسلام میں سواری کے کام میں لائے۔
۲۔ ''فِضہ'' یہ خچر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبہ فرمادیا تھا۔
۳۔ ''ایلیہ'' اس کو حاکم ''ایلہ'' نے ہدیہ کے طور بھیجا تھا۔

دراز گوش

نبی اکرم ﷺ کا ''یعفور'' نامی ایک دراز گوش (گدھا) بھی تھا۔ گائے، بھینس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں کہ ان میں سے بھی کچھ رکھتے تھے یا نہیں۔

(مدینہ منورہ کے نواح میں) مقام ''غابہ'' میں آپ کی بیس دودھیل اونٹنیاں تھیں۔ جنہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو عقیل کے جانوروں سے حاصل کر کے آپ کی خدمت اقدس میں

1۔ امام نووی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ سبحہ یا شنجہ نامی گھوڑے کو مقابلۃً دوڑایا گیا تھا۔ (ممکن ہے دونوں کو مختلف جگہ اور مختلف وقت میں دوڑایا ہو)

پیش کیا تھا۔

آپ کی ایک اور اونٹنی ''قصوا'' تھی۔ اسی پر سوار ہو کر آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔

قصوا کی خصوصیت

اس اونٹنی کے سوا اور کوئی دوسرا جانور نبی اکرم ﷺ کی وحی کے نزول کا بوجھ برداشت نہ کر سکتا تھا۔

بعض آئمہ سیر نے فرمایا کہ اسی ناقہ کو ''عضبا'' بھی کہتے ہیں۔

آپ کی ایک اور اونٹنی ''جدعا'' نام کی تھی، یہ وہی اونٹنی ہے جس سے دوسری کوئی اونٹنی سبقت نہیں لے گئی تھی (صرف ایک مرتبہ) ایک شخص کا اونٹ اس سے سبقت لے گیا تھا اور یہ بات صحابہ کرام کو سخت ناگوار گزری تھی اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ جل شانہ کو حق ہے کہ کسی دنیوی شئے کو عروج کے بعد پست کردے۔ بعض آئمہ نے فرمایا کہ یہ کوئی اور اونٹنی تھی جس سے دوسرا اونٹ سبقت لے گیا تھا۔ پیچھے رہنے والی ''جُدعا'' اونٹنی نہ تھی۔

آپ کی مخصوص بکری

نبی اکرم ﷺ کی ''غیثہ'' نام کی ایک بکری بھی تھی جس کا دودھ آپ خصوصیت کے ساتھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

(مذکورہ مواشی کے علاوہ) آپ کا سفید رنگ کا ایک مرغ (بھی) تھا۔

آپ کے آلاتِ حرب

(نبی اکرم ﷺ کے اسلحہ جات سے) نو تلواریں تھیں:۔

۱۔ ''ذوالفقار'' یہ تلوار (نبیہ ومنبہ) پسران حجاج سہمی کی تھی جو جنگِ بدر میں مالِ غنیمت کے طور آپ کے پاس آئی تھی۔ اسی تلوار کے بارے میں آپ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا تھا کہ اس کی دھار ٹوٹ گئی ہے، جس کی تعبیر آپ نے ہزیمت سے فرمائی، اور جنگِ احد میں اس کی تعبیر ظاہر ہوگئی۔

۲۔ دوسری تلوار کا نام ''تُلَعِیْ'' ہے۔

۳۔ تیسری تلوار کا نام ''بتار'' ہے۔

۴۔ چوتھی تلوار کا نام ''حتف'' ہے۔ (یہ تینوں تلواریں آپ کو یہود ''بنو قینقاع'' کے اسلحہ سے حاصل ہوئی تھیں۔)

۵۔ پانچویں تلوار کا نام ''مِخذَم'' ہے۔

۶۔ چھٹی تلوار کا نام ''رسُوب'' ہے۔

۷۔ساتویں تلوار کا نام ''عضب'' ہے۔یہ تلوار حضور اکرم ﷺ کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نذرانہ کے طور پر پیش کی تھی۔

۸۔آٹھویں تلوار کا نام ''قَضِب'' ہے۔یہ پہلی تلوار ہے جسے حضور پر نور ﷺ نے کمر مبارک سے باندھا تھا۔

۹۔آپ کی ایک اور تلوار تھی جو آپ کو اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے ورثہ سے ملی تھی۔

نیزے

نبی اکرم ﷺ کے چار نیزے تھے۔تین تو آپ کو (یہود) ''بنو قینقاع'' کے آلات سے حاصل ہوئے تھے اور ایک نیزہ تھا جسے ''مثنیٰ'' کہا جاتا تھا۔

حربہ

نبی اکرم ﷺ کا ایک حربہ (1) تھا جسے ''عنزہ'' کہتے ہیں۔اسے نبی اکرم ﷺ عید کے دنوں میں (بغرض سُترہ) اپنے آگے گاڑا کرتے تھے۔

چھڑیاں

تقریباً ایک گز لمبی ٹیڑھے سر والی ایک چھڑی بھی (اکثر نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس میں رہا کرتی) تھی۔(ایسی چھڑی کو محجن کہا جاتا ہے)

نبی اکرم ﷺ کا ایک ''مخصرہ'' تھا، جسے ''عرجون'' کہتے تھے۔یعنی شاخِ خرما کی مانند ایک ایسی چھڑی تھی جس سے آپ ٹیک لگایا کرتے تھے (اور یہ اہل اقتدار کے شعار میں سے ہے) اور (درختِ ''شوحط'' کی لکڑی کی) ایک قضیب تھی، جسے ممشوق کہتے ہیں یعنی درخت کی شاخ کی مانند ایک لکڑی بھی آپ چھڑی کے طور اپنے دستِ اقدس میں رکھا کرتے تھے (2)۔

کمان و ترکش

نبی اکرم ﷺ کی چار کمانیں اور ایک ترکش تھا۔

1۔حربہ چوب دستی را گویند (صراح) یہ نیزہ یا برچھی کی مانند ایک قسم کا ہتھیار تھا، جو سُترہ اور استنجاء وغیرہ کے لیے ڈھیلے کھودنے کے کام میں آتا تھا۔

2۔حضور سرورِ عالم ﷺ کے دست اقدس میں مختلف اوقات میں رہنے والے عصا ہائے مبارک کے، ان کی ساخت و ماہیت کے اعتبار سے مذکورہ نام ہیں: (۱) محجن (۲) عرجون (۳) ممشوق (۱) اکثر بوقت سفر استعمال میں رہتی تھی، (۲) بوقت تخاطب اور (۳) جب کبھی آپ حدودِ شہر میں دورہ فرمایا کرتے۔ واللہ اعلم

ڈھال مبارک

نبی اکرم ﷺ کی ایک ''سپر'' بھی تھی جس پر عقاب کی تصویر بنی ہوئی تھی (مگر آپ نے اس تصویر کو ناپسند جانا) جب آپ نے اس پر اپنا دست اقدس رکھا تو عقاب کی تصویر معدوم ہوگئی۔ یہ سپر آپ کو تحفہ کے طور ملی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی شمشیر کا قبضہ (مُٹھ) اور دھار کے کنارے چاندی کے تھے اور دونوں کے بیچ چاندی کی کڑیاں تھیں۔

زِرہ مبارک

نبی اکرم ﷺ کی ''ذات الفضول'' نام کی ایک زرہ(1) مبارک بھی تھی جسے آپ نے غزوۂ بدر و حنین میں زیبِ تن فرمایا تھا۔ (ائمہ سیر) فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حضرت داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ بھی تھی جسے انہوں نے ''جالوت'' کو ہلاک کرتے وقت پہنا ہوا تھا۔ (اس زرہ کا نام ''سعدیہ'' تھا)

مغفر

نبی اکرم ﷺ کا ''سبوغ'' نامی ایک ''خود'' بھی تھا۔

کمر بند

نبی اکرم ﷺ کا چمڑے کا ایک کمر بند (پیٹی) بھی تھا جس میں چاندی کی تین کڑیاں لگی ہوئی تھیں نیز اس پیٹی کا منہ چاندی کا تھا اور کناروں پر سفید موتی لگے ہوئے تھے۔

گھریلو سامان

سرور عالم ﷺ کا ترکہ یمن کے دو عدد سوتی کپڑے اور ایک عدد یمنی چادر، دو عدد ''صحاری''(2) کپڑے اور ایک صحاری اور ایک صحاری قمیص اور ایک ''سحولی''(3) قمیص، ایک یمنی جبہ اور ایک چکور سیاہ کمبل، ایک سفید چادر، تین یا چار ایسی ٹوپیاں جو سر مبارک کے ساتھ لپٹی رہتی تھیں اور ایک ''لحاف'' تھا۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک صندوقچی بھی تھی جس میں شیشہ(4)، ہاتھی دانت کی کنگھی، قینچی اور مسواک

1۔ آج کل کی فوجی زبان میں اسے ''بکتر بند'' کہتے ہیں۔

2۔ صحاری، یمن کے ایک قصبہ ''صحار'' کی طرف منسوب ہے۔

3۔ یمن کے ایک گاؤں ''سحول'' کی طرف منسوب ہے، جہاں کے سوتی کپڑے اپنی عمدگی، ستھرائی اور سفید ہونے میں معروف تھے۔

4۔ نبی اکرم ﷺ کے اس آئینہ کا نام ''مُدِلَّۃ'' تھا۔

رہا کرتی تھی۔

آپ کا بستر کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑے کا ایک گدا تھا۔

قدح ہائے مبارکہ

نبی اکرم ﷺ کا (مضیب نام کا) ایک پیالہ تھا جس کے تین جگہ میں چاندی کی کیلیں گاڑی ہوئی تھیں۔ایک شیشے کا پیالہ تھا،ایک اور سادہ پیالہ (مٹی یا لکڑی کا) تھا۔ایک پتھر کی طغار تھی۔ ایک (''مخصب'' نامی) تانبے کا (پیالہ طرز کا) برتن تھا جس میں سر اقدس کی گرمی دور کرنے کی خاطر وسمہ و مہندی بھگویا جاتا تھا۔اور (اسی طرح) تانبے کا ایک بڑا برتن تھا جس میں غسل کے لیے پانی بھرا رہتا تھا۔اور یونہی (مہمانوں کے ہجوم کے وقت استعمال میں آنے والا) ایک کاسہ بزرگ بھی تھا۔

ایک چارپائی اور ایک ''قطیفہ''(1) تھا۔

پیمانے

(آپ کے دو پیمانے بھی تھے) ''صاع''(2) اور ''مُد'' جس سے ناپ کر فطرانہ نکالا کرتے تھے۔

انگشتری مبارک

نبی اکرم ﷺ کی چاندی سے بنی ہوئی ایک انگشتری مبارک بھی تھی،جس میں نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔انگوٹھی کا نقش مبارک ''محمد رسول اللہ'' (ﷺ) تھا۔بعض (ائمہ سیر) فرماتے ہیں کہ انگشتری لوہے کی تھی جس پر چاندی کا طمع تھا۔

موزے

نبی اکرم ﷺ کے دو سیاہ موزے بھی تھے،جنہیں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ آپ نے ان موزوں کو استعمال فرمایا ہے۔

عمامہ مبارک

ایک سیاہ (اونی) چادر کے علاوہ آپ کا ایک سیاہ عمامہ بھی تھا۔جس کا نام ''سحاب'' رکھا ہوا تھا۔یہ عمامہ آپ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرما دیا تھا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی اسے اپنے سرِ اقدس پہ پہنے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ (ازراہِ خوش طبعی

1۔ بحرین کی ساختہ مخملی چادروں کو ''قطیفہ'' کہتے ہیں۔

2۔ایک ''صاع'' چار ''مُد'' کا ہوتا ہے۔اور ایک ''مُد'' عراقیوں کے نزدیک دو ''رطل'' کا اور حجازیوں کے نزدیک ''رطل'' اور ایک تہائی کا ہوتا ہے۔(مدارج النبوت للشیخ قدس سرہٗ)

موجودہ حاضرین سے) فرماتے (دیکھو!) علی تمہارے پاس بادل میں آرہا ہے۔

رومال و جمعہ کا لباس

اور دنوں میں استعمال میں آنے والے لباس کے علاوہ آپ کے پاس دو کپڑے اور بھی تھے جنہیں آپ روزِ جمعہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ایک رومال بھی تھا جس سے وضو فرمانے کے بعد چہرۂ انور پونچھا کرتے تھے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

۱۔ آپ کے معجزات (قاہرہ) میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔

۲۔ سینہ اقدس کا چاک ہونا، (اور پھر ویسے ہی صحیح وسالم اور تندرست رہنا جبکہ یہ عام انسان کے مقدور سے باہر ہے)

۳۔ (قریش مکہ کو) بیت المقدس کی علامات بتا دینا (حالانکہ آپ وہاں کبھی بھی تشریف نہیں لے گئے تھے)۔

۴۔ چاند کا دو نیم کر دینا (اور پھر معمول کے مطابق اسے دوبارہ ویسے ہی کر دینا)

۵۔ قریش کی ایک جماعت کا آپ کے ہلاک کر دینے کا پروگرام بنانا اور (بوقتِ تکمیل) ان کا بے خود ہو کر سو جانا، حتیٰ کہ آپ کا وہاں سے گزرنا، اور ان کے سرہانے کھڑے ہو کر ''شاہت الوجوہ'' فرما کر کنکریلی مٹی کی ایک مشت ان کے سروں پر پھینکنا (اور انہیں خبر تک نہ ہونا) ان میں سے جس جس پر کنکریاں پڑ گئیں جنگِ بدر میں ان سب کا ہلاک ہو جانا۔

۶۔ (اسی طرح) جنگِ حنین میں ایک مشت خاک مشرکین کے چہروں پر پھینکنا، اور سب کا ہزیمت سے دوچار ہونا۔

۷۔ غارِ ثور میں (آپ کی حفاظت کی خاطر) مکڑی کا (فی الفور) جالا تن دینا۔

۸۔ بوقتِ ہجرت آپ کے تعاقب میں حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا نکلنا، (اور قریب پہنچنے پر) ان کے گھوڑے کے پاؤں کا سخت زمین میں دھنس جانا۔

۹۔ بانجھ بکری کے تھنوں پر آپ کا دستِ اقدس پھیرنا اور اس کا دودھ دینے لگنا۔

۱۰۔ (اسی طرح) حضرت ام معبد (عاتکہ بنت خالد خزاعیہ) رضی اللہ عنہا کی کمزور و لاغر بکری (جس کے تھنوں میں دودھ ختم ہو چکا تھا) کے تھنوں پر دستِ شفاء پھیرنا اور اس کا دودھ بھر آنا۔

۱۱۔ غلبہ اسلام کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا (اور ان کے حق میں دعا کا مستجاب

ہونا)۔

۱۲۔حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا فرمانا کہ اُن کو گرمی و سردی محسوس نہ ہو۔اور پھر ان کے حق میں اللہ جل مجدہٗ کا آپ کی دعا کو اجابت سے نوازنا۔

۱۳۔(اسی طرح) حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آشوب زدہ آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالنا،اوران کی آنکھوں کا فوراً صحت یاب ہو جانا اور پھر کبھی بھی نہ دکھنا۔

۱۴۔حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا بہہ کر رخسار پر آجانا،آپ کا اسے لوٹا دینا،اور آنکھ کا پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت ہو جانا۔

۱۵۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے مفسر وفقیہہ ہونے کی دعا فرمانا(1)۔

۱۶۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سست رفتار، پیچھے رہ جانے والے اونٹ کے لیے دعا فرمانا،اور اس کا تیز رفتار اور سب سے آگے نکلنے والا بن جانا۔

۱۷۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے عمر مال و اولاد میں برکت کی دعا فرمانا۔(اور آپ کا طویل العمر، کثیر العیال اور مالدار بن جانا)

۱۸۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں دعاء برکت فرمانا،اورانہی کھجوروں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کا خاتمہ ہو کر پھر تیرہ وسق کھجوروں کا بچ رہنا۔

۱۹۔بارانِ رحمت کے لیے دعا فرمانا،اور پھر ہفتہ بھر بارش کا برستے رہنا(دوبارہ) بارش ہٹ جانے کی دعا فرمانا،اوراسی آن آسمان سے بادلوں کا دور ہو جانا۔

۲۰۔عُتیبہ بن ابی لہب کی ہلاکت کی دعا فرمانا،اوراُسے شام کے ایک شہر ''زرقا'' میں شیر کا پھاڑ ڈالنا۔

۲۱۔ایک اعرابی کو آپ کا اسلام کی طرف بلانا۔اوراس دعوت پر اس دیہاتی کا شاہد مانگنا،آپ کا فرما دینا کہ ہاں یہ درخت شاہد ہے۔پھر اس درخت کو آپ کا طلب فرمانا،اور درخت کا آکر حسب منشائے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین مرتبہ حقانیتِ اسلام کی شہادت دینا اور بعدہٗ اس کا اپنے مستقر میں دوبارہ لوٹ جانا۔

۲۲۔دو درختوں کے باہم ملنے کا حکم فرمانا،اوران کا آپس میں مل جانا۔

۲۳۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صاحب سے ارشاد فرمانا کہ جاؤ ان کھجوروں سے کہو کہ تمہیں اللہ جل مجدہٗ کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم دیتے ہیں کہ باہم مل جاؤ۔(چنانچہ وہ صاحب گئے اور یہی کہا)اوران کا آپس میں مل جانا۔قضائے حاجت کے بعد ان صاحب سے دوبارہ ارشاد فرمانا کہ جاؤ انہیں کہو کہ اپنی

1۔اس دعا کا بھی آپ کے حق میں مقبول ہونا،چنانچہ اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حبر الامت اور ترجمان القرآن ثابت ہوئے۔

جگہ واپس چلی جاؤ چنانچہ وہ اپنے مقام پر واپس ہو گئیں۔

۲۴۔آپ کے استراحت کے وقت ایک درخت کا آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو جانا۔ بیداری کے بعد اس واقعہ کا آپ سے عرض کیا جانا، اور آپ کا ارشاد فرمانا کہ اس درخت نے مجھ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی التجاء قبول فرماتے ہوئے اسے صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۲۵۔جس دن آپ نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اس دن تمام شجر وحجر کا آپ کو یوں سلام عرض کرنا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ''۔

۲۶۔وَقَالَ اِنِّیْ لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّةَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ۔(۲۲۰)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے قبل (بھی مجھے پہچانتا تھا اور) مجھے سلام عرض کیا کرتا تھا''۔

۲۷۔خشک تنے کا آپ کے فراق میں گریہ کرنا۔

۲۸۔آپ کے دستِ اقدس میں کنکریوں کا ''سبحان اللہ'' پڑھنا۔

۲۹۔(نیز) آپ کے دستِ اقدس میں کھانے کا تسبیح پڑھنا۔

۳۰۔زہر آلود بکری کے ران کا آپ کو بتا دینا (کہ میں زہریلا ہوں)

۳۱۔شترِ ناشاد کا آپ سے کام کی زیادتی، اور چارے کی کمی کی شکایت کرنا۔

۳۲۔مقید آہو کا آپ سے بچوں کے دودھ پلانے کے لیے رہائی کی درخواست کرنا۔ اور واپس آنے کا وعدہ کرنا، (چنانچہ آپ کا رہا فرمانا اور اس کا لوٹ آنا) اور (بوقت رہائی) اس آہو کا آپ کی رسالت کی دو مرتبہ گواہی دینا۔

۳۳۔جنگ بدر میں جہاں جہاں مشرکوں کے مرنے کے آپ نے نشان بتائے تھے ان میں سے ہر ایک کا انہی نشان کردہ مقامات میں مرنا۔

۳۴۔انصارِ کرام کی نسبت بتا دینا کہ میرے بعد ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۵۔اپنی امت کے ایک گروہ کی بابت بتا دینا کہ وہ بحری جنگ کریں گے۔

اور یہ کہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بھی انہیں میں سے ہوں گی۔ یہ ایسے ہی واقع ہوا(1)۔

1۔چنانچہ یہ جنگ امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بقیادت سلطان المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ''جزیرہ قبرص'' میں لڑی گئی تھی۔ جس میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر نامدار حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک ہوئی تھیں اور وہیں جہاد فرماتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئی تھیں۔ (بقیہ آگے)

۳۶۔امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما دینا کہ تمہیں شدید بلوئی و بغاوت کا سامنا ہوگا اور یہ کہ اس بغاوت میں تم بھی کام آ جاؤ گے۔ یہ بھی ایسے ہی ہوا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ دورانِ بغاوت شہید کر دیئے گئے۔

۳۷۔امیر المومنین سیدنا الامام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت بتا دینا کہ میرا یہ بیٹا ''سید'' ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے لشکروں میں صلح ہو جائے گی۔

۳۸۔جس شب ''صنعا'' (یمن) میں جھوٹے مدعیِ نبوت (اسود) عنسی کا قتل ہوا، اسی وقت اس کے قتل ہو جانے، اور اس کے قاتل(1) کی نسبت بتا دینا۔

۳۹۔حضرت ثابت بن قیس (خطیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رضی اللہ عنہ سے فرما دینا کہ زندگی پسندیدہ ہے اور شہادت کی موت ہے (یعنی تمہاری موت و حیات دونوں ہی عمدہ ہیں) چنانچہ آپ جنگِ یمامہ میں شہادت فرما گئے۔

۴۰۔ایک شخص مرتد ہونے کے بعد کافروں سے جا ملا۔ اس کی موت کی اطلاع جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے زمین قبول نہ کرے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا (کہ اسے ہر چند دفن کرتے تو زمین اسے باہر پھینک دیتی، آخر کار پتھروں کی باڑ سے اسے چھپایا گیا۔

۴۱۔بائیں ہاتھ سے کھانے والے ایک شخص سے فرمانا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اس کا (شرمندگی کی خفت کو مٹانے کے لیے) کہنا کہ دایاں ہاتھ کام نہیں کرتا۔ پھر آپ کا اس سے فرمانا کہ اچھا! کام نہیں کرتا تو نہ کرے۔ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ اس قدر بے کار رہنا کہ منہ تک ہی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

۴۲۔سوسمار کا آپ کی نبوت کی شہادت دینا۔

۴۳۔غزوۂ خندق کے موقعہ پر ایک صاع جو سے تمام لشکر کو سیر ہو کر کھانا کھلا دینا اور کھانے کا بدستور پہلے جتنا ہی بچ رہنا۔

۴۴۔تھوڑی سی کھجوروں سے کثیر افراد کو پیٹ بھر کر کھلا دینا۔

۴۵۔بچے ہوئے کھانے کو دستر خوان پر اکٹھا کرنے کا حکم فرمانا۔ اور پھر اس پر برکت کی دعا فرمانا۔ بعدہٗ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) یہ ام حرام رضی اللہ عنہا وہی ہیں جن کے ہاں دوپہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور موصوفہ رشتہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہیں۔ آپ کا مزار پر انوار آج کل قبرص میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ قبرص میں اس وقت یونانی عیسائیوں اور ترک مسلمانوں کی مشترکہ حکومت ہے۔

1۔اسود عنسی بدمعاش کے قاتل حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب حضرت نے ملعون کا کام تمام کیا اسی وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا تھا'' فاز فیروز''۔ فیروز کامیاب ہوا۔

تمام لشکر میں بانٹنا اور اس کا سارے لشکر کو کفایت کر جانا۔

۴۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کی اکٹھی کی ہوئی کھجوریں آپ کی خدمت میں لائے، اور آپ سے دعاء برکت کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ان میں سے کتنے ہی من راہِ خدا میں خرچ کیں، خود کھاتا رہا، دوسروں کو کھلاتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یومِ شہادت کے دن وہ کھجوریں مجھ سے جاتی رہیں۔

۴۷۔ صفہ والوں کے لیئے تھوڑی سی شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی میں دعاء برکت فرمائی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بایں خیال بار بار اونچا ہوتا تھا تا کہ مجھے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہمراہ شریک فرمالیں۔ جب اصحاب صفہ فارغ ہو کر اٹھ گئے تو پیالہ کے کناروں میں تھوڑا تھوڑا کھانا لگا ہوا تھا جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکٹھا فرما کر ایک لقمہ بنایا اور اسے اپنی انگشت ہائے مبارکہ پر رکھ کر مجھ سے فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاتے جاؤ۔ اللہ کی قسم میں نے اس لقمہ بھر کھانے سے خوب سیر ہو کر کھایا۔

۴۸۔ آپ کی انگشت ہائے مبارکہ سے اتنے پانی کا چھوٹنا کہ جس سے تقریباً چودہ سو افراد کا خوب سیر ہو کر نوش کرنا، اور وضو بھی کر لینا۔

۴۹۔ آپ کو پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ اس میں آپ نے اپنا دست اقدس رکھ دیا اور فرمایا: آؤ وضو کر لو۔ چنانچہ اس ایک پیالہ پانی سے ستر سے اسی تک افراد نے وضو کیا۔

۵۰۔ جنگِ تبوک میں آپ نے ایک تھوڑے سے پانی کے چشمہ پر، کہ جس سے ایک آدمی کی پیاس بھی ختم نہ ہو سکتی تھی، ورود فرمایا۔ پیاسے لشکر کی درخواست پر آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس چشمہ میں گاڑ دیا۔ جس سے پانی جوش دے کر بہنے لگا اور تیس ہزار کا لشکر سیراب ہو گیا۔

۵۱۔ کچھ لوگوں نے پانی کے کھاری ہونے کی شکایت کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کو اس کنویں پر لائے اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا۔ تو اسی وقت شیریں پانی بہنے لگا۔

۵۲۔ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنا گنجا بچہ لے کر حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے سر پر اپنا دستِ شفاء پھیرا، جس سے بچے کے سر پر بال بھی اُگ آئے اور بیماری بھی جاتی رہی، یمامیوں نے جب اس واقعہ کو سُنا تو ان میں سے بھی ایک عورت جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ (کذاب) کے پاس اپنا (گنجا) بچہ لے کر گئی، مُسیلمہ نے جب اس بچے کے سر پر اپنا (ناپاک) ہاتھ پھیرا تو (پھر کیا تھا خود ساختہ نبی کا کرشمہ دیکھیئے) اس بچے کا گنجا پن نہ صرف بڑھا بلکہ اس کی نسل میں بھی گنجا پن پھیل گیا۔

۵۳۔ جنگِ بدر میں جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ نے ان کو ایک لکڑی

عنایت فرمادی جو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی آپ اس تلوار سے ہمیشہ جہاد فرماتے رہے۔

۵۴۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر اپنا دستِ شفاء پھیر دیا تو وہ ایسا تندرست ہوگیا کہ گویا کبھی چوٹ تک نہ آئی تھی۔

۵۵۔ فتح مکہ کے دن اپنے ہاتھ مبارک کی چھڑی سے ''جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ''(1) فرماتے ہوئے کعبہ معظمہ میں نصب شدہ بتوں کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ یکے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے۔

۵۶۔ غزوۂ خندق میں ایک ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ جسے کدال کاٹنے سے عاجز رہی۔ پھر آپ نے ایک ہی دفعہ ایسا کدال مارا کہ وہ سخت زمین ریت کے ڈھیر کی مانند پارہ پارہ ہوگئی۔

۵۷۔ ولادت و بعثت کے وقت جنوں اور بتوں کی گواہی

(نبی اکرم ﷺ کی بعثت و ولادت اور نبوت و رسالت کے بارے میں) حضرت مازن بن عضوبہ طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سوادا بن قارب رضی اللہ عنہ اور انہی جیسے اور واقعے مشہور و معروف ہیں(2)۔

(جو اعجاز پر مشتمل ہیں) نبی اکرم ﷺ کے معجزات کا احاطہ نہ تو کسی کتاب میں سما سکتا ہے اور نہ ہی شمار کیا جا سکتا ہے، آپ کے معجزات شمار سے باہر ہیں (مذکورہ معجزات تو ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر تھے)۔

1۔ ''حق آیا اور باطل گیا۔'' پ ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۸۱

2۔ حضرت مازن طائی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ''عمان'' میں ایک بت کے پجاری تھے، اور تھے لا اولاد، ایک دن حسبِ عادت بت کے آگے سرنگوں ہو کر حصولِ ولد کے لیے بت سے کہنے لگے تو بت نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی بشارت سنائی۔ آپ نے فوراً رختِ سفر باندھا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے بامراد ہو کر لوٹے۔ اسی طرح حضرت راشد بن عبدربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بھی ''سواع'' اور ''ضماد'' نامی بتوں کے بشارت سنانے اور شہادت دینے پر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ بھی ایک جن کی بشارت دینے پر حاضر خدمت ہو کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے تھے۔ یہ تمام مفصل واقعات علامہ یوسف مبہانی قدس سرہٗ کی مایہ ناز تصنیف ''حجۃ اللہ علی العالمین'' میں پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ عنقریب ''مکتبہ حامدیہ'' کی طرف سے اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز ''شواہد النبوت'' جامی اور ''طیب الوردہ شرح قصیدہ البردہ'' علامہ ابو الحسنات قادری قدس سرہٗ میں بھی یہ واقعات مفصلاً مذکور ہیں۔ ہر دو کا اردو ترجمہ مکتبہ حامدیہ سے طلب کریں۔

وصال شریف

نبی اکرم ﷺ چودہ دن بیمار رہنے کے بعد ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کی دوپہر کو ۶۳ برس یا اس سے کم وبیش کی عمر مبارک میں وصال فرما گئے(1)۔ اور بدھ کی شب میں دفن ہوئے۔

نزع کی کیفیت

بوقتِ سکرات آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا جس میں دستِ اقدس تر فرمانے کے بعد چہرۂ انور پہ ملتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّی عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔

"خدایا! موت کی تلخیوں پر میری مدد فرما۔"

(بعد از وفات) آپ کو (یمنی) سُوتی چادروں سے ڈھانپ دیا گیا۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ فرشتوں نے آپ کو ڈھانپا تھا۔

وصال شریف کے وقت صحابہ کرام کا حال

آپ کے وصال مبارک سے سب صحابہ کرام سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔ (جیسے معطل الحواس اور مسلوب العقل ہو (شیخ دہلوی قدس سرہٗ) چنانچہ اسی سراسیمگی کی بنا پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے وصال شریف سے انکار کر بیٹھے۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی قوتِ گویائی جاتی رہی۔ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر اس طرح جم گئے کہ جنبش کی طاقت نہ رہی۔

استقامتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ أَثْبَتُ مِنَ الْعَبَّاسِ وَأَبِي بَكْرٍ۔ (ص ۲۲۰)

"صحابہ کرام میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور شجاع حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے"(2)۔

(ہوش سنبھلنے پر جب غسل کا پروگرام طے ہوا تو) حاضرین نے حجرۂ مقدسہ کے دروازہ سے ایک آواز سنی کہ "طاہر و مطہر ہیں انہیں غسل مت دو"۔

(مگر صحابہ کرام کے ازالہ شبہ کے لیے) پھر دوبارہ آواز آئی: انہیں غسل دو، کیونکہ پہلی آواز شیطانی

1۔ یوم وصال کی تعیین میں مدلل نوٹ امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات گرامی کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

2۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت و استقامت پر اسی کیفیت سے استدلال کیا گیا ہے۔ (مدارج)

تھی اور میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔ اور صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگے: ہر مرنے والے کا اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور ہر مشکل میں اللہ ہی صبر دینے والا ہے، اور ہر فوت ہونے والے کا کوئی نہ کوئی نائب بن ہی جاتا ہے۔ لہٰذا تمہیں اللہ پر اعتماد ہونا چاہیے اور اسی کی مہربانیوں کا امیدوار رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو ثواب سے محروم رہا وہی تو مصیبت زدہ ہے۔ (پھر) بوقتِ غسل شریف صحابہ میں اختلاف یہ ہوا کہ آیا آپ کو لباس مبارک سمیت غسل دیا جائے یا برہنہ کر کے۔ (اسی کیفیت واختلاف میں) اللہ جل مجدہٗ نے سب پر اونگھ طاری فرما دی کہ ناگاہ کسی نامعلوم کہنے والے نے یوں کہا کہ انہیں کپڑوں سمیت غسل دو۔ بعد از انتباہ آپ کو کپڑوں میں ہی غسل دیا گیا۔

غسّال النبی ﷺ

آپ کو غسل دینے والے یہ نفوس قدسیہ تھے:

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
۳۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے آزاد فرمودہ غلام
۵۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت شقران رضی اللہ عنہ۔

علاوہ بریں حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔

دورانِ غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے بطنِ اطہر کو جب دبایا تو اس سے کوئی (دنیوی) شے بھی خارج نہ ہوئی۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے حیات وممات میں کتنی صفائی اور کس قدر خوشبو ولطافت ہے۔

آپ کا کفن شریف

نبی اکرم ﷺ کو اُن سِلے تین سفید سُوتی ''سحول''(1) کے بنے ہوئے کپڑوں میں کفنایا گیا جس میں قمیص وعمامہ نہ تھا۔

1۔ حضرت امام ابنِ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''سحول'' یمن کے ایک قصبے کا نام ہے۔ امام ترمذی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کے کفن شریف میں مختلف روایات مروی ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ نے ''مدارج النبوت'' میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کو دو صحاری (منسوب بقریہ صحار فی الیمن) کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ واللہ اعلم

وَصَلّٰی عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ اَفْرَادًا لَمْ یَؤُمُّهُمْ اَحَدٌ۔

نماز جنازہ کی کیفیت

آپ پر نماز جنازہ بلا امامت فرداً فرداً سب مسلمانوں نے ادا کی۔

کیفیت تدفین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں جب قبرِ انور کھودنا طے پایا تو پھر صحابہ کرام میں یہ اختلاف رونما ہوا کہ آیا آپ کی قبرِ انور بطریق لحد بنائی جائے یا بطریق (شامی) شق، اس وقت مدینہ منورہ کے دو حضرات قبر کھودنے کی مہارت رکھتے تھے، ایک حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ۔ اول الذکر بطریق شق قبر بناتے تھے اور ثانی الذکر لحد بنانے کا تجربہ رکھتے تھے۔ آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں میں سے جو پہلے یہاں پہنچ آئے تو اسی کے طریقہ پر قبر بنادی جائے۔ (آخر یہ سعادت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کہ) پہلے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور آپ نے لحد کھودی (لحد کی تیاری کے بعد) حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے (بحرین کی بنی ہوئی) سرخ مخملی چادر آپ کی قبر انور میں بچھادی۔ یہ چادر نبی کریم ﷺ نے شقران رضی اللہ عنہ کو اوڑھنے کے لیے عنایت فرمائی تھی۔ (شاید حضرت شقران نے از راہِ ادب و تبرک اس چادر کو ابھی تک اوڑھا نہیں تھا)۔ واللہ اعلم

لحد شریف کا منہ بند کرنے میں نو (عدد) کچی اینٹیں استعمال کی گئیں۔ اسی حجرۂ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں نبی اکرم ﷺ کے پہلو مبارک میں امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آرام فرما ہیں۔

الامام العلامہ، شیخ الاسلام

ابوعبداللہ محمد بن الحاج عبدری (نسباً)

مالکی (مذہباً) رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

نبی اکرم ﷺ ماہِ ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں تشریف لائے

امام ابن الحاج مالکی قدس سرہٗ (متوفّی ۷۳۷ھ) کے جواہرِ فرمودات سے ان کی تصنیف (بے عدیل) ''المدخل'' ہے۔ جس کی ایک فصل میں حضور سید عالم و عالمیان ﷺ کے ماہِ ربیع الاول اور پیر کے دن ورودِ مسعود کی وجہ وحکمت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ماہِ رمضان میں تشریف نہ لائے جبکہ اس ماہِ مبارک کے اور بھی خصائص وفضائل ہونے کے علاوہ اس کی سب سے بڑی خصوصیت وفضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں (بنی نوع انسان کے لئے مکمل اور آخری ضابطہءِ حیات) قرآن کریم کا نزول ہوا، نیز اس کی ایک شب ایسی ہے جس کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور نہ ہی ماہِ محرم میں جس کی بزرگی وکرامت ابتدائے آفرینش سے برقرار ہے، تشریف آوری ہوئی۔

اور اسی طرح نہ شبِ برات میں (جو بے پایاں رحمتوں اور برکتوں کی حامل ہے) آپ ﷺ کی آمد ہوئی۔

اور نہ ہی آپ ﷺ شب جمعہ یا روز جمعہ (جو کہ ہر دو بے شمار برکات کے موجب ہیں) میں تشریف لائے۔

(آپ ﷺ کا مذکورہ ایام متبرکہ میں ولودِ مسعود کیوں نہ ہوا، اور ربیع الاوّل اور یومِ دوشنبہ کے ساتھ اختصاص کیوں ہوا؟) اس کی چار وجوہ ہیں:

وجہ اول

پہلی وجہ تو وہ ہے جو ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الشَّجَرَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ۔ (ص ۲۲۲)

کہ اللہ جل مجدہٗ نے درخت دوشنبہ کے دن پیدا فرمائے۔ اور اس کی تخلیق میں ایک نہایت عمدہ اشارہ وانتباہ اس جانب ہے کہ اس دن اللہ جل شانہٗ نے وہ اشیاء پیدا کیں جن کے ساتھ انسان کی بقائے حیات وابستہ ہے اور سنت الٰہیہ بھی یہی ہے (کہ وہ اشیاء کو متعلق باسباب فرماتا ہے) مثلاً خوراک اور (اس کے اسباب) رزق، پھل، اور وہ چیزیں جو انسان کو غذا ودوا کا کام دیتی ہیں اور جن کے سہارے انسان جی سکتا ہے (اس دن) پیدا فرمائیں۔ لہٰذا جن اشیاء سے انسان کی بقا ہے انہیں پا لینے کے بعد ان کی رویت سے ہی انسان کے دل میں خوشی، مسرت، اطمینان وتسکین کی لہر دوڑ آتی ہے

جل مجدہٗ کے ہاں آپ کے اعلیٰ وارفع منصب ومقام کی جانب بھی واضح اشارہ پایا جاتا ہے (کہ جس طرح فصلِ بہار کی ہریالی انسان کے لیے پیغامِ مسرت ونوید نعم لے کر آتی ہے یونہی) اسی موسم بہار میں حضور سید عالم ﷺ بھی سراپا مسرت ورحمت بن کر تشریف لائے۔ چنانچہ آپ مسلمانوں کے لیے نہ صرف نوید جانفزا ہیں بلکہ مہلکاتِ دینیہ وآفاتِ دنیویہ میں ان کے حامی وناصر بھی ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ماسوی اللہ کے لیے سراپا رأفت ورحمت ہیں۔ حتیٰ کہ کافر بھی آپ کی اسی رحمت کے سبب دنیوی عذاب میں ابتلاء سے مامون ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ (انفال:33)

''اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کہ اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو''۔

اور حمایت ونصرت، رأفت ورحمت کا استحقاق مسلمانوں کے لیے بدیں وجہ ہے کہ یہ آپ کے پیروکار ہیں۔ اور سب خوبیاں تو آپ کی اتباع میں ہیں۔ اور (یہ مسلمہ امر ہے کہ) انبیاء کرام علیہم السلام کے سنن کی پیروی، اور اوامر کے امتثال اور شیطان اور اس کے پیروکاروں کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے باب کھل جاتے ہیں۔ (شیاطین کی مخالفت سے تو خصوصی نعمتوں کا ورود ہوتا ہے مثلاً) کیا تجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس کائناتِ رنگ و بو کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا تو آپ کے ورودِ مسعود کی بدولت زمین شیاطین سے خالی ہوگئی تھی اور ابلیس لعین کو اپنی جماعت سمیت زمین کے ساتویں طبقہ تک کہیں بھی قرار نصیب نہ ہوا تھا دعا ہے کہ ہم سب زمین کو شیطان اور اس کی ذریت سے خالی پائیں۔ (آمین)۔

اور ماہِ رمضان میں بموجب ارشادِ حدیث، اگرچہ تمام شیاطین مقید ہوتے ہیں۔ لیکن اس قید سے ان کا تمام زمین سے انخلا مستلزم نہیں، جبکہ یومِ میلاد شریف میں زمین ساتویں طبقہ تک شیاطین سے پاک تھی۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ خداوندی میں عظمت ورفعت معلوم ہوتی ہے نیز اسی سے آپ کے متبعین کا اعزاز واکرام بھی آشکارا ہے۔

ایک شبہ

اگر یہ کہا جائے کہ پورے رمضان میں شیاطین مقید رہتے ہیں جبکہ یومِ میلاد میں صرف ایک دن کی تقیید معلوم ہوتی ہے۔

ازالۂ شبہ

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یوم مولد النبی ﷺ میں شیاطین زمین کے ساتویں طبقہ میں ہی محصور ہوتے ہیں اور یہ ایک دن کا تقید و احصار بھی تمام رمضان کے تقید سے برتر ہے۔ اس لیے کہ اس قید سے فقط پابندی ہی مقصود نہیں بلکہ اس وقت کی بزرگی و کرامت بھی مطلوب ہے کہ جس میں زمین اللہ کے دشمنوں سے خالی ہوئی تھی۔ سمجھدار کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور اللہ ہی سمجھ وعقل کی توفیق دینے والا ہے۔ (جب یہ واضح ہوگیا کہ) فصل بہار میں رزق کی برکات اور دیگر نعمتوں کی فراوانی ہوتی ہے۔ اور (یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی اجل نعمتوں، اور اعظم برکتوں میں سے نبی اکرم ﷺ کی ذات بافیوضات ہے تو اس نعمت کی اعطاء کی بدولت اللہ جل مجدہٗ نے بندوں پر احسان فرمایا ہے کہ اسی نعمت کے طفیل انہیں سیدھی راہ کی توفیق ملی۔

میں اللہ جل مجدہٗ سے ملتجی ہوں کہ خداوندا! ہمیں اپنے فضل وعنایت سے اس نعمت کی برکات کی عرفان عطا فرما، اور ہمیں اپنے لطف وکرم سے دین ودنیا اور آخرت میں اس نعمتِ عظمیٰ کی پیروی سے بہرہ ور فرما۔ خدایا تیرے سوا رب کوئی نہیں۔ اور اس نعمت جیسی مربی کوئی ذات نہیں۔ آمین

وجہ سوم

موسم ربیع میں آپ کی تشریف آوری گویا آپ کی شریعتِ بیضاء کے مشابہ ہے۔ (مثلاً) موسمِ بہار تمام موسموں سے عمدہ اور معتدل ہوتا ہے کہ اس میں نہ ہی تو پریشان کن گرمی ہوتی ہے اور نہ نقطۂ انجماد تک پہنچنے والی سردی ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے شب وروز میں طول واختصار پایا جاتا ہے بلکہ بھی میانہ درجہ پر ہوتے ہیں۔ اور (یہ امر تو نہایت مبین ہے کہ) موسم بہار کے فصل نقصان دہ بیماریوں، اور علل و عوارض سے بہ نسبت پت جھڑ کا موسم کے (مکمل) محفوظ ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانی جسم بھی ان امراض سے جو موسم خزاں میں متوقع ہوتے ہیں، بچے رہتے ہیں نیز جس طرح موسم بہار میں انگوریاں اپنے پورے زور کے ساتھ باہر آتی ہیں یونہی اس موسم میں انسانی مزاج میں نشاط، طبیعت میں فرحت اور بدن میں درستگی بھرپور عود کر آتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح قوائے انسانی کے اسباب میں قوت و طاقت اپنے شباب پر ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی ابدان میں بھی قوت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ (اللہ والے) اس موسم میں شب میں بیداری، اور دن میں روزہ داری سے ایک خاص لذت وسرور پاتے ہیں۔ کیونکہ جیسا ابھی ابھی گزر چکا کہ موسم بہار کے لیل ونہار میں نہ ہی تو موسمِ گرما کے ایام، اور شبہائے سرما کا طول ہوتا ہے اور نہ ہی شب ہائے گرما اور ایامِ سرما کا اختصار ہوتا ہے اور نہ ہی

جھلسا دینے والی حرارت اور ٹھٹھرا دینے والی ٹھنڈک ہوتی ہے بلکہ ہر شئے میں اعتدال و توسط ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام

تو ماہِ ربیع شریف میں آپ کی آمد آپ کی شریعت کے مشابہ ہے یعنی جس طرح نبی اکرم ﷺ کی شریعتِ بیضاء سہلہ میں میانہ پن ہے کہ نہ تو اس میں پہلی شریعتوں جیسی بہت سختیاں ہیں اور نہ انتہائی نرمیاں۔ اسی طرح موسم ربیع (جو تمام موسموں سے متوسط ہے) میں آپ کے ولودِ مسعود سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے ہر معاملہ میں توسط ہی توسط ہے۔ آپ کی شریعت کے توسط و اعتدال پر قرآن کریم یوں ناطق ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ (اعراف:157)

"وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا، اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا، اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، اور ان پر وہ بوجھ(1) اور گلے کے پھندے(2) جو اُن پر تھے اتارے گا"۔

وجہ چہارم

اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حبیب ﷺ کو ماہِ ربیع الاول میں تخلیق فرما کر یہ بتایا کہ زمان و مکان کی خوبیاں و بزرگیاں آپ ہی کے وجودِ بابرکات سے وابستہ ہیں نہ یہ کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی خوبی سے آپ کو خوبیاں ملی ہیں بلکہ وہ جگہ اور وہ وقت کہ جس میں آپ جلوہ افروز ہو گئے وہ سب زمان و مکان سے بڑھ کر بابرکت ہو گیا۔

اگر آپ کا ولودِ مسعود ماہِ محرم، یا شعبان، یا رمضان، یا شب جمعہ، یا یومِ جمعہ میں ہوتا تو بظاہر کوئی وہمی

1۔ یعنی سخت تکلیفیں جیسے توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا، مال کا چوتھائی حصہ بطور زکوٰۃ نکالنا، وضو کی جگہ تیمم نہ کر سکنا، صرف معابد و مساجد میں ہی عبادت کا جائز ہونا وغیرہا۔

2۔ یعنی مشقت انگیز احکام، جیسے اموالِ غنائم کا جلا دینا، جسم یا کپڑے کے ناپاک حصہ کو قینچی سے کاٹ ڈالنا، گناہوں کا مکانوں کے دروازوں پر ظاہر ہونا، وغیرہ، مذکورہ تمام تکالیف و احکام شاقہ حضور اکرم ﷺ کی شریعت میں نہیں ہیں یہ تمام مصائب آپ کی برکت سے ہی دور ہوئے۔

کہہ سکتا تھا کہ آپ کو ان (مذکورہ) اوقات سے یہ بزرگیاں وخوبیاں ملی ہیں۔ بدیں وجہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کا میلاد مبارک ان مذکورہ اوقاتِ مبارکہ کے علاوہ رکھا تا کہ اللہ کے ہاں آپ کا جو مرتبہ ومقام ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو الطاف و انعامات آپ پر ہیں، واضح ہو جائیں۔ اس سے پہلے (المدخل میں) آپ کے کلام شریف میں گزر چکا ہے کہ کسی نے آپ سے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کے بارہ میں جب پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا (اس لیے کہ) اس دن میری ولادت ہوئی تھی۔

جب یوم دوشنبہ کو اپنی ولادت کی آپ نے خود وضاحت فرما دی تو اسی سے اس دن کے "اور جس مہینہ کا یہ دن تھا" فضائل بھی معلوم ہو گئے کہ اس مہینہ کے اس دن کو میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا اختصاص حاصل ہے (اور یہی سب سے بڑی فضیلت ہے)

یومِ دوشنبہ جمعہ سے کیوں برتر ہے؟

(جمعہ کے دن میں خوبیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے) جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی بھی ہے کہ جس میں اللہ عزوجل سے جو مانگا جائے، وہی ملتا ہے۔ (اب وہ ساعت کون سی ہے؟ سو اس کی تعیین میں مختلف آراء واقوال ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جسے) امام ابوبکر فہری المعروف بہ طرطوشی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ گھڑی عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کی ہے۔

۱۔ اس دعویٰ کی تائید میں رئیس العلماء امام طرطوشی قدس سرہٗ اپنی کتاب میں صحیح مسلم کی روایت کردہ ایک حدیث پیش فرماتے ہیں۔

۲۔ نیز اپنی کتاب میں امام طرطوشی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام روزِ جمعہ کو اس کی آخری گھڑیوں میں جو عصر سے غروبِ آفتاب تک ہیں، پیدا ہوئے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے دنیا میں رہنے والے یہی ہیں۔ اور (بعد از ہبوط) انہی سے پہلا خطاب ہوا تھا۔ (یعنی تلقینِ کلمات برائے تضرع) کیونکہ پکار مکان والے کی ہوتی ہے نہ کہ مکان کی۔

۳۔ نیز امام طرطوشی قدس سرہٗ (اپنے اس دعویٰ کی تائید میں) فرماتے ہیں کہ سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن نمازِ عصر پڑھ لینے کے بعد قبلہ رُو ہو کر ذکر اور دعا میں مشغول ہو جاتی تھیں۔ اور اس وقت میں کسی سے گفتگو نہیں فرمایا کرتی تھیں۔ اور موصوفہ اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتیں کہ "قبولیتِ دعا کی یہی ساعت ہے" اور اپنے اس ارشاد کو اپنے والد گرامی حضور سید عالم ﷺ کی طرف منسوب فرمایا کرتی تھیں۔

یومِ جمعہ کی وہ گھڑی کہ جس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے جب اس کا یہ عالم ہے کہ اس میں جو

مانگا جائے اللہ تعالیٰ وہی عطا فرماتا ہے لہٰذا یقیناً وہ ساعت کہ جس میں سید عالم ﷺ کا ولود مسعود ہوا، اس میں بھی مانگنے والا (بدرجہ اولیٰ) اپنی مراد کو پالیتا ہے۔ اس لیے کہ ساعتِ جمعہ میں بزرگی محض اس لیے آئی کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ لمحہ اور وہ ساعت کہ جس میں سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں اس کی بزرگی وشرف کا کیا عالم ہوگا؟ (اور وہ لازماً اپنے ماسوا سے برتر ہے) جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔

"میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ اور مجھے (اس حقیقت کے اظہار میں) کوئی فخر (مقصود) نہیں"۔

نیز فرمایا:

آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ۔

"حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے۔ انتہی (1)"

یومِ دوشنبہ کے بزرگ ہونے کی دوسری وجہ

یومِ دوشنبہ ہر قسم کے یمن و برکت، امن و امان سے لبریز اور ہر قسم کے عتاب وعقاب سے محفوظ ہے۔ جبکہ روزِ جمعہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اسی میں سیدنا آدم علیہ السلام بطورِ عتاب جنت سے بسوئے زمین نکالے گئے۔ اور شدید ہولناکیوں سے پُر یومِ قیامت بھی اسی دن برپا ہوگا۔

ایک شُبہ

اگر کہا جائے کہ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ، خطبہ جمعہ اور دیگر (ان) امور سے (جو زیادتیِ اعمال وثواب کا باعث ہیں) مخصوص ہے (جبکہ یہ باتیں پیر کے دن میں مفقود ہیں)

جوابِ شُبہ

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ امتثال واطاعت امت کے حق میں تخفیف شدہ ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے حدِ اعتدال سے متجاوز امور کا اس امت کو مکلف بنایا ہے۔ اس لیے اللہ جل مجدہٗ نے جس دن کو نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف سے سرفراز فرمایا تو اس دن میں زیادتیِ اعمال کا آپ کی امت کو مکلف بھی نہ بنایا۔ ان امور کی نبی اکرم ﷺ کے

1۔ "انتہی" یعنی کلام ابوبکر طرطوشی قدس سرہٗ

اعزاز کی خاطر، اور آپ کے وجود مبارک ﷺ کے طفیل آپ کی امت سے تخفیف فرمائی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (انبیاء)

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے''۔

نبی اکرم ﷺ سب جہاں کے لیے عام طور، اور اپنی امت کے لیے خاص طور پر رحمت ہیں، اور اس رحمت کی ایک قسم عدمِ تکلیف بھی ہے۔

یوم دوشنبہ کے افضل ہونے کی تیسری وجہ

امام ابوعبدالرحمان صِقلی قدس سرہٗ ''کتاب الدلالات'' میں ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مکرم اور آپ کی امت سے زیادہ محبوب کسی کو بھی پیدا نہیں فرمایا۔ آپ کے بعد پھر سب انبیاء کرام، پھر سب صدیق، پھر سب اولیاء کرام کو خلعت تکریم سے سرفراز فرما کر تخلیق فرمایا۔ جس کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى خَلَقَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ ﷺ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِأَلْفَيْ عَامٍ وَجَعَلَهٗ فِي عُمُوْدٍ اَمَامَ عَرْشِهٖ يُسَبِّحُ اللّٰهَ وَيُقَدِّسُهٗ ثُمَّ خَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَخَلَقَ نُوْرَ النَّبِيِّيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ نُوْرِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔اھ(1)۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے نورِ محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا اور اسے عرش کے سامنے ایک (نورانی) ستون میں رکھا، جہاں نورِ محمدی ﷺ اللہ جل مجدہٗ کی توصیف وستائش کرتا رہا، پھر (دو ہزار سال بعد) اسی نورِ محمدی ﷺ سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کے نور سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نور کو پیدا کیا۔''

نیز اسی مضمون و مفہوم کی تائید کو فقیہہ ابوربیع الخطیب قدس سرہٗ کی تصنیف کتاب ''شفاء الصدور'' سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں انہوں نے چند نہایت عظیم الشان، جلیل القدر باتیں روایت کی ہیں۔ چنانچہ انہی روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

اِنَّهٗ لَمَّا شَآءَ الْحَكِيْمُ خَلْقَ ذَاتِهٖ ﷺ الْمُبَارَكَةِ الْمُطَهَّرَةِ اَمَرَ سُبْحَانَهٗ

1۔ الی آخرہ من کلام امام ابوعبدالرحمان صقلی قدس سرہٗ

وَتَعَالٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَّنْزِلَ اِلَى الْاَرْضِ وَاَنْ يَّأْتِيَهُ بِالطِّيْنَةِ
الَّتِىْ هِىَ قَلْبُ الْاَرْضِ وَبَهَاءُ هَا وَنُوْرُهَا قَالَ فَهَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَمَلٰٓئِكَةُ الْفِرْدَوْسِ وَمَلٰٓئِكَةُ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى وَقَبَضَ قُبْضَةً
مِّنْ مَّوْضِعِ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهِىَ بَيْضَآءُ مُنِيْرَةٌ فَعُجِنَتْ بِمَآءِ
التَّسْنِيْمِ وَغُمِسَتْ فِىْ مَعِيْنِ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ حَتّٰى صَارَتْ كَالدُّرَّةِ
الْبَيْضَآءِ وَلَهَا نُوْرٌ وَشُعَاعٌ عَظِيْمٌ حَتّٰى طَافَتْ بِهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَوْلَ
الْعَرْشِ وَحَوْلَ الْكُرْسِىِّ وَفِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفِى الْجِبَالِ
وَالْبِحَارِ فَعَرَفَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَجَمِيْعُ الْخَلْقِ مُحَمَّدًا ﷺ وَفَضْلَهُ قَبْلَ
اَنْ تَعْرِفَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَضَعَ
فِىْ ظَهْرِهٖ قُبْضَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعَ آدَمُ فِىْ ظَهْرِهٖ نَشِيْشًا
كَنَشِيْشِ الطَّيْرِ، فَقَالَ آدَمُ يَا رَبِّ مَا هٰذَا النَّشِيْشُ قَالَ هٰذَا تَسْبِيْحُ
نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الَّذِىْ اُخْرِجُهٗ مِنْ ظَهْرِكَ فَخُذْهُ
عَهْدِىْ وَمِيْثَاقِىْ وَلَا تُوْدِعْهُ اِلَّا فِى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ فَقَالَ آدَمُ يَا
رَبِّ قَدْ اَخَذْتُهٗ بِعَهْدِكَ وَمِيْثَاقِكَ وَلَا اُوْدِعُهٗ اِلَّا فِى الْمُطَهَّرِيْنَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُحْصَنٰتِ مِنَ النِّسَآءِ، فَكَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ ﷺ
يَتَلَأْلَأُ فِىْ ظَهْرِ آدَمَ وَكَانَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَقِفُ خَلْفَهٗ صُفُوْفًا يَنْظُرُوْنَ
اِلٰى نُوْرِهٖ ﷺ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِسْتِحْسَانًا لِمَا يَرَوْنَ، فَلَمَّا
رَاٰى آدَمُ ذٰلِكَ قَالَ اَىْ رَبِّ مَا بَالُ هٰٓؤُلَآءِ يَقِفُوْنَ خَلْفِىْ صُفُوْفًا
فَقَالَ الْجَلِيْلُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى لَهٗ يَآدَمُ يَنْظُرُوْنَ اِلٰى نُوْرِ خَاتَمِ
الْاَنْبِيَآءِ الَّذِىْ اُخْرِجُهٗ مِنْ ظَهْرِكَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ اَرِنِيْهِ فَاَرَاهُ اللّٰهُ
اِيَّاهُ فَاٰمَنَ بِهٖ وَصَلّٰى عَلَيْهِ مُشِيْرًا بِاِصْبَعِهٖ وَمِنْ ذٰلِكَ الْاِشَارَةُ
بِالْاِصْبَعِ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِى الصَّلٰوةِ، فَقَالَ رَبِّ
اجْعَلْ هٰذَا النُّوْرَ فِىْ مُقَدَّمِىْ كَىْ تَسْتَقْبِلَنِىْ الْمَلٰٓئِكَةُ وَلَا
تَسْتَدْبِرَنِىْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِىْ جَبْهَتِهٖ فَكَانَ يُرٰى فِىْ غُرَّةِ آدَمَ
مُنِيْرَةً كَدَائِرَةِ الشَّمْسِ فِىْ دَوَرَانِ فَلَكِهَا اَوْ كَالْبَدْرِ فِىْ تَمَامِهٖ

وَكَانَتْ الْمَلَائِكَةُ تَقِفُ أَمَامَهُ صُفُوفًا يَنظُرُونَ إِلَى ذَالِكَ النُّورِ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّنَا إِسْتِحْسَانًا لِمَا يَرَوْنَ ثُمَّ إِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا النُّورَ فِيْ مَوْضِعٍ أَرَاهُ فَجَعَلَ اللّٰهُ ذَالِكَ النُّوْرَ فِيْ سَبَابَتِهِ فَكَانَ آدَمُ يَنْظُرُ إِلَى ذَالِكَ النُّوْرِ ثُمَّ إِنَّ آدَمَ قَالَ يَا رَبِّ هَلْ بَقِيَ مِنْ هٰذَا النُّوْرِ شَيْئٌ فِيْ ظَهْرِيْ فَقَالَ نَعَمْ بَقِيَ نُوْرُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَيْ رَبِّ اجْعَلْهُ فِيْ بَقِيَّةِ أَصَابِعِيْ فَجَعَلَ نُوْرَ أَبِيْ بَكْرٍ فِي الْوُسْطٰى وَنُوْرَ عُمَرَ فِي الْبِنْصَرِ وَنُوْرَ عُثْمَانَ فِي الْخِنْصَرِ وَنُوْرَ عَلِيٍّ فِي الْإِبْهَامِ،فَكَانَتْ تِلْكَ الْأَنْوَارُ تَتَلَأْلَأُ فِيْ أَصَابِعِ آدَمَ مَا دَامَ فِي الْجَنَّةِ فَلَمَّا صَارَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ إِنْتَقَلَتِ الْأَنْوَارُ مِنْ أَصَابِعِهِ إِلَى ظَهْرِهِ۔اه(ص ٢٢٦)

"جب اللہ جل شانہٗ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ومطہرہ کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین کو زمین میں اترنے کا حکم فرمایا اور زمین کی وہ مٹی لانے کا حکم دیا جو زمین کا دل ہو، اور زمین کی تر وتازگی اور زینت ہو۔ راوی نے کہا کہ حسب حکم پروردگار جبریل امین تمام مقربین اور جنت کے تمام فرشتوں کو ہمراہ لے کر زمین پر اترے اور نبی اکرم ﷺ کی تربت شریف کی جگہ سے سفید چمکیلی مٹی کی ایک مشت حاصل کی اور پھر اسے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور بعدا اسے جنتی نہروں میں ڈبکیاں دی گئیں، جس سے وہ سفید موتی کی طرح ایسی چمکدار بن گئی کہ جس کی روشنی اور کرنیں ہر لحاظ سے بڑی تھیں۔ پھر اس نورانی مادہ کو فرشتے عرش وکرسی، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، دریاؤں میں (برس ہا برس) پھراتے رہے حتیٰ کہ فرشتوں سمیت تمام مخلوق نے نبی اکرم ﷺ کی بلند وبالا ذات اور آپ کے رفیع الشان مقام کو آدم علیہ السلام کے عرفان سے کہیں پہلے پہچان لیا۔ پھر جب اللہ جل مجدہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو نبی اکرم ﷺ کے اس نورانی مادہ کو آدم علیہ السلام کی پشت اقدس میں رکھ دیا۔ (جب اس نور معظم کو پشت آدم علیہ السلام میں رکھ دیا گیا) تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت مبارک سے (اس نورانی مادہ کی) پرندوں کے چہچہانے جیسی آواز سنی۔ اس پر آدم علیہ السلام عرض گزار ہوئے، پروردگارا! (میری پیٹھ میں) یہ چہچہاہٹ کیسی ہے۔ اللہ جل مجدہ نے فرمایا (اے

آدم) یہ آواز خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کی تسبیح ہے جنہیں میں تیری پشت سے نکالوں گا۔ اے آدم! آپ اس نور کے حق میں مجھ سے عہد و پیمان کرلیں کہ آپ انہیں صرف پاک رحموں میں ہی منتقل کریں گے۔ آدم علیہ السلام عرض کناں ہوئے، خداوندا! میں نے تیرا عہد و پیمان لیا کہ میں اس نور محمدی ﷺ کو پاک پشتوں اور پارسا رحموں کو ہی سپرد کروں گا۔ چنانچہ نور محمدی ﷺ آدم علیہ السلام کی پشت اقدس میں چمکتا تھا اور فرشتے نور محمدی ﷺ کے دیدار کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کے پسِ پشت صف بستہ کھڑے رہتے تھے۔ اور نور محمدی ﷺ کا نظارہ کروانے پر اللہ جل مجدہٗ کا ''سبحان اللہ'' کہہ کر شکریہ ادا کرتے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے یہ منظر ملاحظہ فرمایا تو عرض گزار ہوئے پروردگار! کیا وجہ ہے کہ یہ فرشتے میرے پسِ پشت (تو) صف بستہ کھڑے رہتے ہیں (مگر میرے آگے نہیں آتے) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: آدم! یہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کو دیکھتے ہیں جنہیں میں تیری پشت سے نکالوں گا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! وہ نور مجھے بھی دکھا دے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کی عرض پر انہیں وہ نور دکھایا تو آپ نے اپنی انگشت سے اشارہ کرتے ہوئے اس نور پر درود شریف پڑھا۔ نماز میں بوقتِ تشہد انگلی سے اشارہ کرنے کی اصل یہی ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام عرض کناں ہوئے: خداوندا! یہ نور میرے سامنے فرما دے تاکہ فرشتے میری پشت کی بجائے میرے آگے رہیں۔ پھر اللہ عزوجل نے نور محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا جہاں وہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اس طرح چمکتا تھا جیسے آفتاب و ماہتاب آسمان میں چمکتے ہیں۔ اب فرشتے اس نور انور ﷺ کے نظارہ کی خاطر آدم علیہ السلام کے سامنے صف بستہ کھڑے رہتے، اور اس دیدار کے شکریہ میں ''سبحان اللہ ربنا'' پکارتے رہتے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام عرض پرداز ہوئے: خدایا! اس نور کو ایسی جگہ منتقل فرما جہاں میں بھی اسے دیکھتا رہوں۔ آدم علیہ السلام کی عرض پر اللہ تعالیٰ نے اس نور ازہر کو آدم علیہ السلام کی انگشتِ شہادت میں منتقل فرما دیا جہاں آپ اس نور کی زیارت فرماتے رہتے تھے۔ پھر آدم علیہ السلام پکارے: خدایا! کیا اس نور میں سے کچھ میری پیٹھ میں رہ بھی گیا ہے؟ فرمایا: ہاں، ابھی اس نور محمدی ﷺ کے صحابہ کا نور باقی ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! باقی ماندہ نور

بھی میری دوسری انگلیوں میں منتقل فرما دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نور آدم علیہ السلام کی درمیانی انگلی میں، اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نور اس کے ساتھ والی انگلی میں اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا نور چھنگلیا میں، اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا نور آدم علیہ السلام کے انگوٹھے میں منتقل فرما دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام جب تک جنت میں قیام فرما رہے تو یہ سب نور آپ کی انگلیوں میں چمکتے رہے۔ پھر جب آپ زمین میں خلیفہ منتخب ہوئے تو وہ تمام انوار دوبارہ آپ کی پشت اقدس میں منتقل ہو گئے''۔

اولیت نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسی روایت کی طرح فقیہ ابو ربیع الخطیب قدس سرہ نے اپنی کتاب (لاجواب) ''شفاء الصدور'' میں یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ:

اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَقْبَلَ ذَالِکَ النُّوْرُ یَتَرَدَّدُ وَ یَسْجُدُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَسَّمَهٗ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْعَرْشَ وَمِنَ الثَّانِیْ اَلْقَلَمَ وَمِنَ الثَّالِثِ اللَّوْحَ ثُمَّ قَالَ لِلْقَلَمِ اِجْرِ وَاکْتُبْ فَقَالَ یَارَبِّ مَا اَکْتُبُ قَالَ مَا اَنَا خَالِقُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَجَرَیٰ الْقَلَمُ عَلَی اللَّوْحِ وَکَتَبَ حَتّٰی اَتٰی عَلٰی آخِرِ هَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وسُبْحَانَهٗ بِهٖ وَاَقْبَلَ الْجُزْءُ الرَّابِعُ یَتَرَدَّدُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَیَسْجُدُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَسَّمَهٗ اللّٰهُ تَعَالٰی اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْعَقْلِ وَمِنَ الثَّانِی اَلْمَعْرِفَةَ وَاَسْکَنَهَا فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ وَ مِنَ الْجُزْءِ الثَّالِثِ نُوْرَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَنُوْرَ الْاَبْصَارِ وَالْجُزْءُ الرَّابِعُ جَعَلَهُ اللّٰهُ حَوْلَ الْعَرْشِ حَتّٰی خَلَقَ آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَسْکَنَ ذَالِکَ النُّوْرَ فِیْهِ۔

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے (بلاواسطہ) اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا جو ذات خداوندی کے سامنے مسلسل سجدہ ریز رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار حصے بنائے۔ ایک حصہ سے عرش، دوسرے حصے سے قلم، تیسرے سے لوح (تختی)، کو بنایا۔ اس کے بعد اللہ جل مجدہ نے قلم کو حکم فرمایا کہ لوح پر رواں ہو اور لکھ۔ قلم نے عرض کیا: کیا

لکھوں؟ فرمایا: وہ لکھو جسے میں قیامت تک ہونے والی ہر شے پیدا کروں گا۔ پھر قلم نے لوح پر روانی سے وہ سب کچھ لکھ دیا جس کا اللہ جل شانہ نے حکم فرمایا تھا(1) اور یہ چوتھا حصہ مسلسل ذاتِ خداوندی کے سامنے سجدہ کناں رہا، پھر اس چوتھے حصہ کے بھی چار حصے بنائے گئے۔ پہلے حصہ سے عقل، دوسرے حصہ سے مومن بندوں کے دلوں کی معرفت اور تیسرے حصہ سے چاند، سورج اور آنکھوں کے نور کو پیدا فرمایا، پھر اس چوتھے حصہ کو عرش کے سامنے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ایک نورانی ستون میں) رکھا، پھر (اسی نور سے) آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر وہ چوتھا حصہ نور آدم علیہ السلام میں بطور ودیعت رکھا''۔

تخلیق عالم و آدم علیہ السلام کا واسطہ نور محمدی ﷺ ہی ہے

فَنُوْرُ الْعَرْشِ مِنْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَنُوْرُ الْقَلَمِ مِنْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَنُوْرُاللَّوْحِ مِنْ نُوْرِهٖ ﷺ، وَنُوْرُ النَّهَارِ مِنْ نُوْرِهٖ ﷺ وَنُوْرُ الْعَقْلِ مِنْ نُوْرِهٖ ﷺ، وَنُوْرُ الْمَعْرِفَةُ، وَنُوْرُ الشَّمْسِ، وَنُوْرُ الْقَمَرِ، وَنُوْرُ الْاَبْصَارِ مِنْ نُوْرِهٖ ﷺ۔ اھ(2) (ص ۲۲٦)

''لہٰذا عرشِ اعظم کا نور آپ کے نور سے، قلم کا نور، لوح کا نور، دن کا نور، عقل کا نور، عرفان کا نور، آفتاب و ماہتاب کا نور، اور نورِ عین سبھی آپ کے ہی نورِ معظم کا پرتو ہیں(3)''۔

1۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے علم ما کان و ما یکون کے اثبات کی چنداں ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تمام کمالات و علوم کے تو آپ ہی ذریعہ ہیں، نیز یہ تمام کمالات تو آپ کے سامنے تیار ہوئے۔ آپ ہی قاسم علم و معلومات اور اس کا منبع ہیں۔

2۔ الی آخرہٖ من کلام الفقیہہ ابوربیع الخطیب قدس سرہٗ۔

3۔ شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

تو اصلِ وجود آمدی از نخست ۔۔۔ دِگر ہر چہ موجود شد فرع تُست

مشہور عارف حضرت میاں محمد بخش صاحب قدس سرہٗ (آزاد کشمیر) نے اسی مفہوم کا یہ تخیل پیش فرمایا ہے:

نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا ۔۔۔ اوّل، آخر دوہیں پاسیں اوہو ل کھلویا
کرسی، عرش نہ لوح، قلم سی نہ سورج، چن، تارے ۔۔۔ تدوں وی نور محمد والا دیندا سی چمکارے

(سیف الملوک)

یہی مفہوم حضرت ملا جامی قدس سرہٗ اس طرح ادا فرماتے ہیں:

وصلی اللہ علی نور کز و شد نورہا پیدا ۔۔۔ زمین از حب اُو ساکن، فلک در عشق اُو شیدا
محمد، احمد و محمود وے خالقش بستود ۔۔۔ کز و شد بود ہر موجود زو شد دیدہا بینا

(کلیات جامی)

اسی (اولیت) کی بناء پر جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام (اظہارِ حقیقت کے طور پر) آپ سے یوں گویا ہوئے تھے:

یَا اَبَاهُ مَعْنَایَ یَا ابْنَ صُوْرَتِیْ۔

''اے وہ ذات ستودہ صفات جو حقیقتاً تو میرے والد ہیں اور ظاہراً میرے بیٹے ہیں۔''

تخلیقِ مکوّنات سے قبل ہی آپ وصفِ نبوّت سے بھی سرفراز تھے

وَقَدْ رَوٰی التِّرمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ، قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (ص ۲۲۶)

''امام الائمہ ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ کی نبوت کب سے ثابت ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم میں تھے (یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح نے ان کے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا)''۔

مذکورۃ الصدر مضمون پر مشتمل روایات بکثرت ہیں جسے دیکھنے کا شوق ہو اسے چاہیے کہ فقیہہ ابوربیع الخطیب قدس سرہٗ کی تصنیف کتاب ''شفاء الصدر'' کا مطالعہ کرے(1)۔

اوقات کی بزرگیاں، زمان ومکاں کی خوبیاں، آپ ہی کی برکات کا نتیجہ ہیں

(مذکورہ مفہوم سے جب یہ عیاں ہو گیا کہ مکوّنات عُلوی، سُفلی اور ساری کائنات کے واسطہ و ذریعہ آپ ہی ہیں، اور تمام کثرتیں آپ ہی کے وحدت نور کا پرتو ہیں)

تو اگرچہ رمضان شریف لیلۃ القدر کی فضیلت سے مختص ہے۔ اور لیلۃ القدر کی بزرگی زبان زدِ عوام ہے، نیز اس کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت کے مُساوی، اور اس میں آئندہ سال ہونے والے اہم امور کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔ یونہی علاوہ رمضان کے کسی بھی ماہ میں لیلۃ القدر کی عبادت سے بھی زیادہ مشقت عبادت (اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر) راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی ہے۔

(اور نیز شبِ برأت کی بزرگی، ماہِ محرم کی عظمت، شب جمعہ اور یومِ جمعہ کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے) مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں ان ماہ و ایام کی بزرگیاں کیوں کر معلوم ہوئیں تو ظاہر بالبداہت یہی

1۔ اسی مفہوم پر مشتمل امام الائمہ سراج الامۃ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قصیدہ مبارکہ بھی دیدنی ہے۔

ہے کہ ان اوقات کی عظمتیں ہمیں نبی اکرم ﷺ کے بتانے سے ہی معلوم ہوئی ہیں۔لہٰذا ماہ ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ اور شبِ دوشنبہ کی عظمتیں بھی اسی بات سے عیاں تر ہوگئیں کہ اس ماہِ مقدس میں، اور اس دن میں وہ تشریف لائے کہ جن کے باعث مذکورہ اوقات کو بزرگیاں ملی ہیں(1)۔(اور اگر وہ نہ ہوتے تو ماہِ رمضان اور اس کی عظمتیں کہاں ہوتیں)

یومِ دوشنبہ کیوں افضل ہوا

(ماہِ ربیع الاول شریف اور یومِ دوشنبہ مبارک کیوں کر افضل نہ ہو جبکہ) اس ماہِ مکرم اور یومِ سعید میں تشریف لانے والے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم:

۱۔دائرۂ کائنات کا محور ہیں جس پر تمام ممکنات کا پاٹ گھوم رہا ہے۔

۲۔آپ موجودات کی تخلیق کا باعث ہیں۔

۳۔آپ ہی کی برکات کا ثمرہ اوقات کی بزرگیاں ہیں۔

۴۔آپ ہی کے طفیل امت لیلۃ القدر کی عظمت سے مختص اور باخبر ہوئی۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں سے افضل کونسا ہے؟

فاروقی عقیدہ

ہمارے اس بیان کی تائید امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اس مناظرہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تحکمًا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر واشگاف الفاظ میں واضح فرما دیا تھا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ فروکش ہوں بزرگیاں بھی وہاں ہی ہیں۔لہٰذا مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے (چنانچہ اس مناظرہ کی تفصیل یوں ہے کہ) امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے برتر ہے تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا کہ آیا آپ کا ایسے ہی کہنا ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے۔تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، کیوں نہیں، جبکہ اس میں اللہ کا گھر ہے، اور اس کا حرم ہے، اور اس میں سلامتی ہے۔اس پر حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے (ذرا درشت لہجہ میں) فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر اور امن و سلامتی میں

1۔معلوم ہوا کہ ماہِ ربیع الاوّل شریف، رمضان و محرم و شعبان سے بڑھ کر باعظمت، اور یومِ دوشنبہ اور شبِ دوشنبہ، یومِ جمعہ اور شبِ جمعہ، شبِ برات اور شبِ قدر سے افضل۔

نہیں پوچھتا، تو یہ بتا کہ آیا تُو نے یوں ہی کہا ہے؟ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کو تین بار دُہرایا۔ (آخر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سکوت فرمالیا) "صاحب منتقیٰ" فرماتے ہیں کہ محمد ابن عیسیٰ قدس سرہٗ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اگر افضلیتِ مکہ کا اعتراف فرما لیتے تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ ازراہِ تادیب ان کی سرزنش فرماتے، اس لیے کہ اس گفتگو سے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

ا۔ ایک تو یہ کہ آپ کا عقیدہ مبارکہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ سے برتر ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دونوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح و تفضیل کا عقیدہ نہ رکھنا چاہیے۔

مگر پہلی وجہ ہی نہایت واضح ہے کیونکہ یہ تمام تر گفتگو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں ہوئی اور صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی فاروقی عقیدہ کا انکار نہ فرمایا۔ لہٰذا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضلیتِ مدینہ منورہ پر صراحت پائی گئی کہ آپ کے نزدیک مدینہ طیبہ ہی افضل ہے۔

فضائل مدینہ منورہ پر دلائل و براہین

(اور متعدد احادیثِ صحیحہ سے بھی یہی مترشح ہے)

(۱) جیسا کہ امام الائمہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "موطا" شریف میں بروایت ابو القاسم عبد الرحمٰن الغافقی جوہری قدس سرہٗ حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اُفْتُتِحَتِ الْقُرٰی بِالسَّیْفِ وَافْتُتِحَتِ الْمَدِیْنَةُ بِالْقُرْاٰنِ۔ (ص ۲۲۷)

"تمام شہر بذریعہ تلوار فتح ہوئے، اور مدینہ منورہ قرآن سے فتح ہوا"۔

(۲) نیز بروایت امام ابو القاسم جوہری قدس سرہٗ امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ اپنی "موطا" شریف میں حضرت عمرہ بنتِ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن منبر پر مروان (حاکمِ مدینہ) نے خطبہ میں مکہ مکرمہ کے لمبے چوڑے فضائل بیان کیے، اور مدینہ منورہ کے فضائل میں کچھ بھی نہ کہا۔ اس پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر فرمایا: ارے تجھے کیا ہوا کہ مکہ مکرمہ کے فضائل تو تُو نے خوب بیان کیے، مگر مدینہ منورہ کا تُو نے نام تک نہ لیا۔ سن لے میں اس پر گواہ ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

وَالْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ (ص ۲۲۷)

''مدینہ طیبہ سب کے لیے بہتر ہے، کاش لوگ اس کی بہتری کو جان لیتے''۔

مدینہ طیبہ کی افضلیت کی وجہ کثرتِ ثمار نہیں

اس کے باوجود (یعنی ہر طرح سے خوبیوں کا ہونا) یہ حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث کی عمومیت کو بعض علماء نے اس پر محمول کیا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے اس لیے افضل ہے کہ اس میں رزق کی فراوانی اور پھلوں کی بہتات ہے حالانکہ انکے اس نظریۂ تخصیص کی تردید نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے عیاں ہے جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(ص ۲۲۷)

''جو شخص مدینہ منورہ کی مشقت و تنگدستی پر صابر رہے گا، میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا، اور اس کی شہادت دوں گا''۔

اس ارشاد میں ''لا وائها'' کا معنی تنگدستی اور مشقت ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

(اگر کہا جائے کہ اس ارشاد کے مفہوم کو) نبی اکرم ﷺ نے رزق و پھل کی فراوانی پر ہی محمول کیا ہے تو یہ معنی (ولغت) کے اعتبار سے بعید (از قیاس) ہے(1)۔

اس لیے کہ آپ کے ہر ارشاد کی مراد تو اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے متعین و مبین ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ تو وہی ارشاد فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصص ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل و اعلیٰ ہو گا۔ بنا بریں حدیث کے عام مفہوم کو خاص کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مدینہ منورہ کی بزرگی و شرافت نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری اور رخصت فرمانے کے باوجود مسلّمہ و مختص ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور عنقریب اِن شاءاللہ اس کا بیان آئے گا۔

(مثلاً) جیسے امام رزین قدس سرہٗ نے اپنی کتاب میں جس میں ''کتب صحاح'' کی ہی احادیث لکھی گئی ہے۔ (آپ) مدینہ منورہ کی فضیلت کے باب میں روایت فرماتے ہیں:

''مدینہ طیبہ بسانے والے پر صلاۃ وسلام۔'' (چنانچہ افضلیتِ مدینہ پر) انہی کے الفاظ میں یہ روایت نقل کی جارہی ہے:

(۳) عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ جَالِسًا وَقَبْرٌ

1۔ نیز اس لیے بھی کہ پھلوں کی کثرت اور رزق کی فراوانی تو مکہ مکرمہ میں بھی موجود ہے بلکہ علی الاطلاق والعموم مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ پر فوقیت رکھتا ہے نہ اس لیے کہ اس میں غلہ و میووں کی کثرت ہے۔ فافہم

يُحْفَرُ بِالْمَدِيْنَةِ فَاطَّلَعَ رَجُلٌ فِي الْقَبْرِ فَقَالَ بِئْسَ مَضْجَعُ الْمُؤْمِنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِئْسَ مَا قُلْتَ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا اِنَّمَا اَرَدْتُ الْقَتْلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا مِثْلَ الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ بُقْعَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مَا يَكُوْنُ قَبْرِيْ بِهَا مِنْهَا ثَلَاثًا۔ انتہی (ص ۲۲۷)

''حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک جگہ قبر کھودی جا رہی تھی اور نبی اکرم ﷺ بھی وہیں جلوہ گر تھے، کہ ناگاہ ایک صاحب قبر میں جھانکنے کے بعد کہنے لگے، مومن (متوفی) کی آرامگاہ (یعنی مدفن) بہت بُری ہے۔ ان کے اس کہنے کو ٹوکتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو نے بھی جو کچھ کہا ہے وہ بھی تو برا ہے، آپ کے اس ارشاد پر وہ صاحب عذر خواہی سے عرض گزار ہوئے (یارسول اللہ ﷺ) میرا یہ مقصد نہیں کہ اس متوفّی کا یہ مدفن برا ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس کی وفات گھر میں واقع ہونے کی بجائے راہِ خدا میں شہادت سے ہونی چاہئے تھی پھر نبی اکرم ﷺ ارشاد فرما ہوئے (ہاں یہ مجھے بھی بخوبی معلوم ہے کہ) راہِ خدا میں شہادت کی موت کا تو کوئی جواب ہی نہیں (مگر سن لے) مجھے زمین کے اس حصہ سے زیادہ مرغوب و پسندیدہ کوئی بھی حصہ نہیں کہ جس میں میری قبر بنے(1)۔ اس (آخری) کلمہ کو آپ نے تین بار ارشاد فرمایا''۔

ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے، مقام غور ہے! یہ حدیث شریف کتنے ہی عمدہ اور کثیر فوائد، اور واضح اسرار پر مشتمل ہے۔ وہ اس طرح کہ سرزمینِ مدینہ منورہ کو جب سے نبی اکرم ﷺ نے اپنے ورودِ مسعود اور سکونتِ عالیہ سے سرفراز فرمایا ہے اس وقت سے اسے ہر طرح کی خصوصیت ہی خصوصیت حاصل ہے۔ کیا تجھے سمجھ نہیں آئی کہ نبی اکرم ﷺ نے ''بِئْسَ مَضْجَعُ الْمُؤْمِنِ'' مومن کا ''مدفن برا ہے'' کہنے والے کو اپنے اس ارشاد ''بِئْسَ مَا قُلْتَ'' تو نے بھی برا کہا ہے، سے ناپسند فرمایا اور آپ نے قائل (وحاضرین) پر واضح فرمادیا کہ مومن کا مدفن تو ہر طرح سے عمدہ و بہتر ہے۔ پھر اپنے اس ارشاد گرامی کی جواباً مزید تاکید بھی فرمادی، اور جب ان صاحب نے یہ معذرت پیش کی کہ میرا مقصد تو یہ تھا کہ اس کی موت جہاد فی سبیل اللہ سے واقع ہوتی۔ چنانچہ آپ نے ان کے اس خیال کی اس طرح تردید فرمائی ''اللہ کی راہ میں جان دینے کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ اور اس کے بے شمار

1۔ آپ نے اس ارشاد گرامی سے یہ واضح فرمایا کہ زمینِ مدینہ منورہ میرا مدفن ہونے کی بنا پر شہادت فی سبیل اللہ کے مساوی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ متن میں آگے اس کا بیان آرہا ہے۔

فضائل بھی واضح ہیں"۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران)

"اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں"۔

نیز (اسی آیہ کریمہ کے مفہوم کی تائید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ کی موت کو کتنا اہم سمجھتے تھے چنانچہ) ارشاد فرمایا:

وَدِدْتُ اَنِّیْ اُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیَا فَاُقْتَلَ۔ (الحدیث)

"مجھے یہی پسند ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کرتا رہوں اور دورانِ قتال شہید ہو جاؤں اور پھر دوبارہ زندگی ملے اور پھر شہید ہو جاؤں"۔

علاوہ ازیں جہاد کے فضائل و محامد مشہور و معروف ہیں۔ (خلاصہ یہ کہ مذکورہ گفتگو میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے راہِ خدا میں جان دینے سے بھی بڑھ کر مدینہ طیبہ میں دفن ہونے کو فوقیت دی ہے اور نیز اپنی ذاتِ گرامی کے لیے مدینہ طیبہ کی زمین میں روپوش ہونے کے ساتھ اختصاص فرمایا ہے اس کی تو کوئی فضیلت ہمسری کر سکتی ہی نہیں۔ یہ خصوصیت اور یہ فضیلت صرف مدینہ طیبہ ہی کی ہے۔ اور یہ خصوصیت ہی اس کے اجل و اعظم فضائل میں سے ہے۔ اور زمینِ مدینہ کی یہ سب خوبیاں تو وہ ہیں جبکہ آپ اس کے اوپر تشریف فرما تھے۔ اور جب آپ اس کے اندر آرام فرمانے کے لیے تشریف لے گئے تو اب جو آرام و آسائش اور بلندیِ درجات آپ کو ملے ان کا اندازہ کوئی شخص نہیں لگا سکتا۔ اس لحاظ سے مدینہ طیبہ کو جو خصوصیت و فضیلت ملی ہے اس کا احاطہ و ادراک عقل کے بس کا روگ نہیں (1)۔ اور نہ ہی اس زمین کی بزرگی و عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۴) چنانچہ "مؤطا" شریف میں ہے کہ (یزیدی) فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی

1۔ اس لئے کہ بموجب حدیث بعد از انتقال ہر شخص کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، جیسے سمع، بصر اور ادراک کی قوت، یہ تو عام انسان کے لیے ہے اور جن کی حیاتِ ظاہری میں ہی یہ اشیاء قوی ترین تھیں تو ان کے حیاتِ حقیقی میں ان اشیاء کی طاقت کا کیا عالم ہوگا، لہٰذا بعد از وصال جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کمالات و فضائل اور محامد و صفات میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے وہیں اس زمین کی عظمتوں اور رفعتوں میں بھی بداہتہً لاتعداد و لاتحصٰی اضافہ ہو گیا ہے اسی لیے یہ متفقہ اور مسلمہ امر ہے کہ زمین مدینہ طیبہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر و انور آرام فرما ہے وہ مکہ تو کجا عرشِ اعظم سے بھی برتر و افضل ہے۔

اللہ عنہما کی ایک آزاد شدہ لونڈی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتنہ سامانیوں سے دل برداشتگی کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا: حضرت! میں تو یہاں سے بھاگ جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ (میں اپنے اس ارادہ میں حضرت کی رائے معلوم کرنا چاہتی ہوں) تو اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اری پاگل! (میرا مشورہ تو یہ ہے) تو یہاں ہی رہ، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (الحدیث)

''جو بھی مدینہ طیبہ کی تنگ دستی و تکلیف کو خندہ پیشانی سے اپنا لے گا تو میں قیامت کی ہولناکیوں میں اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا''۔

الفاظ حدیث کی تشریح

مذکورہ حدیث شریف کے ان دو کلمات ''لا وائها وشدتها'' کے متعلق امام باجی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن دینار قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ (مذکورہ) حدیث میں ''لا وائها'' کے کلمہ کے ساتھ ''وَشِدَّتِهَا'' کے کلمہ کی روایت میں محدث کو (غالباً) شک پڑ گیا ہے کہ (نبی اکرم ﷺ نے صرف ''لَأْوَائِهَا'' فرمایا تھا یا ''لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا'' فرمایا تھا) اس لیے کہ ''لَأْوَاءٌ'' کا (لغوی) معنی فاقہ، شدت اور بیروزگاری ہے۔ اس کی توجیہ یوں کی جا سکتی ہے کہ آپ نے شدت سے بھی ''لا واء'' ہی مراد لیا ہے (1)۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شئے رہنے والے پر تکلیف دہ اور ضرر رساں ہو (اس پر صبر کرنے والے کا مذکورہ انعام ہے)

شفاعت و شہادت کا مطلب

جمہور اہل سنت کے نزدیک شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

ایک جنتیوں کے مراتب زیادہ کروانے کے لیے ہے۔

اور دوسری خصوصی سفارش جہنمیوں کو نکلوانے میں ہوگی۔

اور حدیث شریف میں مذکورہ کلمہ ''شَهِيْدًا'' کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں بہ نیت ثواب

1۔ یعنی ''وشدتها'' کا کلمہ گویا سابقہ کلمہ کی تفسیر ہے۔ اس صورت میں ''وشدتها'' کی واؤ تفسیر یہ ہوگی یا ''لا واءٌ'' کے کلمہ سے شدت کی تجرید کی گئی ہے اور یہ عام محاورۂ عرب کے مطابق ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

سکونت اختیار کرنے والے پر آپ شہادت دیں گے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ کسی کے لیے آپ کا شاہد بننا اس کی لغزشات کے عفو اور نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہے اور اس میں تو کوئی شبہ باقی رہتا ہی نہیں کہ ساکنِ مدینہ طیبہ کا وہاں مقیم ہونا ہی اس کی مُجملہ نیکیوں میں سے ہے۔ لہٰذا (واضح ہو گیا کہ) کسی کے حق میں آپ کا گواہ بننا زیادتیِ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ جیسا کہ شہداء اُحد کے حق میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا: ''اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاۤءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' میں قیامت میں ان پر گواہ ہوں گا۔ (یعنی ان حضرات میں شہادت فی سبیل اللہ کی نیکی تو ہے ہی، میں ان کے حق میں ان کی اس نیکی پر شاہد بن کر ان کے اعمال میں اضافہ کراؤں گا۔)

مدینہ منورہ میں سکونت کی بزرگی و شرف اب بھی باقی ہے

(نیز) اس حدیث شریف کا مقتضاء یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ظاہری حیات سے رُوپوش ہونے کے بعد بھی، مدینہ طیبہ کو وطن بنا لینے اور وہاں رہائش اختیار کرنے کو شرف و بزرگی حاصل ہے، علاوہ ازیں (نبی اکرم ﷺ کا اپنی تدفین کے لیے) مدینہ طیبہ کو مختص کرنے کا مطلب و مقصد اس حدیثِ قدسی کے مماثل ہے کہ جسے اللہ جل مجدہٗ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے کہلوایا کہ:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهٗ اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اُجْزٰى بِهٖ۔

''انسان کا ہر عمل اسی کے لیے ہے۔ مگر روزہ صرف میرے لیے ہے، اور اس کی جزا میں خود ہوں''۔

(مقامِ غور ہے کہ) جب کسی عمل کی جزا و انعام خود ذاتِ خداوندی ہے تو پھر اس عمل کی بزرگی و منزلت کا اندازہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اور نہ ہی بیچاری عقل اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔

ہمارا موضوعِ سخن بھی اسی کے مماثل و مشابہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی سکونت و تدفین سے سرفراز فرما دیا تو اب اس کی قدر و منزلت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا آپ کی برکت و نظرِ کرم سب کے لیے عام ہے۔ وہاں مدفون ہوں یا نہ ہوں۔ اور زندوں کے لیے آپ کی توجہ و عنایت تو واضح ہے ہی مگر مرے ہوئے بھی آپ کی برکات و فیضانِ نظر سے محروم نہیں۔

(اموات کے لیے آپ کی برکات کا اندازہ اس ارشادِ عالی سے لگایا جا سکتا ہے) جیسے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا اَشْفَعُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا۔

''جو شخص مدینہ منورہ میں مرنے پر قادر ہو اسے چاہیے کہ وہاں ہی مرے۔ اس لیے کہ میں وہاں مرنے پر اس کی سفارش کروں گا''۔ (ص ۲۲۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی بزرگی وشرف میں صرف اسی پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ اسے اپنی محبوبیت سے بھی نوازا ہے جیسا کہ پہلی حدیث شریف میں صراحۃً بیان کیا جا چکا ہے۔ جس کا آخری جملہ یہ ہے:

مَا عَلَى الْاَرْضِ بَقْعَةٌ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ يَّكُوْنَ قَبْرِيْ بِهَا مِنْهَا، ثَلَاثًا۔ اِنْتَهٰى

''زمین کا وہ حصہ کہ جس میں میری قبر ہو، اس سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی زیادہ عزیز نہیں۔ اس جملہ کو آپ نے تین بار دہرایا''۔

آپ کے اس اظہارِ پسندیدگی کی خصوصیت سارے مدینہ منورہ کو شامل ہے۔ اللہ جل وعلا ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔

پھر قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس جملہ کو آپ نے تین بار دہرایا، جس سے ایک نہایت اہم نکتہ سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب کسی اہم معاملہ یا کسی شی کی عظمت کا اظہار فرمانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی کلام شریف کو تین مرتبہ دہرایا کرتے تھے۔ لہٰذا مدینہ طیبہ کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اظہارِ پسندیدگی اس کے فضائل عامہ اور اس کی برکات شاملہ، اور اس کی رفعت ومنزلت پر واضح ثبوت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں قرآن اس طرح ناطق ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾ (النجم)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''۔

لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی شی کی رفعت وعظمت اپنی طرف سے بیان نہیں فرما سکتے بلکہ وہ مامور من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اس لیے جب آپ نے مدینہ طیبہ کی بزرگی وشرف کا اظہار فرما دیا تو اب وہ کون سا خطہ ومقام ہے جو اس معظم وبرتر مقام کی عظمت ورفعت کو پہنچ سکے۔

مدینہ طیبہ کے وہ خصائص وفضائل جو مکہ مکرمہ میں نہیں ہیں

مدینہ طیبہ کے بعض فضائل وہ ہیں جنہیں صاحب ''تقریب وبیان'' اور قاضی (ابو محمد عبد الوہاب قدس سرہٗ) نے ''المعونہ'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے منتخب فرما کر نقل فرمائے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ يَّحْرُسُوْنَهَا لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

''مدینہ منورہ کے دروازوں پر اس کی حفاظت کرنے والے فرشتے متعین ہیں (اسی لیے)

اس میں طاعون (وباء) اور دجال داخل نہیں ہوسکتا"۔

اور یہ خوبی وشرف مکہ مکرمہ میں مفقود ہے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

"مدینہ منورہ سب کے لیے بہتر ہے کاش لوگ اس کی بزرگی کو جان لیتے"۔

یہ خوبی بھی مکہ مکرمہ کے بارے میں ناپید ہے۔

۳۔ حضور انور ﷺ ارشاد فرماہیں:

اَلْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خُبْثَهَا وَيَنْصَعُ طِيْبُهَا۔

"مدینہ منورہ بھٹی کی مانند ہے جو اس کے زنگ کو دور، اور اس کی ہوا کو خوشگوار بناتا ہے"۔

یہ کمال مکہ مکرمہ میں نہیں ہے۔

۴۔ مذکورہ فضائل سے بھی واضح تر فضیلت اس شہر مقدس کی حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ دَعَاکَ لِمَكَّةَ وَاَنَا اَدْعُوْکَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ دَعَاکَ اِبْرَاهِيْمُ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ (ص۲۲۹)

"خدایا! ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ مکرمہ کے لیے (کثرت ارزاق واثمار کی) دعا مانگی تھی۔ جیسے انہوں نے مکہ کے لیے دعا مانگی تھی۔ میں مدینہ طیبہ کے لیے اس کی مانند بھی، اور اس سے دگنی تجھ سے مانگتا ہوں"۔

(لہٰذا یہ خوبی، یعنی مدینہ طیبہ کی ہر شئی میں دگنی برکت کا ہونا، مکہ میں نہیں ہے اس لیے کہ) نبی اکرم ﷺ کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ دعا کی قبولیت و بزرگی، دعا کرنے والے کی بزرگی وعظمت کے مطابق ہوتی ہے۔ (اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ نبی کریم ﷺ قدر و منزلت کے لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں۔)

۵۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ صَحِّحْهَا لَنَا وَبَارِکْ لَنَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا جُحْفَةَ۔

"خدایا! مکہ مکرمہ سے بھی بڑھ کر مدینہ منورہ ہمارے لیے محبوب بنادے اور اس کی آب و ہوا ہمارے لیے خوشگوار بنا اور اس کے پیمانوں میں خیر و برکت عطا فرما، اور اس کا شدید

بخار ''جھہ'' میں منتقل فرمادے''۔

(یہ ارشادِ گرامی افضلیتِ مدینہ پر مبین دلیل ہے اس لیے کہ) یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ کی محبت اپنانے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست فرمائیں۔

۶۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اسلافِ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک مدینہ طیبہ، مکہ مشرفہ سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے (دورانِ مناظرہ) اپنے مدِ مقابل (سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما) کے استدلال کا رد فرماتے ہوئے (تحکماً) فرمایا تھا:

أَأَنْتَ الْقَائِلُ مَكَّةُ خَيْرٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ''ثَلَاثًا''۔

''کیا تو یہی کہتا ہے کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے برتر ہے؟ اس جملہ کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا تھا''۔

(یعنی مکہ، مدینہ طیبہ سے برتر کب ہوسکتا ہے)

۷۔ نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ لَهَا اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهُ۔

''جو آدمی مدینہ منورہ کو ناپسندیدگی سے ترک کر کے کہیں اور آباد ہوجائے تو اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ میں اس سے بہتر آدمی کو آباد فرمادے گا''۔

۸۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبَ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِيْ النَّاسَ كَمَا يَنْفِيْ الْكِيْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ۔ (ص۲۲۹)

''مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم ہوا جو تمام بستیوں پر فوقیت رکھتی ہے، لوگ تو اسے ''یثرب'' کہتے ہیں مگر ہے وہ ''مدینہ''۔ یہ بستی لوگوں کے گناہوں کو یوں صاف کرتی ہے جیسے بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے''۔

آپ کا یہ ارشاد کہ ''تَاْكُلُ الْقُرٰى'' یہ تمام بستیوں پر فائق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام بلاد وامصار سے برتر ہے۔ اور اس کی بزرگی وعظمت سب شہروں اور قصبوں سے بڑھ کر ہے۔

۹۔ ایمان کی جائے پناہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔

"(اخیر زمانہ میں) ایمان مدینہ منورہ میں یوں سمٹ کر آ جائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹتا ہے"۔

نبی اکرم ﷺ کا مدینہ منورہ کو ایمان کے سمٹنے کے ساتھ مختص کرنا، اس کے زمین کے تمام طبقات سے افضل ہونے کا ثبوت ہے اس لیے کہ یہ خوبی و شرف اور وصف (بشمولِ مکہ) زمین کے کسی اور حصہ میں نہیں ہے۔

۱۰۔ وَلِاَنَّ فَضْلَ الْهِجْرَةِ اِلَيْهَا يُوْجِبُ كَوْنَ الْمَقَامِ بِهَا طَاعَةً وَقُرْبَةً وَالْمَقَامُ بِغَيْرِهَا ذَنْبًا وَمَعْصِيَةً وَذٰلِكَ دَالٌّ عَلٰى فَضْلِهَا عَلٰى سَائِرِ الْبِقَاعِ۔

"مدینہ منورہ کی جانب ترکِ وطن کرنے کی جو فضیلت و بزرگی ہے وہ اس کی متقاضی ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام ہی عبادت و کارِ ثواب ہے۔ اور یہاں کی سکونت چھوڑ کر (بغرضِ ثواب) کہیں اور مقیم ہونا نافرمانی و گناہ ہے۔ (مدینہ منورہ میں مقیم ہونا جب عبادت ہے تو) یہ امر مدینہ منورہ کے روئے زمین سے افضل ہونے کا ثبوت ہے"۔

۱۱۔ وَلِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَخْلُوْقٌ مِّنْهَا وَهُوَ خَيْرُ الْبَشَرِ فَتُرْبَتُهٗ اَفْضَلُ التُّرَبِ۔

"نیز اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش بھی اسی مٹی سے ہے اور آپ جب خیر البشر ٹھہرے تو مدینہ طیبہ کی زمین (جو کہ آپ کے جسم اطہر کا مادۂ لطیف ہے) بھی سب سے برتر ہی ہوئی۔ "انتہی کلامہما"

یہاں مصنف "البیان والتقریب" اور "قاضی" قدس سرہما کا کلام ختم ہوا۔

مدینہ منورہ کو اپنی تدفین کے لیے کیوں منتخب فرمایا

مدینہ طیبہ کو آپ نے اپنے دفن کے لیے اس لیے پسند فرمایا کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ اللہ جل مجدہٗ کو روئے زمین پر یہی ایک خطہ محبوب تر ہے۔ اس لیے کہ یہ تو کبھی ہوا نہیں کہ آپ نے اپنی ذات گرامی کی وجہ سے کسی شئ کو بزرگی و برتری دی ہو بلکہ آپ بھی اسی شئ کو بزرگی و فضیلت دیتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت و برتری دی ہوتی۔ اسی کی مؤید وہ حدیث گرامی ہے جو پہلے گزر چکی کہ جب ازواج مطہرات نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سب پر (رضی اللہ عنہن) آپ کے فوقیت دینے کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے ان کے شکوہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ اس لیے کہ (جو

خوبی اس میں ہے وہ تم میں نہیں اور وہ یہ کہ)

افضلیتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ

اِنَّهُ لَمْ يُوْحَ اِلَيَّ فِي فِرَاشِ اِحْدَاكُنَّ اِلَّا فِي فِرَاشِهَا۔ (ص ۲۳۰)

"تم میں سے ماسوا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے کسی کے بچھونے پر مجھے وحی نہیں آئی"۔

(یعنی) نبی اکرم ﷺ چیزوں کو اسی قدر فضیلت مرحمت فرماتے تھے جس قدر کہ اللہ جل مجدہٗ نے کسی چیز کو فضیلت دی ہوتی تھی۔ سمجھنے کے لیے اتنا ہی بس ہے۔

علماءِ مدینہ کے نزدیک مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے

اور مدینہ طیبہ کے علماء کرام (1) علیہم الرضوان کا مذہب مبارک یہی ہے کہ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ سے شرف و بزرگی میں کہیں برتر و افضل ہے۔ اور یہ کہ مسجدِ نبوی میں نماز ادا کرنا ہزار رکعت کی قید لگائے بغیر (علی الاطلاق) مسجدِ حرام میں نماز ادا کرنے سے افضل و برتر ہے۔ جبکہ بہ نسبت دوسری مساجد کے علاوہ مسجد اقصیٰ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا ہزار رکعت کا ثواب زیادہ ہے اور مسجدِ اقصیٰ میں پانچ سو نماز کا ثواب ہے (2)۔ بنا بر مشہور و معروف حدیث کے، علماء کرام مدینہ طیبہ کے مذہب پر ہی امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ نے (فتویٰ) ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مکہ معظمہ ذاتی طور پر بے شمار فضائل و محامد کا حامل ہے بایں ہمہ "اِنَّ الْمَدِيْنَةَ اَفْضَلُ مِنْ مَكَّةَ" مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔

مکہ مکرمہ کے فضائل

۱۔ یوں تو مکہ مکرمہ کے فضائل میں بکثرت نصوص پائے جاتے ہیں (اور بالفرض اگر اس کی کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تو) اس کے لیے یہی ایک فضیلت کافی ہے کہ یہ شہر مقدس آفتابِ نبوت کا جائے طلوع ہے۔ (یعنی اسے مولد النبی ﷺ کا اختصاص حاصل ہے)

۲۔ اسی شہر میں نبی اکرم ﷺ منصب نبوت اور اعطائے وحی الٰہی سے سرفراز فرمائے گئے۔

۳۔ اسی مقدس مقام سے آپ کو مقام "قاب قوسین" (دو کمانوں کی قدر) اور مقام "دنیٰ" تک لے جایا گیا۔

ان کے علاوہ آپ کی وجہ سے اور بھی کئی خوبیاں اس شہر مقدس کو حاصل ہیں۔ مکہ مکرمہ کو آپ کی وجہ سے اور آپ سے پہلے ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی بدولت اگرچہ ایک خصوصیت عظمیٰ

1۔ واضح رہے کہ علماء سے مراد ائمہ تابعین ہیں جن میں طبقہ، دوم کے فقہا، سبعہ مدینہ بھی شامل ہیں۔ رضی اللہ عنہم

2۔ یعنی مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی بہ نسبت مسجد اقصیٰ پانچ سو نمازوں کا ثواب زیادہ رکھتی ہے۔

حاصل ہے۔لیکن سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ اس نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو ہر شئے کا متبوع ومخدوم بنایا ہے۔اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہر شی آپ ہی سے مشرف ہے اور جس بھی چیز کو جو بھی کوئی بزرگی و کمال حاصل ہوا تو وہ آپ ہی کے طفیل حاصل ہوا۔

مدینہ منورہ کی جانب آپ کے ہجرت فرمانے کی نفیس وجہ

(یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ مکرم ومحترم شہر مکہ میں تشریف فرما نہ رہے کیونکہ) اگر آپ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہتے اور وہیں سے تبلیغ رسالت فرماتے رہتے اور وہیں سے آپ کا سفرِ آخرت بھی ہوتا تو پھر یہ وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کو جو مرتبہ ومقام حاصل ہے وہ مکہ مکرمہ کی بدولت ہی حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی جانب منتقل ہوگئے۔تاکہ (آپ کی ذات یکتائے روزگار کی طرح) آپ کا شہر بھی انفرادیت کا حامل بن جائے،جس میں آپ ہی کے لیے خصوصی حرم اور مسجد وروضہ بنے۔اور آپ ہی کے مسکن میں (دور دراز کے) وفود کو توحید ورسالت کی تعلیم لینے کے لیے آنا پڑے،اور یہ (آخری خصوصیت) اسلام کے ان ارکان میں سے ایک ہے جس کے بغیر ایمان و اسلام مکمل نہیں ہوسکتا۔اس لیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا تو اقرار کرے،مگر نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کا منکر ہو تو اس کا نہ ہی ایمان ہے اور نہ ہی اسلام،عقیدۂ توحید جبھی کارآمد ہے جبکہ اس کے ساتھ عقیدۂ رسالت کا (مع جمیع کمالات وصفات کے) اقرار واذعان ہو (ورنہ محض عقیدۂ توحید کلیۃً بےکار ہے)۔

مکہ کی خصوصیات کی طرح مدینہ منورہ میں بھی خصوصیات ہیں

وہ مقاماتِ متبرکہ جن کی بزرگی اس بناء پر ہے کہ وہ اللہ جل مجدہٗ کی جانب منسوب ہیں۔یعنی انہیں اپنی ذات کی طرف نسبت کرکے فضیلت دی ہے۔ایسے ہی اللہ جل مجدہٗ نے ان مقامات کو بھی بزرگ و شرف والا بنادیا ہے۔جہاں نبی اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوگئے۔مثلاً:

۱۔مکہ مکرمہ میں مختلف اطراف سے لوگ بیت اللہ شریف کی زیارت کو آتے ہیں تو یہ (خصوصیت) مدینہ طیبہ میں بھی ہے کہ لوگ مختلف جوانب سے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کو آتے ہیں۔

۲۔اللہ جل شانہٗ نے اگر بیت اللہ شریف کا حرم مقرر فرما دیا ہے تو اس کے مقابل اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کا بھی حرم مقرر کردیا ہے۔

۳۔اگر مکہ مکرمہ کی مسجد حرام کو اللہ جل مجدہٗ نے یہ کمالِ عنایت فرمایا کہ اس میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے تو مسجدِ نبوی کو بھی یہ وصف عطا فرمایا کہ اس میں نماز پڑھنے کا دوگنا ثواب ہے۔

۴۔مکہ مکرمہ کی ایک خُوبی یہ ہے کہ اس میں ''سنگِ اسود'' ہے، جواسے چوم لے گا، قیامت کے دن یہ اس کی سفارش کرے گا، اور جس کی یہ سفارش کردے گا، وہ جنت میں جائے گا۔ اگر مکہ معظمہ میں یہ خُوبی ہے تو اس کے مقابل ''مدینہ طیبہ'' میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ اس میں (قبرِ انور و منبر منیف کے مابین) ''جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری ہے''۔ (جو اپنے زائر کی سفارش کرے گی)

جنت کی کیاریوں سے ہونے کا مطلب

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔ یہ کہ زمینِ مدینہ منورہ کا یہ ٹکڑا بعینہٖ زمینِ جنت کا حصہ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ یا یہ کہ اس حصۂ زمین میں عبادت کرنا جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ (جیسے سنگ اسود کو چھونا یا چُومنا جنت کو لازم کر دیتا ہے اسی لیے) قاضی ابو محمد عبد الوہاب قدس سرّہٗ نے اپنی تصنیف ''کتاب المعونہ'' میں تحریر فرمایا کہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جنت کی کیاری مدینہ منوہ میں ہی ہے اور یہ بھی عیاں تر ہے کہ مدینہ منورہ کو دیگر حصۂ زمین پر برتری حاصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں جنت کی کیاری ہے، جب اس کی وجہ سے زمینِ مدینہ منورہ سب سے افضل ٹھہری تو ظاہر ہے کہ وہ ٹکڑا یقیناً اپنے ماسوا سے برتر ہے، (لہٰذا سنگِ اسود کی بزرگی کے مقابلہ میں جنت کی یہ کیاری مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے)

ایک شُبہ

اگر کوئی کہے کہ بروایت حضرت سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ''بزار'' نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی نقل فرمایا ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

فُضِلَ الصَّلٰوةُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عَلٰی غَیْرِہٖ مِأَةَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَفِیْ مَسْجِدِیْ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَفِیْ مَسْجِدِ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ خَمْسَمِأَةِ صَلٰوةٍ۔ (ص ۲۳۱)

''مسجدِ حرام میں بہ نسبت دوسری مساجد کے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے اور میری مسجد میں ایک ہزار نماز کا ثواب ہے، جبکہ بیت المقدس کی مسجد میں پانچ سو نماز کا ثواب ہے''۔

(اس حدیث کی سند پر امام بزار نے تبصرہ فرمایا) مجھے معلوم نہیں کہ ان ہی الفاظ اور اسی سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے کہیں اور بھی یہ حدیث روایت کی گئی ہے جبکہ اس حدیث کی سند ''حسن'' ہے۔

(خلاصہ شُبہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو مدینہ طیبہ پر فوقیت ہے)

جوابِ شُبہ

امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کا مذہبی اصول یہ ہے کہ آپ (ہمیشہ) اہل مدینہ طیبہ کے عمل (مروّج) کو اپناتے ہیں (اور راہنمائے اصول کے طور پر اسی پر عمل فرماتے ہیں) اگرچہ اس کے مقابلہ پر صحیح حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ اس بارے میں علمائے مدینہ طیبہ کی رائے پہلے گزر چکی ہے کہ علماء مدینہ طیبہ اپنے (اجماعی) قیاس پر بمقابلہ حدیث اس وقت عمل فرماتے ہیں جبکہ حدیث شریف پر کسی طرح بھی عمل نہ ہوسکتا ہو ورنہ یہ (مطلب) نہیں کہ یہ حضرات اپنے قیاس کے مقابلہ میں حدیث شریف کو ترک فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہلِ طیبہ کا عمل (اصولی طور پر اپنانا) اقویٰ ہے۔ اس لیے کہ اہلِ مدینہ منورہ کا عمل آپ کے نزدیک اجماع کی طرح ہے (اور اجماع اہلِ علم وفقہ سے خبر واحد صحیح پر زیادتی جائز ہے)۔

جوابِ ثانی

نیز مذکورہ بالا حدیث شریف کا شرطِ صحت کے ساتھ استخراج بھی نہیں ہے لہٰذا رجوع الی العمل ہی زیادہ مناسب وراجح تر ہے(1)۔

ایک اور شبہ

اگر کوئی یہ کہے کہ (مکہ مکرمہ کو مدینہ طیبہ پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ) حرم مکہ معظّمہ میں کوئی بھی شکار کرنے پر شریعت کی طرف سے سزا مقرر ہے جبکہ حرم مدینہ طیبہ میں شکار کرنے پر اس قسم کا کوئی قانون لاگو نہیں۔

جوابِ شُبہ

حرمِ مدینہ طیبہ میں شکار کرنے کے بارے میں ائمہ (مجتہدین) کے دو مذہب ہیں: ایک یہ کہ حرمِ مکہ معظّمہ کی طرح حرمِ مدینہ طیبہ میں بھی شکار کرنے پر سزا لازم ہے۔ لہٰذا (اس مذہب پر) استحقاقِ سزا میں دونوں برابر ہیں۔ اور دوسرے مذہب پر حرمِ مدینہ منورہ میں شکار پر لازم نہیں۔ (دوسرے مذہب کی بنا پر اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے) کہ (یعنی حرمِ مدینہ طیبہ میں شکار پر سزا کا لازم نہ ہونا) نبی

1۔ ہر دو جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ مدینہ منورہ کا اس پر اجماع ہے مسجد نبوی شریف میں نماز کا ثواب مسجد حرام سے علی الاطلاق بڑھ کر ہے اس لیے صحیح وہی ہوا جو پہلے گزرا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مسجد مکہ معظّمہ سے افضل و برتر ہے اور نیز یہ کہ کمیت کے لحاظ سے وہاں زیادتی ہے اور کیفیت کے اعتبار سے یہاں زیادتی ہے۔

اکرم ﷺ نے امت کے لیے ہمیشہ وہ لائحہ عمل پیش فرمایا اور انہی امور کی نشاندہی کی کہ جن میں کسی عمل کا مکلف بنائے بغیر اس کے مراتب میں اضافہ ہوتا رہے اس لیے کہ اعمالِ تکلیفیہ میں بسا اوقات بعض یا اکثر سے کوتاہی کا امکان رہتا ہے جو کہ (مکلف کیلئے) موجب نقصان ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے امت سے وہ امور اٹھوا لیے جن میں غفلت وکوتاہی کا بعض سے امکان ہوسکتا تھا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ ہمیشہ امت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں تخفیف و آسانی کی درخواست فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اسی رافت ورحمت بھری التجاؤں ہی کا ثمرہ ہے کہ آپ کی سفارش، شفقت اور رحمت کے طفیل اللہ جل وعلا نے آپ کی امت سے پچاس نمازوں کو پانچ میں تبدیل فرما دیا۔ (جن کا ثواب پچاس ہی کے مُساوی ہے)

ایک اور شُبہ

اگر یوں کہا جائے کہ مکہ مکرمہ کی طرف تو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سفر کیا جاتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے لیے بحیثیت فرض کے سفر نہیں ہوتا۔

جواب شُبہ

اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ پہلے (کئی مقامات میں) گزر بھی چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اُمت کے لیے ہمیشہ دو باتیں ملحوظِ خاطر اقدس رکھا کرتے تھے:

۱۔ آپ انہی امور واحکام کی نشان دہی فرماتے تھے جن میں شرف وفضیلت زیادہ ہوتی تھی۔

۲۔ اور وہ امور جن میں تکلیف ومشقت ہو اُنہیں اپنی اُمت سے ہلکا فرما دیا کرتے تھے، اور ان کے التزام(1) میں صرف اشارہ ہی فرما دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احکامِ مخصوصہ میں امت سے تخفیف ہے(2)۔

خداوندا! ہمیں نبی کریم ﷺ کی برکات وعنایات سے محروم نہ فرما۔ بیشک تو اس پر قادر ہے اور اس کا مالک ہے۔ (آمِیْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

افضلیتِ مدینہ منورہ پر قرآن کریم سے عمدہ استدلال

ہمارے مذکورہ(3) بیان کی تائید قرآنِ کریم کے اس ارشاد سے واضح ہے:

1۔ یعنی ایسے امور پر عمل مستحب ہے۔
2۔ اسی لیے اپنی زیارت کو مثلِ مکہ معظمہ آپ نے فرض نہ کیا تاکہ امت مشقت سے محفوظ رہے۔
3۔ یعنی مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے علی الاطلاق افضل وبرتر ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ (الضحیٰ)

''بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے''۔

لہٰذا ہر وہ مقام اور ہر وہ جگہ اور ہر وہ شی جس میں نبی اکرم ﷺ جلوہ فرما رہے، وہ پہلے سے برتر ہے اگر چہ پہلا مقام (وحال ومنصب) غیر متناہی بزرگی وشرف کا مالک ہو (بناء بریں) اس میں شک وشبہ کی تو گنجائش ہی نہیں کہ بوقتِ وصال شریف آپ کا مرتبہ ومنصب سب سے بلند تر اور ترقی پر تھا اس لیے کہ یہ آپ کا آخری حال تھا اور آخری پہلے سے ہر طرح سے عروج پر ہوتا ہے۔(ثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ سے افضل ہے اس لیے کہ) مکہ مکرمہ اگر آفتابِ نبوت کا جائے (1) طلوع ہے تو مدینہ منورہ آفتابِ نبوت کا جائے غروب ہے۔اور یہی آپ کا مدفن ومسکن بھی ہے (2)۔

اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایمان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سمٹ جائے گا''۔

آپ کے اس ارشاد سے مراد یہ ہے کہ اگر مکہ مکرمہ سے اسلام کی ابتداء ہوئی تھی تو مدینہ طیبہ اسلام کے اختتام کی جگہ ہے (3)۔

ماہِ ربیع الاوّل کی بزرگی کے لیے آپ کا وجودِ گرامی ہی کافی ہے

(مذکورہ بیان سے) جب یہ ثابت ہو گیا کہ جس جگہ یا جس شی کو نبی اکرم ﷺ سے مناسبت وملابست ہو گئی تو وہ اپنے ماسوا سے افضل وبرتر ہے، لہٰذا جس موضوع میں ہم چل رہے ہیں وہ بھی اسی کی مانند ہے۔اس سے میرا مقصد ماہِ ربیع الاول کی ماہِ رمضان پر فوقیت وبرتری بتانا ہے کہ اگر چہ ماہِ رمضان المقدس کی بزرگی پر بے شمار دلائل موجود ہیں (مگر) جس ماہِ مکرم میں نبی اکرم ﷺ کا ولود مسعود ہوا وہ بھی لاتعداد ولاتحصی براہین وحجج پر مشتمل ہے کہ آپ کی آمد مبارک پر آیاتِ قاہرہ ومعجزاتِ واضحہ کا ظہور ہوا، (مثلاً) فارس کے آتشکدہ کا بجھ جانا، کسریٰ (شاہِ فارس) کے محل کا پھٹ جانا، آسمانی باتوں کی چوری سے شیاطین کا رُک جانا، شیطان اور اس کی ذریت کا زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں محبوس ہونا، جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے (وغیرہا) اور (بالفرض) اگر مذکورہ دلائل سے کسی بھی شئے کا

1۔ جو کہ آپ کا پہلا مسکن ہے۔

2۔ جو کہ آپ کا پچھلا مسکن ہے اور یہ یقیناً پہلے سے برتر وبہتر ہے۔لہٰذا اس نصِ قرآنی سے مدینہ طیبہ کا مکہ مکرمہ سے برتر ہونا روزِ روشن کی طرح اُجلا ہے۔

3۔ مذکورہ آیہ کریمہ کی رو سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کا ہر پچھلا مقام وحال اگلے سے افضل ہے، تو آپ کے پچھلے مقام میں اسلام کے منتہیٰ کا ہونا بھی مدینہ طیبہ کی افضلیت کا مُشعر ہے۔

وجود نہ ہوتا تو اس ماہِ مقدس کی عظمت و بزرگی کے لیے یہی ایک بزرگی کافی تھی کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا وجودِ گرامی ظہور پذیر ہوا(1)۔ اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی شاہد ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۷۲﴾ (حجر:72)

''اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے ہیں''۔

لَعَمْرُکَ کا معنیٰ ''لَحَیَاتُکَ'' ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہٗ نے نبی اکرم ﷺ کی زندگانی مبارک کی قسم کھائی ہے۔ اسی لیے امام الائمہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی شئے کی بھی قسم نہیں کھائی جا سکتی۔ (نیز مذکورہ مسئلہ کی تائید) اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ (بلد)

''مجھے اس شہر کی قسم، کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو''۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ مذکورہ آیت میں ''لا'' تاکید کے لیے ہے (لیکن اصح وہ جو) سید ابو محمد مرجانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ:

''لا'' تاکید کے لیے اس وقت ہوتا ہے جبکہ جس فائدہ پر لفظ ''لا'' محمول ہے وہ معدوم ہو اور یہاں وہ فائدہ موجود ہے(2)۔ اور وہ یہ کہ ''لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ'' کا معنیٰ یہ ہے کہ:

اَیُّ قَدَرٍ وَاَیُّ خَطَرٍ لِهٰذَا الْبَلَدِ حَتّٰی یُقْسَمَ بِهٖ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٖ وَاِنَّمَا الْقَدَرُ وَالْخَطَرُ لَکَ فَاَنْتَ الَّذِیْ یُقْسَمُ بِکَ لِعَظِیْمِ جَاهِکَ وَحُرْمَتِکَ عِنْدَنَا۔ (ص ۲۳۲)

''اس شہر مقدس کی وہ کون سی عظمت و بزرگی ہے کہ جس کے باعث اس کی قسم کھائی گئی ہے (وہ قدر و منزلت اگر ہے تو) صرف یہ کہ اے محبوب مکرم ﷺ! آپ اس شہر میں جلوہ افروز ہیں، یہ عظمت و بزرگی تو صرف اور صرف آپ ہی کی ہے ہمارے ہاں آپ کے ہر طرح سے برتر منصب و مقام ہی کی وجہ سے آپ کی قسم کھائی گئی ہے (یعنی ہمیں شہرِ مکہ کی قسم نہیں بلکہ آپ کے وہاں جلوہ گر ہونے کی قسم ہے) ہمیں اللہ جل مجدہٗ اپنی رحمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)''۔

1۔ اور اس ایک فضیلت کے آگے سب خوبیاں ہیچ ہیں۔ اس کی شاہد عربی کی یہ ضرب المثل ہے:

وَکُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ۔ (مجمع الامثال)

2۔ یعنی آیت کریمہ میں ''لا'' تاکید یہ نہیں بلکہ ''لا'' نافیہ ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں شیخ جلیل رضی اللہ عنہ نے جو نکتہ بیان فرمایا ہے وہ قابلِ غور ہے کہ اس آیت کریمہ میں ''بلد'' سے مراد بالاتفاق مکہ مکرمہ ہے۔ اور مکہ مکرمہ کی فضیلت و بزرگی پر بے شمار دلائل موجود ہیں، مگر نبی اکرم ﷺ کے اس شہرِ مقدس میں جلوہ افروز فرما ہونے کی وجہ سے ہی اس کی قسم کھائی گئی ہے نہ یہ کہ اس کی فضیلتِ عظمٰی کی وجہ سے اس کی قسم کھائی گئی۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ فضل و بزرگی و کمالات کے خورشید تاباں ہیں۔ اور (یہ امر تو ظاہر ہے کہ) آفتاب کی چمک میں ستارے روپوش ہو جاتے ہیں(1)۔ (نہ صرف یہ) بلکہ تمام موجودات آپ ہی کے نورِ معظم کا پرتو و مظہر ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر آپ کی بعض صفات کی توصیف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اِلَی الْعَرْشِ وَالْکُرْسِیِّ اَحْمَدُ قَدْدَنَا وَنُوْرُهُمَا مِنْ نُوْرِهٖ یَتَلَأْلَأُ

''(اگرچہ) نبی اکرم احمدِ مختار ﷺ عرش و کرسی کے قریب ہوئے (مگر) ان دونوں کا نور آپ ہی کے نور کا پرتو ہے''۔

جب موجودات میں سے فضائل کی حامل اشیاء آپ ہی کے نور انور کا مظہر ہیں، تو آپ کی اقامت گاہ کی برابری دوسرا کوئی مقام کبھی بھی نہیں کر سکتا۔ اگرچہ آپ کی اقامت گاہ کے ماسوا کی بزرگی و عظمت پر کتنے ہی دلائل موجود ہوں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(واضح رہے کہ) یہ معنی اور اس کے مشابہ جتنے بھی معانی ہیں سب سے افضل و فاضل کے درمیان عظمت و خوبی پہچانی جا سکتی ہے۔

مثلاً جب یہ کہا جائے کہ سورج کی روشنی چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ ہے تو یہ بالکل بجا ہے کیونکہ ماہِ تاباں چمکنے (اور روشنی دینے میں) آفتاب کے مماثل تو ہے مگر سورج کی روشنی چاند سے بڑھ کر ہے اور اس سے زیادہ روشنی کی وجہ سے سورج کی چاند پہ عظمت و برتری واضح ہے۔ جب چمکنے کے لحاظ سے سورج، چاند سے افضل ہے، تو چاند کے علاوہ دوسری تمام اشیاء پر اس کی برتری بھی خود بخود عیاں ہو گئی۔ جبکہ چاند (علاوہ آفتاب کے) جسمانیت و نورانیت کے اعتبار سے اپنے تمام ماسوا سے افضل ہے(2)۔

1۔ لہٰذا آپ کے جلوہ افروز ہونے کے وقت میں مکہ مکرمہ کے دیگر فضائل کیسے آشکارا ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا اس شہر مقدس میں جلوہ افروز ہونا ہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے اور اس ایک خوبی کی چمک دمک کے آگے تمام خوبیاں کافور ہیں۔

2۔ مذکورہ مثال سے واضح ہوا کہ نورانیت کے لحاظ سے آفتاب اور ماہتاب اس کے مقابل فاضل ہے۔ جبکہ ماہتاب اپنے ماسوا کی نسبت تمام سے افضل ہے۔ اسی قاعدہ کی بنا پر یہ بھی واضح ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل، اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مدینہ منورہ افضل، اور مکہ مکرمہ فاضل ہے

مذکورہ گفتگو سے جب یہ ظاہر ہو گیا کہ بعض اشیاء کے درمیان فاضل و افضل کی نسبت ہے تو اسی طرح (ہم کہہ سکتے ہیں کہ) مدینہ طیبہ نبی اکرم ﷺ کی حیات و ممات دونوں کے لحاظ سے قیام گاہ ہونے اور آپ کے وہاں تشریف فرما ہونے، اور آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کے باعث اپنے تمام ماسوا سے افضل ہے۔ کیا یہ تمہیں (ابھی ابھی) معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے تمام تر فضائل ہونے کے باوجود اس کی قسم نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ اس کی قسم بدیں وجہ فرمائی گئی کہ اس میں نبی اکرم ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ اور جو حیات و ممات میں آپ کا جائے قیام رہا ہو۔ تو اس پر دوسرا کوئی مقام کیسے برتری لے جا سکتا ہے۔ (معلوم رہے کہ) اس سے پہلے جتنے بھی (عقلی و نقلی) دلائل ذکر کیے گئے سب سے (ہمیشہ کے لیے) مدینہ طیبہ کی افضلیت عیاں ہو گئی ہے۔

اِذْ لَا فَرْقَ فِي الْاِحْتِرَامِ لِرَفِيْعِ جَنَابِهِ الْعَزِيْزِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَ حَيَاتِهِ وَمَوْتِهِ۔ (ص ۲۳۲)

"اس لیے کہ آپ کے بلند و برتر مقام کی وجہ سے زندگی و وفات، کسی بھی حالت میں آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی فرق نہیں"۔

میں نے بعض علماء کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضائل سے یہ بھی ہے کہ:

اِنَّهُ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ دُفِنَ اِلَّا وَقَدْ رُفِعَ بَعْدَ ثَلَاثٍ غَيْرِيْ فَاِنِّيْ سَأَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ اَكُوْنَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (ص ۲۳۳)

"آپ نے فرمایا میرے سوا سب انبیاء کرام علیہم السلام دفن ہونے کے تین دن بعد اٹھا لیے گئے (میں اس لیے نہ اٹھایا گیا کیونکہ) میں نے اللہ جل وعلا سے گزارش کی تھی کہ میں قیامت تک اپنی امت میں ہی موجود رہوں گا"۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (انفال:33)

"اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو"۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مکہ مکرمہ اس کے مقابل فاضل ہے۔ جبکہ مکہ معظمہ علاوہ مدینہ کے اپنے ماسوا سے افضل ہے یعنی مدینہ طیبہ سے تو افضل نہیں لیکن باقی روئے زمین سے افضل ہے۔ اور اسی طرح ماہ ربیع الاول رمضان سے افضل اور رمضان فاضل۔ جبکہ رمضان باستثناء ربیع الاول اپنے ماسوا سے افضل ہے۔ اور یہی یوم جمعہ اور یوم دوشنبہ، شب جمعہ اور شب دوشنبہ میں مناسبت ہے۔ (مترجم غفرلہ ولوالدیہ)

اللہ جل مجدہٗ ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔ (آمین)

(نیز) نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی قابلِ غور ہے۔ فرمایا:

مَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَوّٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بَيْنَهُمَا فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَقْتَصِرْ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى خَصَّصَ الْمَدِيْنَةَ بِالذِّكْرِ وَحَضَّ عَلٰى مُحَاوَلَةِ ذٰلِكَ بِالْاِسْتِطَاعَةِ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ مَّاتَ بِهَا۔ (ص ۲۳۳)

''جو شخص مدینہ طیبہ یا مکہ مشرفہ میں سے کسی ایک میں فوت ہو جائے تو میں قیامت میں اس کا شفیع ہوں گا۔ (مذکورہ ارشاد میں قابلِ غور امر یہ ہے کہ) آپ نے حرمین میں سے کسی ایک حرم میں وفات پانے والوں کی سفارش میں دونوں کو برابری کا درجہ عنایت فرمایا ہے۔ بس اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ مدینہ طیبہ کو خصوصی مقام سے بھی یاد فرمایا ہے۔ اور اس میں حسبِ استطاعت قیام کرنے پر بھی برانگیختہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ پھر وہاں ہی مرے اس لیے کہ جو مدینہ طیبہ میں مرے گا، میں اس کا سفارشی ہوں گا''۔

(اس حدیث میں) ''استطاعت'' سے مراد مدینہ منورہ میں فوت ہونے کی کوشش صرف کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا مدینہ طیبہ کو علیحدہ یاد فرمانا، اس کے سب سے ممتاز ہونے کی دلیل ہے۔ اور ہو بھی کیوں کر نہ، جبکہ آنحضرت ﷺ خود ارشاد فرما رہے ہیں:

''حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ'' فَجَعَلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَيَاتَهٗ وَمَمَاتَهٗ كِلَيْهِمَا سِيَّيْنِ فِي الْفَضِيْلَةِ فِيْ تَعَدِّيْ نَفْعِهٖ وَبَرَكَتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاُمَّتِهٖ اَوَّلِهَا وَوَسَطِهَا وَاٰخِرِهَا فَنَصَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عُمُوْمِ نَفْعِهٖ فِي الْحَالَتَيْنِ مَعًا، كَيْفَ لَا وَهُوَ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَسَيِّدُ مَنْ وَطِئَ الْحَصٰے۔

''میری زندگی و وفات (دونوں) تمہارے لیے بہتر ہیں۔ (اس ارشادِ گرامی میں) نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ و مماتِ رفیعہ دونوں کو اپنی امت کے لیے'' چاہے وہ

امت آپ کی اولین مخاطب ہو یا درمیانی یا پچھلی' اپنے نفع وفیض کے شرف میں مساوی مقام عنایت فرمایا ہے اور اپنی دونوں حالتوں کی فیض رسانی پر حتمی فیصلہ صادر فرمایا ہے اور یہ ہوتا بھی کیوں کر نہ، جبکہ آپ اگلوں، پچھلوں، انسانوں وجنوں سبھی کے سردار ہیں"۔

(نیز) آپ، اللہ جل مجدہٗ کے غایت تقدس وتنزہ میں ہونے کے باوجود اس کے دو کمانوں کی قدر یا اس سے بھی انتہائی قریب قربِ خاص میں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا حق والدین کے حقوق سے بڑھ کر ہے

(لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ کی تفسیر میں) شیخ جلیل سیدی ابو محمد المرجانی رضی اللہ عنہ نے جو معنیٰ بیان فرمایا تھا اب ہم دوبارہ اس کے سیاق کی طرف انہی کا بیان فرمودہ معنیٰ بیان کرتے ہیں۔(چنانچہ) شیخ جلیل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے (ان آیات میں) نبی اکرم ﷺ کی جہاں دوبارہ قسم ارشاد فرمائی وہاں آپ کی امت کی بھی قسم ارشاد فرمائی ہے۔

(جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ (بلد)

"اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو"(1)۔

(اس آیت میں والد سے مراد حضور اکرم ﷺ ہیں اور ولد سے مراد آپ کی امت ہے) اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ حقیقتاً والد ہیں اور آپ کی امت آپ کی اولاد ہے، کیوں کہ امت کے لیے حیاتِ سرمدیہ کے انعام اور جنت کی دائمی نعمتوں کے حصول اور جنت میں ہر طرح کے خطرات سے سلامتی کا سبب وذریعہ آپ ہی ہیں، اور خود حضور انور ﷺ سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَثَابَةِ الْوَالِدِ۔(انتھی)

"میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں"۔

یہ تو بالکل واضح ہے، اور اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد سے بھی یہی مُشعر ہے، جیسا کہ فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

(احزاب:6)

1۔نوٹ:۔یہ ترجمہ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ کا ہے، آپ کا یہ ترجمہ ایک خاص طرز اور مشہور روایت کی بناء پر ہے، جبکہ شیخ جلیل قدس سرہٗ کا تفسیری ترجمہ ایک خاص نوعیت کا ہے، اور یہ علیحدہ روایت سے مستنبط ہے۔قارئین کرام ترجمہ آیت اور تفسیری متن سے مغالطہ نہ کھائیں۔ہذا (مترجم غفرلہٗ)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اسکی بیبیاں ان کی مائیں ہیں''۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حق، والدین کے حقوق سے بڑھ کر ہے۔ اور خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادِ عالی میں بھی اسی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِبْدَأْ بِنَفْسِکَ ثُمَّ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

''(خرچ اور دیگر امور میں) پہل اپنے آپ سے کر، اس کے بعد جو بھی تیری زیرِ کفالت ہو''۔

اس ارشاد گرامی میں آپ نے اپنے آپ کو دوسروں سے پہلے ذکر فرمایا ہے (اور آپ کا یہ ارشاد گرامی) اللہ عزوجلّ کے طریقہ کے عین مطابق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم میں جہاں کہیں بھی آپ کو یاد فرمایا تو وہاں آپ کا ذکرِ گرامی تمام ایمان والوں سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ جس کا بالکل کھلا مطلب یہ ہے کہ جب کسی بندہ کے سامنے دو حق آجائیں، ایک حق اس کا اپنا اور دوسرا حق (1) نبی کریم ﷺ کا، تو اس وقت ایسے شخص کو نبی اکرم ﷺ کے حق کو اپنے حق پر ترجیح وفوقیت دینا فرض ولازم ہے، اور اپنے حق کو نبی کریم ﷺ کے حق کے ماتحت کرنا لابدی ہے۔ اور یونہی تمام احوال میں آپ کی اتباع ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نفع والدین کے نفع سے بڑھ کر ہے

اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اے انسان! تیرے لیے نبی کریم ﷺ کا نفع وفیض (اور تادیب وتربیت) والدین اور تمام مخلوق کے نفع سے بڑھ کر ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گمراہی وبے راہروی، غضبِ مولیٰ کے مُوجب گناہوں اور سرکشیوں کے تلاطم میں جب غوطہ زن پایا تو تجھے اور تیری ڈگر چلنے والے تیرے خاندان کو فوراً باہر نکال دیا جبکہ تیرے والدین کا انتہائی احسان تجھ پر یہ ہے کہ وہ تجھے کتمِ عدم سے منصۂ شہود میں لائے، گویا وہ تیرے لیے تکلیف ومشقت وابتلاء میں لانے کا باعث بنے، بعدہٗ سب سے پہلے جس بھی گناہ میں تو مبتلا ہوا تو اس کی وجہ سے تُو عذابِ دوزخ کا مستحق ٹھہرا۔ پھر یہ اللہ جل مجدہٗ کی مشیت ورضا پر موقوف ہے کہ وہ تجھے اپنے عدل وانصاف کے مطابق تیرے کیے کی سزا دے دے، یا اپنے فضل وکرم سے تجھے معاف فرمادے۔

لہٰذا یہ فیضان (صرف اور صرف) نبی کریم ﷺ اور آپ کی اتباع ہی کا ثمرہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ

1۔ نبی اکرم ﷺ کے حقوق بندوں پر کیا ہیں؟ اس کا جواب امام نووی قدس سرہٗ اور امام سیوطی قدس سرہٗ کے فرمودات گرامی کے ضمن میں خصائص النبی ﷺ کی بحث میں ملاحظہ کریں۔

نے تجھے ''جس مصیبت میں کہ تو مبتلا تھا، اور جس کی برداشت کی تجھ میں تاب وتواں نہ تھی'' نکال باہر کیا۔(اے انسان!) اللہ جل مجدہٗ کے ہاں نبی اکرم ﷺ کے بلند و بالا مقام سے تجھے باخبر رہنا چاہیے اور تجھے نبی اکرم ﷺ کے عظیم احسان اور جود وکرم کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

(تیرے لیے نبی کریم ﷺ کی سوچ کیا تھی؟ وہ) اللہ جل مجدہٗ کی بیان کردہ تیرے بارے میں آپ کی اس صفت سے واضح ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ:128)

''تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان''۔

کیا تمہیں ابھی ابھی معلوم نہیں ہوا جو کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ۔

''میری زندگی وموت دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں''۔

آپ کی زندگی مبارک کا ہر ایک کے لیے بہتر ہونا تو بالکل ظاہر ہے (مثلاً) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس آدمی نے ایمانی نگاہ سے آپ کی زیارت کر لی، یا آپ کی مجلس اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کر لیا۔ اور اس دوران آپ نے بھی اپنی نظر کریم سے نواز دیا تو اس شرف وبزرگی کی وجہ سے ایسے آدمی پر دوسرا کوئی آدمی کبھی بھی برتری نہیں لے جا سکتا۔

ہر پیر و جمعرات کو اعمال ملاحظہ فرمانا

اور آپ کی وفات شریف بھی سب کیلئے مکمل خیر وبرکت ہے۔ اس لیے کہ ہر پیر اور شبِ جمعہ کو آپ کی امت کے اعمال آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اچھے اعمال والے پر آپ (ﷺ) خوش ہو کر اس کے لیے (زیادتیِ اعمال کی) دعا فرماتے رہتے ہیں۔ اور بد اعمال کے لیے طلبِ مغفرت و بخشش فرماتے رہتے ہیں۔

(تبصرہ) نیکوں کی ترقیِ درجات کے لیے آپ کا دعا گو رہنا اور بدوں کے لیے استغفار فرماتے رہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان وکرم وہ ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں۔ (لہٰذا آپ کی حیاتِ ظاہری کی طرح آپ کی وفات (حیات دائمی حقیقی) بھی سراپا خیر ہی خیر ہے۔

والدین و دیگر فوت شدہ اقارب پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں

ہر پیر اور شبِ جمعہ کو (فوت شدہ) ماں، باپ اور دیگر قریبی رشتہ داروں پر بھی زندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اچھے اعمال ہوں تو یہ لوگ خوش ہوتے ہیں، اور اگر برے اعمال ہوں تو یہ لوگ

افسردہ وشرمندہ ہوتے ہیں، اور بس، انکے علاوہ کسی اور طرح کا تصرف ان کے مقدور سے باہر ہے۔

خداوندا! تیرے ہاں نبی اکرم ﷺ کا جو مرتبہ و مقام ہے، اس کے طفیل ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی دائمی قدر و منزلت کی پہچان عطا فرما اور اس نعمتِ کبریٰ کے زوال و بے قدری سے محفوظ فرما۔ اور اس پر قادر و مختار بھی تو ہی ہے۔ آمین

شُبہ

اگر کوئی یہ کہے کہ جس طرح دوسرے ایام متبرکہ اور شب ہائے مبارکہ اور ماہ ہائے متفاضلہ میں کثرتِ اعمال پر ثواب عظیم ہے۔ اِس طرح ماہِ ربیع الاول شریف میں یہ خوبی نہیں ہے(1)۔ (تو یہ ماہِ مبارک دوسرے ماہ و ایام سے برتر کیسے ہوسکتا ہے؟)

جوابِ شُبہ

یہ امر شک و شبہ سے تو بالکل خالی ہے کہ ایسے ماہ و ایام جو بابرکت ہیں ان کی فضیلت و برکت اور عظمت و برتری صرف اس بنا پر ہے کہ ان میں عمدہ اعمال کی کثرت ہوتی ہے۔ گویا انہیں بزرگی و شرف فقط اعمالِ حسنہ کے سبب ہی حاصل ہوئی جبکہ ماہِ ربیع الاول شریف کو یہ بزرگی و کرامت اور عظمت حاصل ہے کہ اس ماہِ مقدس میں وہ مبارک ذاتِ گرامی تشریف لائی، جن کے دم قدم سے تمام اعمال وابستہ ہیں (اور جو اعمالِ حسنہ ملنے کی موجب ہے) اور انہی اعمال کے سبب ان ماہ و ایام کو عظمت ملی ہے۔

جوابِ ثانی

اللہ جل مجدہٗ نے قرآنِ عظیم میں نبی اکرم ﷺ کا ایک وصف یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ:128)

''مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان''۔

اور (اس آیت کریمہ کے مقتضاء کے مطابق) نبی اکرم ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جہاں تک ممکن ہوتا آپ اپنی امت کے لیے آسانی کی ہی راہ تلاش فرمایا کرتے تھے، اور حتی الوسع طلبِ تخفیف میں ہی رہا کرتے تھے، (یہی وجہ ہے کہ) جب ماہِ ربیع الاول شریف آنحضرت ﷺ کی آمد و تشریف آوری کے ساتھ مختص ہوگیا تو اس ماہِ ہمایوں میں اللہ جل شانہٗ نے آپ کی امت کو بھی کثرت

1۔ نوٹ: ۔فضائل مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بحث جملہ معترضہ کے طور پر تھی، اصل میں امام ابن الحاج قدس سرہٗ ماہِ ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ کی برتری تمام ماہ و ایام پر بتا رہے تھے، جس کے ضمن میں بطور تائید و دلیل مذکورہ بحث بھی فرمادی۔ یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ تمام تر بحث ماہِ ربیع الاول اور یومِ دوشنبہ کی افضلیت پر پانچویں دلیل کے شواہد کے طور تھی۔ اب یہاں سے دوبارہ سابقہ موضوعِ سخن کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

اعمال کا مکلف نہیں بنایا، بلکہ اس ماہ میں اس جانب (یعنی کثرتِ اعمال کے استحسان کا) فقط اشارہ ہی فرما دیا(1)۔

جوابِ ثالث

یہ امر تو بالکل مسلّم ہے کہ ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں میں حج کرنے والے افراد اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اور ان کے اعزاز و اکرام میں گویا ساری دنیا کے رہنے والے لوگ اللہ جل شانہٗ کے مہمان ہوئے تو اب خود اندازہ کر لیا جائے کہ جس کی ذاتِ اقدس کے طفیل دنیا والوں کو حج ملا، اور جن کے سبب حاجی اللہ تعالیٰ کے مہمان ٹھہرے، وہ ذاتِ کریم جس ماہِ مکرم میں ظہور پذیر ہو، اس کی عظمت و کرامت کا کیا عالم ہوگا، اور اس ماہِ مقدس کی کتنی بڑی شرافت و بزرگی ہوگی "صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ" یہی وجہ ہے کہ اس احسان و نعمت کے شکرانے میں صحابہء کرام علیہم الرضوان اپنے جذبات کا اظہار یوں فرماتے رہتے تھے: ؎

فَلَوْ لَا أَنْتَ مَا صَمَمْنَا وَلَا صَلَّيْنَا وَلَا حَجَجْنَا بَيْتَ رَبِّنَا

(یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو ہمیں نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حج کرنے کی توفیق بھی نہ ہوتی)

لہٰذا جس ماہِ مقدس میں سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لائے اس میں امت کا سخت اعمال کا مکلف نہ ہونا اور مقررہ عبادات سے زائد کا بھی نہ ہونا، اس وجہ سے ہے کہ اس میں آپ کے ولودِ مسعود کی بدولت پوری امت پورا ماہ آپ کی مہمانی میں ہے۔

حجاج جو اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں ان کے احترام میں ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا حرام قرار پایا، اور اس مہمانی کا اہتمام فرمانے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ یہ مہمانی صرف تین دن رہتی ہے جبکہ ربیع الاول شریف وہ ماہِ مقدس ہے جس میں سید عالم نورِ مجسم ﷺ کے وجودِ مسعود کا ظہور ہوا۔ اس لیے یہ سارے کا سارا مہینہ مہمانی ہی کا مہینہ ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ اپنی امت پر انتہائی مشفق و مہربان ہیں اور سارے جہانوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً آپ رحمت ہیں۔ اس لیے آپ نے ماہِ ربیع الاول شریف میں اپنی امت کو کثرت و شدتِ اعمال کا مکلف

1۔ یعنی اس ماہِ مبارک میں بھی کثرتِ صوم و صلوٰۃ اور دیگر کارہائے خیر پر اسی قدر ثواب عظیم ہے جس طرح دوسرے متبرک ایام و ماہ ہیں۔ (مترجم غفرلہٗ)

بھی نہیں بنایا۔ کیوں کہ رحمت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ کسی شئے میں کافی گنجائش موجود رہے۔ اسی بناء پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حرمِ مدینہ طیبہ میں شکار کرنے پر کوئی سزا مقرر نہیں ہے۔ ''سمجھدار کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔'' وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

نبی کریم علیہ السلام کے احوال مبارکہ

امام ابن الحاج (مالکی) قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے ایک یہ بھی ہے جو انہوں نے اپنی مذکورہ کتاب ''المدخل'' کے آخر میں مرید کے آداب پر کلام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ (اس لیے) ہم نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ نبی اکرم ﷺ کے چند احوال و آثار تبرکاً ذکر کر کے اپنی گفتگو کا اختتام کریں تاکہ مرید کے لیے حضورِ انور ﷺ کے تصرفات، حرکات، سکنات و اشارات کی پیروی کرنے میں سہولت ہو۔ (چنانچہ) آپ کے انہی احوال و آثار سے بعض وہ ہیں جنہیں امام باجی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''سنن الصالحین وسنن العابدین'' میں ذکر فرمایا۔

(امام باجی قدس سرہٗ نے اپنی مذکورہ کتاب میں روایت فرمایا کہ:)

قَالَ مَالِکٌ اِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا جَالِسَيْنِ وَيَتَحَدَّثَانِ وَكَعْبُ الْاَحْبَارِ قَرِيْبٌ مِنْهُمَا، فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اِنِّیْ رَأَيْتُ فِی الْمَنَامِ كَانَ النَّاسُ جَمَعُوْا لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيِّيْنَ لَهُمْ نُوْرَانِ نُوْرَانِ وَلِاَتْبَاعِهِمْ نُوْرٌ نُوْرٌ، قَالَ وَرَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ مَا مِنْ شَعْرَةٍ فِیْ جَسَدِهٖ وَلَا رَأْسِهٖ اِلَّا وَفِيْهَا نُوْرَانِ، وَرَأَيْتُ اَتْبَاعَهٗ لَهُمْ نُوْرَانِ نُوْرَانِ فَقَالَ لَهٗ كَعْبٌ اِتَّقِ اللّٰهَ وَانْظُرْ مَاذَا تُحَدِّثُ بِهٖ، فَقَالَ اِنَّمَا هِیَ رُؤْيَا رَأَيْتُهَا فَقَالَ كَعْبٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ الْمُنَزَّلِ لَكَمَا ذَكَرْتَ۔ (ص ۲۳۵)

''امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو آدمی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ ان کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ (دورانِ گفتگو) ایک نے اپنے دوسرے ہم نشین سے کہا آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ گویا قیامت برپا ہے اور سب لوگ اکٹھے ہیں۔ اسی دوران میں نے سب انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا کہ ان کے لیے تو دو دو نور ہیں اور ان کے پیروؤں کے لیے ایک ایک نور ہے۔ اور اسی اثناء میں جب میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، تو مجھے دکھائی دیا کہ آپ کے جسم اقدس کے

لُوں لُوں اور سرِ اقدس کے ہر ہر بال مبارک میں دو دو نور ہیں، اور اسی طرح آپ کے پیروکاروں میں بھی دو دو نور ہیں (اس گفتگو پر) حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بات کرنے والے سے فرمایا: خدا کا خوف کر اور دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے، اس شخص نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تو اپنی دیکھی ہوئی خواب بیان کر رہا ہوں۔ اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی تصدیق فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم، جس طرح تو نے بیان کیا ہے کتاب اللہ میں بھی اسی طرح ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے فراق میں کھجور کے تنے کا گریہ کرنا

وَمِنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعَ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ يَبْكِيْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ كَانَ لَكَ جِذْعٌ تَخْطُبُ النَّاسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَثُرُوْا اِتَّخَذْتَ مِنْبَرًا تُسْمِعُهُمْ فَحَنَّ الْجِذْعُ لِفِرَاقِكَ حَتّٰى جَعَلْتَ يَدَكَ عَلَيْهِ فَسَكَنَ فَأُمَّتُكَ اَوْلٰى بِالْحَنِيْنِ عَلَيْكَ حِيْنَ فَارَقْتَهُمْ۔ (ص ۲۳۵)

"اور (اسی طرح) امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات شریف کے بعد حضرت امیر المومنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ آپ گریہ کناں یہ فرما رہے تھے: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پہ قربان، ایک وقت وہ تھا جبکہ آپ ایک تنے پر ٹیک لگا کر لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے، پھر جب سامعین کی کثرت ہوئی تو آپ نے ان کے خطاب کے لیے منبر بنوالیا۔ جس کی وجہ سے وہ تنا آپ کے فراق وجدائی کے صدمہ میں رو پڑا۔ پھر آپ کے اس پر دستِ اقدس رکھنے سے وہ خاموش ہو گیا۔ (جب بے جان اشیاء کو آپ کی جدائی ناقابل برداشت ہے) تو یارسول اللہ ﷺ! جب آپ نے اپنی امت کو داغِ مفارقت دیا تو یہ آپ کے فراق میں رونے کی زیادہ سزاوار ہیں"۔

حضور انور ﷺ کی پیروی اللہ تعالیٰ کی پیروی ہے

بِأَبِيْ اَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيْلَتِكَ عِنْدَ رَبِّكَ اَنْ جَعَلَ طَاعَتَكَ طَاعَتَهٗ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۝ (۲۳۵)

"(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پہ قربان! اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو اپنی اتباع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا)"۔

آپ ہی اوّل و آخر ہیں

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيْلَتِکَ عِنْدَهٗ اَنْ بَعَثَکَ آخِرَ الْاَنْبِيَآءِ وَذَكَرَکَ فِیْ اَوَّلِهِمْ فَقَالَ تَعَالٰى: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (احزاب:7)۔(۲۳۵)

"(عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی) یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پہ قربان، اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک آپ کا وہ مرتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث (تو) سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد کیا (مگر) آپ کا ذکر (رفیع) ان سب سے پہلے فرمایا: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے"۔

کافروں کو آپ کا مرتبہ قیامت میں معلوم ہوگا

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيْلَتِکَ عِنْدَهٗ اَنَّ اَهْلَ النَّارِ يُوَدُّوْنَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اَطَاعُوْکَ وَهُمْ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا يُعَذَّبُوْنَ يَقُوْلُوْنَ يَا لَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ۔

"(امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی ارشاد فرماتے ہیں) یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پہ نثار۔ اللہ جل شانہٗ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ جب دوزخ کی گہرائیوں میں دوزخیوں کو عذاب ہو رہا ہوگا تو اس وقت وہ آپ کی اتباع میں ہونے کی آرزو کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنی آرزو کا اس طرح اظہار کریں گے۔ کاش ہم اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول کریم کی پیروی کرتے"۔

سرورِ کون و مکاں ﷺ جامع کمالاتِ انبیاء ہیں

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَئِنْ كَانَ مُوْسٰى بْنُ عِمْرَانَ

اَعْطَاهُ اللّٰهُ حَجَرًا تَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ فَمَا ذَاکَ بِأَعْجَبَ مِنْ اَصَابِعِکَ حِیْنَ نَبَعَ مِنْهَا الْمَآءُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ۔

’’(بسندِ سابق) یا رسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ پہ فدا، اللہ کی قسم! اگر حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال سے نوازا کہ ان کو وہ پتھر عطا فرمایا تھا، جس سے چشمے جاری ہو جاتے تھے تو (ان کا یہ کمال) آپ کے اس کمال سے زیادہ تعجب خیز نہیں، جبکہ آپ کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی کے چشمے ابل پڑے تھے، صلی اللہ علیک‘‘۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَئِنْ کَانَ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ رِیْحًا غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ فَمَا ذَاکَ بِأَعْجَبَ مِنَ الْبُرَّاقِ حِیْنَ سَرَیْتَ عَلَیْهِ إِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ ثُمَّ صَلَّیْتَ الصُّبْحَ مِنْ لَیْلَتِکَ بِالْاَبْطَحِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ۔

’’یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر نثار، اللہ کی قسم! اگر حضرت سلیمان بن داوٗد علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے یہ اعزاز عطا فرمایا کہ ہوا ان کے ماتحت کردی گئی تھی، صبح و شام، ایک ایک مہینہ کی مسافت کا سفر طے فرما لیا کرتے تھے، تو (ان کا یہ اعزاز) آپ کے بُراق سے زیادہ ماورائے عقل نہیں جبکہ آپ نے اس پر سوار ہو کر راتوں رات ساتوں آسمانوں کی سیر فرمالی، اور اسی شب کی صبح کی نماز پھر مکہ مکرمہ میں ادا فرمالی۔ صلی اللہ علیک وسلم‘‘۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَئِنْ کَانَ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِحْیَاءَ الْمَوْتٰی فَمَا ذَاکَ بِأَعْجَبَ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُوْمَةِ حِیْنَ کَلَّمَتْکَ وَهِیَ مَسْمُوْمَةٌ فَقَالَتْ لَا تَأْکُلْنِیْ فَإِنِّیْ مَسْمُوْمَةٌ۔

’’یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا، اللہ کی قسم! اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے مردے زندہ کر دینے کے شرف سے سرفراز فرمایا، تو (تو ان کا یہ اعجاز آپ کے اس معجزہ سے بڑھ کر تعجب انگیز نہیں جبکہ زہر آلود بکری (کے ران) نے آپ سے کلام کرتے ہوئے آپ کو بتادیا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے مت کھایئے کیوں کہ میں زہر آلود ہوں)‘‘۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَقَدْ دَعَا نُوْحٌ عَلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ وَلَوْدَعَوْتَ مِثْلَهَا عَلَیْنَا لَهَلَکْنَا مِنْ آخِرِنَا فَلَقَدْ وُطِیَ ظَهْرُکَ وَأُدْمِیَ وَجْهُکَ وَکُسِرَتْ رُبَاعِیَتُکَ فَأَبَیْتَ اَنْ تَقُوْلَ اِلَّا خَیْرًا فَقُلْتَ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَإِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"۔

"یا رسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ پر فدا، حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو (اپنی قوم سے اذیّت پہنچنے پر) اپنی قوم پر یہ فرماتے ہوئے: "اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ"۔ بددعا ارشاد فرمائی تھی۔ اگر ان کی طرح آپ بھی ہم پر بددعا ارشاد فرما دیتے تو ہماری نسل ہی منقطع ہو جاتی۔ جبکہ آپ کی (تکالیف و فتنہ سامانیاں بہ نسبت حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑھ کر تھیں مثلاً) پُشتِ اقدس پر پتھر برسائے گئے، رُوئے تاباں کو مجروح کیا گیا، دندان مبارک کو شہید کیا گیا۔ (مگر پھر بھی) آپ نے بددعا ارشاد نہ فرمائی بلکہ دعائے خیر سے ہی نوازتے ہوئے فرمایا: خدایا! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ یہ جاہل ہیں"۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَقَدْ اِتَّبَعَکَ فِیْ اَحْدَاثِ سِنِّکَ وَقِصَرِ عُمُرِکَ، مَا لَمْ یَتَّبِعْ نُوْحًا فِیْ کِبَرِ سِنِّهٖ، وَطُوْلِ عُمُرِہٖ فَلَقَدْ آمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِیْلٌ۔

"یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پہ نثار، آپ کے پیروکار مختصر عرصہ میں اور آپ کی مختصر سی (تبلیغی) زندگی (یعنی کل ۲۳ سال) میں اس قدر ہوئے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طویل عرصہ اور دراز عمر میں بھی نہ ہو سکے۔ (یہی وجہ ہے کہ) آپ پر بے شمار لوگ ایمان لائے، اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہایت کم لوگ ایمان لائے"۔

بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَوْ لَمْ تُجَالِسْ اِلَّا کُفُوًا لَّکَ مَا جَالَسْتَنَا وَلَوْ لَمْ تَنْکِحْ اِلَّا کُفُوًا لَّکَ مَا نَکَحْتَ اِلَیْنَا وَلَوْ لَمْ تُوَاکِلْ اِلَّا کُفُوًا لَّکَ مَا اٰکَلْتَنَا وَلَبِسْتَ الصُّوْفَ وَرَکِبْتَ الْحِمَارَ وَوَضَعْتَ طَعَامَکَ بِالْاَرْضِ وَلَعِقْتَ اَصَابِعَکَ تَوَاضُعًا مِّنْکَ۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔

''یارسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ پر قربان، آپ اگر فقط اپنے ہی قبیلہ میں رہن سہن رکھتے تو ہمارے ساتھ کبھی بھی مجالست نہ فرماتے اور آپ اگر صرف اپنے ہی خاندان کی خواتین سے عقد فرماتے تو ہماری مستورات آپ کے حبالۂ عقد میں ہرگز نہ آتیں، نیز اپنا خورد ونوش اگر آپ اپنے ہی خاندان میں رکھتے تو ہمارے ساتھ ہرگز نہ کھاتے پیتے۔ آپ نے اظہار تواضع کے طور اونی کپڑے استعمال فرمائے، اور تواضعاً دراز گوش کی سواری اختیار فرمائی اور تواضعاً ہی آپ نے کھانا زمین پر رکھ کر نوش فرمایا، اور انکساری کے طور پر ہی آپ نے کھانا نوش فرمانے کے بعد اُنگلیاں (اور برتن) چاٹنے سے بھی عار محسوس نہ فرمائی۔ صلی اللہ علیک''۔

سیّد عالم ﷺ کی طرز معاشرت

امام طبری قدس سرہٗ ''کتاب التفسیر'' میں تحریر کرتے ہیں کہ:

☆ حضور سید عالم ﷺ اُونی کپڑے پہن لیتے تھے۔

☆ سلائی کردہ جوتا استعمال فرماتے تھے۔

☆ اور کسی لباس کے پہننے میں اظہارِ ناپسندیدگی نہ ہوتا تھا بلکہ جو بھی میسر آتا پہن لیا کرتے تھے۔

☆ پہناوے میں کبھی تو صرف سادہ چادر ہوتی اور کبھی دھاریدار سوتی یمنی چادر اور کبھی اونی جُبّہ زیب تن رہتا۔

☆ نبی اکرم ﷺ پکے چمڑے کا نعلین استعمال فرماتے تھے (1) اور بعد از وضو استعمال ہوتا تھا۔

☆ (یہ بھی واضح رہے کہ) نبی اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کے دو تسمے ہوا کرتے تھے۔ اور سب سے پہلے ایک تسمے والا جوتا استعمال کرنے والے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کا سب سے پسندیدہ لباس یمن کی بنی ہوئی سرخ وسفید لکیروں والی چادریں تھیں، (اسی طرح) قمیص کا پہننا بھی آپ کو بہت مرغوب تھا۔

☆ حضور سید عالم ﷺ کی عادت کریمہ یہ ہوتی تھی کہ جب کبھی کسی نئے کپڑے کو پاتے تو اس کا

1۔ نبی اکرم ﷺ کی نعلینِ مقدس کی ساخت اور طریقۂ استعمال کی بحث امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں حاشیہ پر گزر چکی ہے۔

(مروّجہ) نام لے کر استعمال فرماتے، (مثلاً) یوں فرماتے کہ یہ "عمامہ" ہے۔ یہ "قمیص" ہے۔ یہ "چادر" ہے۔ وغیرہ۔

☆اور لباس پہنتے وقت یہ دعا ارشاد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا اَلْبَسْتَنِیْهِ اَسْأَلُکَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔

"اللہ! سب خوبیاں تجھی کو جو تو نے مجھے یہ لباس پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں، اور اس کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنایا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

☆رسول اللہ ﷺ کو سبز لباس بہت پسند تھا۔

☆نبی اکرم ﷺ نے گاہے گاہے فقط ایک ہی اونی کملیا اوڑھ کر نماز ادا فرمائی ہے۔

☆نبی کریم ﷺ نے کبھی صرف ایک ہی چادر اوڑھ کر نماز ادا فرمائی جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں کے درمیان بندھے ہوتے تھے۔

☆نبی کریم ﷺ (اکثر) پگڑی شریف کے نیچے ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

☆اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ شریف باندھ لیتے تھے۔

☆اور گاہے بلا پگڑی مبارک صرف ٹوپی بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

☆(لوہے کی) کان والی ٹوپی دورانِ جنگ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

☆اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ نماز پڑھتے ہوئے ٹوپی اتار کر بطور سُترہ سامنے رکھ لیا کرتے تھے۔

☆اور بہت دفعہ ایسے بھی ہوا کہ آپ نے بغیر ٹوپی، پگڑی اور چادر کے مدینہ منورہ کے آخری کناروں تک پیدل چل کر مریضوں کی عیادت فرمائی ہے۔

☆نبی کریم ﷺ جب عمامہ شریف استعمال فرماتے تو اس کا ایک لڑ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکتا رہتا تھا۔

☆وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّهٗ قَالَ عَمَّمَنِیْ بِعَمَامَةٍ، وَسَدَلَ طَرَفَهَا بَیْنَ کَتِفَیَّ وَقَالَ اِنَّ الْعَمَامَةَ حَاجِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ۔

"(جیسا کہ) امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک عمامہ باندھا، جس کا ایک سرا میرے دونوں کندھوں کے درمیان

لٹکا دیا، اور پھر فرمایا: عمامہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان (پہناوے میں) حدِ امتیاز ہے"۔

☆ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن سُرخ چادریں اور عمامہ استعمال فرماتے تھے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں چاندی کی ساختہ ایسی انگشتری بھی استعمال فرمائی، جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا ہوتا تھا۔

☆ نبی کریم ﷺ کی انگشتری مبارک کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔

☆ نبی کریم ﷺ نے کبھی کبھار بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں بھی انگشتری استعمال فرمائی ہے۔

(یہ بھی واضح رہے کہ) نبی کریم ﷺ کی انگشتری مقدس کا نگینہ ہتھیلی مبارک کی طرف ہوتا تھا۔

☆ نبی کریم ﷺ خوشبو کو پسند اور بدبو کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔

(چنانچہ اسی اظہار پسندیدگی کے طور) آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل مجدہٗ نے دنیوی اشیاء میں ایک تو میری پسند منکوحہ عورتوں میں رکھی ہے، اور دوسری خوشبو میں، اور تیسری نماز تو میری آنکھوں کی خنکی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کستوری، عنبر اور کافور کی آمیزش سے خوشبو تیار فرما کر استعمال فرما لیتے تھے، حتیٰ کہ اس کی چمک سرِ اقدس کی مانگ میں دکھائی دیتی تھی۔

گاہے گاہے خوشبودار لکڑی (عُود ہندی) اور کافور ملا کر اس کی خوشبو لیا کرتے تھے، (ایسی خوشبو کو بخور کہتے ہیں)

☆ جب کبھی نبی کریم ﷺ کو سخت اندھیری شب میں کہیں گزرنا پڑ جاتا تو آپ اپنی (عمدہ) خوشبو سے پہچان لیے جاتے تھے۔

☆ معلمِ کائنات ﷺ ہر شب (آرام فرماتے وقت) ہر ایک چشم مقدس میں (تعلیماً للامت) تین تین مرتبہ سرمہ ڈالا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ یوں بھی ہوتا کہ آپ دائیں آنکھ مبارک میں تین بار اور بائیں آنکھ مبارک میں دو بار سرمہ ڈالتے۔

☆ اور بسا اوقات بحالتِ روزہ بھی آپ نے سرمہ استعمال فرمایا ہے۔

(اور ساتھ ہی اس کی حکمت بھی واضح فرماتے ہوئے) آپ فرمایا کرتے تھے:

عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُوْا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

"سیاہ سُرمہ ضرور ڈالا کرو اس لیے کہ یہ سرمہ نظر تیز کرتا ہے اور پلکیں بڑھاتا ہے۔"

☆سید عالم ﷺ سرِ اقدس اور ڈاڑھی مبارک میں تیل بکثرت لگایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ ایک دن وقفہ فرما کر کنگھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ شیشہ میں چہرۂ انور بھی ملاحظہ فرمایا کرتے تھے، اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ حضرت سیدنا ام المومنین عائشۃ الصدیقہ سلام اللہ علیہا کے حُجرہ مقدسہ میں رکھے ہوئے پانی کے آفتابہ میں روئے تاباں ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے، اور اسی میں (معنبر یں) زُلفیں بھی درست فرمالیتے تھے۔

اشیاء سفر

☆سید عالم ﷺ جب کبھی سفر اختیار کرنے کا ارادہ فرماتے تو سرمہ دانی، شیشہ، کنگھی، قینچی، مسواک، سوئی اور دھاگا ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔

☆سیّد عالم ﷺ بوقتِ ضرورت اپنے کپڑے خود ہی سی لیا کرتے تھے۔ اور پھٹا ہوا نعلین شریف بھی خود ہی گانٹھ لیا کرتے تھے۔

☆نبی اکرم ﷺ "پیلو" (وَن) کی مسواک استعمال میں لایا کرتے تھے۔

☆سیّد عالم ﷺ شب بیداری کے بعد مسواک استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ہوتا یوں کہ جب آپ شب میں آرام فرماتے تو تین دفعہ مسواک استعمال فرماتے، اور اسی طرح جب کسی ذکر وفکر اور وظائف کے لیے تشریف فرما ہوتے، تو پھر بھی مسواک استعمال فرماتے۔ ایسے ہی صبح کی نماز کے لیے جب تشریف لے جاتے تو دوبارہ مسواک کا استعمال ہوتا۔

☆(امت کو حفظانِ صحت کی تعلیم دینے کی خاطر) نبی کریم ﷺ کسی بھی ماہ کی سترھویں یا اکیسویں یا انتیسویں تاریخ کو گردن مبارک کی رگوں میں دونوں کندھوں کے درمیان سینگی لگوایا کرتے تھے، حتیٰ کہ (اسی معمول کے مطابق) مکہ مکرمہ میں بحالتِ احرام پائے مبارک کے اوپر والے حصہ پر بھی آپ نے سینگی لگوائی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے مزاح (1) فرمانے کی کیفیت

سیّد عالم ﷺ اپنے حلقہ بگوشوں کی دلجوئی کے لیے کبھی کبھار خوش طبعی بھی فرمالیا کرتے تھے، مگر آپ کی دل لگی خلافِ واقعہ نہ ہوتی، بلکہ واقعہ اور نفس الامر کے عین مطابق ہوتی تھی۔ (مثلاً):

☆ایک دن آپ نے حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم

1۔ نبی اکرم ﷺ مزاح، دل لگی، اور خوش طبعی کیوں فرماتے تھے؟ اس کی حکمت و وجہ امام ابن سید الناس کے فرمودات کے ضمن میں حاشیہ پر گزر چکی ہے۔

سے سرفراز فرمایا، اور اس دن اچانک حضرت سیّدنا ابوطلحہ (انصاری) رضی اللہ عنہ سے آپ کے صاجزادے کی چڑیا مرگئی تھی، (جس کی وجہ سے وہ صاجزادے کچھ ملول تھے) اس پر آپ نے ان کی دل جوئی فرماتے ہوئے مزاحاً فرمایا: ''یَا اَبَا عُمَیْرِ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ'' (1) ابوعمیر! تمہاری چڑیا کہاں گئی؟

☆اور (اسی طرح) ایک صاحب عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اونٹ کی سواری عنایت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کردوں گا۔

☆یوں ہی ایک صاحبہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرا شوہر بیمار ہے، تو آپ نے فرمایا: اچھا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ وہ صاحبہ واپس گئیں اور اپنے شوہر کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگیں۔ اس پر وہ صاحب بولے: اری! تجھے کیا ہوا؟ وہ بولیں: مجھے رسولِ کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ تیری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ تو وہ صاحب بولے: واہ ری واہ! ایسا بھی کوئی ہے کہ جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو!

☆اور یونہی ایک صاحبہ گزارش کرنے لگیں: یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت عنایت فرمائے۔ آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں کی ماں! کوئی بوڑھی عورت بہشتی نہ ہوگی۔ وہ صاحبہ روتے ہوئے واپس ہونے لگیں تو آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا: اسے بتا دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی (بلکہ بحالتِ جوانی داخلہ ہوگا جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا۝

''بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا، تو انہیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پر پیاریاں، انہیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں''۔

☆ام المومنین سیدتنا عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دوڑ لگائی اور میں دوڑ میں آگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم پھول گیا، تو میں نے دوبارہ آپ سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو اس مرتبہ حضور اکرم ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے۔ پھر (دوڑ کے اختتام پر) آپ نے میرے کندھوں پر دستِ اقدس پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ (آج کا مقابلہ) پہلی مرتبہ کا بدلہ ہے۔

☆وَجَاءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السُّوْقِ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِ

1۔ ''نُغَیر'' ہماری زبان میں ''مولا'' کو کہتے ہیں۔

رَجُلٍ،اِسْمُهٗ زَاهِرٌ وَکَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُحِبُّهٗ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰی عَيْنَيْهِ وَمَا کَانَ يَعْرِفُ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،حَتّٰی قَالَ مَنْ يَّشْتَرِیْ هٰذَا الْعَبْدَ،فَجَعَلَ يَمْسَحُ ظَهْرَهٗ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَيَقُوْلُ إِذَنْ تَجِدُنِیْ کَاسِدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنَّکَ عِنْدَ رَبِّکَ لَسْتَ کَاسِدًا۔(ص ۲۳۷)

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ بازار تشریف لے گئے اور وہاں پر "زاہر" رضی اللہ عنہ نام کے ایک صاحب جن سے آپ محبت فرمایا کرتے تھے،کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر آپ نے ان کی پشت سے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ مبارک رکھ دیے اور اس دوران انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ رسولِ کریم ﷺ کے دست (شفاء) ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ یوں ارشاد فرما ہوئے اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ (جب حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں) تو انہوں نے اپنی پشت کو (برکت حاصل کرنے کی خاطر) نبی اکرم ﷺ سے مس کرنا شروع کر دیا،اور ساتھ ہی کہتے جاتے تھے،یارسول اللہ ﷺ اس وقت تو آپ مجھے کھوٹا (مال) پائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے (ان کی دل جوئی فرماتے ہوئے) فرمایا: ہاں۔ مگر تو اللہ جل مجدہٗ کے ہاں تو کھوٹا نہیں ہے (یعنی دنیا والے اگرچہ تجھے کھوٹا سکہ جانیں مگر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھرا ہے)"۔

☆ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ایک راستہ میں حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ (کھیل کود میں) مشغول دیکھا تو آپ انہیں اپنی شفقت سے نوازنے کیلئے لوگوں سے آگے بڑھنے لگے،اس پر حضرت الامام حسین رضی اللہ عنہ نے اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کر دیا، پھر نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں ہنسانے کی خاطر ان کے پیچھے بھاگنا شروع فرما دیا۔ حتیٰ کہ آپ (ﷺ) نے انہیں پکڑ لیا اور پھر اپنا ایک دستِ اقدس ان کے سر کے اوپر، اور دوسرا ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر پیار فرمایا۔

☆وَکَانَ ﷺ يَدْخُلُ عَلٰی عَائِشَةَ وَالْجَوَارِیْ يَلْعَبْنَ عِنْدَهَا فَإِذَا رَأَيْنَهٗ، تَفَرَّقْنَ فَيُسَرِّهُنَّ إِلَيْهَا۔

"(جب کبھی) سیدعالم ﷺ ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو (بعض مرتبہ) آپ انہیں اس حالت میں پاتے کہ چھوٹی چھوٹی

لڑکیاں کھیل رہی ہوتی تھیں، جب وہ لڑکیاں آپ کی زیارت سے باریاب ہوتیں تو ادھر ادھر بھاگ جاتی تھیں، (مگر) نبی کریم ﷺ دوبارہ ان لڑکیوں کو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ہاں واپس کھیلنے کے لیے بھیج دیتے تھے۔"

وَقَالَ لَهَا يَوْمًا وَهِيَ تَلْعَبُ بِلُعْبَتِهَا،مَا هٰذِهٖ يَا عَائِشَةُ،فَقَالَتْ خَيْلُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَضَحِكَ،وَطَلَبَ الْبَابَ،فَابْتَدَرَتْهُ وَاعْتَنَقَتْهُ،فَقَالَ مَالَكِ يَا"حُمَيْرَا"فَقَالَتْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَلِيْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِيْ وَمَا تَأَخَّرَ،فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رُوِيَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ،فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا)مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا،وَلَا تَكْسِبُ بَعْدَهَا خَطِيْئَةً وَلَا إِثْمًا،ثُمَّ قَالَ ﷺ اَفَرِحْتِ يَا عَائِشَةُ،فَقَالَتْ اَيْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَقَالَ اَمَا وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ،بِالْحَقِّ مَا خَصَّصْتُكِ بِهَا مِنْ بَيْنِ أُمَّتِيْ وَإِنَّهَا لَصَلَاتِيْ لِأُمَّتِيْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فِيْمَنْ مَضٰى مِنْهُمْ،وَمَنْ بَقِيَ وَمَنْ هُوَ اٰتٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَنَا اَدْعُوْا لَهُمْ، وَالْمَلٰئِكَةُ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِيْ۔(ص ۲۳۸)

"(اسی طرح) ایک مرتبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کھلونوں سے دل بہلا رہی تھیں کہ (اتنے میں اچانک) نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے (مزاحاً) موصوفہ رضی اللہ عنہا سے استفسار فرمایا: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) یہ (کھلونا) کیا چیز ہے؟ تو سیّدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ ﷺ! یہ تو سلیمان بن داؤد علیٰ نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے گھوڑے ہیں۔ یہ جواب سماعت فرمانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا، اور پھر آپ ﷺ دروازہ کی جانب چل دیے۔ پھر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بھی جلدی سے بھاگ کر آپ کو جالیا۔ (اس کیفیت کے بارہ میں) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: حمیرا! (1) کیا بات ہے؟ تو آپ عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ پر قربان، دعا فرمائیے کہ اللہ جل مجدہٗ میری اگلی پچھلی "ترک اولیٰ" باتیں معاف فرما دے۔ (اس عرض پر) نبی کریم ﷺ

نے (دعا کے لیے) اپنے دستِ اقدس اتنے بلند فرمائے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، اور فرمایا: الٰہی! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ظاہر و باطن کی خلاف اولی باتیں یوں مٹا دے تاکہ ازاں بعد اس سے تقرب الی اللہ کے منافی امور کا وقوع نہ ہونے پائے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) اب خوش ہو؟ موصوفہ عرض کرنے لگیں: اس رب کی قسم، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، میں (نہایت) خوش ہوں۔ پھر نبی اکرم ﷺ فرمانے لگے: مجھے بھی ذاتِ اللہ کی قسم، جس نے مجھے حق دے کر مبعوث فرمایا۔ میں نے اپنی امت میں سے اس دعا کے ساتھ صرف تجھے ہی خاص نہیں کیا بلکہ شب و روز میں میری اس قسم کی دعا ساری امت کے لیے ہے۔ چاہے وہ پہلی ہو یا درمیانی، یا پچھلی قیامت تک آنے والی ہیں سب کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں، اور میری دعا پر سبھی فرشتے آمین کہتے ہیں"۔

☆ نبی کریم ﷺ مہمان کی عزت افزائی فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ مہمان کی دلجوئی و عزت کے لیے اپنی چادر مبارک تک بچھا دیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی رضاعی ماں آپ کے ہاں حاضر ہوئیں تو آپ نے مرحبا فرماتے ہوئے اپنی چادر مبارک بچھا کر انہیں اس پر بٹھا دیا۔

☆ سید عالم ﷺ سب سے بڑھ کر خندہ رُو تھے۔

(نیز) نبی کریم ﷺ مسلسل غمناک اور دائم الفکر ہونے کے باوجود، سب میں کشادہ روئی سے رہتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ کا کوئی بھی لمحہ یادِ الٰہی کے ماسوا میں نہ گزرتا تھا، یا حوائج ضروریہ (مثلاً) گھریلو امور یا امت کے ضروری امور کی انجام دہی میں مشغولیت رہتی تھی۔

☆ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے سید عالم ﷺ کو جب کبھی دو باتوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے صرف آسان بات کو اپنایا کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں صلہ رحمی کا خلاف نہ ہوتا، اور اگر اس امر میں قطع رحمی کی بات ہوتی تو آپ اس سے کوسوں دور ہو جایا کرتے تھے۔

☆ (بوقتِ ضرورت) سید عالم ﷺ (بعض اوقات) گھریلو امور خود ہی سر انجام دے لیا کرتے تھے، حتیٰ کہ گوشت کترنے تک اپنے اہل خانہ کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

☆ (بوقتِ ضرورت) سید عالم ﷺ اپنے نعلین مقدس خود مرمت کر لیا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ پھٹے ہوئے کپڑے کو خود ہی پیوند لگا لیا کرتے تھے۔

☆(علوِ مرتبت کے باوصف) آپ ﷺ گھوڑے کے علاوہ خچر اور دراز گوش پر بھی سواری فرما لیا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ گھوڑے کی پیشانی کو اپنی آستین یا چادر کے پلو سے صاف فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ دستِ اقدس میں چھڑی لے کر چلا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

''ہاتھ میں چھڑی لے کر چلنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے''۔

☆سید عالم ﷺ نے بکریوں کی گلہ بانی بھی فرمائی ہے، اور اس بارے میں فرمایا کرتے تھے:

''ایسا کوئی بھی نبی نہیں کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں''۔

☆نبوت ملنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے خود اپنا عقیقہ فرمایا ہے۔ پھر (اس کے بعد) اپنے گھر کے ہر بچہ کا عقیقہ فرمایا کرتے تھے، اور ساتویں دن بچہ کے سر کے بال اتروا کر بالوں کے وزن کے مطابق چاندی خیرات فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ نیک شگون تو پسند فرمایا کرتے تھے اور بدشگونی کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے: ہم میں سے ہر آدمی اپنے دل میں کچھ نہ کچھ (اچھا یا برا) خیال پاتا رہتا ہے مگر جب اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے تو پھر اللہ جل مجدہٗ اس کے اس قسم کے خیال کو دور فرما دیتا ہے۔

☆سید عالم ﷺ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب کبھی آپ کے پاس کوئی اچھی خبر آتی تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' فرمایا کرتے اور جب کبھی کوئی ناپسندیدہ بات سامنے آتی تو یوں ارشاد فرماتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ حَالٍ'' ہر حال میں سبھی خوبیاں میرے پروردگار کو ہیں۔

☆سید عالم ﷺ کھانا تناول فرمانے کے بعد اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَآوَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔

''سب خوبیاں اللہ جل مجدہٗ کے لیے، جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، رہنے کو مکان دیا، اور ہمیں مسلمان کیا''۔

☆نیز کھانا نوش فرمانے کے بعد سید عالم ﷺ سے یہ دعا بھی مروی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ، غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ۔

''ہر وقت اور ہر حال میں بے شمار پاکیزہ اور بابرکت خوبیاں اللہ کو، پروردگار! ہم سے اس طعام کی برکت دور نہ ہو، اور نہ ہی ہمیں اس کی توفیق ملے کہ ہم (تیرے عطا کردہ طعام

سے) لاپرواہی برتیں''۔

☆سید عالم ﷺ کو جب کبھی چھینک آتی تو اپنے چھینکنے کی آواز پست فرماتے، اور اپنے دستِ اقدس یا کسی کپڑے سے منہ مبارک ڈھانپ لیا کرتے، اور (چھینک کا اثر ختم ہونے پر) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالاتے۔

☆سید عالم ﷺ اکثر قبلہ رو ہو کر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اور جب کبھی کسی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تو دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو گھیر کر تشریف فرما ہوتے۔

سید عالم ﷺ بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی نماز لمبی اور خطبہ مختصر ہوا کرتا تھا اور ایک نشست میں سو بار استغفار فرمایا کرتے تھے(1)۔

☆سید عالم ﷺ شب کے پہلے حصے میں آرام فرماتے تھے اور آخری حصۂ شب میں بیدار رہا کرتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے، اور جب صبح کی اذان سماعت فرماتے تو فوراً اٹھ بیٹھتے، اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے، ورنہ (تازہ) وضو فرما کر نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

☆نبی کریم ﷺ نفلی نماز اکثر کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے اور کبھی کبھار بیٹھ کر بھی ادا فرما لیتے تھے (مگر عمر شریف کے آخری ایام میں) جیسا کہ سیدتنا ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ وصال مبارک سے پہلے نفلی نماز اکثر بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔

☆نبی کریم ﷺ کے سینہء اقدس سے بحالتِ نماز ہانڈی کے ابال کی طرح رونے کی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔

☆سید عالم ﷺ ہر پیر اور جمعرات اور ہر ماہ کے تین دن (یعنی ایام بیض) اور دسویں محرم کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ جبکہ جمعہ کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ کے (نفلی) روزے اکثر ماہِ شعبان میں ہوا کرتے تھے۔

تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ اِنْتِظَارًا لِلْوَحْيِ وَاِذَا نَامَ نَفَخَ، وَلَا يَغِطُّ غَطِيْطًا۔

''نبی کریم ﷺ کی چشمانِ مقدس تو آرام فرمایا کرتی تھیں مگر قلبِ اقدس وحی کے انتظار میں (بدستور) بیدار رہتا تھا، بحالتِ نیند آپ بلند آواز سے سانس نکالا کرتے تھے، مگر وہ

1۔ سید عالم ﷺ کے استغفار پڑھنے کی حکمت امام ابن سید الناس قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

آواز زوردار خراٹے بھر کر نہ ہوتی تھی"۔

☆ نبی کریم ﷺ بحالتِ نیند جب کوئی خوفزدہ کرنے والی شئے ملاحظہ فرماتے تو یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے تھے:

هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ لَا شَرِیْکَ لَهٗ۔

"اللہ ہی میرا پروردگار ہے، جس کا کوئی شریک نہیں"۔

☆ سید عالم ﷺ جب استراحت کے ارادہ سے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی دائیں ہتھیلی مقدس دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے تھے:

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ۔

"پروردگار! جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا، مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھیو"۔

☆ نیز شب خوابی کے وقت آپ سے یہ دعا بھی منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا۔

"الٰہی! میں تیرے ہی نام سے جیوں گا اور روپوش ہوں گا"۔

☆ اور بوقتِ بیداری یہ دعا ارشاد فرمایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۔

"سبھی خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں (ایک طرح کا) مارنے کے بعد زندگی عطا کی، اور آخر اسی کی طرف سب کا لوٹنا ہے"۔

☆ نبی کریم ﷺ کی مبارک گفتگو اس قدر واضح ہوتی تھی کہ جسے حاضرین مجلس یاد کر لیا کرتے تھے، اور بعض دفعہ سمجھانے کی خاطر بعض باتیں تین دفعہ (بھی) دہرایا کرتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ بلا ضرورت بات نہیں فرمایا کرتے تھے، بلکہ خاموشی اختیار فرمایا کرتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ کا کلام شریف فضول و ناقص نہ ہوتا تھا، بلکہ کھلے اور جامع کلمات سے ہوا کرتا تھا۔

☆ بعض دفعہ سید عالم ﷺ اپنی گفتگو شریف میں بعض اشعار کی بھی مثال دے دیا کرتے تھے، اور بعض دفعہ محاورات بھی ذکر فرما دیا کرتے تھے، جیسا کہ:

"یَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ"(1)۔

1۔ ترجمہ: اور تجھے وہ شخص خبریں لا کر سنائے گا جس کو تو نے کوئی توشہ نہیں دیا۔ (یعنی غیر متوقع طریقہ سے زمانہ تیرے سامنے واقعات پیش کرے گا۔)

کے محاورہ سے بھی آپ نے مثال دی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کا بڑے سے بڑا ہنسنا بھی صرف تبسم تک ہوتا تھا، اور بسا اوقات کسی امرِ غریب کے ادراک سے آپ ﷺ کا خندہ اتنا ہوتا تھا کہ دندان (مبارک) پیشین تک واضح ہو جایا کرتے مگر یہ خندہ مبارک بھی قہقہہ کے بغیر ہوا کرتا تھا۔

☆ سید عالم ﷺ نے کسی بھی کھانے کو کبھی بھی عیب نہیں لگایا، اگر کھانے کی ضرورت ہوئی تو کھا لیا ورنہ ترک فرما دیا۔

☆ (نیز) سید عالم ﷺ ٹیک لگا کر یا دستر خوان پر کھانا تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ ہدیہ کی شے تناول فرما لیا کرتے تھے اور ہدیہ پیش کرنے والے کو بھی اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے، جبکہ صدقہ کی شے آپ تناول نہ فرماتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ اشیاءِ خوردنی میں ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ (بوقت ضرورت) جو بھی پاتے اسے نوش فرما لیا کرتے تھے، اگر کھجوریں ملیں تو کھجوریں تناول فرما لیں، اور اگر روٹی میسر ہوئی تو وہی استعمال فرما لی، اور اگر دودھ مہیا ہوا تو اسی پر اکتفا فرما لیا۔

☆ سید عالم ﷺ نے زندگی بھر باریک آٹے کی روٹی (یعنی چپاتی) استعمال نہیں فرمائی۔

☆ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةُ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ۔

"(سید عالم ﷺ کی قناعت کا یہ عالم تھا کہ جیسا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر دم تک جو کی روٹی بھی شکم سیر ہو کر تناول نہ فرمائی"۔

☆ ایسا بھی ہوتا تھا کہ سید عالم ﷺ کی اہل والوں کے گھروں میں ایک ایک، دو دو ماہ تک (پکانے کی کوئی بھی شے نہ ہونے کی وجہ سے) آگ نہ جلتی تھی، صرف پانی اور کھجوروں پر گزارہ ہوتا تھا۔

☆ وَكَانَ ﷺ يَعْصِبُ عَلٰى بَطْنِهِ الْحَجَرَ مِنَ الْجُوْعِ هٰذَا وَقَدْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ، فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا وَاخْتَارَ الْاٰخِرَةَ۔

"سید عالم ﷺ گرسنگی کی وجہ سے شکم انور پر (سہارا دینے کے لیے) پتھر باندھ دیا کرتے تھے، جبکہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو تمام زمین کی سبھی چابیاں دے رکھی تھیں۔ مگر آپ نے اخروی آسائش کے مقابلہ میں انہیں قبول کرنے سے انکار فرما دیا"۔

☆سید عالم ﷺ نے سرکہ سے بھی روٹی تناول فرمائی ہے، اور سرکہ کی افادیت کے متعلق فرمایا کرتے تھے: ”سرکہ بہترین سالن ہے“۔

☆وَاَکَلَ عَلَیْہِ السَّلَام لَحْمَ الدَّجَاجِ۔

”نیز سید عالم ﷺ نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے“۔

☆سید عالم ﷺ کدو پسندیدگی سے تناول فرمایا کرتے تھے، نیز بکری کے ران کا گوشت بھی آپ کے مرغوبات میں سے تھا۔

☆سید عالم ﷺ نے فرمایا:

”گوشتوں میں سے عمدہ اور لذیذ گوشت پشت کا ہوتا ہے“۔

☆وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَام کُلُوا الزَّیْتَ وَادَّھِنُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرَۃٍ مُبَارَکَۃٍ۔

”(روغنِ زیتون کی افادیت بیان فرماتے ہوئے) سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ روغنِ زیتون (بطور سالن) کھاتے رہا کرو، اور اسے مالش کے طور پر بھی استعمال رکھتے رہا کرو، اس لیے کہ یہ بابرکت درخت کی پیداوار ہے“۔

☆سید عالم ﷺ کو ہانڈی کی کھرچن بھی مرغوب تھی۔

☆سید انس وجاں تین انگلیوں سے کھانا نوش فرمایا کرتے تھے، اور کھانے کے بعد انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

☆سید کائنات ﷺ نے جو کی روٹی کھجور کے ہمراہ تناول فرمائی ہے، اور اس بارے میں فرمایا کہ:

”یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے“۔

☆سید عالم ﷺ نے ککڑی اور تربوز کھجور کے ہمراہ، اور چھوہارے مکھن کے ہمراہ تناول فرمائے ہیں۔

☆سید عالم ﷺ کو ہر میٹھی شے اور شہد بہت پسند تھا۔

☆سید عالم ﷺ پینے والی شے تین سانس میں پیا کرتے تھے اور بیٹھ کر نوش فرمایا کرتے تھے، (جبکہ کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر بھی آپ نے نوش فرمایا ہے۔ اور اپنا پس نوشیدہ اگر کسی کو پلانے کا ارادہ فرماتے تو پھر جو بھی آپ کے داہنی جانب ہوتا اسے عنایت فرمادیا کرتے تھے۔

کھانا کھانے اور دودھ پینے کے وقت کی دعا

☆حضور سید عالم ﷺ نے دودھ نوش فرما کر اسے بھی سرفرازی عطا فرمائی ہے۔ اور (اس

سلسلہ میں شکر گزاری کی تعلیم دیتے ہوئے) فرمایا: جسے اللہ جل شانہٗ نے کھانا مہیا کیا ہے اسے چاہیے کہ کھانا شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

☆اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَارْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْہُ۔

"الٰہی! ہمیں اس میں برکت دے، اور ہمیں اس سے بہتر عطا فرما۔"

☆اور جسے اللہ جل مجدہٗ نے دودھ پینے کو مہیا فرمایا ہے اسے چاہیے کہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔

"الٰہی! ہمیں اس دودھ میں برکت عطا فرما، اور ہمیں اور بھی زیادہ مہیا فرما"۔

☆نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کھانے پینے کا بدل دودھ کے علاوہ اور کوئی بھی شے نہیں ہو سکتی۔

امام باجی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "سُنَنُ الصَّالِحِیْنَ وَسُنَنُ الْعَابِدِیْنَ" میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احوال و آثارِ شریفہ کے بارے میں مزید فرمایا کہ:

☆سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُلق شریف ہر لحاظ سے بڑھ کر تھا، قرآنِ عزیز میں اللہ جل شانہٗ نے بھی آپ کے خُلقِ عظیم کی ستائش اسی طرح فرمائی ہے۔

☆سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے بڑھ کر بُردبار، اور سب سے زیادہ منصف مزاج تھے۔

☆سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ درگزر فرمانے والے تھے۔

☆معلم عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (سب سے بڑھ کر شرمیلے اور باحیا تھے، اسی لئے آپ) نے "مملوکہ، منکوحہ اور محرم خواتین کے علاوہ دوسری کسی غیر محرم خاتون کو آپ کے دستِ اقدس نے چھوا تک نہیں ہے۔

☆رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے، یہی وجہ ہے کہ رات بھر آپ کے پاس ایک درہم و دینار تک باقی نہ رہتا تھا۔ اگر کبھی بچ بھی گیا، اور کوئی لینے والا بھی نہ آیا، اور ایسی صورت میں شب نے بھی آلیا، تو اس وقت تک دولت خانہ پر تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کہ وہ پسماندہ کسی محتاج کو نہ عطا فرما لیتے۔

☆اللہ جل مجدہٗ کے دیے میں سے اپنے لیے صرف تھوڑے سے جو اور معمولی سی کھجوریں سال بھر کے خرچ کے لیے لیا کرتے تھے اور باقیماندہ راہ خدا میں خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

☆سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو بھی شے مانگی گئی، آپ نے وہی عطا فرما دی، حتیٰ کہ اپنے سالانہ خرچ سے بھی ایثار فرما دیا کرتے تھے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سال کے اختتام سے پہلے ہی تنگ دست ہو جایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ مجسمہ شرم و حیا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی کے چہرہ پر نظر جما کر ملاحظہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ، آزاد ہو یا غلام ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے، اگرچہ دودھ کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہوتا۔

☆سید عالم ﷺ کو لونڈی و مسکین تک جہاں چاہتے اپنے ہمراہ بلا کر لے جاتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ اللہ جل مجدہٗ کے حدود کی خلاف ورزی پر تو ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے، مگر اپنی ذات کے لیے ناراض نہ ہوتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ جنازوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ سب سے بڑھ کر منکسر المزاج تھے۔

☆سید عالم ﷺ اپنے آپ کو بڑا سمجھے بغیر خاموش رہا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ بلا تصنع اور بلا درماندگی سب سے زیادہ بلیغ تھے۔

☆سید عالم ﷺ کسی بھی دنیاوی معاملہ میں خوف زدہ نہ ہوا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ محتاجوں اور ناداروں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ہمراہ کھانے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ فضلاء کا ان کے مزاج کے مطابق اکرام فرماتے اور شرفاء کی نیکی سے دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ رشتہ داروں سے حسن سلوک فرمایا کرتے تھے، مگر انہیں کسی غیر رشتہ دار افضل شخص پر فوقیت نہیں دیتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ کسی پر بھی زیادتی نہ فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ عذر خواہ کا عذر قبول فرمایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کے باغات میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔

☆سید عالم ﷺ کسی محتاج کو اس کی ناداری و محتاجی کی وجہ سے کم تر خیال نہیں فرمایا کرتے تھے، اور نہ ہی کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوا کرتے تھے، بلکہ دعوت الی اللہ میں دونوں کو برابر کا درجہ عطا فرماتے تھے۔

☆پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ میں کامل سیاست اور فاضل

سیرت اکٹھی فرمادی تھی، جبکہ آپ کی پیدائش بے علم لوگوں کے شہر میں، اور نشوونما (خالص) بدویانہ زندگی بسر کرنے والوں میں ہوئی۔

☆ (نیز) اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کو تمام عمدہ اخلاق اور بہترین طریقے، اور تمام اگلوں اور پچھلوں کے احوال کی خبریں اور اخروی فوز وفلاح کے تمام امور اور دنیوی خلوص ورشک کے لوازمات سکھلادیے تھے۔

نیز امام باجی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ امام عتبی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا ہے کہ (ایک مرتبہ) میں سید عالم ﷺ کے حجرۂ مقدسہ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور آتے ہی اس نے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) عرض کرنے کے بعد کہنا شروع کردیا، میں نے اللہ جل مجدہٗ کا یہ کلام سنا ہے جس میں اللہ جل مجدہٗ یوں فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ (نساء)

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسول ان کی شفاعت فرمائے، تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں''۔

میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، میں آپ کی خدمت میں اپنے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہوں اور آپ کی شفاعت کا امیدوار بن کر حاضر ہوا ہوں۔'' پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْاَرْضِ اَعْظُمُهٗ   فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
نَفْسِی الْفِدَآءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ   فِیْهِ الْعِفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

(اے سب سے برتر، جن کی ہڈیاں زمین میں آسودہ و آرام فرما ہیں
اور جن کی خوشبو سے زمین کے نشیب و فراز مہک اٹھے،
جس قبر میں آپ ساکن ہیں، میری جان اس پہ قربان،
(کیونکہ) اس میں پاکیزگی ہے، اور اس میں جود و کرم ہے)

اس کے بعد اس بدوی نے توبہ کی اور چلا گیا۔ امام عتبی قدس سرہٗ نے فرمایا میں سو گیا تو میں خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ فرمارہے ہیں:

فَقَالَ لِیْ یَا عُتْبِیُّ اِلْحَقِ الْاَعْرَابِیَّ فَبَشِّرْهُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَهٗ(1)۔

1۔ اس قصہ اعرابی میں قرآن کریم کی جو آیت کریمہ مذکور ہے وہ باجماع مفسرین کرام مثبت توسل ہے۔

"عقبیٰ تم اس بدوی سے ملو، اور اسے بشارت سنا دو کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس کے گناہ بخش دیے ہیں"۔

☆ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ یَّأْخُذُ عَنِّیْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فَیَعْمَلَ بِهِنَّ وَیُعَلِّمَ مَنْ یَّعْمَلُ بِهِنَّ، قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)فَأَخَذَ بِیَدِیْ، فَعَدَّ خَمْسًا، فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَّمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَی النَّاسِ، وَأَحْسِنْ اِلٰی جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ۔

"کون ہے جو مجھ سے یہ باتیں سیکھ کر ان پر عمل کرے، اور پھر انہیں سکھائے جو ان پر عمل کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ باتیں میں سیکھتا (اور سکھاتا) ہوں۔ پھر سید عالم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں شمار فرمائیں اور فرمایا: حرام باتوں سے بچو گے، تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے، قضاء الٰہی پر رضامند ہو گے تو سب سے بڑھ کر دولت مند ہو جاؤ گے، پڑوسی سے حسنِ سلوک برتو گے تو کامل مسلمان ہو جاؤ گے، اپنی پسندیدہ شے دوسروں کے لیے بھی پسند کرو گے تو خالص مسلمان بن جاؤ گے، زیادہ مت ہنسنا کیونکہ زیادہ ہنسی دل مُردہ کر دیتی ہے"۔

☆ترمذی شریف میں ہی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ(صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)مَا النَّجَاةُ قَالَ اَمْسِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ، وَیَسَعْكَ بَیْتُكَ وَاَبْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ۔

"یارسول اللہ (ﷺ)! کن باتوں میں نجات ہے، تو آپ نے فرمایا اپنی زبان روکے رکھو، اور اپنے گھر میں سکونت لازم رکھو، اور اپنے گناہوں پر روتے رہو"۔

نیز ترمذی شریف میں ہی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ مِنْ أُمَّتِي قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَمَنِ الْغُرَبَآءُ مِنْ أُمَّتِكَ، قَالَ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ۔

''اسلام غریبوں میں ظاہر ہوا، اور عنقریب جیسے ظاہر ہوا تھا، غریب لوگوں میں ہی لوٹ جائے گا۔ میری امت کے غریبوں کو خوش خبری ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی امت کے غریب کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جو میرے بعد میری کسی مٹی ہوئی سنت کو دوبارہ زندہ کر دیں گے''۔

امام المحققین، اوحد العارفین،

الشیخ عبدالکریم جیلی شافعی، یمنی رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

سید عالم ﷺ کے انسان کامل ہونے کی وجہ تسمیہ

شیخ عبد الکریم جیلی (المتوفی ۸۱۱ھ غالباً) رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کی دو کتابیں ''الانسان الکامل'' اور ''الکمالات الالٰہیہ'' ہیں۔

☆ چنانچہ شیخ عبد الکریم جیلی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ''الانسان الکامل'' کے ساٹھویں باب میں فرماتے ہیں:

تمہیں معلوم ہو کہ یہ باب اس کتاب کے تمام ابواب سے نفیس ہے، بلکہ یوں سمجھ لو کہ یہ باب از ابتداء تا انتہا ساری کتاب کی شرح ہے۔

☆ پھر تجھے اس گفتگو کا مطلب سمجھنا چاہیے کہ نوعِ انسانی کا ہر ہر فرد ایک دوسرے کے لیے ایک مکمل نسخہ ہے۔ لحوقِ عارضہ سے قطع نظر، افرادِ انسانی میں سے جو وصف و خوبی ایک فرد میں ہے اس کا فقدان دوسرے میں نہیں ہے۔ عارضہ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کے ہاتھ اور قدم مقطوع ہوں۔ یا کوئی آدمی شکمِ مادر میں کسی عارضہ کی بدولت نابینا متولد ہو (تو یہ امور درخور اعتنا نہ ہوں گے)

اور جب عارضہ کا تحقق ناپید ہوگا تو پھر نوعِ انسانی کا ہر فرد ان دو آمنے سامنے شیشوں کی مانند ہوگا کہ ان میں سے جب کوئی شے ایک میں موجود ہوگی تو وہی شے دوسرے میں بھی متحقق ہوگی۔

☆ لیکن بعض افرادِ انسانی میں اشیاء بالقوۃ ہوتی ہیں اور بعض میں بالفعل۔

☆ اور جن میں اشیاء بالفعل ہوتی ہیں وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کاملین علیہم الرضوان ہیں۔

☆ پھر ان کامل حضرات کے کمال میں بھی تفاوت ہوتا ہے ان میں سے بعض کامل اور بعض اکمل ہوتے ہیں۔

☆ پھر اس کمال میں انفرادی اور قطعی طور پر جو حقیقت سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے متعین ہے اس کا تعین کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ سید عالم ﷺ کے اخلاق، احوال، افعال اور کچھ اقوال اس امر کے شاہد ہیں۔

لہٰذا انسان کامل سید عالم ﷺ ہی ہیں اور دوسرے انبیاء کرام اور اولیائے کاملین صلوات اللہ علیہم کا سید عالم ﷺ سے اس طرح الحاق ہے جیسے کامل کا اکمل سے الحاق ہوتا ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور کاملین اولیاء کی سید عالم ﷺ کی طرف وہی نسبت ہے جو فاضل کو افضل سے نسبت

ہوتی ہے۔

☆لیکن میری تصانیف میں جہاں بھی مطلقاً "انسانِ کامل" کا لفظ آئے گا تو اس سے سید عالم ﷺ کے برتر مقام اور رفیع و اکمل محل کے ادب کے پیشِ نظر میری مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی ہوگی۔ میرے اس نام رکھنے میں "انسانِ کامل" کے مطلق مقام کی طرف کئی ایسے رموز و اشارات ہیں کہ جن کی سید عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف اضافت نہیں کی جا سکتی، اور نہ ہی ان اشارات کی سید عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے نسبت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ انسان کامل بالاتفاق سید عالم ﷺ ہی ہیں۔ جو کمال سید عالم ﷺ کے خَلق اور خُلق میں ہے وہ دوسرے کاملین میں نہیں ہے۔

میں نے اسی بارے میں یہ قصیدہ، جو "اَلدُّرَّةُ الْوَحِیْدَةُ فِی اللُّجَةِ السَّعِیْدَہ" سے موسوم ہے کہا ہے۔

شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کا نفیس قصیدہ

الدرۃ الوحیدۃ فی اللجۃ السعیدہ

1۔ قَلْبٌ اَطَاعَ الْوَجْدَ فِیْهِ جِنَانُهٗ وَعَصَی الْعَوَاذِلَ سِرُّهٗ وَلِسَانُهٗ

"دل میں اس کے سرِ مکنون نے وجد کی پیروی کی، اور دل کے نہاں خانہ اور اس کی زباں نے ملامت کرنے والیوں کی نافرمانی کی۔"

2۔ عَقَدَ الْعَقِیْقُ مِنَ الْعُیُوْنِ لِاَنَّهٗ فَقَدَ الْعَقِیْقَ وَمَنْ هُمْ اَعْیَانُهٗ

"دل نے آنکھوں کے سرخ نگینے باندھ دیے کیونکہ دل اور اس کے ہم نواؤں نے وہ نگینے کھو دیے تھے"۔

3۔ اَلِفَ السُّهَارَ وَمَا سَهَا فَکَاَنَّمَا نَظَمَ السُّهٰی فِیْ هُدْبِهٖ اِنْسَانُهٗ

"دل نے بیداری سے الفت کی اور بیخبر نہ ہوا گویا اس کی آنکھوں کی پتلی نے اس کی پلکوں میں باریک ڈوری کو پرو دیا"۔

4۔ یَبْکِیْ عَلٰی بُعْدِ الدِّیَارِ بِمَدْمَعٍ سَلْ عَنْهُ سَلْعًا کَمْ رَوَتْ غُدْرَانُهٗ

"دل گھروں کی دوری پر آنسو بہاتا ہے، اس کے متعلق ساتھی سے پوچھ کہ ان سے کتنے حوض بھر چکے ہیں"۔

5۔ فَحَنِيْنُهٗ رَعْدٌ وَنَارٌ زَفِيْرُهٗ بَرْقٌ وَمُزْنٌ،اَلْمُنْحَنِیْ أَجْفَانُهٗ

"بجلی کی کڑک تو اس کا رونا ہے، اور آگ اس کا سانس، اور اس کی ٹیڑھی پلکیں، بارش اور بجلی کی چمک ہیں"۔

6۔ فَكَأَنَّ بَحْرُ الدَّمْعِ يَقْذِفُ دَرَّهٗ حَتّٰى نَفَدْنَ وَقَدْ بَدَیٰ مُرْجَانُهٗ

"وہ دل گویا آنسوؤں کا سمندر ہے جس نے اپنے موتی پھینکتے پھینکتے ختم کر دیے اور پھر اس کے مونگے ظاہر ہونے لگے"۔ (یعنی ان کی آنکھوں میں پیلاہٹ آگئی)۔

7۔ وَلَئِنْ تَدَاعٰی فَوْقَ اَرَاكٍ طَائِرٌ دَاعِی الْحَمَامِ بِأَنَّهٗ خَفَقَانُهٗ

"اور اگر کوئی پرندہ درخت کے اوپر چہچہایا ہے تو وہ اس کبوتر کو آواز دیتا ہے جو اڑ رہا ہو"۔

8۔ وَيَزِيْدُ شَجْوًا حَنِيْنِ مَطِيَّةٌ رَفَلَتْ بِهَا نَحْوَ الْحِمٰی رُكْبَانُهٗ

"اور وہ دل اس افسردہ سواری کی مانند غم بڑھاتا ہے جسے اس کے سوار نے مرغزار کی جانب سے کھینچ لیا ہو"۔

9۔ يَا سَآئِقَ الْعِيْسِ الْمُعْمِمِ فِی السُّرٰی قِفْ لِلَّذِی تُحِدُّ كَمْ اَشْجَانُهٗ

"اے شب میں اونٹ چلانے والے سردار! ذرا اس شخص کے لیے تو ٹھہر جاؤ جس کے غموں کو تم چھیڑ رہے ہو"۔

10۔ بَلِّغْ حَدِيْثًا قَدْرَوَتْهُ مَدَامِعِیْ اِذْ عَنْعَنَهٗ مُسَلْسَلًا فَيْضَانُهٗ

"میری وہ بات اس تک پہنچا دو جس کی میرے آنسوؤں نے روایت کی ہے۔ جبکہ میں نے اس بات کی "عنعنہ" روایت بھی اس طرح کی ہے کہ اس کا فیضان جاری ہے"۔

11۔ أَسْنِدْ لَهُمْ ضَعْفِیْ وَمَا قَدْ صَحَّ مِنْ مُتَوَاتِرِ الْخَبَرِ الَّذِیْ جَرَيَانُهٗ

"اور جو خبر متواتر سے صحیح ہے، ان سے میری پیرانہ سالی کی سند بیان کر دو"۔

12۔ يُرْوِيْهِ عَنْ عَبْرَاتِهٖ عَنْ مُقْلَتِیْ عَنْ أَضْلُعِیْ عَمَّا رَوَتْ نِيْرَانُهٗ

"وہ میرے گوشۂ چشم سے اپنے آنسوؤں کی روایت کرے، اور میری پسلیوں سے نکلنے والی اپنی آگ کی روایت کرے"۔

13۔ عَنْ مُهْجَتِیْ عَنْ شَجْوِهَا عَنْ خَاطِرِیْ عَنْ عِشْقِیْ عَمَّا حَوَاهُ جِنَانُهٗ

"میرے دل میں بسے ہوئے میری روح کے غم سے روایت کرے جسے اس کے جگر نے سمویا ہے"۔

14۔ عَنْ ذٰلِکَ الْعَهْدِ الْقَدِيْمِ عَنِ الْهَوٰى عَمَّنْ هُمْ رُوْحِیْ وَهُمْ سُكَّانُهٗ

''اس پرانے زمانہ سے اور پرانی چاہت سے روایت کرے، اور ان لوگوں سے روایت کرے جو میری جان ہیں اور اس میں بسیرا کیے ہوئے ہیں''۔

15۔ وَاسْئَلْ سَلَّمْتُ اَحِبَّتِیْ بَتَلَطُّفٍ اَلْمِسْكِيْنُ عِنْدَهُمْ وَهُمْ سُلْطَانُهٗ

''پوچھ لے میں نے اپنے احبا کے پاس بے نواؤں کی سی نرمی سے سلام بھیجا ہے اور وہ سبھی اس کے لیے حجت ہیں''۔

16۔ وَاسْتَجِدِ الْعَرَبَ الْكِرَامَ تَعَطُّفٌ لِمَضِيْعٍ فِیْ هِجْرِهِمْ اَزْمَانُهٗ

''کریم عربوں سے نرمی کا متلاشی رہ، البتہ ان کے فراق میں زمانے برباد ہو گئے''۔

17۔ لَا يُوْحِشَنَّکَ عِزُّهُمْ وَعُلُوُّهُمْ تِلْکَ الدِّيَارُ لِوَفْدِهَا اَوْطَانُهٗ

''تجھے ان کا غلبہ اور ان کی رفعت خوف زدہ نہ کرے، یہ گھر ان کے وفد کے ہی وطن ہیں''۔

18۔ كَلَّا وَلَا تَنْسَ الْحَدِيْثَ فَحُبُّهُمْ قَصَصُ الصَّبَابَةِ لَمْ يَزَلْ قُرْاٰنُهٗ

''ہاں ہاں، لیکن تو بات کو فراموش نہ کر، کیونکہ ان کی محبت عشق کی ایک ایسی داستان ہے جس کا ذکر مسلسل رہا ہے''۔

19۔ مَا اَيِسُوْا الْمَقْطُوْعَ مِنْ اِيْصَالِهِمْ بَلْ آنَسُوْهُ بِاَنَّهُمْ خُلَّانُهٗ

''وہ ان کے یقینی ملاپ سے مایوس نہیں ہوئے، بلکہ اس سے انہوں نے پیار بڑھایا کہ وہ اس کے دوست ہیں''۔

20۔ قَدْ كُنْتُ اَعْهَدُ مِنْهُمْ حِفْظَ الْوُدَّا وَفَلَيْتَ شَعْرِیْ هَلْ هُمْ اَخْوَانُهٗ

''یقیناً میں ان سے محبت کے پیمان کی حفاظت کرنا جانتا تھا۔ کاش وہ میری بات جان جاتے کہ وہ اس کے برادر ہیں''۔

21۔ وَلَقَدْ اُنَزِّهُ عَنْ خِيَانَةِ عَهْدِنَا ۔ شَانَ الْحَبِيْبِ وَاِنْ يَّكُنْ هُوَ شَانُهٗ

''اور میں حتماً محبوب کی شان میں اپنے پیمانِ وفا کو خیانت سے پاک کرتا ہوں۔ اور اس کی شان بھی یہی ہے''۔

22۔ حَيَّا الْاِلٰهُ اَحِبَّتِیْ وَسَقَاهُمْ غَيْثًا يَّجُوْدُ بِوَبْلِهٖ سُكْبَانُهٗ

''اللہ جل مجدہٗ میرے احباء کو سلامت رکھے اور انہیں وہ پانی پلائے جس کی بارش کی اس

کے بادلوں نے بخشش کی ہے"۔

23۔ یَحْیَ بِهِ الرُّبْعُ الْخَصِیْبُ وَلَمْ یَزَلْ حَیًّا تَمِیْسُ بِوُرْقِهٖ اَغْصَانُهٗ

"اللہ جل مجدہٗ اس بارش کے طفیل نشیبی مقام سرسبز و شاداب کرے اور وہ ہمیشہ آباد رہے۔ جس کی ٹہنیاں اس کے پتوں کے ساتھ جھومتی ہیں"۔

24۔ عَجَبًا لِذَاکَ الْحَیِّ کَیْفَ یُھِمُّهٗ قَحْطُ السِّنِیْنَ وَاَحْمَدُ نِیْسَانُهٗ

"اس قبیلہ والوں پر حیرت ہے کہ انہیں خشک سالی کیسی مغموم کرتی ہے جبکہ ان کا بن ہریالی سے معمور ہے"۔

25۔ اَوْکَیْفَ یَظْمَأُ وَفْدُهٗ وَلَدَیْھِمْ بَحْرٌ یَمُوْجُ بَدْرُهٗ طَفْحَانُهٗ

"اس کا وفد پیاسا کیسے رہ سکتا ہے جبکہ ان کے پاس وہ سمندر ہے جس کے کنارے جوش زن ہیں"۔

26۔ شَمْسٌ عَلٰی قُطْبِ الْکَمَالِ مُضِیْئَةٌ بَدْرٌ عَلٰی فَلَکِ الْعُلٰی سَیْرَانُهٗ

"وہ ایسا آفتاب ہے جو کمال کے محور پر (گھومتے ہوئے) چمکتا ہے۔ (اور) وہ ایسا ماہتاب ہے جس کی سیر گاہ آسمان کی رفعت ہے"۔

27۔ اَوْجُ التَّعَاظُمِ مَرْکَزُ الْعِزِّ الَّذِیْ لِرَحْیِ الْعُلَا مِنْ حَوْلِهٖ دَوَرَانُهٗ

"وہ بڑائی کی بلندی ہے، وہ عزت کا وہ مرکز ہے جس کے گردا گرد رفعت کا پاٹ گھومتا ہے"۔

28۔ مَلِکٌ وَفَوْقَ الْحَضْرَةِ الْعُلْیَا عَلٰی الْعَرْشِ الْمَکِیْنُ مُثْبِتٌ اِمْکَانُهٗ

"وہ بادشاہ ہے، اور رفعت کے مواجہ میں عرشِ اعظم کے اوپر اس کا پایۂ ثبات ہے"۔

29۔ لَیْسَ الْوُجُوْدُ بِاَسْرِهٖ اَنْ حَقَّقُوْا اِلَّا حُبَابًا بِاَطْفِحَةٍ دَنَانُهٗ

"اگر وہ وجود حقیقت بیان کریں تو وہ محض ایک بلبلہ ہے جسے اس کے مٹکے نے بھرا ہوا ہے"۔

30۔ اَلْکُلُّ فِیْهِ وَمِنْهُ کَانَ عِنْدَهٗ تَفْنِیْ الدُّھُوْرُ وَلَمْ تَزِلْ اَزْمَانُهٗ

"ہر شے اسی میں ہے، اور اسی سے ہے اور اس کے پاس زمانوں کی فنا ہے جبکہ اس کے زمانے ہمیشہ رہیں گے"۔

31۔ فَالْخَلْقُ تَحْتَ سَمَآءِ عَلَاهُ کَخَرْدَلٍ وَالْاَمِیْرُ یُبْرِمُهٗ هُنَاکَ لِسَانُهٗ

''اس کی رفعت کے آسمان تلے تمام مخلوق رائی کے دانہ کی طرح ہے اور وہاں امیر کی زبان اسے کاٹ دیتی ہے''۔

32۔ وَالْكَوْنُ اَجْمَعُهُ لَدَيْهِ كَخَاتَمٍ فِي إِصْبَعٍ مِّنْهُ أَجَلُّ اَكْوَانُهُ

''اور اس کے پاس تمام موجودات انگلی میں پہنی ہوئی انگشتری کی مانند ہیں۔اور ان موجودات کے تمام اعتبارات اسی سے وابستہ ہیں''۔

33۔ وَالْمُلْكُ وَالْمَلَكُوتُ فِي تَيَّارِهٖ كَالْقَطْرِ بَلْ مِنْ فَوْقِ ذَاكَ مَكَانُهُ

''اس کے لبریز سمندر میں تمام زمین و آسمان ایک قطرہ کی مانند ہیں بلکہ اس کا مکان اس سے بھی ماوراء ہے''۔

34۔ تُطِيعُهُ الْاَمْلَاكُ مِنْ فَوْقِ السَّمَآءِ وَاللَّوْحُ يَنْفُذُ مَا قَضَاهُ بَنَانُهُ

''آسمان سے ورے تمام فرشتگان اس کی پیروی کرتے ہیں، جس کا فیصلہ اس کی انگلیاں کردیں، لوح محفوظ وہی نافذ کرتا ہے''۔

35۔ فَلَكُمْ دَعَا بِالنَّخْلَةِ الصَّمَا فَجَاءَ تْ مِثْلَمَا جَآءَ تْ غِزْلَانُهُ

''اور جب تمہارے لیے مضبوط کھجور کو بلایا تو وہ بچہ آہو کی مانند دوڑتی ہوئی آئی''۔

36۔ نَاهِيكَ شَقُّ الْبَدْرِ مِنْهُ بِإِصْبَعٍ وَالْبَدْرُ اَعْلٰى أَنْ يَّزُوْلَ قِرَانُهُ

''آپ کے انگلی کے اشارے سے چاند کو ٹکڑے کر دینا ہی بہت ہے۔جبکہ چاند کی پختگی کا دور کر دینا اس سے کہیں برتر ہے''۔

37۔ شَهِدَتْ بِمَكْنَتِهِ الْكِيَانُ وَخَيْرُ بَيِّنَةٍ يَكُوْنُ الشَّاهِدِيْنَ كِيَانُهُ

''ان کے بلند منصب کی مخلوق گواہ اور سب سے اچھی دلیل وہ ہوتی ہے کہ جس کی تمام مخلوق گواہ ہو''۔

38۔ هُوَ نُقْطَةُ التَّحْقِيقِ هُوَ مُحِيطَةٌ هُوَ مَرْكَزُ التَّشْرِيعِ وَهُوَ مَكَانُهُ

''نقطۂ تحقیق اور اس کی پرکار وہی ہیں شریعت کا مرکزی مکان (بھی) وہی ہیں''۔

39۔ عَقْدُ اللِّوَآءِ بِمُحَمَّدٍ وَثَنَائِهٖ فَالدَّهْرُ دَهْرٌ،وَالْاَوَانُ اَوَانُهُ

''پرچم کی پختگی محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی نعت خوانی سے وابستہ ہے جبکہ زمانہ انہیں کا زمانہ ہے اور وقت انہیں کا وقت ہے''۔

40۔ وَلَهُ الْوِسَاطَةُ وَهُوَ عَيْنُ وَسِيلَةٍ هِيَ لِلْفَتٰى يَجْلِي بِهَا رَحْمَانُهُ

''وساطت انہی کی ہے کیونکہ وسیلہ کی ماہیت وہی ہیں۔اور وہ وسیلہ اس صاحب ہمت شخصیت کے لیے ہے۔ جسے ان کا مہربان ہویدا کرے گا''۔

41۔ وَلَهُ الْمَقَامُ وَذٰلِکَ الْمَحْمُوْدُمَا لَمْ يَدْرِ مِنْ شَأنِ تَعَالٰی شَانُهٗ

''اوران کے لیے مقامِ محمود ہے (پھر) جب تک ان کی کوئی شان معلوم نہ ہوتو ان کی شان برتر ہی ہے''۔

42۔ مِيْكَالُ طِسْتُ مَوْجِهٖ مِنْ بَحْرِهٖ وَكَذاکَ رُوْحٌ أَمِيْنُهٗ وَاَمَانُهٗ

''ان کے سمندر کی لہروں کا کچھ حصہ میکائیل علیہ السلام ہیں اور اسی طرح جبریل علیہ السلام ان کی امان اوران کے امین ہیں''۔

43۔ وَبَقِيَّةُ الْاَمْلَاکِ مِنْ مَائِيَةٍ كَالثَّلْجِ يَعْقِدُهُ الصَّبَا وَحَرَّانُهٗ

''اور باقیماندہ فرشتگاں ننھے ننھے پانی کے قطرات کی مانند ہیں جیسے برف کو ٹھنڈی اور گرم بھاپ منجمد کردیتی ہے''۔

44۔ وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ ثُمَّ الْمُنْتَهٰى مَجْلَاهُ ثُمَّ مَحِلُّهٗ وَمَكَانُهٗ

''عرش وکرسی اور سدرۃ المنتہیٰ ان کا محل ومکان اوران کی جلوہ فرمائی کا مقام ہے''۔

45۔ وَطَوَى السَّمٰوٰتِ الْعُلَا بِعُرُوْجِهٖ طَيَّ السِّجِلِّ كَمُدْلِجٍ رُكْبَانُهٗ

''اپنے عروجِ میمنت لزوم سے رفیع المقام آسمانوں کو شب میں چلنے والے قافلہ کی مانند سجل فرشتہ کے نامہ اعمال کے لپیٹنے کی طرح سمیٹ دیا''۔

46۔ اَنْبَآءٌ عَنِ الْمَاضِيْ وَعَنْ مُسْتَقْبِلٍ كَشْفَ الْقِنَاعِ وَكَمْ اَضَآ بُرْهَانُهٗ

''ماضی اور مستقبل کے دریچوں سے پردوں کو ہٹا کر خبریں بتائیں اوران کی حجت بہت واضح ہوئی''۔

47۔ وَاَتَتْ يَدَاهُ بِمَالِ قَيْصَرِهٖ فَفَرَّقَهَا وَكِسْرٰى سَاقِطٌ اِيْوَانُهٗ

''ان کے دستِ اقدس قیصر کے مال کی تقسیم پر پڑے،اوران کی وجہ سے،کسریٰ کے محلات زمین بوس ہوگئے''۔

48۔ وَلَكُمْ لَهٗ خُلُقٌ لِيُضِيْئُ بِنُوْرِهٖ يَهْدِيْ بِذَاكِرِهٖ الْهُدٰى جِيْرَانُهٗ

''اورتمہارے لیے ان کا وہ خلق عظیم ہی بہت ہے جس کی روشنی میں مشعلِ ہدایت روشن ہے۔اور جس کے اپنانے سے آپ کے قرب والے بھی ہادی ہیں''۔

49۔ وَلَکُمْ تَطَھُّرٌ فِی التَّزَکِّیْ وَالنَّقٰی ‏ حَتّٰی اِنْتَفٰی مَا لَا یُرَامُ عِیَانُہٗ

''اور تمہارے لیے پاکیزگی ولطافت میں صفائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صاف ہے جس کی ذات کے متعلق عدمِ طہارت کا تصور نہیں کیا جاسکتا''۔

50۔ اَنْبَآءَ عَنِ الْاَسْرَارِ اَعْلَانًا وَلَمْ ‏ یُفْشِ السَّرِیْرَۃَ لِلْوَریٰ اِعْلَانُہٗ

''تمہیں علی الاعلان پوشیدہ امور بتائے جبکہ مخلوق کے لیے ان کے اعلان نے رازہائے خاص سے پردہ نہ اٹھایا''۔

51۔ نَظَمَ الدَّرَارِیَ فِیْ عُقُوْدِ حَدِیْثِہٖ ‏ مُنْتَثِرَاتٌ فَوْقَھَا عِقْیَانُہٗ

''انہوں نے خالص سنہری پراگندہ موتیوں کو اپنی حدیث کی لڑی میں پرودیا''۔

52۔ حَتّٰی یَبْلُغَ فِی الْاَمَانَۃِ حَقُّھَا ‏ مِنْ غَیْرِ ھَتْکِ رَامِہٖ خَوَانُہٗ

''حتیٰ کہ جس امانت میں کسی نے خیانت کا قصد کیا آپ نے اس میں بلاخیانت امانت کی وفا کا حق ادا کردیا''۔

53۔ اَللّٰہُ حَسْبِیْ مَا لَا حَمْدَ مُنْتَھٰی ‏ وَبِمَدْحِہٖ قَدْجَاءَ نَا فُرْقَانُہٗ

''اللہ کافی ہے۔ احمد مجتبیٰ ﷺ کا کمال لامتناہی ہے اور ان کی توصیف وستائش میں ہمارے پاس قرآن موجود ہے''۔

54۔ حَاشَاہَ لَمْ تُدْرِکْ لِاَحْمَدَ غَایَۃٌ ‏ اِذْ کُلُّ غَایَاتِ النُّھٰی بَدَانُہٗ

''اللہ کی قسم! احمد مجتبیٰ ﷺ کی کہ انتہا تک نہیں پہنچا جاسکتا کیونکہ تمام انتہا غایات ان کی ابتداء ہیں''۔

55۔ صَلّٰی عَلَیْہِ اللّٰہُ مَھْمَا زَمْزَمَتْ ‏ کَلِمٌ عَلٰی مَعْنًی یُرِیْحُ بَیَانُہٗ

''جب تک سازِ معانی کے تاروں سے واضح البیان کلمات کا نغمہ پھوٹتا رہے، اس وقت تک اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ پر درود (وسلام) نچھاور فرماتا رہے''۔

56۔ وَالْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ وَالْاَنْسَابِ ‏ وَالْاَقْطَابِ قَوْمٍ فِی الْعُلَا اَخْوَانُہٗ

''اور آپ ﷺ کی بلند رتبہ اولاد واصحاب اور قوم وملت پر جوان کے رفیع مقام کے ہم جلیس ہیں''۔

سیّدِ عالم ﷺ وجودِ کائنات کا محور ہیں

اِعْلَمْ حَفِظَکَ اللّٰہُ اَنَّ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ ھُوَ الْقُطْبُ الَّذِیْ تَدُوْرُ

عَلَيْهِ اَفْلَاکُ الْوُجُوْدِ مِنْ اَوَّلِہٖ اِلٰی آخِرِہٖ۔(ص ۲۴۳)

☆تو جان لے! اللہ عزاسمہٗ تیری محافظت فرمائے۔ بے شک انسانِ کامل ایک ایسا محور ہے جس پر اوّل سے آخر تک افلاک وجود گردش کرتے ہیں۔

☆پھر جب سے وجود ہے وہ انسانِ کامل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ہی ہے۔

☆پھر وہ انسانِ کامل مختلف لباس میں ملبوس ہے۔

☆اور پھر اس انسان کامل کا ایک لباس کے اعتبار جو نام ہے وہ دوسرے لباس کے اعتبار سے نہیں ہے۔

☆فَاِسْمُہُ الْاَصْلِیُّ الَّذِیْ ھُوَ لَہٗ مُحَمَّدٌ وَ کُنِیَّتُہٗ اَبُوْ الْقَاسِمِ وَوَصْفُہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَلَقَبُہٗ شَمْسُ الدِّیْنِ۔(ص ۲۴۳)

''پس اس کا اصلی اسم گرامی محمد ﷺ ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم ﷺ ہے، اور اس کا وصف عبداللہ ہے، اور اس کا لقب شمس الدین ہے''۔

☆پھر دوسرے ملابس کے اعتبار سے اس کے علیحدہ اسامی ہیں۔

☆پھر ہر ہر زمانہ میں اس کے مناسب لباس کے اعتبار سے اس کا نام ہے۔

☆یہی وجہ ہے کہ میں اپنے استاذ کامل حضرت شیخ شرف الدین اسماعیل جبرتی رضی اللہ عنہ کی صورت میں سید عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مگر میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ سیّد عالم ﷺ ہیں۔ میں تو یہی سمجھتا رہا کہ یہ میرے شیخ (قدس سرہٗ) ہیں۔

یہ میرے ان تمام مشاہدات میں سے ایک واقعہ ہے جس کا ۷۹۶ھ میں ''زُبید'' میں میں نے مشاہدہ کیا۔

ازاں بعد شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے اس بابت ایک لمبا چوڑا کلام ذکر فرمایا ہے جسے میرے جیسے اکثر لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لیے میں نے اسے اس جگہ نقل بھی نہیں کیا۔ جسے اس کے مطالعہ کا شوق ہو اسے شیخ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ کتاب (الانسان الکامل) کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کا

ایمان افروز، باطل سوز خطبہ

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا وہ خطبہ (رفیعہ) ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''الکمالات الالٰہیہ فی الصفات المحمدیہ'' میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ ایک نفیس کتاب ہے جس کا

حجم تقریباً چھ جزو کا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ جَعَلَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مَظۡهَرَ الۡکَمَالِ۔

وَحَلَّاهُ مِنۡ اَوۡصَافِهٖ بِکُلِّ مَا تُعۡرَفُ بِهٖ اِلَیۡنَا مِنَ الۡجَمَالِ وَالۡجَلَالِ۔

وَخَصَّهٗ بِالۡوَسِیۡلَةِ فِیۡ مَقَامِ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی۔

ثُمَّ دَلَّاهُ بَعۡدَ مَا اَدۡنَاهُ لِیُظۡهِرَهٗ فِی الۡعَالَمِ بِاَسۡمَآئِهِ الۡحُسۡنٰی۔

وَمَکَّنَهٗ مِنَ الۡقُرۡبِ الۡمُقَدَّسِ فِی الۡمَکَانَةِ الۡعُلۡیَا۔

وَاَحَلَّهٗ مِنَ الۡجَوَارِ الۡمُؤۡنِسِ فِی الۡمُسۡتَوٰی الۡاَزۡهٰی۔

وَجَعَلَهٗ فِی الۡعَالَمِ اُنۡمُوۡذَجَ حَضۡرَتَ الۡحَضۡرَاتِ وَمِرۡآةَ ظُهُوۡرِ الۡاَسۡمَآءِ وَالصِّفَاتِ۔

وَاَنۡزَلَ عَلَیۡهِ آیَاتِهِ الۡکَرِیۡمَةَ ظَهۡرًا وَبَاطِنًا۔

وَعَرَّفَهٗ بِحَقَائِقِ الۡاَشۡیَآءِ صُوۡرَةً وَمَعۡنًی۔

فَلَهُ الۡحَمۡدُ سُبۡحَانَهٗ اَنۡ جَعَلَهُ النُّسۡخَةَ الۡعُظۡمٰی،لِمُطۡلَقِ الۡعَدَمِ وَالۡوُجُوۡدِ۔

وَفَتَحَ عَلٰی یَدَیۡهِ اَبۡوَابَ خَزَآئِنِ الۡکَرَمِ وَالۡجُوۡدِ۔

اَحۡمَدُهٗ حَمۡدَهٗ لِنَفۡسِهٖ بِمَا یَسۡتَحِقُّهٗ مِنۡ کَمَالَاتِ قُدۡسِهٖ۔

وَاَشۡکُرُهٗ شُکۡرًا مُتَّصِلًا بِالۡعُلۡیَا،مُتَوَاتِرًا مَعَ النُّعۡمٰی۔

بَالِغًا مِّنَ الۡغَایَةِ،نِهَایَةَ الۡمَکَانَةِ الزُّلۡفٰی۔

جَامِعًا لِمُتَفَرِّقَاتِ الۡمَدۡحِ وَالثَّنَاءِ۔

مُفۡصِحًا عَمَّا یَسۡتَحِقُّهٗ لِذَاتِهٖ وَاَسۡمَآئِهٖ وَصِفَاتِهِ الَّتِیۡ کُلُّهَا حَسَنٌ وَحُسۡنٰی۔

وَاَثۡنٰی عَلَیۡهِ بِالۡحَالِ وَالۡقَالِ ثَنَاءَ مَنۡ قَامَ مَقَامَ الۡاِفۡتِقَارِ بَیۡنَ یَدَیۡهِ، فَوَکَّلَهٗ فِیۡ ثَنَائِهٖ عَلَیۡهِ،فَقَالَ مُتَاَدِّبًا فِیۡ حَضۡرَتِ قُدۡسِکَ،لَا اُحۡصِیۡ ثَنَاءً عَلَیۡکَ اَنۡتَ کَمَا اَثۡنَیۡتَ عَلٰی نَفۡسِکَ۔

☆ سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کو جس نے حضرت محمد ﷺ کو مظہرِ کمال بنایا۔

☆اور جنھیں اپنے تمام جمالی وجلالی صفات سے آراستہ فرمایا۔

☆اور جنھیں مقام ''قاب قوسین'' اور مقام ''ادنیٰ'' میں ''وسیلہ'' کی فضیلت سے مختص فرمایا۔

☆پھر مقامِ ''ادنیٰ'' کی سرفرازی کے بعد دنیا میں اپنے اسمائے حسنیٰ کا مورد بنا کر جنھیں غلبہ عطا فرمایا۔

☆اور جنھیں تقدس مآب قرب سے برتر و بالا مقام میں جاگزیں فرمایا۔

☆اور جنھیں دلربا ہمسائیگی سے اجلیٰ مقام میں فروکش فرمایا۔

☆اور جنھیں کائنات میں اپنی برتریں ذات کا نمونہ، اور اپنے تمام اسماٗ وصفات کا آئینہ بنایا۔

☆اور جن پر اپنے بلند پایہ ظاہری و باطنی دلائل نازل فرمائے۔

☆اور جنھیں تمام اشیاء کی اندرونی و بیرونی حقیقتوں سے روشناس فرمایا۔

☆اسی برتر و بالا ذات کے لیے سبھی خوبیاں ہیں، جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نیست و ہست کے استعمال کے لیے ہر لحاظ سے ایک بڑا نسخہ بنایا۔

☆اور جس نے ان کے دستِ فیض رساں پر خزانہء جود وسخا کے کواڑ وا فرمائے۔

☆میں اس کی وہی تعریف کروں گا جو اس نے خود اپنے لیے کی ہے۔ کیونکہ اپنے مقدس کمالات کے قابل وہی ہے۔

☆اور میں اس کا وہ شکر کرتا ہوں جو بہت ہی برتر اور کثیر نعمتوں کے باعث مسلسل ہے۔

☆جو اپنی انتہاء کو پہنچنے کے سبب بلند و بالا مکان کی نہایت کو پہنچا ہوا ہے۔

☆جو متعدد ستائشوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔

☆جو اپنی ذاتِ جلیلہ، صفاتِ علیا اور تمام اسمائے حُسنیٰ، ''جو اس کے لائق ہیں'' سے نقاب کشائی فرمانے والا ہے۔

☆میں حال و قال سے اس کی وہی ثناء کرتا ہوں جس کے سامنے مقام نیاز میں کھڑے ہو کر جس ذاتِ اقدس نے کی تھی اور اس کی ثناء اسی کے سپرد کرتے ہوئے حظیرۂ قدس میں ادب بجا لاتے ہوئے (یوں) عرض کیا تھا: ''لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ''۔

اس کے بعد شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆ اللہ عزوجل اس کے ذی وجاہت اور پسندیدہ خصلتوں کے حامل والد گرامی کا بھلا کرے۔

☆ بے شک وہ بلند ترین کوشش پر جلوہ افروز ہیں اور انہوں نے اللہ جل مجدہٗ کی طرف عالی ہمت افراد کی راہ اپنائی ہے۔

☆ اس لیے میں بھی اسی ذاتِ گرامی کی راہ چلتا ہوں جو نورِ اعظم ہے۔

☆ جو جامع البیان اور فصیح اللسان ہے۔

☆ جو مظہرِ اکمل و افخم ہے۔

☆ جو حبیبِ مقرب و معظم، اور دلربائے محترم و مکرم ہے۔

☆ جو نور الانوار اور معدن الاسرار ہے۔

☆ جو لباسِ فخر و مباہات کی زینت ہے

☆ جو سلطنت اقتدار و تصرف کا تاج ہے۔

☆ جو عقد نبوت کا واسطہ ہے۔

☆ جو فتوت و سخاوت اور جود و کرم کا بحرِ بیکراں ہے۔

☆ جو صدفِ وجود کا دُرِ یکتا ہے۔

☆ جو مخزنِ عطا اور منبعِ فضائل ہے۔

☆ جو رافت و رحمت اور جلالت و ہیبت کے حقائق کا جامع ہے۔

☆ جو ربانی نظرِ عنایت کا موڈ و مرکز ہے۔

☆ جو ازل میں ہر ایک کمال کی اکملیت سے موصوف ہے۔

☆ جو انسانی بول چال کا لُبِ لباب اور خلاصہ ہے۔

☆ جو مملکتِ موجودات کا فرماں روا ہے۔

☆ جو مرتبہء سلطانیہ کے مرکز میں خلفاء کو منتخب فرمانے والا ہے۔

☆ جو ہر اس شے کا سربراہ ہے جس پر ماسوی اللہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

☆ جو اس وقت بھی برتریں مراتب میں جلوہ نما تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز کیچڑ میں ہی تھے۔

☆ جن کا اسم گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہی مالکِ لوائے حمد ہیں۔

☆وہی اللہ جل مجدہٗ کے عبدِ اکرم، اور اس کے رسولِ اَعلم ہیں۔

☆اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ پر" اور آپ ﷺ کی طرف نسبت رکھنے والے آپ ﷺ کے ہم منصب حضرات انبیاء کرام اور رسلِ عظام، جو دین کے اصولوں کی اساس رکھنے کے لیے آپ ﷺ کے نائب ہو کر دنیا میں تشریف لائے۔" پر رحمت کاملہ اور اور برکتِ شاملہ نازل فرمائے۔

☆ پھر شیخ عبد الکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ انہیں ربیع الاوّل شریف ۸۰۳ھ ہجرت النبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام کے شروع میں اللہ جل مجدہٗ کی طرف اس کتاب کے لکھنے کا (استخارہ کے ذریعہ سے) اشارہ ہوا۔ اور وہ اس وقت (فلسطین کے) "غزہ" شہر میں مقیم تھے۔

☆ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کو ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مرتب فرمایا ہے۔

☆ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ میں ذکر فرمایا:

تجھے معلوم رہنا چاہیے کہ سید عالم ﷺ ہی آدمی اور پروردگار جل مجدہٗ کے درمیان نسبت و واسطہ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے کاملین کا صفاتِ الٰہیہ سے اتصاف بھی صرف اس لیے ہے کہ وہ سید عالم ﷺ ہی کا ایک حصہ ہیں۔

☆اس لیے برادر! تیرے لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے تو یہ جان لے کہ تیرے اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان صحیح نسبت سید عالم ﷺ ہی ہیں۔

☆ پھر دوسرے مرتبہ پر تجھے یہ معلوم کرنا مناسب ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے صفاتِ کمالیہ کون کون سے ہیں اور اس کی مقدس و برترین کے لائق کیا کیا صفات ہو سکتے ہیں۔

☆ پھر تیسرے مرتبہ پر اس بات کا جاننا تیرے لیے اچھا ہے کہ حضور پاک ﷺ بھی ان اسماء و صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں تاکہ تو ان کی سیدھی و پختہ راہ پر چل سکے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔(احزاب:21)

"بے شک تمہیں رسول اللہ (ﷺ) کی پیروی بہتر ہے"۔ (الخ)

☆برادر! چوتھے مرتبہ پر تجھے اس کا جاننا ضروری ہے کہ سید عالم ﷺ کی راہ چلنے کے لیے تو خود اپنی ذات کے عرفان کا محتاج ہے۔

پس یہ چار معارف ہیں جن کا تحقق تجھ میں لابدی و ضروری ہے۔ اسی لیے میں نے اس کتاب کو چار ابواب پر مرتب کیا ہے:

☆ پہلا باب اس بیان میں ہے کہ ”حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی اللہ جل مجدہٗ اور انسانوں کے مابین نسبت ہیں“۔

☆ دوسرا باب اس بارے میں ہے کہ ”اللہ جل مجدہٗ کے اسماء وصفات کیا کیا ہیں؟“۔

☆ تیسرا باب ”سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کا صفات و اسمائے الٰہیہ سے موصوف ہونے کے بیان میں ہے“۔

☆ چوتھا باب اس میں ہے کہ ”انسان میں امورِ کمالیہ کیا کیا ہیں اور ان تک پہنچنے کا طریقہ کیا ہے؟“۔

تمام موجودات کو سید عالم ﷺ کی رحمت محیط ہے

☆ پہلا باب اس بیان میں ہے کہ اللہ عزوجل اور بندوں کے درمیان رابطہ کا ذریعہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

اللہ عز اسمہٗ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء)

”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے“۔

واضح رہے کہ (مذکورہ آیت میں) یہ وہی رحمت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کے اس ارشادِ گرامی:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ (اعراف:156)

”اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے“۔

میں اسی رحمتِ عامہ کی جانب اشارہ ہے۔

يَعْنِىْ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْوَاسِعُ لِكُلِّ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الشَّيْئِيَّةِ مِنَ الْاُمُوْرِ الْحَقِّيَةِ وَالْاُمُوْرِ الْخَلْقِيَةِ۔ (ص ۲۴۵)

”جس کا مطلب یہ ہے کہ امورِ حقیہ اور امورِ خلقیہ میں سے جس بھی امر پر شیئیت کا اطلاق ہوسکتا ہے سیّد عالم ﷺ کی رحمت ان سب کو محیط ہے“۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے مذکورہ آیت کے پچھلے حصہ میں ذکر کرتے ہوئے جو فرمایا:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ

مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف:157-156)

''تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈراتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی، جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت وانجیل میں (الخ)''۔

وہ اس امر پر ایک انتباہ ہے کہ جس آدمی نے سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے اس طریقہ کی ''جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ'' صرف آپ ﷺ سے مخصوص ہے، اتباع اپنا لی تو وہ عنقریب آپ ﷺ کے مقام محمدی ﷺ کو پالے گا۔ اور ''فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ'' (الآیہ) کا بھی یہی مقصد ہے۔ یعنی وہ لوگ رحمت کے مستحق ہو جائیں گے۔ فَافْهَمْ

رحمت دو قسم کی ہے

جاننا چاہیے کہ رحمت کی دو قسمیں ہیں:

ایک رحمتِ عامہ

اور دوسری رحمتِ خاصہ

☆ خاص رحمت وہ ہے جس کے باعث اوقاتِ مخصوصہ میں اللہ جل مجدہٗ اپنے بندوں پر تجلی فرماتا ہے۔

☆ اور عام رحمت سیّد عالم ﷺ کی حقیقت ہے۔ اور اسی کے سبب اللہ جل مجدہٗ تمام اشیاءٔ کے حقائق پر رحمت فرماتا ہے۔

☆ اور پھر ہر ایک شے اپنے مرتبہء وجود میں جلوہ نما ہوتی ہے، اور اسی رحمت کے سبب موجودات میں قبولِ فیض کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

☆ جیسا کہ حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں منقول ہے، اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے سید عالم ﷺ کی رُوحِ منوّر کو پیدا فرمایا تا کہ اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ کے طفیل موجوداتِ ممکنہ پر رحمت فرمائے۔

☆ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے موجودات کو نیہ سید عالم ﷺ کے مجموعہ پر پیدا فرمائے تا کہ وہ سید عالم ﷺ سے ہی عرش و کرسی اور تمام عوالم علوی و سفلی پیدا فرمائے۔ تا کہ وہ سید عالم ﷺ کی برکت سے رحمت کے مستحق ہو جائیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب سید عالم ﷺ کے ہی نسخہ عظیمہ کے نمونہ پر آپ ﷺ کی ماہیت کریمہ سے پیدا ہوئے۔

☆اسی لیے اللہ جل مجدہٗ کی رحمت اسکے غضب پر سبقت لے گئی ہے کیونکہ تمام ماسوی اللہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی نسخہ پر ہے، اور حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحوم ہیں (لہٰذا تمام ماسوی اللہ بھی مرحوم ہے) جبکہ حکم رحمت وجود کو لازم ہے۔ اور حکم غضب (لازم نہیں بلکہ) عارضی ہے۔ (اس لیے تمام موجودات کو رحمت بھی لازم ہے) کیونکہ رحمت صفاتِ ذاتی سے ہے اور غضب صفاتِ عدل سے ہے۔ اور عدل فعل ہے اور (یہ تو واضح ہے ہی کہ) ذاتی صفات اور فعلی صفات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

☆اسی لیے اللہ جل مجدہٗ کا "رحمٰن ورحیم" نام تو ہے مگر قہر وغضب اس کا (صفاتِ ذات سے) نام نہیں ہے۔

☆اسی لیے یہ کہنا روا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ ازلی "رحمٰن ورحیم" ہے۔ مگر یہ کہنا مطلقاً جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہٗ ازل سے ہی غضب وقہر سے متصف ہے۔

ان تمام کا راز یہ ہے کہ اللہ عز اسمہٗ کی رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

☆اس لیے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وجود اس طرح ہے جیسے صورت کے لیے آئینہ ہوتا ہے۔

☆یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وجود اس طرح ہے جیسے ذات کے لیے صفت ہوتی ہے۔ یا وجود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ نسبت ہے جو جزو کو کل سے ہوتی ہے۔

☆لہٰذا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کی وجہ سے رحمت تمام موجودات کو شامل ہے۔

☆زبانِ حال نے (کیا ہی عمدہ کہا ہے):

حَظِیَتْ بِکَ الْاَکْوَانُ یَا خَیْرَ الْوَرٰی وَکَذَا الْفُرُوْعُ بِأَصْلِهِنَّ تَطِیْبُ

"اے افضل الخلق تمام ممکنات آپ ہی سے محظوظ ہوئے، اور فروع اپنے اصل سے اسی طرح فیض یاب ہوتے ہیں"۔

أَنْتَ الْحَبِیْبُ وَکُلُّهَا لَکَ نُسْخَةٌ جَمِیْعُ مَا هُوَ لِلْحَبِیْبِ، حَبِیْبُ

"آپ محبوب ہیں اور تمام موجودات آپ کا نسخہ ہیں اور جو کچھ بھی محبوب کا ہو وہ محبوب ہی ہوتا ہے"۔

☆معلوم رہے کہ جب اللہ عزوجل نے اس چھپے ہوئے خزانہ کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی پہچان کروانے کے لیے اس جہانِ امکان کو پیدا کر دینا پسند فرمایا۔

جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی وارد ہے:

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ، فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ (ص ۲۴۶)

''میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، تو میں نے تمام مخلوق کو پیدا کیا''۔

☆ اور تمام موجودات اس ازلی تجلی میں اللہ جل مجدہٗ کے علم میں موجود، اور حقیقتاً ثابت تھے اور اللہ جل مجدہٗ ان کی صلاحیت سے بھی آگاہ تھا کہ حدوث وقِدم کے مابین کوئی واسطہ ونسبت نہ ہونے کی وجہ سے یہ تمام موجودات اس کے عرفان کی طاقت نہیں رکھتے۔

☆ جبکہ محبت کا مقتضا یہ تھا کہ ان موجودات پر اس کا ظہور ہوتا کہ وہ اس کی پہچان کر سکیں۔ لہٰذا اللہ جل مجدہٗ نے اس محبت سے حبیبِ مکرم ﷺ کو پیدا فرما کر انہیں اپنی ذاتی تجلیات سے مختص فرمایا۔ اور پھر اس محبوبِ معظم ﷺ سے تمام مخلوق پیدا فرمائی، تاکہ اللہ عزاسمہٗ اور اس کی مخلوق کے درمیان نسبت قائم ہو جائے اور یوں وہ بھی اس نسبت کے باعث اللہ جل مجدہٗ کا عرفان حاصل کر لیں۔

فَالْعَالَمُ مَظْهَرُ تَجَلِّيَاتِ الصِّفَاتِ وَالْحَبِيْبُ ﷺ مَظْهَرُ تَجَلِّيَاتِ الذَّاتِ وَكَمَا اِنَّ الصِّفَاتِ فَرْعٌ عَنِ الذَّاتِ كَذَالِكَ الْعَالَمُ فَرْعٌ عَنِ الْحَبِيْبِ فَهُوَ ﷺ وَاسِطَةٌ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ الْعَالَمِ۔ (ص ۲۴۶)

☆ ''پس سارا جہاں صفاتی تجلیات کا مظہر ہے، اور حبیبِ مکرم ﷺ ذاتی تجلیات کا مظہر ہیں۔ اور جس طرح صفات ذات کی فرع ہیں، اسی طرح سارا جہاں حبیب معظم ﷺ کی فرع ہے(1)۔ لہٰذا سیّدِ عالم ﷺ ساری مخلوق اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیانؐ واسطہ وذریعہ ہیں''۔

وَالدَّلِيْلُ عَلٰى مَا قُلْنَاهُ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَا مِنَ اللّٰهِ (أَیْ مَخْلُوْقٌ مِنْ نُوْرِهٖ تَعَالٰى أَیِ النُّوْرَ الَّذِیْ خَلَقَهُ اللّٰهُ قَبْلَ كُلِّ شَیْئٍ وَإِضَافَتِهٖ لِلّٰهِ لِلتَّشْرِيْفِ) وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ۔ (ص ۲۴۶)

☆ ''ہماری اس گفتگو پر دلیل سید عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''انا من اللّٰہ'' میں اللہ عزوجل سے ہوں۔ (تبصرہ نبہانی قدس سرہٗ) ''یعنی میں اللہ عزاسمہٗ کے اس نور سے پیدا ہوا ہوں جسے اللہ جل مجدہٗ نے ہر شے سے قبل پیدا فرمایا ہے۔ اور نور کی اضافت اللہ جل مجدہٗ کی طرف تشریفی ہے''۔ اور تمام ایمان والے مجھ سے پیدا ہیں''۔

☆ ہماری مذکورہ گفتگو پر ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے۔ اور وہ سید عالم ﷺ کا حضرت جابر رضی

1- تو اصلِ وجود آمدی از نخست   دگر ہر چہ موجود شد فرعِ تست (مترجم)

اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ "اللہ جل مجدہٗ نے (سب سے پہلے) سید عالم ﷺ کی روح منور کو پیدا فرمایا۔ پھر عرش و کرسی اور عالم علوی و سفلی (وغیرہ) تمام اشیاء کو اس روحِ مقدس سے پیدا فرمایا"۔

☆ اور حدیثِ پاک میں سید عالم ﷺ نے ان تمام اشیأ کے خلق کی ایسی واضح ترتیب بیان فرما دی ہے کہ جس کے بعد اس بات میں بالکل کسی اشکال کا احتمال باقی نہیں رہتا کہ یہ تمام موجودات سید عالم ﷺ کی فرع ہیں۔ اور آپ ﷺ ان کی اصل ہیں۔

☆ ہماری اس مراد پر سید عالم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی دال ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ۔

"میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ میں ہی تھے"۔

☆ معلوم ہوا کہ سید عالم ﷺ اللہ جل شانہٗ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان واسطہ ہیں تا کہ آدم علیہ السلام کا ظہور و وجود کامل و صحیح ہو جائے۔ کیونکہ نبوتِ محمدیہ ﷺ نبوتِ تشریعیہ ہے اور یہ عبارت ہے اس واسطہ سے جو بندے اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان ہے۔

☆ حدیث شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کو خصوصیت سے ذکر کرنا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ سیّد عالم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ عزّ اسمہٗ کے درمیان واسطہ ہیں۔ حتیٰ کہ نسبتِ محمدیہ ﷺ کی وجہ سے ہی حضرت آدم علیہ السلام نبی بن کر تشریف لائے۔

☆ جب سیّد عالم ﷺ کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کا یہ مقام ہے کہ آپ علیہ السلام سید عالم ﷺ کے ہی طفیل نبوت سے سرفراز ہوئے، تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی بابت تیرا کیا خیال ہے لہٰذا اولادِ آدم علیہ السلام علوِ مراتب کے حصول میں بدرجہء اولیٰ سیّد عالم ﷺ کی محتاج ہے۔

☆ یہی وجہ ہے جس کی بناء پر اللہ جل مجدہٗ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے سیّد عالم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی امداد کرنے کا عہد و پیمان لیا تھا۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور

ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ، اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''۔

(آیت کریمہ کے) اس مقام میں ''رسول'' کو نکرہ لانا باتفاق مفسرین تعظیم کے لیے ہے۔ اور یہ اس لیے نہیں کہ رسول چونکہ ''معرفہ'' نہیں اس لیے کوئی اور مراد ہو۔ (بلکہ ''رسولٌ'' کی تنوینِ تعظیم نے اس کی نکارت میں تخصیص پیدا کر دی ہے)۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ جل مجدہٗ کا ''لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ'' فرمانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جب تک کمالاتِ محمدیہ ﷺ انبیاء کرام علیہ السلام کے سامنے موجود نہ ہو گئے تو اس وقت تک انہیں بذریعہ کشف کمالاتِ محمدیہ ﷺ کا ادراک نہ ہوا۔

وَسَبَبُ ذَالِکَ أَنَّ الْفَرْعَ لَا سَبِيْلَ لَهٗ أَنْ يُّحِيْطَ بِالْأَصْلِ۔

(ص ۲۴۷)

''اور اس کا سبب یہ ہے کہ اصل کا (من کل الوجوہ) احاطہ کرنا فرع کے بس کا روگ نہیں ہے''۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے اُن سے عہد لیا کہ وہ سرورِ عالم ﷺ کے کمالات پر بن دیکھے ایمان لائیں تا کہ یہ ایمان بالغیب ان کے لیے معارفِ ذاتیہ کا ذریعہ بن جائے۔ اور یوں وہ اس کے ذریعہ مراتب اکملیت کو پا سکیں، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ کے علم میں تھا کہ وہ اسے سیّد عالم ﷺ کے واسطہ کے بغیر نہیں پا سکتے۔

وَسِرُّ هٰذَا الْاَمْرِ اَنَّهٗ ﷺ مَظْهَرُ الذَّاتِ وَالْاَنْبِيَآءُ مَظْهَرُ الْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ، وَبَقِيَّةُ الْعَالَمِ الْعَلْوِيِّ وَالسِّفْلِيِّ مَظَاهِرُ اَسْمَاءِ الْاَفْعَالِ مَا خَلَا أَوْلِيَاءَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَاِنَّهُمْ كَالْاَنْبِيَاءِ مَظَاهِرَ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ لِقَوْلِهٖ ﷺ، عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ۔

(ص ۲۴۷)

''اور اس معاملہ میں راز یہ پنہاں ہے کہ سید عالم ﷺ مظہر ذات ہیں۔ جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام مظہر اسماء وصفات ہیں۔ اور باقی تمام عالم علوی وسفلی ماسوا سید عالم ﷺ کے اولیاء امت کے، اسماء افعال کے مظاہر ہیں۔ جبکہ سید عالم ﷺ کی امت کے اولیاء

کرام انبیاء عظام علیہم السلام کی طرح اسماء وصفات کے ہی مظاہر ہیں۔جیسا کہ سید عالم ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" (یعنی تبلیغ کرنے اور تبلیغی صعوبات کی برداشت پر ثواب ملنے میں) میری امت کے علماء (شریعت وطریقت) انبیاءِ بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں"۔

☆ جب تجھے یہ علم ہوگیا کہ سید عالم ﷺ ہی اللہ جل مجدہٗ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان واسطہ ہیں تو پھر یہ تجھے بطریقِ اولیٰ معلوم ہوگیا ہوگا کہ اللہ جل مجدہٗ اور فرشتوں کے مابین واسطہ بھی سید عالم ﷺ ہی ہیں۔اس لیے کہ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ خواص انسان، خواص فرشتوں سے افضل ہیں۔

☆ اور جب یہ صحیح ثابت ہوگیا کہ سید عالم ﷺ اللہ جل مجدہٗ اور خواص انسانوں اور خواص فرشتوں کے درمیان واسطہ و ذریعہ ہیں، تو پھر عام انسانوں اور عام فرشتوں اور اللہ جل مجدہٗ کے درمیان بطریق احسن واسطہ ونسبت ہیں۔اور باقی موجودات ان دونوں جنسوں کے تابع ہیں۔

فَعُلِمَ بِمَا اَوْرَدْنَاهُ اَنَّهٗ ﷺ لَوْ لَمْ یَکُنْ مَوْجُوْدًا لَمَا کَانَ شَیْئٌ مِّنَ الْمَوْجُوْدَاتِ یَعْرِفُ رَبَّهٗ بَلْ لَمْ یَکُنِ الْعَالَمُ مَوْجُوْدًا۔(ص ۲۴۷)

☆ "ہماری مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ اگر سید عالم ﷺ موجود نہ ہوتے تو موجودات کی کوئی بھی شے اپنے پروردگار جل مجدہٗ کا عرفان نہ حاصل کرسکتی، اور نہ ہی یہ جہاں موجود ہوتا"۔

☆ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے سارا جہاں صرف اپنی معرفت کی خاطر ایجاد فرمایا ہے۔

☆ اور اللہ عزّ اسمہٗ کو یہ بھی علم تھا کہ (ہونے والے) موجودات میں کوئی نسبت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کی معرفت کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے انہیں اولاً پیدا نہ کیا بلکہ سب سے پہلے ان کے درمیان نسبت کو پیدا کیا اور پھر اس نسبت سے ان موجودات کو پیدا فرمایا تا کہ وہ اس نسبت کے باعث اس کا عرفان حاصل کرنے کے قابل ہوجائیں۔

وَلَوْ لَمْ تَکُنِ النِّسْبَةُ لَمْ یَکُوْنُوْا وَاِلٰی ذٰلِکَ اَشَارَ الْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُّ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لِلنَّبِیِّ ﷺ "لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ"۔

☆ "اور اگر یہ نسبت نہ ہوتی تو ان موجودات کا وجود ہی نہ ہوتا اور حدیثِ قدسی میں اسی جانب اشارہ ہے جو اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ سے فرمایا۔پیارے اگر آپ نہ

ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔"

☆اور جب سید عالم ﷺ سارے جہاں کے وجود کی علت، اور اس کے لیے رحمت کا باعث، اور اللہ جل مجدہٗ اور موجودات کے مابین واسطہ ہیں۔ تو اسی لیے آخرت میں سید عالم ﷺ کے لیے "مقام وسیلہ" ہے۔ کیونکہ مخلوق نے آپ ﷺ کے ہی وسیلہ سے اللہ جل مجدہٗ کا عرفان حاصل کیا ہے اور آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے انہیں وجود ملا ہے۔ کیونکہ یہ موجودات آپ ﷺ سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

پھر جب موجودات نے ہر ظاہری و باطنی بھلائی میں آپ ﷺ کو ہی وسیلہ ٹھہرایا ہے تو "صاحب وسیلہ" بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔

شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆سید عالم ﷺ کا اللہ جل مجدہٗ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہونے کے مطلب میں ہم نے اتنی گفتگو کر دی ہے کہ جس میں کسی طرح کی بھی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ اور ہم نے اس مسئلہ کی مفصّل بحث اپنی کتاب "اَلْکَھْفُ وَالرَّقِیْمُ فِیْ شَرْحِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" میں کر دی ہے۔ اس کتاب میں اس باب سے بس اتنا ہی کافی ہے۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

☆پھر شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب کے دوسرے باب میں یہ ذکر فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ کے اسماء و صفات کیا کیا ہیں؟ اور پھر انہیں شمار کرتے ہوئے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ شرح بھی فرمائی ہے۔

امام نبہانی قدس سرہٗ کا تعاقب و انتباہ

اس کتاب کا مولّف (امام) یوسف نبہانی (قدس سرہٗ) عفا اللہ عنہ کہتا ہے:

☆یہ جاننا چاہیے کہ سیّد عالم ﷺ کا اسماء و صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہونا صرف اسی طریقہ پر ہو سکتا ہے جو آپ ﷺ کے مناسب ہے۔ اور جو اللہ جل مجدہٗ کے لائق ہے اس طریقہ سے یہ اتصاف مفقود ہے۔

☆اور وہ صفاتِ الوہیت جو اللہ عزوجل سے مخصوص ہیں۔ ان سے سید عالم ﷺ کا، یا کسی دوسری مخلوق کا متصف ہونا جائز نہیں۔

☆مگر اللہ جل مجدہٗ نے اپنی عنایت سے اپنے حبیبِ معظم، عبدِ مکرم، سید الخلق حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شرافت و عظمت دینے کے لیے اپنے بے شمار اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کی خلعت

عطا فرمائی ہے۔اسی وجہ سے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے درمیان انفرادیت حاصل ہے۔

☆ میں نے ''اَحْسَنُ الْوَسَائِلِ فِی نَظْمِ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ الْکَامِلِ'' نام کے ایک منظوم رسالہ میں سیّد عالم ﷺ کے اسماء شریفہ کو ذکر کیا ہے۔اور جن جن معتمد کتابوں تک میری رسائی ہو سکتی ہے انہی میں سے میں نے اِن اسماء کو مذکورہ رسالہ میں اکٹھا کر دیا ہے۔اور یہ تقریباً آٹھ سو اسّی (۸۸۰) اسمائے گرامی ہیں۔

☆ پھر میں نے ان اسمائے مبارکہ میں سے جن جن کی شرح ضروری سمجھی انہیں مع شرح کے ایک مستقل کتاب میں اکٹھا کر دیا ہے۔میں نے اس کتاب کا ''اَلْاَسْمٰی فِیْمَا لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَسْمَآءِ'' نام رکھا ہے۔

اور میں نے اس کتاب کو حروفِ ہجا کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔اب یہ دونوں کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

☆ نیز میں نے ''کتاب الاسمیٰ'' میں وہ فوائد بھی ذکر کیے ہیں جن کو نظم میں لانا ناممکن تھا۔پھر میں نے اس کتاب کو ایک خاتمہ پر ختم کیا ہے۔

☆ اب میں کامل افادیت کے لیے ان فوائد کا ذکر کرتا ہوں۔اس کتاب میں میں نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ''شفاء شریف'' میں اللہ جل مجدہٗ کے تقریباً تیس وہ ''اسمائے حُسنیٰ'' بیان فرمائے ہیں جن کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حبیبِ مکرم سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو متصف فرما کر شرف بخشا ہے۔

علاوہ بریں بہت سے وہ اسماء ہیں جنہیں قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ذکر نہیں کیا ہے جبکہ میں نے ان کی تعداد اکیاسی (۸۱) تک گنی ہے۔جن کا حروفِ تہجی کی ترتیب پر اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ ذکر ہو چکا ہے۔

☆ نیز قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے بعض انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خلعتِ کرامت سے نوازتے ہوئے انہیں بعض ''اسمائے حسنیٰ'' سے متصف فرمایا ہے۔

☆ جیسے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اپنے وصف ''علیم'' سے نوازا ہے۔

☆ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے وصفِ ''حلیم اور صادق الوعد'' سے سرفراز فرمایا ہے۔

☆ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (بھی) وصفِ ''حلیم'' سے،

☆ اور حضرت نوح علیہ السلام کو وصف ''شکور'' سے،

☆ اور حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو وصفِ ''برّ'' سے،

☆ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وصفِ ''کریم و قوی'' سے،

☆ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو وصفِ ''حفیظ و علیم'' سے،

☆ اور حضرت ایوب علیہ السلام کو وصفِ ''صابر'' سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے۔

☆ قرآن کریم میں جہاں جہاں ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر آیا ہے۔ ان اسماء سے ان انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اتصاف پر قرآنِ عزیز شاہد و ناطق ہے۔

☆ پھر قاضی عیاض قدس سرہٗ نے ان تمام اسماء کو ایک مستقل فصل میں ذکر کرنے کے بعد ہر اس آدمی کے وہم کو دور فرمایا ہے جس کے اعتقاد میں یہ وہم سمایا ہوا ہو کہ جب کسی مخلوق کا نام اللہ جل مجدہٗ کے نام پر ہوگا تو پھر مخلوق کی خالق سے مماثلت لازم آئے گی۔

☆ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: اب میں یہاں ایک ایسا نکتہ بیان کرتا ہوں جو اسی فصل کے ضمن میں ہے اور اسی نکتہ پر گفتگو ختم کردوں گا۔ اور ہر بلید الفہم اور ناقص الوہم کے اعتقاد سے مذکورہ اشکال دور کردوں گا۔ نیز وہ نکتہ ایسے شخص کی تشبیہ کے پھندے سے گلو خلاصی کرے گا۔

سیّد عالم ﷺ کا اسمائے الٰہیہ سے اتصاف کا مطلب

نکتہ

☆ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ جل اسمہٗ اپنی عظمت و کبریائی میں، اور اپنے ملک و ملکوت میں، اور اپنے اسمائے حسنٰی اور صفاتِ علیا میں، اپنی مخلوق میں سے کسی بھی شے کے مماثل نہیں ہے۔ اور نہ ہی مخلوق میں سے کوئی شے اس کے مشابہ ہے۔

☆ رہا اس اطلاق کا تعلق کہ جس کا اسلام میں خالق و مخلوق پر ہوا ہے۔ تو ان میں حقیقی معنی کے اعتبار سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قدیم کی صفات حادث کی صفات سے مختلف ہیں۔

☆ پھر جیسے اللہ جل اسمہٗ کی ذات، مخلوق کی کسی ذات کے مماثل نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ ان کی صفات اعراض سے الگ نہیں ہوسکتیں۔ جبکہ اللہ جل مجدہٗ اعراض سے بری ہے۔ بلکہ اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد کافی ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ (شوریٰ:11)

''اس جیسا کوئی نہیں۔''

☆ ان محققین علماء طریقت کی اللہ جل مجدہٗ خیر فرمائے، جنہوں نے فرمایا:

اَلتَّوْحِيْدُ اِثْبَاتُ ذَاتٍ غَيْرِ مُشَبَّهَةٍ لِلذَّوَاتِ، وَلَا مُعَطِّلَةٍ مِنَ الصِّفَاتِ۔ (ص ۲۸۴)

''ایک ایسی ہستی کا ثابت کرنا جو نہ ہی تو کسی ذات کے مماثل ہو اور نہ ہی صفات سے معطل ہو۔ یہی وحدانیت کا اثبات ہے''۔

☆ حضرت واسطی قدس سرّہٗ نے اس سے زائد ایک نکتہ بیان فرمایا ہے۔ اور وہی ہمارا مقصود بھی ہے۔ چنانچہ واسطی قدس سرہٗ نے فرمایا:

لَيْسَ كَذَاتِهٖ تَعَالٰى ذَاتٌ وَلَا كَإِسْمِهٖ اِسْمٌ وَلَا كَفِعْلِهٖ فِعْلٌ، وَلَا كَصِفَتِهٖ صِفَةٌ اِلَّا مِنْ جِهَةِ مُوَافِقَةِ اللَّفْظِ اللَّفْظَ۔ (ص ۲۴۸)

''اللہ جل مجدہٗ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں، اور اس کے نام جیسا کوئی نام نہیں، اور اس کے فعل جیسا کوئی فعل نہیں اور اس کی صفت جیسی کوئی صفت نہیں۔ ہاں مشابہت اگر کچھ ہو بھی سکتی ہے تو وہ صرف لفظی موافقت کی بنا پر ہو سکتی ہے''۔

جس طرح حادث و ممکن ذات کے لیے قدیم صفت کا ہونا محال ہے اسی طرح قدیم ذات کے لیے حادث صفت کا ہونا بھی محال ہے۔

وَهٰذَا كُلُّهٗ مَذْهَبُ أَهْلِ الْحَقِّ وَالسُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(ص ۲۴۸)

''اہل حق کی جماعت اہل سنت و جماعت سبھی کا یہی مذہب ہے''۔

☆ حضرت الامام الاستاذ ابوالقاسم (عبدالکریم بن ہوازن المتوفی ۴۶۵ھ) قشیری رضی اللہ عنہ (معاصر حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخش المتوفی ۴۶۵ھ رضی اللہ عنہ) نے اس بات کی تصریح و تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یہ حکایت توحید کی جامع مسائل پر مشتمل ہے۔

''اللہ جل اسمہٗ کی ذات موجودات کی ذات سے کیسے مماثل ہو سکتی ہے؟ جبکہ اللہ جل شانہٗ کی ذات اپنے وجود میں (اثرِ مؤثر سے) مستغنی ہے''۔

اور اس کا فعل مخلوق کے کسی فعل کے مشابہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کا کوئی بھی فعل کسی ذاتی منفعت کے حصول، یا کسی موجودہ کمی کو دور کرنے کے لیے نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی ذاتی مقصد برآری و غرض کے لیے، اور نہ ہی مباشرت اسباب کے لیے ہوتا ہے۔ مگر مخلوق کا فعل ان مذکورہ امور سے خالی نہیں ہوتا''۔

وَقَالَ الْإِمَامُ اَبُوْ الْمَعَالِيْ اَلْجُوَيْنِيُّ مَنِ اطْمَأَنَّ اِلٰى مَوْجُوْدٍ اِنْتَهٰى اِلَيْهِ فِكْرُهٗ فَهُوَ مُشَبِّهٌ وَمَنِ اطْمَأَنَّ اِلَى النَّفْيِ الْمَحْضِ فَهُوَ مُعَطِّلٌ وَاِنْ قَطَعَ

بِمَوْجُوْدٍ وَاعْتَرَفَ بِالْعِجْزِ عَنْ دَرْكِ حَقِيْقَتِهٖ فَهُوَ مُوَحِّدٌ۔ (ص ۲۴۹)

''حضرت امام ابوالمعالی الجوینی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شخص جس کی فکر موجود تک پہنچنے کے بعد ختم ہوگئی اور وہ اسی پر قناعت پذیر ہوگیا تو وہ ''مشبّہ'' ہے۔ اور جو شخص صرف نفی پر ہی بھروسہ کرنے لگ گیا تو وہ ''معطلہ'' ہے۔ (یعنی جس کا یہ اعتقاد ہوگیا کہ اللہ جل مجدہٗ اپنی صفات استعمال کرنے کے بعد اب فارغ بیٹھا ہے) اور جس نے موجود کا یقین کیا اور پھر اس کی حقیقت کے ادراک سے بے بسی کا اعتراف کرلیا تو وہ ''مُوَحِّد'' ہے''۔

☆ حضرت سیّدنا ذوالنون (ثوبان بن ابراہیم) مصری رضی اللہ عنہ کا (اس بارے میں) کیا ہی عمدہ کلام ہے۔

''تیرا اس بات سے باخبر ہونا ہی توحید ہے کہ موجودات میں اللہ جل مجدہٗ کی قدرت بلا علاج (یعنی بلا سبب) اور ان میں اس کا فعل بلا مزاج (یعنی بلا آمیزش) ہے۔ اور اس کا فعل ہر شے کی علّت ہے جبکہ اس کے کسی بھی فعل کی کوئی بھی شے علّت نہیں ہے''۔

وَمَا تَصَوَّرَ فِیْ وَهْمِکَ فَاللّٰهُ بِخِلَافِهٖ۔ (ص ۲۴۹)

''اور تیرے وہم میں جو بھی شے گزرے، اللہ جل مجدہٗ کی ذات اس کے برعکس ہے (یعنی برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم)''۔

☆ شیخ ذوالنون مصری قدس سرہٗ کا یہ کلام بہت عمدہ، دل بھاتا، اور ایمان کو پختہ کرنے والا ہے۔

☆ اور حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ کے کلام کے آخری یہ جملے ''وَمَا تَصَوَّرَ فِیْ وَهْمِکَ فَاللّٰهُ بِخِلَافِهٖ'' (جو تیرے وہم میں سمائے اللہ جل مجدہٗ اس سے بالاتر ہے) یہ اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد ''لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ'' کی تفسیر ہیں۔

اور ان کی کلام کے یہ جملے ''اس کی صنعت ہر شے کی علت ہے اور اس کے کسی بھی فعل کی کوئی بھی شے علت نہیں ہے۔'' اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد ''لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ'' (انبیاء:23) کی تفسیر ہیں۔

اور حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ کے کلام کے پہلے جملے ''توحید کی حقیقت یہی ہے کہ تیرا اس بات کو جان لینا کہ اللہ جل مجدہٗ کی ممکنات میں قدرت بلا علاج اور ان میں اس کا فعل بلا مزاج ہے''۔ یہ اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد:

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ (النحل)

''جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ''ہو جا'' وہ فوراً ہو جاتا ہے''۔

کی تفسیر ہیں۔

(دعا یہ ہے کہ) اللہ جل مجدہٗ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اور تمہیں توحید و اثبات اور اللہ جل مجدہٗ کی تنزیہ کے اعتقاد پر ثابت قدم رکھے اور تعطل وتشبہ کے بھکے ہوئے راستوں پر چلنے سے بچائے۔ (آمین)

☆ یہاں حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ کا کلام ختم ہو گیا ہے۔

شفأ شریف کی شرح میں اس سے پہلی فصل میں حضرت ملا علی القاری قدس سرہٗ نے فرمایا:

''وصفِ حقیقی کے اعتبار سے خالق جل مجدہٗ کے کسی بھی وصف میں مخلوق کا اشتراک ممکن نہیں ہے۔ہاں جو کچھ اشتراک نظر بھی آتا ہے تو وہ صرف معنے عرفی ومجازی کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ سمیع، بصیر، علیم، حی، قادر، مرید و متکلم ہے، جبکہ یہی صفات بعض مخلوق میں بھی متحقق ہیں۔لیکن جیسا کہ یہ کسی متدین سے اوجھل نہیں۔ان دونوں کی صفات میں واضح فرق ہے''۔

☆ ملاّ علی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا:

جیسا کہ عنقریب آرہا ہے، قاضی عیاض قدس سرہٗ نے اس فرق کے بیان میں ایک مستقل فصل باندھی ہے تاکہ کوئی شخص راہِ اعتدال سے بھٹک نہ جائے۔انتہی کلام ملاّ علی القاری (قدس سرہٗ)

☆ جس فصل کی طرف ملاّ علی قاری قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے وہ فصل وہی ہے جسے میں نے یہاں بیان کر دیا ہے۔ ''وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ''۔

☆ یہاں میری مذکورہ کتاب کا خاتمہ، اختتام پذیر ہو گیا ہے۔اور اس سے ہر وہ اشکال دور ہو گیا ہے جو کسی کے دل میں سیّد عالم ﷺ کا اللہ جل مجدہٗ کے اسماء وصفات سے موصوف ہونے کی بابت کھٹک سکتا تھا۔

☆ ہم پھر شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے کلام کی تکمیل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیسرا باب سیّد عالم ﷺ کا اسماء وصفاتِ الٰہیہ سے متصف ہونے میں ہے۔چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (قلم)

''اور بیشک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے''۔

☆ خلق ایک وصف ہے۔اور اوصافِ عظیمہ صرف اللہ جل مجدہٗ کے ہیں۔

☆ سید عالم ﷺ کے خلق کی نسبت حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

سیّد عالم ﷺ کا خلق قرآن کریم تھا۔

☆ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد میں سید عالم ﷺ کا حقیقۃً کمالاتِ الٰہیہ سے متصف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لِأَنَّ الْقُرْاٰنَ إِنَّمَا هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ كَمَالَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَيْضًا اَلْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالْكَلَامُ صِفَةُ الْمُتَكَلِّمِ وَهُوَ خُلُقُ مُحَمَّدٍ ﷺ يَعْنِيْ وَصْفُهُ فَهُوَ مُتَّصِفٌ بِأَوْصَافِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَدْ إِنْفَرَدَ ﷺ بِكَمَالِ ذٰلِكَ دُوْنَ كُلِّ مَوْجُوْدٍ۔ (ص۲۴۹)

"(دو وجہ سے) کیونکہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کے کمالات سے عبارت ہے۔ نیز قرآنِ کریم اللہ جل مجدہٗ کا کلام ہے اور کلام، کلام کرنے والے کی صفت ہوا کرتا ہے۔ (اور جب کلام اللہ، اللہ عزوجل کی صفت ہو) (تو) یہی سید عالم ﷺ کا خلق یعنی آپ ﷺ کا وصف ہے۔ لہٰذا سیّد عالم ﷺ اللہ جل مجدہٗ کے اوصاف سے متصف ہوئے۔ اور اس کمال میں آپ ﷺ انفرادیت کے حامل ہیں۔ جبکہ موجودات میں دوسرا کوئی بھی اس وصف سے موصوف نہیں ہے"۔

☆ اس کی دلیل حضرت ابنِ وہب رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو باسنادِ صحیح سیّد عالم ﷺ سے مروی ہے:

إِنَّهُ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا مُحَمَّدُ سَلْ، فَقُلْتُ يَا رَبِّ وَمَا اَسْئَلُ، اِتَّخَذْتَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا، وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، وَاصْطَفَيْتَ نُوْحًا، وَأَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا أَعْطَيْتُكَ خَيْرًا مِنْ ذٰلِكَ، أَعْطَيْتُ الْكَوْثَرَ، وَجَعَلْتُ اِسْمَكَ مَعَ اِسْمِيْ يُنَادٰى بِهٖ فِي جَوِّ السَّمَآءِ، وَجَعَلْتُ الْاَرْضَ طَهُوْرًا لَكَ وَلِأُمَّتِكَ وَغَفَرْتُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَأَنْتَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَغْفُوْرًا لَكَ وَلَمْ اَصْنَعْ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ، وَجَعَلْتُ قُلُوْبَ أُمَّتِكَ مَصَاحِفَهَا وَخَبَأْتُ لَكَ شَفَاعَتَكَ وَلَمْ أَخْبَأْهَا لِأَحَدٍ غَيْرِكَ۔ (ص۲۵۰)

''چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے (مجھ سے) فرمایا: محمد!'' صلی اللہ علیہ وسلم'' مجھ سے کچھ مانگیے۔ میں نے عرض کیا: پروردگار جل مجدہٗ! میں کیا مانگوں؟ جبکہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا، اور حضرت نوح علیہ السلام کو اپنا صفی (نجی) بنایا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو نے وہ ملک دیا جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: (حبیب محترم!) کیا میں نے آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو ان سے خوب تر نہیں دیا۔ (مثلاً) میں نے آپ ﷺ کو ''کوثر'' عطا کیا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے نام کو اپنے نام سے ملا دیا ہے۔ جو میرے نام کے ساتھ آسمانی فضاؤں میں لیا جائے گا۔ میں نے زمین کو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لئے ذریعہ طہارت بنا دیا ہے آپ ﷺ کے (بالفرض والتقدیر ترک اولیٰ قسم کے) تمام اگلے پچھلے گناہ آپ ﷺ کے جیتے جی معاف کر دیئے ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ سے پہلے میں نے کسی کو بھی اس قسم کی خوشخبری نہیں سنائی۔ اور میں نے آپ ﷺ کی امت کے سینوں میں اپنا کلام محفوظ کر لینے کی صلاحیت رکھ دی ہے۔ اور میں نے آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی شفاعت پوشیدہ رکھ چھوڑی ہے جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ میں نے کسی کی شفاعت مخفی نہیں رکھی''۔

مذکورہ روایت پر شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ

یہ حدیث صحیح الاسناد اور معتمد الروایت ہے۔ اور اس میں سید عالم ﷺ کا کمالاتِ الٰہیہ سے کمال اتصاف کی طرف ایک بہت بڑا اشارہ ہے اور صرف آپ ﷺ کا ہی ان تمام کمالات میں منفرد ہونا بالکل ظاہر ہے کیونکہ آپ ﷺ سے ہی اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے:

''میں نے آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی شفاعت کو چھپا رکھا ہے''۔

☆ اور جو یہ فرمایا کہ:

''میں نے آپ ﷺ کو ان تمام سے بہتر دیا ہے۔''

يَعْنِيْ اِنَّ هٰؤُلَاءِ النَّبِيِّيْنَ الْمَذْكُوْرِيْنَ تَجَلَّيْتُ عَلَيْهِمْ بِصِفَاتِيْ وَتَجَلَّيْتُ عَلَيْكَ بِذَاتِيْ۔ (ص ۲۵۰)

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے ان مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام پر (فقط) اپنی صفاتی تجلی فرمائی ہے۔ اور آپ ﷺ پر اپنی ذات کی تجلی فرمائی ہے''۔

☆اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ذاتی ہیں اور آپ ﷺ کے ماسوا سب صفاتی ہیں۔اور وہ اس طرح کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو بھی علی الاطلاق اپنے ذاتی اسماء سے موسوم نہیں فرمایا، جبکہ سید عالم ﷺ کو اپنے اسمائے ذاتیہ سے موسوم فرمایا ہے۔چنانچہ سیّد عالم ﷺ کو اللہ عزوجل نے اسم ''حق'' اور اسم ''نور'' سے موسوم فرمایا ہے۔اور سیّد عالم ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو صرف اسمائے صفاتیہ سے موسوم کیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ''حلیم'' و ''بَرّ'' سے یاد فرمایا ہے اور اللہ جل مجدہٗ نے ''حق'' اور ''نور'' سے صرف سید عالم ﷺ کو موسوم فرمایا ہے اور یہ دونوں نام اللہ جل مجدہٗ کے اسمائے ذاتیہ سے ہیں۔

☆اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ ''میں نے آپ ﷺ کو ''کوثر'' دیا ہے''۔تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ نے وہ معرفتِ ذاتیہ الٰہیہ عطا فرمائی ہے کہ جس سے آپ ﷺ کے علاوہ ہر ایک امداد حاصل کرتا ہے۔

اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ ''میں نے آپ ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے، جو آسمانی فضاؤں میں پکارا جاتا ہے''۔تو یہ سیّد عالم ﷺ کی رفعت مکانی اور جامعیت کی طرف اشارہ ہے۔

اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا کہ ''میں نے زمین کو آپ ﷺ، اور آپ ﷺ کی امت کے لیے ذریعۂ پاکیزگی بنا دیا ہے''۔تو یہاں زمین سے مراد سیّد عالم ﷺ کا وہ نفسِ بشری ہے جو طہارت و نظافت کی غایت کو پہنچا ہوا ہے۔

سیّد عالم ﷺ کے اسی نفسِ قدسی کی بابت فرمایا گیا ہے:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ (نجم)

''آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی''۔

جبکہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ربانی تجلی سے بیہوش ہو گئے تھے۔

اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (صافات:105)

''بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا''،علی سبیل عتاب فرمایا گیا تھا۔

اور بے ہوش ہونا آثارِ بشریہ سے ہے۔اسی طرح ''رؤیا'' بھی اپنے ظاہر پر ہی محمول رہے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نبی پر اس کی

بشریت غالب رہی ہے (جبکہ سیّد عالم ﷺ کا معاملہ اس کے برعکس ہے) کیونکہ سیّد عالم ﷺ کی بشریت ایسی معدوم (یعنی مغلوب) تھی کہ جس کا اثر ناپید تھا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام، اور اولیاء عظام میں یہ چیز نہیں ہے۔ کیونکہ ان حضرات سے (بعض اوقات) بشریت کا زوال اس معنی میں ہے کہ ان کی بشریت ایسے مواقع پر یوں چھپ جاتی تھی جیسے ظہورِ آفتاب سے ستارے چھپ جایا کرتے ہیں۔ (جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان ستاروں کے چھپنے سے ان کا وجود معدوم نہیں ہوتا کیونکہ) وہ ستارے اگرچہ بظاہر معدوم معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقۃً ان کا وجود باقی رہتا ہے۔ (اسی طرح ان حضرات کی بشریت اگرچہ بظاہر معدوم معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت موجود رہتی ہے) مگر سیّد عالم ﷺ کی بشریت قطعاً مفقود ہے(1)۔

(دلیل) بوجہ سیّد عالم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کے

لَمْ يُؤْمِنْ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ اِلَّا شَيْطَانِيْ۔

''میرے ہمزاد کے ماسوا کوئی بھی شیطان مسلمان نہ ہوا''۔

(نیز) اسی طہارت کے باعث اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کے اس واقعہ کی مثال بیان فرمائی ہے، جو سیّد عالم ﷺ کے لڑکپن میں ایک فرشتہ نے ''غارِ حرا'' میں آپ ﷺ کا سینۂ اقدس شق کیا تھا اور آپ ﷺ کے جوفِ مبارک سے خون کی پھٹکی نکال باہر کی تھی۔

☆ اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا:

وَغَفَرْتُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ فَأَنْتَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ حَيًّا مَّغْفُوْرًا لَّکَ۔

''اور میں نے آپ ﷺ کے (ترکِ اولیٰ قسم کے برتقدیر سلیم وقوع) تمام اگلے پچھلے گناہ آپ ﷺ کے جیتے جی معاف کر دیئے ہیں''۔

تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ آپ ﷺ میں کسی وجہ سے بھی باقی نہیں۔ کیونکہ سید عالم ﷺ من کل الوجوہ اللہ جل اسمہٗ کے کمالات سے موصوف ہیں۔ اور جس کا وجود ہی باقی نہیں اس

1۔ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے سیّد عالم ﷺ کی بشریت کی معدومیت پر جو تمہید باندھی اور پھر جو دلائل قائم کیے وہ یکسر یکطرفہ ہیں اور اسے محض شیخ رضی اللہ عنہ کی رائے ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام ''شطحیات'' کے قبیل سے ہو۔ اس لیے کہ شرع شریف میں تو ایسی کسی دلیل کا وجود نہیں کہ جس سے سیّد عالم ﷺ کے وصف ولباس بشریت کا فقدان و انتفاء لازم آتا ہو۔ البتہ اتنی گنجائش ضرور موجود ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی حقیقت کے سامنے بشریت غالب نہ آئی بلکہ مغلوب رہی۔ ''فافہم وہذا'' (از مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ)

میں گناہ بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ جل اسمہٗ نے آپ ﷺ کو اس سے بچا رکھا ہے۔

سید عالم ﷺ کسی بھی حالت میں لمحہ بھر بھی عرفانِ الٰہی سے بے خبر نہ تھے

وَقَوْلُهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ دَلِيْلٌ وَاضِحٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ مُتَحَقِّقًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى فِي سَآئِرِ اَحْوَالِهِ مِنَ الطُّفُوْلِيَّةِ وَالشُّبُوْبِيَّةِ وَالْكُهُوْلِيَّةِ فَلَمْ يَغْفِلْ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى وَلَا فِي الْاَرْحَامِ وَالْاَصْلَابِ لِاَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا وَّهُوَ فِي الْاَرْحَامِ وَالْاَصْلَابِ وَالنَّبِيُّ لَا يَغْفِلُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَغَيْرُهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِلَّا بَعْدَ كَمَالِهِ وَظُهُوْرِهِ فِي الْعَالَمِ الدُّنْيَوِيِّ،فَظَهَرَ مِنَ الْكَلَامِ عُلُوُّ رُتْبَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(ص۲۵۱)

☆ ''اور اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ''ما تقدم من ذنبک وما تاخر'' اس امر کی روشن دلیل ہے کہ سید عالم ﷺ اپنے لڑکپن، اپنی جوانی اور اپنے بڑھاپے کی ساری زندگی میں اللہ جل مجدہٗ کے عرفانِ الٰہی سے بے خبر نہ ہوئے۔ حتی کہ آباو اجداد کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں بھی بے خبر نہ تھے۔ وجہ یہ ہے کہ سید عالم ﷺ اصلاب وارحام میں بھی نبی ہی تھے۔ اور نبی اللہ جل مجدہٗ کے عرفان و مشاہدہ سے بیخبر نہیں ہوتے۔ جبکہ سیّد عالم ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کمال کی تکمیل کے بعد اور دنیا میں جلوہ گر ہو کر ہی نبی ہوئے ہیں۔ پس اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد سے سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کی سرفرازی ظاہر ہوئی ہے''۔

☆ اور اللہ جلت صفتہٗ کا یہ فرمانا:

''یہ میں نے آپ ﷺ سے قبل کسی کے لیے بھی نہیں کیا''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کمالاتِ الٰہیہ سے سیّد عالم ﷺ متحقق ہیں ان سے آپ ﷺ سے پیشتر کوئی بھی متصف نہ ہو سکا اور جس کسی کو کمالاتِ الٰہیہ حاصل بھی ہوئے تو وہ سیّد عالم ﷺ کے بعد ہی حاصل ہوئے نہ کہ آپ ﷺ سے پہلے۔

جو مقام کاملین کے ارواح کی انتہاء ہے
وہ سیّد عالم ﷺ کے جسمِ اطہر کی ابتدا ہے

☆اور اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمانا:

''میں نے آپ ﷺ کی امت کے سینوں میں اپنا کلام محفوظ کر لینے کی صلاحیت رکھ دی ہے''۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمامی اوّلین و آخرین سیّد عالم ﷺ کی امت ہیں۔ اور پھر ان میں سے جو سیّد عالم ﷺ کے زمانہء اقدس سے پہلے ہو گزرے ان میں سے جو کاملین تھے وہ تو رسول اور نبی کہلائے اور جو سید عالم ﷺ کے زمانہ مبارک سے پیچھے آئے، ان میں سے جو کاملین تھے وہ ولی کہلائے۔ بہر کیف پہلے ہوں یا پچھلے، سبھی سید عالم ﷺ کے پیروکاروں میں سے ہیں۔ اور یہ خصوصیت صرف سید عالم ﷺ ہی کی ہے۔

''اور ان کے سینوں کا مصاحف ہونا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی کلام الٰہی کے باعث تجلیاتِ حق ان کے دلوں پر رہتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کے معارج (یعنی منازل سلوک) بذریعہ ان کے ارواح کے ہوتے ہیں۔ جبکہ سید عالم ﷺ کا عرش بریں پر عروج صرف روح سے نہ تھا۔ بلکہ روح اور اپنے تمام ہیکل جسمانی سے تھا۔ وہاں تجلی ربانی روح مع الجسم پر ہی تھی۔ مگر دوسرے کاملین حضرات کے ارواح کی جہاں انتہاء ہوتی ہے، وہاں سے سید عالم ﷺ کے جسمِ انور کی ابتدا ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں سیّد عالم ﷺ کی روحِ انور کے لیے وہ مقام ہے جو آپ ﷺ کے غیر کو میسر نہیں۔

☆اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا:

''میں نے آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کی سفارش چھپا رکھی ہے۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا میں نے اسے کسی بھی نبی کے لیے نہیں چھپایا''۔

یہ وہ ذاتی خصوصیت ہے جس کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے صرف سیّد عالم ﷺ کو ہی مخصوص فرمایا ہے۔

شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَلِانْفِرَادِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَوَامِعِ الْكَلِمَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ دَلَائِلُ كَثِيْرَةٌ، وَتِلْكَ الدَّلَائِلُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَنْوَاعٍ:

مِنْهَا دَلَائِلٌ تَثْبُتُ بِالْكِتَابِ، وَمِنْهَا دَلَائِلٌ بِحَدِيْثِهٖ الَّذِیْ هُوَ وَحْیٌ یُّوْحٰی، وَمِنْهَا دَلَائِلٌ عَقْلِیَّةٌ اُیِّدَتْ بِالْكَشْفِ الصَّرِیْحِ الَّذِیْ هُوَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِلَاوَاسِطَةٍ یُلْقِیْهِ اِلَی الْكُمَّلِ مِنْ اَوْلِیَائِهٖ۔ (ص ۲۵۱)

''سید عالم ﷺ کا جامع کلمات الٰہیہ سے متصف ہونے کی انفرادیت پر بکثرت دلائل موجود ہیں، اور وہ دلائل تین قسم کے ہیں:

☆ کچھ دلائل تو وہ ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت ہیں۔

☆ کچھ وہ دلائل تو وہ ہیں جو سید عالم ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہیں جو آپ ﷺ کو وحی کی گئی ہے۔

☆ اور کچھ عقلی دلائل وہ ہیں جو صریح کشف سے مؤید ہیں۔ اور یہ کشف جو اللہ تعالیٰ اپنے کامل اولیاء پر القاء فرماتا ہے۔ اللہ جل مجدہٗ سے انہیں بلاواسطہ حاصل ہوتا ہے''۔

کمالات محمدیہ ﷺ

☆ نیز حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کی اس حدیث پاک کا نقل کرنا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ الْخَلْقَ قِسْمَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ قِسْمًا۔ (الحدیث) (ص ۲۵۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ جل مجدہٗ نے مخلوق کی دو قسمیں کیں اور مجھے ان میں سے سب سے بڑھیا قسم میں رکھا''۔

اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد شاہد ہے:

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ (واقعہ: 27)

''اور داہنی طرف والے۔''

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ (واقعہ: 41)

''اور بائیں طرف والے۔''

پس میں اصحاب یمین سے ہوں، اور سب سے عمدہ اصحاب یمین میں۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے ان دو قسموں کے تین حصے بنائے اور مجھے اس تیسرے بہتر حصہ میں رکھا۔ جس کا اللہ جل اسمہٗ کے اس ارشاد میں بیان ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ (واقعہ:8)

''تو داہنی طرف والے، کیسے داہنی طرف والے''۔

وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ (واقعہ:9)

''اور بائیں طرف والے، کیسے بائیں طرف والے''۔

پھر ان تینوں حصص کے قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے سے بنایا، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد میں ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ۔ (الآیہ)

''اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا''۔

پس میں تمام آدمیوں سے بڑھ کر متقی، اور اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ اور مجھے اس میں فخر نہیں ہے۔

پھر ان قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا، اور مجھے سب سے اچھے گھر میں رکھا۔ اس پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد دال ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (احزاب:33)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے (الخ)''۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ، قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (ص۲۵۱)

☆ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کب سے ملی ہے۔ تو فرمایا جب سے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک جسم اور روح کے درمیان تھے (یعنی جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی ابھی تک تخلیق بھی نہ ہوئی تھی)''۔

☆ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں جمیع اولادِ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر معزز ہوں، اور مجھے اس میں فخر نہیں ہے''۔

☆ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں اس طرح ہے:

''میں بلافخر تمام اگلوں پچھلوں سے زیادہ معزز ہوں''۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَاهُ اَجَلَّ اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَم اَرْ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ بَنِیْ هَاشِمٍ

''اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا، سیّد عالم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے اور کہنے لگے: میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان مارے مگر میں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے برتر کسی کو بھی نہ دیکھا(1) اور بنو ہاشم سے افضل کسی باپ کی اولاد کو نہ دیکھا۔''

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب اسرٰی میں سید عالم ﷺ کی سواری کے لیے جب بُراق حاضر کیا گیا تو وہ اُچھلنے کودنے لگا۔ جبریل امین اس سے کہنے لگے: ارے! کیا تجھے محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے اٹکھیلیاں سُوجھی ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ کے ہاں ان سے بڑھ کر معزز کوئی بھی تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے۔ یہ سن کر براق پسینہ سے شرابور ہو گیا۔

☆ حضرت ابوذر، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم راوی ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

مجھے چھ چیزیں ----اور بعض روایات میں پانچ کا ذکر آیا ہے---- دی گئی ہیں جو مجھ سے پیشتر کسی بھی پیغمبر کو نہ مل سکیں۔

۱۔ ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد فرمائی گئی ہے۔

۲۔ روئے زمین میرے لیے مسجد اور ذریعہء پاکیزگی بنادی گئی ہے۔ لہٰذا جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت مل جائے وہیں نماز ادا کر لے۔

۳۔ میرے لیے غنائم حلال کر دی گئیں، جبکہ مجھ سے قبل کسی بھی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھیں۔

۴۔ میں سب لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں، جبکہ مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی اپنی قوم کے ہی نبی ہوتے تھے۔

1۔ امام بوصیری قدس سرہٗ نے فرمایا: ؎

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ ۔۔۔ وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٖ

ایک شاعر نے کہا: ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام ۔۔۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

۵۔اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اور ایک روایت میں اس خصوصیت کے بدلے یہ خصوصیت مروی ہے:

☆''اور میں جامع کلمات دیا گیا ہوں''۔

اور ایک روایت میں یہ ہے:

☆''وہ پہلا آدمی میں ہوں گا کہ جس سے سب سے پہلے زمین کھلے گی''۔

☆حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ راوی، کہ میں نے سیّد عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''میں اللہ عزوجل کا عبد ہوں، اور میں اس وقت سے ہی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں ہی تھے۔ اور میں دعوتِ ابراہیم علیہ السلام، اور نویدِ مسیح علیہ السلام ہوں''۔

☆امام ابومحمد مکی اور فقیہہ ابولیث سمرقندی قدس سرہما اور انکے علاوہ دوسرے ائمہ نے روایت کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو اس وقت آپ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ۔

''بارِالٰہ! محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل میری لغزش سے درگزر فرما''۔

☆ایک روایت میں ہے کہ:

لَمَّا دَعَا آدَمُ،قَالَ اللّٰہُ مِنْ أَیْنَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا فَقَالَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلٰی عَرْشِکَ،فَاِذَا فِیْہِ مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ،فَعَلِمْتُ أَنْ لَیْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ قَدْرًا عِنْدَکَ مِنْہُ حَیْثُ جَعَلْتَ اِسْمَہٗ مَعَ اِسْمِکَ فَأَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ أَنَّہٗ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَلَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ۔(ص ۲۵۲)

''حضرت آدم علیہ السلام نے جب دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے فرمایا: آپ نے محمد ﷺ کو کہاں سے پہچانا؟ تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے تیرے عرشِ بریں کی طرف سر اٹھایا تو اس پر میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا تھا جس سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ جب تو نے ان کے نام کو اپنے نام سے ملایا ہے تو تیرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی بھی قدر و منزلت والا نہیں ہے۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے آدم! (علیہ

السلام) مجھے اپنی عزت اور جلالت کی قسم! تمہاری اولاد سے یہ آخری نبی ہیں۔ اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ فرماتا''۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب اللہ جل مجدہٗ نے لوگوں کے دلوں کو ملاحظہ فرمایا تو ان میں سے سیّد عالم ﷺ کے قلبِ انور کو پسند کیا اور پھر اسے اپنی ذات کے لیے منتخب فرمالیا۔ (الحدیث)

☆ اور حدیث اسریٰ میں سید عالم ﷺ کے علو مرتبہ کی صاف تصریح موجود ہے جبکہ اللہ جل مجدہٗ نے ہر نبی کا کوئی نہ کوئی نام معین فرمایا ہوا ہے۔

اور اس حدیث میں اس مقام کو عبور کرنا، سب انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام فرشتوں کے مقامات سے آگے عروج فرمانا، ذکر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبھی انبیاء علیہم السلام اپنے ارادہ سے ورے ہی تشریف فرما رہے۔

نیز اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ سید عالم ﷺ ہی سب انبیاء علیہم السلام کی اصل ہیں۔ اور پھر ان انبیاء علیہم السلام کی امامت کروانے میں آپ ﷺ کا کمالاتِ علیا میں منفرد ہونے کی طرف بالکل ظاہر اشارہ ہے۔ اس لیے کہ مقتدی کے مقام سے امام کے مقام کو انفرادیت حاصل ہوتی ہے۔

☆ اسی لیے حضرت امام الائمہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے فرمایا:

اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کو تمام زمین و آسمان کے رہنے والوں سے زیادہ شرف عطا فرمایا ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: محشر کے دن سب لوگوں سے پہلے میں ہی باہر تشریف لاؤں گا، اور جب سب بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیں گے تو ان کا خطیب بھی میں ہی ہوں گا۔ اور پرچم حمد میرے ہی دستِ کرم میں ہوگا۔ اپنے پروردگار جل مجدہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز بھی میں ہی ہوں گا۔ اور میرا اس میں کوئی بڑائی کرنا مقصود نہیں ہے۔

☆ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

''جب مخلوق بارگاہِ ایزدی میں پیش ہوگی تو ان کا قائد میں ہی ہوں گا، اور جب وہ حیرت زدگی کے عالم میں چپ سادھے ہوں گے تو ان کا اس وقت خطیب میں ہی ہوں گا۔ اور

جب وہ حسرت و یاس کے عالم میں بیٹھے ہوں گے تو ان کا سفارشی بھی میں ہی ہوں گا۔
(اس وقت) لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور اپنے پروردگار جل اسمہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت میں ہی ہوں گا"۔

نکتہ

لواء حمد سید عالم ﷺ کی اللہ جل مجدہٗ کے لیے اس توصیف و ستائش کا عنوان ہے جس کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے خود اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے۔ اور یہ حمد صرف ذات کی ہی ہو سکتی ہے۔ اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ یہی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:
"پھر میں عرشِ اعظم کی داہنی طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں میرے سوا مخلوق میں سے دوسرا کوئی بھی قیام نہیں کر سکتا"۔

☆ اس روایت میں بالکل ظاہر تصریح ہے کہ سید عالم ﷺ نے تمام ظاہری باطنی کمالات کا احاطہ فرمایا ہوا ہے۔

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:
"میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا۔ اور مجھے اس میں کوئی فخر نہیں ہے۔ لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ مجھے اس میں بھی فخر نہیں۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ ہر ایک پیغمبر میرے ہی پرچم تلے ہوں گے، اور سب سے پہلے جس سے زمین کھلے گی وہ میں ہی ہوں گا"۔

☆ سید عالم ﷺ کی اکملیت پر وہ حدیث واضح دلیل ہے جس میں سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تم میں سے ہی ہوں گے۔ پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں میرے امتی ہیں۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے چند اصحابِ کرام سید عالم ﷺ کی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں سید عالم ﷺ بھی تشریف لے آئے، اور جب ان کے قریب آئے تو انہیں مذاکرہ کرتے ہوئے پایا۔ پھر سید عالم ﷺ نے ان کی سب باتیں سماعت فرمائیں۔ ان میں سے کچھ تو کہہ رہے تھے یہ امر کس قدر خوش کن ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنی مخلوق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر دوسرے نے کہا اس سے بھی حیرت ناک

بات یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا ہے۔تیسرے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امر بھی کوئی کم تعجب انگیز نہیں کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔اور ایک صاحب نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا اللہ جل مجدہٗ نے انتخاب فرما لیا ہے۔پھر سید عالم ﷺ ان کے پاس آکر فرمانے لگے: میں نے تمہاری گفتگو کو سن لیا اور تمہارے تعجب کو بھانپ لیا۔بے شک اللہ جل مجدہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور معاملہ ہے بھی اسی طرح کہ وہ واقعی اللہ جل مجدہٗ کے خلیل ہیں۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ کے کلیم ہیں۔اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔اور یونہی حضرت آدم علیہ السلام واقعی اللہ جل مجدہٗ کے صفی ہیں۔

(مگر) ہاں، ہاں سنتے ہو! (میں کون ہوں؟) میں اللہ عزوجل کا حبیب ہوں اور اس میں فخر نہیں ہے۔اور بروزِ قیامت لواء حمد کا حامل بھی میں ہی ہوں گا۔اس میں فخر نہیں ہے۔اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت بھی میں ہی ہوں گا، اور اس میں بھی مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔اور سب سے پہلے زنجیر ہائے جنت بھی میں ہی کھٹکھٹاؤں گا۔اور پھر وہ میری وجہ سے کھل جائے گا۔پھر میں اس میں فقیر مومنین کے ہمراہ داخل ہو جاؤں گا۔اور اس میں فخر نہیں ہے۔اگلوں، پچھلوں میں سب سے زیادہ باعزت بھی میں ہی ہوں گا۔اور اس میں فخر نہیں ہے۔

تبصرہ

یہ حدیث شریف جہاں سید عالم ﷺ کے کمالات کی جامع ہے وہیں یہ سید عالم ﷺ کی سب مخلوق سے اولیت کی بھی کاشف ہے۔

کمالاتِ محمدیہ ﷺ میں وارد احادیث ذکر کرنے کی وجہ

☆ کمالاتِ محمدیہ ﷺ کی بابت مروی احادیث تو لاتعداد ہیں (مگر یہاں) ان کے ذکر میں یہی مقدار کافی ہے۔اس لیے کہ ان پر تمام امت کا اجماع ہے۔اور یہاں ہم نے یہ مقدار صرف اس لیے ذکر کی تاکہ اہل اللہ کو سید عالم ﷺ کے کمالات اور آپ ﷺ کے حقائق و مراتب کا عرفان حاصل ہو جائے۔

''اس لیے کہ حقائق کی بھی ایک حقیقت ہوتی ہے، اور توحید کیا ہے ماسوی اللہ سے انقطاع، اور توحید کا ادراک کرنے سے قلوب میں ایک ہیجان سا ہوتا ہے''۔

اور پھر فقیر جب کمالاتِ علیا کے حامل ان انبیاء کرام، اور فضائل و محامد سے آراستہ ان ملائکہ عظام علیہم السلام کے مقامات میں غور کرے گا، تو پھر وہ خود بخود یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یہ تمام حضرات

اپنی اپنی عظمتِ شان اور رفعتِ مکان کے باوجود سید عالم ﷺ سے پیچھے کیسے رہ گئے۔ اور حقیقتِ توحیدیہ کے ادراک میں سیّد عالم ﷺ سے پس تر کیوں رہے، اور سیّد عالم ﷺ کے مقام تک پہنچنے، اور آپ ﷺ کی مثال حاصل کرنے سے کم کیوں رہے۔ (لہٰذا فقیر راہِ سلوک کے پیشِ نظر جب یہ امور ہوں گے) تو وہ سید عالم ﷺ کے سامنے مقامِ ادب میں رہے گا۔ اور اس وقتِ وہ سیّد عالم ﷺ کے "جو ہر فقیر کا مطلوب ہیں" روبرو عاجزی وانکساری کو لازم پکڑے گا۔

☆ نیز شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا ایک فرمان یہ ہے:

نوعِ ثالث ان عقلی دلائل میں ہے جو خواص کے نزدیک صریح کشف سے اور عوام کے نزدیک صحیح خبر سے مؤید ہیں۔

☆ (اور اس نوع کے ذکر کا مقصد یہ ہے) تا کہ اس کے ذریعہ سے سید عالم ﷺ کا کمالات میں یکتا ہونا معلوم ہو جائے۔

☆ (نیز) تا کہ اس بات کا پتہ چل جائے کہ بالاتفاق افضل العالم، اور اشرف الخلق سید عالم ﷺ ہی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی تخلیق نورِ ذات الٰہی سے ہے۔ جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ دوسری تمام مخلوق انوارِ اسماء وصفات سے پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلی مخلوق جسے اللہ جل اسمہٗ نے پیدا فرمایا ہے وہ سید عالم ﷺ ہی ہیں۔

فَکَمَا أَنَّ الذَّاتَ مُقَدَّمَۃٌ عَلَی الصِّفَاتِ فَمَظْهَرُهَا أَيْضًا مُقَدَّمٌ عَلٰی مَظْهَرِ الصِّفَاتِ۔ (ص ۲۵۳)

"پھر جس طرح (بداہۃً) ذات صفات سے مقدم ہوتی ہے۔ اسی طرح مظہرِ ذات بھی مظہرِ صفات سے مقدم ہی ہوگا"۔

☆ اور اس بارے میں سیّد عالم ﷺ نے جو کچھ اپنی بابت فرمایا وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے عیاں ہے۔

چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحَ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ مِنْہُ ثُمَّ خَلَقَ الْعَالَمَ بَعْدَ ذٰلِکَ مِنْہُ۔ (ص ۲۵۳)

"جابر! (رضی اللہ عنہ) اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے تیرے نبی "صلی اللہ علیہ وسلم" کی روحِ منور کو پیدا فرمایا ہے۔ پھر اسی سے عرشِ اعظم کو پیدا فرمایا۔ پھر اس کے بعد

اسی سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا''۔

☆اس حدیث میں سیّدِ عالم ﷺ نے خلقِ عالم کی ترتیب بھی بیان فرمادی ہے کہ اس عالم میں کچھ تو عالمِ بالا سے متعلق ہیں، اور کچھ عالمِ زیریں سے۔

☆اور سید عالم ﷺ کا اول مخلوق ہونے میں راز یہ ہے کہ وجودِ ذات حکما صفات پر مقدم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر ذات وصفات میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ کیونکہ ذات کا پہلے ہونا حکم میں ہی ہوتا ہے نہ کہ زمانہ میں۔ اس لیے ناچار یہ ماننا ہی پڑے گا کہ صفات کے لیے کسی ایسی ذات کا ہونا لابدی ہے جو وجود میں ذات سے پہلے ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سیّدِ عالم ﷺ کا وجود ہی سب سے پہلے ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ذاتِ محض ہیں۔ اور سارا جہاں اسی ذات کا پرتو ہے۔

اور حدیث شریف میں جو مذکور ہوا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سارے جہاں کو سید عالم ﷺ سے ہی پیدا فرمایا ہے، اس کا یہی مطلب ہے۔

روحِ محمدی ﷺ، قلم اور عقل اول ایک ہی وجود کے مختلف نام ہیں

☆رہی سیّدِ عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی رُوحِ منوّر تو اسے ہی ''قلمِ اعلیٰ'' ---- ''اور بعض وجوہ کی بناء پر'' ---- ''عقلِ اوّل'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی معنے کے لحاظ سے سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ۔(ص ۲۵۴)

''سب سے پہلے اللہ جل مجدہٗ نے جس شے کو پیدا فرمایا، وہ ''قلم'' ہے''۔

جبکہ ایک دوسرے مقام پر سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحَ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ۔

''جابر! (رضی اللہ عنہ) اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے تیرے نبی مکرم ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی روحِ مقدس کو پیدا فرمایا ہے۔

اب (رہی تطبیق تو وہ یوں ہے کہ) روحِ محمدی ﷺ اور ''قلم'' و ''عقل اول'' تینوں سے وجودِ واحد مراد ہے کیونکہ تینوں سے اگر وجودِ واحد مراد نہ ہو تو اس طرح ان تینوں احادیث میں ''تناقص (وتعارض) لازم آئے گا۔ جبکہ امرِ واقعہ یوں نہیں ہے بلکہ ان تینوں سے حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہی مراد ہے۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے ''قلمِ کتابت'' کو کبھی تو ''یراعت'' سے اور کبھی ''آلہ'' (تحریر) سے اور کبھی ''قلم'' سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ پھر ان تینوں کی تعبیر بلا کمی وبیشی کوئی نہ کوئی وجہ ہے۔

فَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ھُوَالذَّاتِیُ الْوَجُوْدُ وَمَا سِوَاہ فَصِفَاتِیُ الْوُجُوْدُ وَذٰلِکَ أَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا اَرَادَ اَنْ یَتَجَلّٰی فِی الْعَالَمِ اِقْتَضٰی کَمَالَ الذَّاتِ اَنْ یَّتَجَلّٰی بِکَمَالِہِ الذَّاتِیْ فِیْ اَکْمَلِ مَوْجُوْدِیَاتِہٖ مِنَ الْعَالَمِ فَخَلَقَ مُحَمَّدًا ﷺ مِنْ نُوْرِ ذَاتِہٖ لِتَجَلّٰی ذَاتِہٖ لِاَنَّ الْعَالَمَ جَمِیْعُہٗ لَا یَسَعُ تَجَلِّیْہِ الذَّاتِیْ لِاَنَّھُمْ مَخْلُوْقُوْنَ مِنَ اَنْوَارِ الصِّفَاتِ فَھُوَ فِی الْعَالَمِ بِمَنْزِلَۃِ الْقَلْبِ الَّذِیْ وَسِعَ الْحَقَّ۔(ص ۲۵۴)

☆ ''اس لیے کہ سید عالم ﷺ کا وجود ذاتی ہے۔اور آپ ﷺ کے علاوہ سب کا وجود صفاتی ہے اور یہ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے جب دنیا میں ظاہر ہونے کا ارادہ فرمایا تو پھر کمالِ ذات نے اپنے ذاتی کمال سے دنیا کے اکمل موجودات میں ظاہر ہونے کا اقتضاء کیا تو سیّد عالم محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات کے ظہور کے لیے اپنے نورِ ذات سے پیدا فرمایا کیونکہ اس کی ذاتی تجلی ساری دنیا میں نہیں سما سکتی تھی اس لیے کہ ساری دنیا کی تخلیق انوارِ صفات سے ہے پس سیّد عالم ﷺ اس دنیا میں اُس دل کی طرح ہیں جس میں تجلیِ حق سما سکتی ہے''۔

اور اسی طرف سید عالم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں اشارہ فرمایا ہے کہ ''یٰسٓ'' قرآن کریم کا دل ہے جبکہ یٰسٓ خود سیّد عالم ﷺ کا اسم گرامی بھی ہے جس کا مطب یہ ہے کہ سید عالم ﷺ قلوب وارواح، اور تمام عوالم موجودات کے درمیان اس طرح (واسطہ) ہیں جس طرح جسم کے درمیان دل ہوتا ہے۔اور باقی سارے موجودات اللہ جل مجدہٗ کی تجلی ذات کے متحمل نہیں ہو سکتے۔جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی محترم ﷺ کی زبانِ اقدس سے کہلوایا۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَوَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ (ص ۲۵۴)

میری تجلی ذات میرے زمین وآسماں میں نہیں سما سکتی، میری تجلی (صرف) میرے عبد مومن کے دل میں سما سکتی ہے۔

☆ اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام، اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالٰی اور سارے فرشتے، اور اسی طرح تمام موجودات میں جتنے بھی مقربین ہیں کسی میں بھی معرفت ذاتیہ کی سکت نہیں ہے۔(ہاں) سیّد عالم محمد رسول اللہ ﷺ جو موجوداتؐ کا دل اور تمام ممکنات کی ذاتی ہیں یہ صرف انہی کی شان ہے کہ آپ ﷺ ذاتی معرفت کی طاقت واستطاعت رکھتے ہیں۔

اپنے ارشادِ گرامی میں سید عالم ﷺ نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

لِيْ وَقْتٌ مَعَ رَبِّيْ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ (۲۵۴)

''میرا، میرے پروردگار کے ساتھ (معرفت ذاتیہ کا) ایک ایسا وقت بھی ہے کہ جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل دم نہیں مار سکتا۔

☆ سیّد عالم ﷺ نے (اس ارشاد میں) ملکِ مقرب اور نبیِ مرسل کو زمین و آسمان کی مانند قرار دیا ہے (تو جس طرح زمین و آسمان تجلیِ ذات کے متحمل نہیں ہو سکتے اسی طرح) ان دونوں میں تجلیِ ذات سما سکتی ہے تو صرف اس ذات میں سما سکتی ہے جو یٰسٓ ممکنات ''یعنی قلبِ موجودات'' ہے۔ اس لیے کہ اس قلب میں معرفتِ الٰہیہ سے وہ کچھ سما سکتا ہے جو زمین و آسمان پر تنگ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جس تجلیِ ذات کا موجودات احاطہ کرنے سے بے بس ہیں، سیّد عالم ﷺ اسی ذاتی تجلی کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

☆ جن دلائل کو میں نے اس جگہ ذکر کیا انہیں کے ساتھ اس مسئلہ کی بابت مجھے رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے اور اس مسئلہ کو اس کتاب میں لکھنے کے بعد سیّد عالم ﷺ نے میرے پروردگار جل مجدہٗ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ مجھے اللہ جل مجدہٗ کی تمہارے لیے تلقین ہے۔ (یعنی اللہ جل مجدہٗ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ﷺ شیخ جیلی کو اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تائید کرتے ہوئے تلقین فرما دیں) اور جیسے میں نے سید عالم ﷺ کی توصیف بیان کی ہے تو اسی طرح آپ ﷺ نے اللہ جل مجدہٗ کی طرف فرمایا (کہ ہاں اللہ جل مجدہٗ نے مجھے اسی طرح کی خوبی عنایت فرمائی ہے) لہٰذا کوئی مانے یا نہ مانے (ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہمارا کام صرف بتا دینا تھا کہ موجودات میں تجلیِ ذات کی مظہر و پرتو صرف سیّد عالم ﷺ ہی کی شخصیت ہے۔)

☆ جب سید عالم ﷺ موجودات کی ذاتی ہیں۔ اور ذاتی تجلی کے برداشت کی طاقت بھی رکھتے ہیں تو پھر آپ ﷺ لازماً تمام اسماء و صفات سے بھی متصف ہیں۔ اور ہر لحاظ، اور ہر اعتبار، اور ہر وجہ سے جمیع کمالات کو بھی محیط ہیں۔ پس آپ ﷺ تمام کمالات وجودیہ، حقیہ اور خلقیہ کے جامع ہیں، اور آپ ﷺ کے علاوہ موجودات میں اور کسی کو بھی یہ دونوں کمال پوری طرح حاصل نہیں ہیں۔

☆ اسی لیے میں نے اس قسم کو دو فصلوں پر منقسم کیا ہے:

پہلی فصل اس بارے میں ہے کہ سید عالم ﷺ تمام کمالاتِ حقیہ کے صورتاً، معناً، ظاہراً، باطناً، تو اضعاً تحققاً، ذاتاً، صفاتاً، جمالاً، کمالاً، جلالاً جامع ہیں۔

فصلِ اول، سید عالم ﷺ کا کمالاتِ خلقیہ کو خَلق و خُلق کے اعتبار سے استیعاب فرمانے میں

ہے۔

اصحابِ سیر نے ان کمالات کی بابت وہ وہ لطائف بیان کیے ہیں جن کے یہاں ذکر کرنے سے مقام تنگ ہے۔ سمجھ دار کے لیے ان میں یہی کچھ کافی ہے۔ ان کمالات کی بابت کچھ باتیں میں نے تبرکاً یہاں بیان کردی ہیں کیونکہ سید عالم ﷺ کی صفاتِ خلقیہ کی ہر صفت میں ایسے اسرار جمیلہ و معانی پنہاں ہیں کہ جن کی شرح وبسط غیر ممکن ہے۔

تمام کمالات کی اصل سید عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے

☆ خلاصہ کلام یہ کہ سید عالم ﷺ کے جسم اطہر کی ظاہری صورت تمام کمالاتِ حسّیہ وجودیہ اور علوی و سفلیہ کی اصل ہے۔ اور سید عالم ﷺ کی باطنی وجودی صورت تمام کمالاتِ باطنیہ علویہ وسفلیہ کی اصل ہے۔

فَكُلُّ كَمَالٍ تَشْهَدُهُ بِالْمَحْسُوْسَاتِ فَهُوَ مِنْ فَيْضِ صُوْرَتِهِ الظَّاهِرَةِ وَكُلُّ كَمَالٍ تَعَلُّقُهُ مِنَ الْمَعْنَوِيَاتِ فَهُوَ مِنْ فَيْضِ مَعَانِيْهِ الْبَاطِنَةِ، فَهُوَ فِي الْمَثَلِ مَعْدِنُ كَمَالَاتِ الْعَالَمِ بَاطِنِهَا وَظَاهِرِهَا فَمَحْسُوْسَاتُ الْعَالَمِ تُسْتَمَدُّ مِنْ ظَاهِرِهٖ وَمَعْقُوْلَاتُ الْعَالَمِ تُسْتَمَدُّ مِنْ بَاطِنِهٖ فَهُوَ هُيُوْلٰى الصُّوْرَةِ وَالْمَعَانِيْ الْوَجُوْدِيَّةِ، فَعَالَمُ الشَّهَادَةِ فَيْضُ ظَاهِرِهٖ وَعَالَمُ الْغَيْبِ عِبَارَةٌ عَنْ حَقِيْقَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔(ص ۲۵۵)

"لہٰذا ہر وہ کمال جس کا تو محسوسات میں مشاہدہ کرتا ہے تو وہ سید عالم ﷺ کی ظاہری صورت کا فیض ہے۔ اور ہر وہ کمال جس کا تعلق معقولات سے ہے تو وہ سید عالم ﷺ کے احوال باطنی کا فیض ہے۔ پس سید عالم ﷺ کی دنیا کے کمالات ظاہرہ و باطنہ میں معدن کی سی مثال ہے۔ اسی لیے تمام محسوسات میں آپ ﷺ کے ظاہر کی فیض رسانی ہے جبکہ عالم معقولات آپ ﷺ کے باطن کا فیض یافتہ ہے۔ لہٰذا سید عالم ﷺ صورت اور معانی وجودیہ کا مادہ ہیں۔ پس عالم شہادت سیّد عالم ﷺ کے ظاہر کا فیض ہے۔ اور عالمِ غیب آپ ﷺ کے باطن کا پرتو ہے (نیز) عالم غیب سیّد عالم ﷺ کی حقیقت سے بھی تعبیر ہے"۔

☆ اسی لیے ہم نے اس فصل کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم سید عالم ﷺ کی ظاہری وجسی خلقت اور ظاہری تشخص میں ہے۔ اور دوسری قسم

B

آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ میں ہے۔

اور یہی اخلاق اگر ظاہر ہوں تو یہ معنوی و باطنی قسم سے ہیں۔

☆ پہلی قسم سید عالم ﷺ کی ظاہری صورت اور ظاہری تشخص میں ہے۔

معلوم رہے کہ سید عالم ﷺ ایسے اعلیٰ پایہ کے معتدل الخلقت تھے کہ جس کے بعد کوئی کمال متوقع نہ تھا۔ اور حسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جس پر کسی زیادتی کا شائبہ تک نہ تھا۔

اس لیے کہ امرالٰہی نے آپ ﷺ کو صرف کمال کے لیے ہی ظاہر فرمایا تھا، نہ کہ کسی کمی کے لیے۔

اسی لیے سید عالم ﷺ نے فرمایا:

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

''میں عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں''۔

فَكَانَ الْوُجُوْدُ قَبْلَ بِعْثَتِهٖ نَاقِصًا فَهُوَ الْمُكَمِّلُ لِلْوُجُوْدِ بِالْمَحْسُوْسَاتِ الضَّرُوْرِيَّةِ وَالْمَحْمُوْدَاتِ الشَّرْعِيَّةِ۔ (ص ۲۵۵)

''چنانچہ سیّد عالم ﷺ کی بعثت سے قبل وجود ناقص تھا۔ تو محموداتِ شرعیہ اور موجوداتِ ضروریہ کے وجود کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے آپ ﷺ ہی ہیں''۔

☆ موجودات ضروریہ کی تکمیل پر آپ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی دال ہے۔

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

''میری بعثت مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے''۔

اور محموداتِ شرعیہ کی تکمیل پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد عالی دلیل ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (مائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا''۔ (الخ)

پس (لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ) وجود کو صورت، اور حقیقت کو جو کمال حاصل ہے وہ سید عالم ﷺ ہی کی بدولت حاصل ہے۔

☆ پھر (اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ) جب سید عالم ﷺ (خود) وجود میں کامل (اور دوسروں کو کامل فرمانے والے) ہیں۔ تو پھر ہر شے کا وجود اکملیت میں ایسا انتہائی درجہ کا کامل ہوگا کہ جس میں کسی قسم کی بھی کمی نہ ہوگی۔ اس لیے سید عالم ﷺ کمالِ محض ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے فضلات مبارک بھی پاک (اور کامل گر) تھے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس خاتون (یعنی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کا بول مبارک نوش کیا تو انہیں اس فعل سے نہ ہی تو آپ ﷺ نے اور نہ ہی کسی صحابی نے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا اگر آپ ﷺ کے فضلات مبارک طاہر (ومکمل گر) نہ ہوتے تو آپ ﷺ انہیں ضرور روکتے، کیونکہ بصورت دیگر یہ فعل محل نہی کے ضمن میں آتا ہے۔

☆ اسی لیے سیّد عالم ﷺ کی احسن تقویم میں تخلیق ہوئی اور آپ ﷺ دوسروں کی طرح اسفل السافلین میں لوٹنے والے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے حلیہ شریف میں اکمل و اجمل تھے۔

☆ پس سید عالم ﷺ کا حسنِ صورت، اعتدالِ خلقت، کمالِ اندام، تناسُبِ اعضا، نرم جلد، باریک انگلیاں، خوب رُو و پُر رونق چہرہ، عمدہ آواز، سیاہ بال، سرخ و سپید رنگ، فصاحتِ کلام، خوشبو دار جسم، پیاری گفتگو، اپنے تمام حرکات وسکنات میں عمدہ معاملات، میانہ قد، نہ بہت دراز نہ بہت پست، مستحکم خلقت، سینے کے برابر سُتا ہوا شکم اقدس، فراخ کاندھے، رفتار پُر وقار، عُمدہ توجہ، نیچی نظریں، جیسے عمدہ اطوار میں ظہور ہوا۔ اور اپنے خلق وخُلق میں با کمال تھے۔

☆ حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ ابن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم ورضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سیّد عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے، تو (ایک مرتبہ) میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سید عالم ﷺ کا حلیہ مبارک یہ امید رکھتے ہوئے پوچھا تا کہ آپ جو مجھ سے بیان فرمائیں اسے (جہاں تک ہو سکے) میں بھی اپنا لوں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆ سیّد عالم ﷺ کا چہرۂ انور پُر گوشت، کسی قدر گول اور بارُعب تھا۔ اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔

☆ سیّد عالم ﷺ نہ تو بہت دراز قامت، اور نہ ہی پست قامت تھے۔ سر مبارک بڑا، بال شریف خمدار قدرے گھنگھریالے۔ اگر موئے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے تو آپ ﷺ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے تھے۔ اور جب کٹوا دیتے تھے تو کانوں کی لو تک رہ جاتے تھے۔

☆ رنگ مبارک روشن وتاباں، پیشانی مبارک کشادہ، بھویں مبارک دراز و باریک تھیں اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہ تھیں۔ ان دونوں کے درمیان باریک سی رگ جو گاہے بگاہے چمکتی تھی۔

☆ بنی مبارک خوبصورت و دراز(1) تھی، درمیان میں ابھار نمایاں تھا۔ اور بنی مبارک کی ابتداء

1۔ ع اونچی بنی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

پر ایک نور درخشاں تھا۔ جو آدمی اسے بغور نہ دیکھتا تو اسے معلوم ہوتا تھا کہ بینی مبارک بلند ہے (جبکہ بلند نہ تھی، بلندی تو وہ نور تھا جو اسے احاطہ کیے ہوئے تھا)

☆ گھنی اور سیاہ داڑھی مبارک۔

☆ آنکھیں مبارک بڑی، پلکیں مبارک دراز، آنکھوں کی سفیدی خوب تیز اور پتلیاں مبارک بہت سیاہ تھیں۔

☆ رخسارِ مقدس ہموار، منہ مبارک فراخ، دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن و تاباں۔

☆ گردن مبارک کیا تھی گویا وہ بُتِ عاج کی گردن تھی چاندی کی مانند صاف۔

☆ حلقوم اقدس سے ناف مبارک تک بالوں کی باریک سی ڈوری۔

☆ معتدل الخلقت، بدن مبارک مستحکم، بطنِ اقدس سے سینہء منور کے برابر سینہ مبارک چوڑا، شانے مبارک فراخ، جوڑ مبارک فربہ تھے۔

☆ ناف کا زیریں حصہ بالوں سے صاف تھا۔

☆ شہ رگ اور ناف مبارک تک خط کی طرح بالوں کی ایک باریک سی دھاری، جبکہ سینہء اقدس اور شکم مبارک بالوں سے خالی تھا۔

☆ سینہء اقدس وسیع، کاندھوں اور بازوؤں پر بال۔

☆ لمبی کلائیاں، بھری ہوئی ہتھیلیاں، ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک کی انگلیاں دراز و پر گوشت تھیں۔

☆ پنڈلیاں مبارک بھری ہوئیں، پٹھے مبارک دراز و شفاف۔

☆ پاؤں مبارک کی تلیاں زمین سے اٹھی ہوئی۔

☆ صاف و شفاف قدم مبارک، جن سے پانی صاف بہہ جاتا تھا۔

☆ سیّد عالم ﷺ جب چلتے تو قدم مبارک قوت و تثبت اور وقار و تمکنت سے اٹھاتے تھے، اور بے تکلف و آسانی سے چلتے تھے، اور رفتار پوری توجہ سے ہوتی تھی جیسے کہ اوپر سے اتر رہے ہوں۔ اور چلتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا زمین آپ ﷺ کے لیے لپٹتی جا رہی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پوری توجہ سے متوجہ ہوتے تھے۔

☆ اکثر نگاہِ اقدس نیچی (1) رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی نگاہِ اقدس آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف

اک ماہِ مدن، گورا سا بدن، نیچی نظریں، کل کی خبریں
وہ سنا کے سخن، دکھلا کے پھبن، مُرا پھونک گئے سب تن، من، دھن

زیادہ ہوتی تھی۔

☆ سید عالم ﷺ کا بڑے سے بڑا دیکھنا بھی صرف ایک ہی جھلک ہوا کرتا تھا۔

☆ بعض اوقات سید عالم ﷺ جب اپنے اصحابِ کرام کے ہمراہ چلنے کا قصد فرماتے تو اس صورت میں آپ ﷺ انہیں اپنے آگے آگے رکھتے تھے اور خود قصداً پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔

☆ جس آدمی سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوتی، آپ ﷺ اسے سلام فرمانے میں پہل فرمایا کرتے تھے۔

☆ امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے پھر التماس کی کہ آپ مجھ سے سیّد عالم ﷺ کے کلام شریف کی بابت کچھ بیان فرمائیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆ سیّد عالم ﷺ کے چہرۂ انور پر فکر و حزن کے آثار مسلسل و نمایاں رہتے تھے۔ اور بلا ضرورت گفتگو نہ فرمایا کرتے تھے۔ طویل السکوت تھے۔ کلام مبارک کی ابتدا و انتہا بالوضاحت ہوتی تھی، اور جامع کلمات ''جن میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوتی تھی'' سے مفصل گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

☆ سیّد عالم ﷺ درشت خُو نہ تھے، بلکہ نرم مزاج تھے۔ کسی کی بھی اہانت نہ فرماتے تھے۔

☆ تھوڑی سی نعمت کی بھی قدر فرمایا کرتے تھے، اور نعمت سے متعلق جو شے بھی ہوتی اس کی برائی نہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

☆ ذوقی اشیاء کی مدح و ذم دونوں آپ ﷺ کے ہاں برابر تھیں۔

☆ حق سے روگردانی پر سید عالم ﷺ کا غضب اس وقت تک فرو نہ ہوتا تھا جب تک کہ حق سے معترض شخص کی سرزنش نہ فرمالیتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ نہ ہی تو اپنی ذاتِ اقدس کے لیے غصہ میں آئے اور نہ ہی کبھی اپنی ذاتِ گرامی کی خاطر کسی سے کوئی بدلہ لیا۔

☆ سید عالم ﷺ جب کبھی اشارہ فرماتے تو اپنی پوری ہتھیلی مبارک سے اشارہ فرمایا کرتے تھے، اور کسی امیر غریب کے ادراک پر اپنی ہتھیلی مبارک الٹ پلٹ دیا کرتے تھے، اور بوقتِ گفتگو ہتھیلی ملا دیا کرتے تھے، اور دائیں انگوٹھے مبارک کو بائیں ہتھیلی مقدس پر مارا کرتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ جب غضب ناک ہوتے تو روئے تاباں ورے پھیر لیتے تھے اور اس وقت چشمانِ مقدس سرخ ہو جایا کرتی تھیں۔

☆اور بوقتِ فرحت آنکھ مبارک جھکا لیتے تھے۔

☆سیّد عالم ﷺ کا زیادہ سے زیادہ ہنسنا تبسّم (1) ہوتا تھا۔ اور بوقتِ تبسّم سیّد عالم ﷺ کا دہن اقدس قطراتِ باراں کی مانند کھلتا تھا۔

حلیہ شریف ذکر کرنے کی غرض وغایت

☆(سیّد عالم ﷺ کے حلیہ شریف کی بابت) یہ ایک جامع حدیث ہے جو آدمی اس میں غور کرے گا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ صورتِ کاملہ معتدلہ اپنے حسن و جمال اور کمال واعتدال میں ممتنع النظیر ہے۔

☆اور اگر ہم ان باتوں کی شروح کرنے میں شروع ہو جاتے، جو کتب فراست میں ہر ہر عضو شریف کے مقتضیٰ کی نسبت حکماء نے بیان کی ہیں تو پھر وہ باتیں کئی ضخیم جلدوں میں سما سکتی تھیں، مگر ہم نے ان تمام باتوں سے صرف معتدل الخلقت اور کامل صورت پر ہی اکتفاً کیا ہے۔

لِيَسْتَحْضِرَ الْمُبْتَدِئُ حَالَهَا فِي قَلْبِهِ فَلْيَشْهَدْهُ مِنْ خَيَالِ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ مَالَا يَحْصُلُ بِدُوْنِ ذٰلِكَ، وَمَتٰى تَعَقَّلَ الْعَبْدُ هٰذِهِ الصُّوْرَةَ فِي قَلْبِهِ وَكَانَ دَائِمَ الْمُلَاحَظَةِ لَهَا، حَصَلَتْ لَهُ السَّعَادَةُ الْكُبْرٰى وَانْفَتَحَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ طَرِيْقُ الْإِسْتِمْدَادِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، حَتّٰى اِنَّهُ اِذَا تَصَفّٰى وَتَزَكّٰى وَتَطَهَّرَ وَتَخَلَّصَ مِنْ خَوَاطِرِهِ النَّفْسِيَّةِ وَالْعَقْلِيَّةِ وَمَا دُوْنَهَا فَاِنَّهُ يَرْتَقِيْ مِنْ ذَالِكَ اِلٰى أَنْ تُفَاجِئَهُ الصُّوْرَةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ فِي عَالَمِ الْاَرْوَاحِ فَتَظْهَرُ لَهُ كَمَا هِيَ عَلَيْهِ وَيُنَاجِيْهَا فَتُكَلِّمُهُ، فَيَأْخُذُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَمَا يَأْخُذُ مِنْهُ اَصْحَابُهُ، وَمَتٰى كَانَ هٰذَا الْعَبْدُ مِنْ اَهْلِ التَّوْحِيْدِ الْخَالِصِ فَاِنَّهُ يَشْهَدُ بَعْدَ ذٰلِكَ كَمَا لَاتِهِ الْمَعْنَوِيَّةِ وَبِهَا يَتَقَوّٰى بِالْاِتِّصَافِ بِمَا يَقْدِرُ لَهُ مِنْهَا، وَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَشْهَدَهُ فِي الْمَلَكُوْتِ الْاَعْلٰى ثُمَّ يَشْهَدَهُ فِي

1۔ سیّد عالم ﷺ جب تبسّم فرماتے تو دندانِ مبارک سے نور کی شعاعیں چھنتی تھیں۔ اور بروایت امام بیہقی قدس سرہٗ جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتی تھیں، اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اس نور میں گم شدہ سوئی تلاش کی جا سکتی تھی۔

سوزنِ گم گشتہ ملتی ہے تبسّم سے تیرے ۔۔۔ شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

(مترجم غفرلہٗ والوالدیہ)

الْاُفُقِ الْمُبِیْنِ،فَاِذَا شَھِدَہٗ فِی الْاُفُقِ الْمُبِیْنِ اِنْطَبَعَ بِالْخَاصِیَّۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ فِی قَابِلِیَّۃِ الْوَلِیِّ کَمَالَاتٌ مُحَمَّدِیَّۃٌ مِنْ مَقَامِ الْمُحَمَّدِیْ فِیْھَا یَکْمُلُ وُجُوْدُہٗ وَیَتَحَقَّقُ فِی صِفَاتِ مَعْبُوْدِہٖ۔(ص۲۵۷)

’’تاکہ (راہِ سلوک کے) مبتدی کے دل میں اس صورت کا حال متحضر رہے۔اور پھر اس صورت کے خیال میں رکھنے سے اس شے کا مشاہدہ کر سکے جس کا اس کے بغیر نہیں کر سکتا، اور جب بندہ اس صورت کا تصور اپنے دل میں باندھ لے گا اور مسلسل اس کے مشاہدہ میں رہے گا تو اسے جہاں سعادتِ کُبریٰ ہاتھ آئے گی وہیں اس کے،اور سید عالم ﷺ کے درمیان استمداد کی راہ بھی بغیر کسی واسطہ کے کھل جائے گی۔حتیٰ کہ جب انسان اپنے نفسانی و عقلی کھٹکوں وغیرہ سے چھوٹ جائے گا اور اپنے آپ کو مصفّٰی،مزکّٰی اور مُطہر بنالے گا تو پھر وہ اس منزل پر پہنچ جائے گا جہاں عالمِ ارواح میں صورتِ محمدیہ ﷺ فوراً اس کے پاس تشریف لایا کرے گی اور اپنی پوری حقیقت میں عیاں ہو کر اس سے بالمشافہ خصوصی گفتگو کیا کریگی اور پھر وہ شخص سید عالم ﷺ سے اس طرح فیض لے سکے گا جیسے صحابہ کرام آپ ﷺ سے فیض بار ہوا کرتے تھے،اور اگر وہ شخص مخلص صوفی ہوا تو پھر اس کے بعد اس کے لیے سید عالم ﷺ کے معنوی کمالات کا مشاہدہ ہوگا،اور ان کمالات کی وجہ سے جو بھی اس کے لیے مقدر ہے،ان کمالات سے متصف ہو کر عرفانی توانائی حاصل کرتا رہے گا۔اور اس کی یہ حالت مسلسل برقرار رہے گی۔حتیٰ کہ اپنے آپ کو ملکوتِ اعلیٰ اور اُفقِ مبین میں پائے گا۔اور جب اپنے آپ کا افقِ مبین میں مشاہدہ کرے گا تو پھر خاصیتِ محمدیہ ﷺ کے باعث ولی کی قابلیت میں مقامِ محمدی ﷺ سے کمالاتِ محمدیہ ﷺ منطبع ہوں گے،(یعنی پھر ایسا شخص مظہر کمالاتِ محمدیہ ﷺ بن جائیگا)اور ان کمالات کی بدولت اس کے وجود کی تکمیل ہو جائے گی۔اور جب اس کا وجود کامل ہو جائے گا تو پھر وہ اپنے معبود کی صفات کا مظہر بن جائے گا‘‘۔

☆اور جو شخص سید عالم ﷺ کا ملکوت اعلیٰ و افق اعلیٰ میں مشاہدہ نہ کر سکے گا تو وہ مقام محمدی ﷺ حاصل کرنے والوں سے بھی نہیں ہوگا۔کیونکہ وہ سید عالم ﷺ کو اپنی ذاتی قابلیت کے مطابق دیکھتا ہے وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی حقیقت کے اعتبار سے نہیں دیکھتا۔

فَاِنَّہٗ لَا یُطِیْقُ اَنْ یَرَاہُ مَا ھُوَ عَلَیْہِ اَحَدٌ سِوَاہُ علیہ السلام وَذٰلِکَ سِرُّ اِتِّصَافِہٖ بِصِفَاتِ اللّٰہِ الْمُعَبِّرِ عَنْھَا بِقَوْلِنَا،لَا یَعْلَمُ مَا ھُوَ اِلَّا ھُوَ۔ فَافْھَمْ

''اس لیے کہ سید عالم ﷺ کو آپ ﷺ کی حقیقت میں دیکھنے کی کوئی شخص بھی طاقت نہیں رکھتا۔ اور سیّد عالم ﷺ کا اللہ جل مجدہٗ کی صفات سے متصف ہونے کا راز بھی یہی ہے۔ جنہیں ہم اپنی زبان میں ''لا یعلم ما ھو، الّا ھُوَ'' ان کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

☆ قسم ثانی سیّد عالم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ میں ہے۔

☆ سید عالم ﷺ عمدہ اخلاق کے جامع، اور علی الاطلاق ان پر حاوی تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی اخلاقِ ضروریہ وکسبیہ کی اکملیت پر تخلیق ہوئی ہے۔

☆ پھر اخلاقِ ضروریہ میں سے کچھ تو وہ ہیں جو محض ضروری کہلاتے ہیں جن میں انسان کے اختیار کا دخل نہیں ہے۔ جبکہ سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی اپنی سرشت میں مکمل اخلاق ضروریہ پر جلوہ نما ہوئی ہے۔

☆ جیسے سیّد عالم ﷺ کی عقل شریف کی قوت کا (بے مثال) ہونا۔

☆ اور آپ ﷺ کے لیے ادراکِ قلبی میں حظ وافر کا ہونا، اور آپ ﷺ کے فکری قیاس کا بالکل درست رہنا۔

☆ آپ ﷺ کے ظنون کا سچا نکلنا۔

☆ اور آپ ﷺ کی فہم کا صحیح ہونا، زبان کا فصیح ہونا، کلام کا شیریں ہونا، اور حواس واعضاء کا قوی ہونا۔

☆ اور (اسی طرح) وہ حرکاتِ ضروریہ جو کسب سے حاصل ہوتی ہیں، ان کا معتدل ہونا۔ جیسے آپ ﷺ کی غذا، اور آپ ﷺ کا سونا و جاگنا، اور آپ ﷺ کی رہائش ولباس، اور آپ ﷺ کی ازدواجی حالت، اور آپ ﷺ کا لوگوں سے برتاؤ (وغیرہا)۔

☆ ان تمامی امثال کے کمال ہونے میں احادیثِ صحیحہ صریحہ مروی ہیں، بلکہ اخبار متواترہ موجود ہیں کہ سیّد عالم ﷺ ان سب امور میں اکمل حالت اور احسن خصلت پر تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ سیّد عالم ﷺ ان تمام اوصاف کے کمال میں آخری حد پر تھے۔

☆ رہے اخلاقِ کسبیہ تو وہ بھی سیّد عالم ﷺ کی اُسی سرشت کے مطابق تھے کہ جس پر آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی ہے۔ اور ہم نے انہیں کسبی صرف اپنے اعتبار سے کہا ہے کیونکہ عام انسان انہیں کسب سے ہی حاصل کرتا ہے۔ جبکہ سید عالم ﷺ کے جمیع اوصافِ عالیہ طبعی وفطری ہیں۔ اور

سید عالم ﷺ ان اوصاف کے کمال کی نقیض سے کسی بھی دور میں کبھی بھی موصوف نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی ان اوصاف کے حسن وکمال کی کسی ضد سے متصف ہوئے ہیں۔

☆ بلکہ عقلاً، شرعاً آپ ﷺ طبعاً اوصافِ حمیدہ کے جامع تھے۔

جیسے علم وحلم، صبر واطمینان، زُہد وتواضع، عفو وعدل، عفت وشجاعت، جود وسخا، مروّت وحیاء، صدق و خامشی، عرضِ حسب و ایفائے عہد، طولِ حیاء ومؤدت، رحمت وحسنِ معاشرت، حسنِ ادب و ہدایتِ خلق، اور ہر ایک کے لیے بھلائی پسند کرنا، اور تمام امور میں کماحقہٗ حکمت ملحوظ رکھنا (وغیرہا)۔

☆ اگر کتاب کے بڑھنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم سید عالم ﷺ کے ان ان اوصاف میں بھی گفتگو کرتے جو شریعت میں وارد ہیں۔

☆ اللہ جل مجدہٗ کی قسم! وہ اوصاف تو بطریق حصر شمار میں آسکتے ہی نہیں۔ اس لیے کہ ان کے حصر کا علم وادراک کسی کو بھی نہیں ہے۔ جبکہ سیّد عالم ﷺ کے بہت سے وہ اخلاقِ کریمانہ جو احادیثِ صحیحہ میں باعتماد راویوں سے مروی ہیں، انہیں اہلِ علم بالکل نہیں جانتے، اور کامل لوگوں کو ان کی معرفت، کشف سے حاصل ہے۔ اور بسا اوقات سید عالم ﷺ کے احوال واقوال اور افعال کے تتبع سے بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ بعض کو بعض سے منسوب کر دینے سے بھی معرفت ہو جاتی ہے، تو کتابوں میں وہ کیسے مٹ سکتے تھے، اور علماء ان کا احاطہ کیسے کر پاتے، جبکہ وہ حصر سے ماوراء اور غایت و نہایت سے کہیں برتر ہیں۔

☆ جو شخص اس بارے میں غور وفکر سے کام لے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام کمالات مخلوقات میں سے صرف ایک ہی اکمل انسان کے ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک ہر نبی کے لیے اس کے مقام ومرتبہ کے مطابق تمام کمالاتِ شرعیہ وبشریہ کا ہونا ضروری ہے۔

☆ اس کی توضیح اس طرح ہے کہ (مثلاً) جو ذاتِ گرامی اس طرح ارشاد فرمائے:

آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِيْ وَلَا فَخْرَ۔

''حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی میرے پرچم تلے ہوں گے اور اس میں فخر نہیں ہے''۔

لہٰذا اس ذات گرامی کے لیے ہر وصف کی وہ آخری حد ہوگی کہ جس پر اس وصف کے مرتبہ کا وجودی مقتضٰے ہے۔

پس سیّد عالم ﷺ کو شجاعت وسخاوت، کمالاتِ بشریہ شرعیہ کی آخری حد تک حاصل ہیں۔ اسی

طرح تمام کمالات غایتِ مراتب تک آپ ﷺ کو حاصل ہیں۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ سیّد عالم ﷺ کی شجاعت جیسی کوئی شجاعت نہیں اور آپ ﷺ کی سخاوت جیسی کوئی سخاوت نہیں، اور نہ ہی آپ ﷺ کے اوصاف جیسی کوئی صفت کسی میں پائی جاتی ہے۔
☆اس لیے کہ ہر کوئی اپنی ذاتی قابلیت کی بناء پر صفاتِ محمودہ میں سے کسی صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ جبکہ سیّد عالم ﷺ بھی اپنی ذاتی قابلیت کی رُو سے صفاتِ حمیدہ سے متصف ہیں۔ اور (یہ بات تو واضح ہے ہی کہ) سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی قابلیت اور دنیا والوں کی قابلیت میں نمایاں فرق ہے۔

اسمائے گرامی

نیز شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے ان کا ''سیّد عالم ﷺ کے اسمائے گرامی کا اللہ جل مجدہٗ کے اسمأ سے متصف ہونا'' بیان فرمایا ہے۔ اور پھر ان اسماء میں سے ایک ایک نام ذکر فرمایا ہے۔

''اور میں نے (یہاں) شیخ قدس سرہٗ کا وہی کلام ذکر کیا ہے جس پر میری دسترس تھی۔'' (نبہانی)
چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
(سیّد عالم ﷺ کے جو جو اسماء، اسماءالٰہیہ سے موصوف ہیں، انہی میں سے ایک اسمِ گرامی)
☆اللہ (ہے) (ذات واجب الوجود، جو تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے)
(اس اسم پر دلیل یہ ہے) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء:80)

''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا''۔

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ - (فتح:10)

''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔'' (الخ)

''تنبیہ''

اس کتاب کا مؤلف فقیر یوسف نبہانی عفا اللہ عنہ (قدس سرہٗ) کہتا ہے شیخ عبدالکریم رضی اللہ عنہ نے اس جگہ وہ بات ذکر کی ہے جس کے ظاہر کا اعتقاد رکھنا ناجائز ہے۔ وہ اس لیے کہ علماء کرام نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ کا اسم ذاتی سرف تعلق کے لیے ہوتا ہے۔ تخلق کے لیے نہیں ہوتا۔ یہ (مذکورہ)

دونوں آیتیں اور ان کی مانند جتنی بھی ہیں ان سب کا مفہوم ظاہر ہے۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ۔

''جس نے میرے امیر کی فرماں برداری کی، اس نے میری فرماں برداری کی''۔

لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر بھی ''رسول اللہ'' بن گیا۔ تو جس طرح امیر پر رسول اللہ ﷺ کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پر ''اللہ'' جل مجدہٗ کا اطلاق بھی صحیح نہیں ہے بلکہ رسولِ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے فرستادہ ہیں اور اللہ جل مجدہٗ نے اپنے اوامر ونواہی اپنی مخلوق تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ کو واسطہ بنایا ہے۔ اس لیے جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے آپ ﷺ کی بیعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔

(مثال) جیسے بادشاہوں میں یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے اپنا حکم منوانے کے لیے اپنے حکام مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لوگ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے مقررہ حاکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اس حاکم کی اطاعت بادشاہ کی اطاعت ہے اور اسی طرح جنہوں نے اس امیر کی نافرمانی کی انہوں نے بادشاہ کی حکم عدولی کی۔ اس کے باوجود اس امیر پر بادشاہ کا اطلاق نہ ہوگا اور نہ ہی وہ امیر بادشاہ کہلوائے گا۔ اور اگر ایسا وقوع میں آ بھی گیا تو اس سے بادشاہ کب راضی ہوگا۔ یہ امر بدیہی ضروری ہے جس پر قیامِ حجت کا احتیاج نہیں۔ واللہ اعلم

☆ اسی طرح میں نے شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کی اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام میں دیکھا کہ جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے کمالاتِ الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس اثناء میں کہ وہ سیّد عالم ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک ان سے حجاب اٹھ گیا اور پھر انہوں نے سید عالم ﷺ کو افقِ اعلیٰ کے اندر بالیقین وصفِ الوہیت میں دیکھا اور وہاں سیّد عالم ﷺ کے گرداگرد سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مرقوم تھی اور پھر جب وہ اپنے حواس پر برقرار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اپنے سامنے والی دیوار پر (واقعی) سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھی ہوئی تھی۔

مذکورہ قول نقل کرنے کا منشاء

☆ ممکن ہے کوئی کوتاہ بین شیخ جیلی رضی اللہ عنہ کے کلام کو نہ سمجھنے کی بنا پر یا تو شیخ رضی اللہ عنہ کو گمراہ قرار دے دے اور یا خود گمراہی کے گرداب میں پھنس کر رہ جائے۔ اس لیے میں نے (یعنی نبہانی قدس

سرہٗ) چاہا کہ میں مذکورۃ الصدر قول کی ایسی وضاحت کردوں کہ جس سے نہ صرف تمام شبہات کا ہی ازالہ ہوسکے بلکہ ہر مسلمان کے ایمان کو بھی زیادہ کردے کہ معبود برحق اللہ ہی ہے اور سید عالم ﷺ اللہ عزوجل کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

امام نبہانی قدس سرہٗ کا عمدہ تعاقب

اس لیے میں کہتا ہوں تجھے معلوم رہنا چاہیے کہ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہے۔ اور (اس کا بھی یقین ہے کہ) وہ تمام کا تمام حق اور راہبر ہے۔ اور اسی قرآن کریم میں یہ بھی پایا جاتا ہے:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ (طٰہٰ)

"جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو، مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں۔ یا آگ پر راستہ پاؤں، پھر جب آگ کے پاس آیا، ندا فرمائی گئی، اے موسیٰ! بیشک میں تیرا رب ہوں۔ الخ"

ہمیں اس پر ایمان ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اس سے بری ہے کہ وہ حقیقتاً آگ بن جائے ہاں اللہ جل مجدہٗ نے اس آگ کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی۔ کیونکہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ ہر شے سے زیادہ پسندیدہ تھی کیونکہ آپ علیہ السلام اپنی بی بی صاحبہ کے لیے سخت سردی میں آگ کی تلاش میں ہی نکلے تھے۔ اس لیے اللہ جل مجدہٗ نے آپ علیہ السلام کے لیے آگ میں تجلی فرمائی۔ "فصوص الحکم" میں حضرت شیخ (محی الدین ابن عربی) رضی اللہ عنہ نے اسی طرح تصریح فرمائی ہے۔ اور یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ اس لیے حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ کے لیے جب سید عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہر شے سے بڑھ کر محبوب ٹھہری تو اللہ جل مجدہٗ نے شیخ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی تجلی سید عالم ﷺ کی صورت میں اسی طرح فرمائی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے آگ کی صورت میں ظاہر فرمائی تھی۔ جبکہ وہ آگ کی صورت میں تجلیاتِ الٰہیہ کا ایک نور تھا۔

اسے بخوبی سمجھ لینے کے بعد اب تمہیں سیّد عالم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی یاد رکھنا چاہیے۔

"تم میری تعریف میں اتنی مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جتنی کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی تعریف میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا تھا"۔

(کہ انہیں خداوند تعالیٰ کا مثیل، اور بیٹا کہہ دیا تھا)

☆اب اگر کوئی شخص شیخ رضی اللہ عنہ کے ظاہر کلام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسی طرح اعتقاد جمالے جو نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق رکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ بھی (معاذ اللہ) "اللہ" ہیں تو ایسا شخص بالیقین کافر (مخلد فی النار) ہے۔

☆اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہوں۔ یہ تو صرف وہ تجلیات و مشاہداتِ الٰہیہ ہیں جنہیں اللہ جل مجدہٗ اپنے خاص بندوں پر ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اور ہم ان تجلیات کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

☆اور ہمیں یہ بھی یقینی علم ہے کہ ان خاص بندوں کو بھی ہماری طرح اس میں کوئی شک نہیں ہوتا حضرت سیدنا محمد (رسول اللہ) ﷺ اللہ عزوجل کے بندۂ خاص اور اس کے رسول ہی ہیں (یعنی اللہ نہیں ہیں) اور یہ کہ انہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم ﷺ اللہ عزوجل کے تمام بندوں سے عبودیت میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اسی لیے اللہ عز شانہٗ کو سیّد عالم ﷺ سب مخلوق سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ عبودیت کے مفہوم کو میں نے اپنی کتاب "شواہد الحق" میں وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس کی عبارت کو اپنی اس کتاب "جواہر البحار" میں بھی نقل کیا ہے تاکہ وہ اس کا مقدمہ بن جائے۔

سید عالم ﷺ کی عبودیت کے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ ہی میری اس کتاب میں سید عالم ﷺ کے علوِ مرتبت کے متعلق آئمہ عارفین سے وہ کچھ بھی منقول ہے کہ جس کا تصور تک ہماری کوتاہ عقلیں نہیں کرسکتیں۔ پھر اس کے باوجود ان تمام آئمہ عارفین نے یہ اعتراف کیا ہے کہ سید عالم ﷺ کی وہ حقیقت جو اللہ جل مجدہٗ کے ہاں ہے وہ اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

☆ پھر اس کی کتابت کے بعد سیّدی ابوالمواہب شاذلی قدس سرہٗ کی کتاب "المرائی النبویہ" میری نظروں سے گزری، جس میں آپ قدس سرہٗ نے سو سے زائد ایسے خواب اکٹھے کیے ہیں جن میں انہوں نے سیّد عالم ﷺ کی زیارت سے باریابی حاصل کی۔ چنانچہ آپ قدس سرہٗ اپنا دسواں خواب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں بروز جمعہ ۲۰/ ذیقعدہ ۸۵۱ھ کو نمازِ چاشت کے بعد اپنے گھر میں سید عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں "نبی" ہوں۔ میں "ابطحی" ہوں۔ میں "زمزمی" ہوں اور میں بلافخر اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ میری سیادت، عبودیت کے ہمراہ ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اختیار دیا کہ میں چاہوں تو بلاشرکت غیرے بادشاہ بن کر رہوں یا چاہوں تو عبدیت کو اپنالوں۔ چنانچہ میں نے عبدیت کو ہی اپنایا ہے۔ یہی میرا سب سے بڑا شرف

ہے۔اور یہی میرے اور پروردگار کے درمیان واسطہ وذریعہ ہے۔'' اس کے بعد آپ قدس سرہٗ نے اپنا پورا خواب ذکر فرمایا ہوا ہے۔اور (یہ بھی واضح رہے کہ) سیّد عالم ﷺ کا خواب میں دیکھنا برحق ہے۔اور سیّدی ابوالمواہب شاذلی قدس سرہٗ نے جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے وہ تمام کا تمام سید عالم ﷺ سے مروی احادیث کے عین مطابق ہے۔

انتباہ

اسے بخوبی ذہن نشین رکھو،اور اولیاء اللہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی ان کی ان بعض عبارتوں کے، جو بظاہر شریعت کے مخالف ہیں، بارے میں سوءِظن مت رکھو۔اس لیے کہ ان حضرات نے ایسی عبارتوں میں اسرار ورموز کو پوشیدہ رکھا ہوتا ہے اور ان سے ان کا مطلب وہ باریک معانی ہوتے ہیں جن تک ہم جیسوں کے ذہن نہیں پہنچ سکتے۔اللہ عزوجل ان سے راضی رہے۔اور انہیں ہم سے راضی رکھے (آمین) اور ہمیں ان کی برکتوں سے دنیا اور آخرت میں نفع دے۔(آمین ثم آمین)

☆ ''الرَّحْمٰنُ'' صلی اللہ علیہ وسلم (بہت مہربان)

تمام موجودات میں سید عالم ﷺ کے وجودِ گرامی کے سریان کی وجہ سے اور تمام عالم کا مادہ واصل ہونے کی بنا پر آپ ﷺ وصفِ رحمانیت سے متصف ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ ہی عالم کی حیات ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے تمام عالم کو آپ ﷺ سے ہی پیدا فرمایا ہے۔اور پھر آپ ﷺ تمام موجودات میں یوں سرایت فرما ہیں جیسے زندگی ہر زندہ شے میں سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے۔لہٰذا حیاتِ عالم آپ ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔(اور جو شے تمام موجودات کو شامل ہو) تو یہی سب سے بڑی رحمت ہے جو تمام موجودات کو شامل ہے۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کی بابت ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء)

''اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے''۔

☆ ''اَلرَّحِیْمُ'' صلی اللہ علیہ وسلم (رحمت والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ومولانا محمد (رسول اللہ) ﷺ کا اسمِ گرامی اس وصف پر رکھا ہے۔جیسا کہ فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ)

"مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان"۔

☆ "اَلْمَلِکُ" صلی اللہ علیہ وسلم (حقیقی بادشاہ)

سیّد عالم ﷺ وصفِ ملکیت سے بھی موصوف ہیں۔ (مگر) سید عالم ﷺ نے وصفِ ملکیت کو کامل مقام عبودیت میں ڈھال لیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ سے اسی طرح عہد و پیمان لیا تھا جس طرح ایک بادشاہ اپنے نوکروں، چاکروں اور خواجہ سراؤں سے اپنی وفاداری کا عہد لیتا ہے۔

☆ "اَلْقُدُّوْسُ" صلی اللہ علیہ وسلم (آلائشوں سے منزہ ذات)

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے اپنی "کتاب الشفا" میں ذکر فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے انجیل شریف میں سید عالم ﷺ کے جو اسمائے گرامی گنوائے ہیں انہیں میں سے آپ ﷺ کا ایک اسم گرامی "قدوس" "صلی اللہ علیہ وسلم" بھی ہے۔

☆ "اَلسَّلَامُ" صلی اللہ علیہ وسلم (سلامتی دینے والا)

اس وصف سے بھی سیّد عالم ﷺ متصف اور آراستہ ہیں۔ اس کی دلیل سیّد عالم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد عذابِ خسف و مسخ کا اٹھ جانا۔

یہی وجہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ ہی سلامتیِ عالم کا سبب ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (انفال:33)

"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو"۔ الخ

لہٰذا علی الاطلاق سلامتیِ محض، اور سلامتی دینے والے آپ ﷺ ہی ہیں۔

"اَلْمُؤْمِنُ" صلی اللہ علیہ وسلم (امان بخشنے والا)

☆ "اَلْمُهَيْمِنُ" صلی اللہ علیہ وسلم (حفاظت فرمانے والا)

(سیّد عالم ﷺ ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (بقرہ:285)

"رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا، اور ایمان والے"۔

"اَلْمُهَيْمِنُ" کے متعلق قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ "امن" کا مصغر ہے۔ اور "ہمزہ" کو "ہا" سے تبدیل کیا گیا ہے۔

پھر قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: سیّد عالم ﷺ ''امین بھی ہیں، مومن بھی ہیں، مہیمن بھی اور اللہ عزوجل نے ان تینوں سے سید عالم ﷺ کا نام رکھا ہے۔

اور سید عالم ﷺ ''مومن'' اس لیے ہیں کہ تمام جہان کی امان آپ ﷺ ہی ہیں۔ اور علی الاطلاق مومن گر بھی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے ''امن الرسول'' کی آیت میں اللہ عزوجل نے اسی بات کی شہادت دی ہے۔

☆ ''اَلْعَزِیْزُ'' صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عزت والا، سب پہ غالب)

(سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی موصوف ہیں)

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (توبہ:128)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے''۔

اور فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ (منافقون:8)

''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول (اور مسلمانوں) کے لیے ہے۔ (الخ)

☆ ''اَلْجَبَّارُ'' صلی اللہ علیہ وسلم (عظمت والا، سب سے زبردست، اصلاح کنندہ)

''کتابُ الشفاء'' میں قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابِ مقدس (زبور شریف) میں اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کو وصفِ ''جبّار'' سے موصوف فرمایا ہے۔ چنانچہ (اس کتاب میں) سیّد عالم ﷺ سے اس طرح خطاب ہوا ہے:

تَقَلَّدْ اَیُّهَا الْجَبَّارُ سَیْفَکَ نَامُوْسُکَ وَشَرِیْعَتُکَ مَقْرُوْنَةٌ بِهَیْبَةِ یَمِیْنِکَ۔

''اے ''جبّار'' (ﷺ) اپنی شمشیر حمائل فرمائیے، کیونکہ آپ ﷺ کی شریعت و ناموس آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ہیبت سے وابستہ ہے''۔

سید عالم ﷺ کے حق میں اس وصف کے تین مطلب ہوسکتے ہیں:

ایک تو یہ کہ اپنی تعلیم وہدایت سے بھٹکے ہوؤں کی اصلاح کرنا۔ (یعنی گم گشتگانِ راہ کے مصلح)

اور دوسرا یہ کہ اپنے جبر وقہر سے اپنے بدخواہوں ودشمنوں کو مغلوب کرنا۔

اور تیسرا یہ کہ اس وصف سے لوگوں پر اپنے علو منصب اور اپنی عظمتِ جاہ ظاہر کرنا۔
اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی شان کے نامناسب جبر و قہر کی بھی نفی فرمادی ہے۔

چنانچہ فرمایا:

وَمَآ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ (ق:45)

''اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔(الخ)

☆ ''اَلْمُتَكَبِّرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (تکبر والا، بڑائی و بزرگی والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے کہ سیّد عالم ﷺ تمام اسمائے حُسنیٰ سے موصوف ہیں۔اور اللہ عزوجل کی صفات سے بڑھ کر کوئی بھی بڑائی نہیں ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے اللہ جل مجدہٗ کے ساتھ کبر محمود ہے۔اور جو کبر مذموم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر کبر کیا جائے۔

مقامِ حمد و مقامِ مذمت کا ہر جگہ لحاظ ہوتا ہے اسے ذہن نشین رکھنا چاہیے۔(مطلب یہ کہ جو کبر محمود ہے وہ مذمت سے خود بخود علیحدہ ہے۔اور یہ بھی کہ ہر کبر برا نہیں بعض اچھے ہیں اور بعض قابلِ مذمت۔ جیسے کافر کے مقابلہ میں غازی کا کبر محمود، اور عالم، شیخ، صالح کے مقابلہ میں جاہل، بے علم، گنوار کا کبر قابلِ ذم ہے)

☆ ''اَلْخَالِقُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (پیدا کرنے والا)

سیّد عالم ﷺ وصفِ خالقیت سے بھی موصوف ہیں۔

سیّد عالم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا اس کی دلیل ہے، کیونکہ یہ وصفِ خالقیت ہی ہے۔

☆ ''اَلْبَارِئُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (جان ڈالنے والا، شے کی ماہیت بدل دینے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔اس کی دلیل (تھوڑے) کھانے کو بڑھا دینا ہے۔یہی وجہ ہے کہ غزوۂ خندق میں سیّد عالم ﷺ نے تقریباً چار سیر جو سے تیار شدہ کھانا ایک ہزار سے بھی زائد افراد کو کھلا دیا (اور کھانا پھر بھی اتنے کا اتنا ہی رہا)

☆ ''اَلْمُصَوِّرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (صورت دینے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔ اس کی دلیل ایک بدوی کیلئے سیّد عالم ﷺ کا ارشاد فرما دینا کہ "کُنْ زَیْدًا"، "تو زید ہو جا" تو وہ فوراً زید ہی نکلا۔ اسی کی تفسیر غزوۂ تبوک میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی ہے کہ جب سیّد عالم ﷺ نے دور سے آتے ہوئے ایک سوار کو ملاحظہ فرمایا تو اس کے لیے "کُنْ اَبَا ذَرٍّ" (تو ابوذر ہو جا) فرمایا۔ چنانچہ وہ سوار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی نکلے۔

مالکِ امورِ تشریعیہ ﷺ

"اَلْغَفَّارُ"، صلی اللہ علیہ وسلم، (پردہ پوشی کرنے والا، بہت درگزر کرنے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل، سید عالم ﷺ کا اس بادیہ نشین کو بخش دینا ہے، جس نے رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی تھی نیز سید عالم ﷺ کا اس سے کفارہ معاف فرما دینا ہے۔

ہم نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس اثنا میں کہ ہم سیّد عالم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور کہا: یارسول اللہ! "صلی اللہ علیہ وسلم" میں تو برباد ہو گیا ہوں۔ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا تجھے؟ اس نے عرض کیا: میں نے روزہ رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "میں رمضان میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہوں۔" سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی غلام آزاد کرنے کو ہے؟ عرض کیا: نہ۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کیا: نہ۔ سیّد عالم ﷺ اسی طرح تشریف فرما ہی تھے کہ یکایک آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا، تو سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: وہ بادیہ نشین کہاں ہے؟ تو وہ فوراً بولا: (یارسول اللہ ﷺ) میں یہ ہوں۔ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: یہ لے جا، اور اسے صدقہ کر دے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اپنے سے زیادہ قلاش پر؟ اللہ قسم! مدینہ طیبہ کے گھروں میں مجھ سے زیادہ محتاج کوئی بھی نہیں ہے۔ (یعنی مجھ سے زیادہ فقیر یہاں کوئی بھی نہیں۔ (یہ سن کر) سید عالم ﷺ ہنس دیے۔ حتّی کہ آپ ﷺ کے دندانِ پیشین تک چمکنے لگے۔ پھر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: (جا) تو اپنے اہل و عیال کو (ہی) کھلا دے(1)۔

1۔ مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے:۔

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں، یاں اس کے خلاف — تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (نساء)

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں، اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں''۔

تبصرہ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ

جَعَلَ اِسْتِغْفَارَ الرَّسُوْلِ شَرْطًا لِلْمَغْفِرَةِ وَالتَّوْبَةِ، وَلَمْ يَكْتَفِ بِاِسْتِغْفَارِهِمُ اللّٰهَ تَعَالٰى، بَلْ قَيَّدَهٗ بِمَجِيْئِهِمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَغْفِرُ لَهُمْ وَسِرُّ هٰذَا اَنَّهٗ مُتَّصِفٌ بِصِفَةِ الْمَغْفِرَةِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ص۲۶۱)

''اللہ عزوجل نے بخشش و توبہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طلب بخشش کو شرط بنایا ہے اور لوگوں کا صرف اللہ جل مجدہٗ سے طلبِ بخشش کرنے پر ہی اکتفاء نہ فرمایا بلکہ ان کی طلب بخشش کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری(1) سے مقید فرمایا تاکہ سیّد عالم ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں اور اس میں راز یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ وصفِ مغفرت سے موصوف ہیں''۔

آفتابِ نبوّت ﷺ

☆ ''اَلْقَهَّارُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب پہ غالب، سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ شمسِ نبوت ہیں۔ اور جس طرح نورِ شمس (کے غلبہ) سے ستارے چھپ جاتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے نورِ اظہر سے تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار بھی چھپ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی شریعت نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کو ختم کر دیا۔

(اسی طرح) سید عالم ﷺ کے غلبہ کا ایک سلسلہ، حدیث شریف کی رو سے ایک ماہ کی مسافت تک بذریعہ رعب آپ ﷺ کی مدد کا فرمایا جانا بھی ہے۔

1۔ بخدا، خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

☆ ''اَلْوَھَّابُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کچھ دینے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ جیسا کہ ہمیں حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ملی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سیّد عالم ﷺ سے جو بھی شے مانگی گئی تو آپ ﷺ نے (جواب میں) ''نہ'' نہیں فرمایا۔

☆ ''اَلرَّزَّاقُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت بڑا روزی دینے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ اس کی دلیل بارش کا برسانا ہے جو تمام جانداروں کے رزق کا سبب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن ایک آدمی مسجد میں اس دروازہ سے اندر آیا، جو ''دارالقضاء'' کی جانب ہے۔ اور اس وقت سید عالم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اور وہ سید عالم ﷺ کے سامنے کھڑے ہی عرض کرنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! مال برباد ہو گئے، رستے کٹ گئے، اللہ عزوجل سے دعا فرمایئے کہ ہمیں بارش سے نوازے۔

رسولِ کریم ﷺ نے اپنے دستِ اقدس اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ جل مجدہٗ! ہم پر مینہ برسا۔ اے اللہ عزّ اسمہٗ! ہم پر بارش فرما۔ اے اللہ عز برہانہ! ہمیں مینہ دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! (اس وقت) آسمان پر کوئی بھی بادل نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ بھی نہ تھا کہ ہمارے اور پہاڑوں کے درمیان کوئی گھر یا دروازہ تھا۔ (جو دیکھنے میں آڑ بنتا ہو)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یکا یک پہاڑ کے ورے ڈھال کی مانند ایک بادل اٹھا اور جب وہ آسمان کے وسط میں پہنچا تو پھیلتا گیا اور پھر بارش برسنے لگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! ہم نے ایک ہفتہ تک سورج کو دیکھا تک نہیں۔

پھر وہی آدمی اگلے جمعہ، اسی دروازے سے اندر آیا اور سیّد عالم ﷺ (اسی طرح) خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہی شخص سید عالم ﷺ کے سامنے کھڑے ہی کھڑے عرض گزار ہوا:

یارسول اللہ ﷺ! مال ضائع ہو گئے اور راستے رک گئے، اب اللہ جل مجدہٗ سے دعا فرمایئے کہ

وہ ہم سے بارش روک لے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیّد عالم ﷺ نے ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی: یا اللہ جل شانہٗ! ہمارے گرد مینہ برسا، اور ہمارے مکانات سے دور رکھ، اے اللہ جل اسمہٗ! چھوٹے بڑے ٹیلوں، ندی نالوں، اور درختوں کے جھرمٹ پر مینہ برسا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر مینہ تھم گیا اور ہم جب نکلے تو دھوپ میں چلتے تھے۔

☆ ''اَلْفَتَّاحُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے بڑا مشکل کشا)

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (انفال:19)

''اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا۔(الخ)

صفتِ فتاحیت سے بھی سیّد عالم ﷺ موصوف ہیں۔ کیونکہ درہائے افلاک آپ ﷺ نے ہی کھولے۔ اور آپ ﷺ ہی کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے اندھیاری آنکھیں بینا اور بند پڑے دل وا کیے۔

سید عالم ﷺ نے اپنی ذاتِ گرامی کے لیے جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے اس کی مانند آپ ﷺ کی مروی احادیثِ مبارک میں موجود ہے۔

☆ ''اَلْعَلِيْمُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بے پایاں علم والا)

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (نساء:113)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔(الخ)''

نیز سید عالم ﷺ کے حق میں فرمایا:

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿﴾ (بقرہ)

''اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا''۔

سید عالم ﷺ علم محیط کے وصف سے موصوف ہیں۔ اس پر دلیل سید عالم ﷺ کا یہ فرمانا ہے کہ:

''میں نے پہلوں اور پچھلوں کے علم کو جان لیا''۔

وَعِلْمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عِلْمُ الْکَوْنِ بِاَسْرِہٖ فَھٰذَا دَلِیْلُ مَعْرِفَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَخْلُوْقَاتِ کُلِّھَا ،اَوَّلِھَا وَآخِرِھَا دُنْیَاھَا وَاُخْرٰھَا۔(ص ۲۶۲)

''اور پہلوں پچھلوں کا علم، یہ ساری کائنات کا علم ہے، اور سیّد عالم ﷺ کو تمام مخلوقات اگلی پچھلی، دُنیوی، اُخروی کی معرفت حاصل ہونے کی یہی دلیل ہے''۔

رہا اللہ جل مجدہٗ کی ذات کی بابت سید عالم ﷺ کا علم، تو اس پر دلیل سید عالم ﷺ سے ہی مروی وہ حدیث شریف ہے جس میں آپ ﷺ کا اپنی اُمت کے کاملوں سے فرمانا ہے: ''میں اللہ جل مجدہٗ کی معرفت تم سے زیادہ رکھتا ہوں اور مجھے اس کا تم سے زیادہ خوف ہے۔

☆ ''اَلْقَابِضُ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (روزی تنگ کرنے والا، شے کو روک دینے والا)

☆ ''اَلْبَاسِطُ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (روزی فراخ کرنے والا، شے کو پھیلانے والا)

سیّد عالم ﷺ ان دو صفتوں سے متصف ہیں۔

اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے سورج کو روکے رکھا، اور انتظار کرتا رہا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز ادا فرمالی۔

اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہی صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ نواحِ خیبر میں ''صہبا'' کے مقام پر سید عالم ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور سرِ انور سید عالم ﷺ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر رہ گئی۔

سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: علی! (رضی اللہ عنہ) کیا تم نے نماز گزار لی ہے؟

عرض کیا: نہیں، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَطَاعَۃِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ الشَّمْسَ۔(ص ۲۶۲)

''یا اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے لیے آفتاب کو واپس لا''۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

فَرَأَیْتُ غَرَبَتْ،ثُمَّ رَأَیْتُھَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ،وَوَقَعَتْ عَلٰی

الْجِبَالِ وَالْاَرْضِ۔(ص ۲۶۲)

"میں نے آفتاب کو دیکھا کہ ڈوب چکا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ڈوبنے کے بعد نکل آیا(1) اور اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑی"۔

اس روایت کو امام طحاوی قدس سرہٗ نے "مشکل الحدیث" میں بیان فرمایا ہے۔

☆ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض وبسط سے موصوف ہونے کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے(2)۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو روک لیا حتیٰ کہ اس کی کرنیں پہاڑوں اور زمین پر پڑیں۔اور اسی طرح دن میں "بسط" فرمادیا کہ وہ (معمول سے) بڑھ گیا۔

(اسی طرح) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہما کے مال واولاد میں فراخی پیدا کردینا سمجھدار کو مزید استدلال سے بے نیاز کردیتا ہے۔فافہم

☆ "اَلْخَافِضُ" صلی اللہ علیہ وسلم،(پست کردینے والا)

☆ "اَلرَّافِعُ" صلی اللہ علیہ وسلم،(بلند کردینے والا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں صفات سے بھی متصف ہیں،کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک (وضلالت) کے جھنڈے سرنگوں فرمادیے،اور ہدایت کے پرچم بلند فرمادیے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں وصفوں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف بیان کی ہے۔چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب اپنے قصیدہ میں ان خوبیوں کا ذکر کیا تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تائید فرمائی،اور ان کے ان اوصاف کے بیان کرنے پر کسی قسم کی تردید نہیں فرمائی۔(حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسی قصیدہ کا ایک مصرعہ یہ ہے)کہ ع

وَمَنْ تَضَعُ الْيَوْمَ لَا يَرْفَعُ

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج کے دن جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھکا دیں گے تو پھر وہ (کبھی) نہ اٹھ

1۔مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے اسی روایت کی اس طرح ترجمانی فرمائی:۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم ۔ تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

سورج الٹے پاؤں پلٹے،چاند اشارے سے ہو چاک ۔ اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

2۔ردالشمس کی طرح حبس الشمس بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف "قابض وباسط" ہونے کی دلیل ہے۔چنانچہ لیلۃ الاسریٰ کی صبح کو جب کفار قریش نے اپنے قافلوں کی بابت حالات دریافت کیے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلہ کی نسبت فرمایا کہ وہ بدھ کے دن آئے گا۔قریش نے اس دن انتظار کیا حتیٰ کہ آفتاب ڈوبنے کے قریب ہوگیا،مگر قافلہ نہ پہنچا۔اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے سورج کو روکے رکھا،اور دن میں اضافہ کردیا،تا آنکہ قافلہ آپہنچا۔(شفا شریف،طبرانی،مواہب لدنیہ،بیہقی وغیرہم من کتب الحدیث والسیر) مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ

سکے گا''۔

☆''اَلْمُعِزُّ''صلی اللہ علیہ وسلم، (عزت دینے والا)

☆''اَلْمُذِلُّ''صلی اللہ علیہ وسلم، (رُسوا کرنے والا)

سید عالم ﷺ ان دونوں اوصاف سے بھی متصف ہیں۔

سید عالم ﷺ کا ساری کائنات میں تصرف کلی پر متمکن ہونا اس کی دلیل ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کے لیے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ ﷺ ملکوتِ اعلیٰ میں مُطاع ومخدوم ہیں۔ جیسا کہ سیّد عالم ﷺ کی بابت ارشاد فرمایا:

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ (تکویر)

''جو قوت والا ہے، مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے''۔

''یعنی مالکِ عرش کے حضور امانت دار ہیں''۔

جب اللہ جل مجدہٗ نے خود یہ گواہی دے دی کہ سیّد عالم ﷺ ملکوتِ اعلیٰ میں مطاع ہیں، اور عالم علوی سید عالم ﷺ کی اتباع میں مسخر ہے اور آپ ﷺ کے ماتحت ہے تو پھر عالمِ سفلی کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟

☆''اَلسَّمِیْعُ''صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت سننے والا، سب کچھ سننے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔ اس پر دلیل سیّد عالم ﷺ سے مروی وہ روایت ہے کہ:

اِنَّهٗ سَمِعَ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّهَا جَفَّتْ مِنَ الْاَزَلِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ فَسِمَاعُهٗ لِصَرِیْفِهَا اِنَّمَا هُوَ بِالصِّفَةِ السَّمِیْعَةِ الْمُحِیْطَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ (ص ۲۶۲)

''''سیّد عالم ﷺ نے قلموں کے چلنے کی چرچراہٹ کو سنا۔ اور یہ تو تمھیں معلوم ہی ہے کہ ''ابد'' تک جو کچھ ہونے والا ہے ''ازل'' میں اسے قلمیں لکھ کر فارغ ہو چکی ہیں۔ اور سیّد عالم ﷺ کا ان قلموں کی آواز کو سُن لینا، (لامحالہ ماننا پڑے گا کہ) اس سمعی وصف کے ساتھ ہی ہے جو ''مَاكَانَ وَمَایَكُوْنُ'' (کے امور) کو محیط ہے۔

☆''اَلْبَصِیْرُ''صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کچھ دیکھنے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ دنیوی واخروی امور کے متعلق، عجائب قدرت کے معائنہ ومشاہدہ کی ہمیں سیّد عالم ﷺ نے جو خبر دی، یہ روایت اس کی دلیل ہے۔

اس باب میں احادیث اس کثرت سے مروی ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا مثلاً وہ حدیث شریف جس میں سید عالم ﷺ کا جنت اور دوزخ کا دیکھنا مذکور ہے۔

اور اسی طرح وہ حدیث شریف جس میں ملکوتِ اعلیٰ کے عجائبات دیکھنے کا ذکر ہے۔

اور ایسے ہی وہ حدیثِ مبارک جس میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اسی وصف کے بارے میں اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (النجم)

"بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (النجم)

"آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی"۔

☆ "اَلْحَکَمُ" صلی اللہ علیہ وسلم، (حاکمِ مطلق، منصفِ مطلق)

☆ "اَلْعَدَلُ" صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت بڑا منصف، سراپا انصاف)

سیّد عالم ﷺ ان دونوں وصفوں سے متصف ہیں۔

اس پر اللہ جل مجدہ کا یہ ارشادِ گرامی دلیل ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (نساء)

"تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم صادر فرما دو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں، اور جی سے مان لیں"۔

(تفسیر) کیونکہ حاکم مطلق اور سراپا انصاف آپ ﷺ ہی ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (مائدہ:49)

"اور ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اُتارے سے (الخ)"۔

اور فرمایا:

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (نساء:105)

''کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے''۔

یہ تمام آیات اس پر دلیل ہیں کہ سید عالم ﷺ حقیقتاً ان دونوں صفتوں سے موصوف ہیں۔

لہٰذا حاکمِ مطلق، منصفِ مطلق اور سرتاپا انصاف ہی انصاف (صرف اور صرف) آپ ﷺ ہی ہیں۔

☆ ''اَللَّطِیْفُ''صلی اللہ علیہ وسلم، (باریک بین، جو تند مزاج نہ ہو، بہت لطف و کرم والا) من لا جزء لہ۔

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔

اگر سید عالم ﷺ میں کمال لطافت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اپنے جسمِ اقدس سمیت آسمانوں بلکہ عرشِ اعظم تک نہ پہنچ پاتے۔ یہ لطافت کی آخری حد ہے نیز سیّد عالم ﷺ اپنی لطافت ہی کے باعث تمام ماسویٰ اللہ سرایت کیے ہوئے ہیں۔

(وصفِ رحمانیت کے تحت) جس کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے وہی اس پر بھی دلیل ہے۔

(نیز) اس کی دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد بھی ہے:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:159)

''اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے (الخ)''۔

(تفسیر) ''یعنی آپ ﷺ درشت مزاج اور سنگدل نہیں ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ نرم مزاج، اور بڑے مہربان ہیں''۔

☆ ''اَلْخَبِيْرُ''صلی اللہ علیہ وسلم، (باخبر، آگاہی رکھنے والا)

اس وصف کے ساتھ بھی اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کا اسمِ گرامی موسوم فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ (فرقان)

''تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ''۔

جیسا کہ مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ''اے مخاطب تو اگر اللہ جل مجدہٗ کی بابت پوچھنا چاہتا ہے تو تو حضرت محمد (رسول اللہ) ﷺ سے پوچھ لے۔ کیونکہ اللہ جل مجدہٗ کی

بخوبی آگاہی وہی رکھتے ہیں"۔

☆"اَلْحَلِیْمُ"صلی اللہ علیہ وسلم: (سب سے بڑھ کر بردبار)

سید عالم ﷺ وصف حلم سے کامل طور پر متصف تھے۔ سید عالم ﷺ کے اس وصف کی حقیقت سے تمام جہاں باخبر ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی ذات کے حق کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں سید عالم ﷺ جب کبھی کسی حرمات اللہ کی بے حرمتی ملاحظہ فرماتے تو اللہ جل مجدہٗ کے لیے اس کا انتقام لیتے تھے۔

مروی ہے کہ جب (غزوۂ احد میں) سید عالم ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے، اور چہرۂ انور اور سرِ اقدس مجروح ہوئے۔ تو یہ بات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر سخت ناگوار گزری۔ اور پھر سید عالم ﷺ سے عرض گزار ہوئے۔ کاش! آپ ﷺ ان پر دعائے بد فرمادیتے۔

تو اس حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

میری بعثت کا مقصد لوگوں پر بددعائی نہیں ہے بلکہ میں تو داعی اور رحمت بن کر آیا ہوں۔

پھر آپ ﷺ کی زبانِ اقدس پر یہ الفاظ تھے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

"خدایا! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک وقت گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! حضرت نوح علیہ السلام نے تو یہ فرماتے ہوئے:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ (نوح)

"اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ"۔

اپنی قوم پر بددعا فرمائی تھی۔

اگر آپ ﷺ اس جیسی دعا ہم پر فرمادیتے تو ہماری نسل ہی تباہ ہو جاتی اور ایک بھی باقی نہ بچتا۔ اور آپ ﷺ کی (اذیت نا کی ان سے کہیں بالاتر ہے کہ) پشت پناہی نہ ہوئی، روئے تاباں مجروح ہوا، دانت مبارک شہید ہوئے مگر اس حالت میں بھی آپ ﷺ کی زبانِ اقدس پر یہی دعائیہ کلمات تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

"خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کردے کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔

☆ ''اَلْعَظِيْمُ ''صلی اللہ علیہ وسلم ، (ہر لحاظ سے بزرگ ترین)

سید عالم ﷺ کو اس وصف سے بھی اللہ جل مجدہٗ نے موسوم فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (قلم)

''اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے''۔

لہٰذا سید عالم ﷺ وصفِ عظمت سے یقیناً موصوف ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے لیے اس وصف کی اللہ جل مجدہٗ نے خود شہادت دی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝

''اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے''

☆ ''اَلْغَفُوْرُ ''صلی اللہ علیہ وسلم ، (بہت بخشنے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے کماحقہٗ موصوف ہیں۔ اس کے اتصاف پر لاتعداد مشہور احادیث شاہد ہیں۔

غورث بن حارث سے جو کچھ مروی ہے، ایک سمجھ رکھنے والے کے لیے وہی کافی ہے کیونکہ غورث نے ''جب سید عالم ﷺ ایک درخت تلے آرام فرما رہے تھے۔'' آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا۔ پھر جب سید عالم ﷺ بیدار ہوئے تو وہ برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے کھڑا تھا اور آپ ﷺ سے کہنے لگا: تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

تو سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

اللہ (جل مجدہٗ)۔

یہ سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر سیّد عالم ﷺ نے وہی تلوار لے کر فرمایا:

(بتا اب) تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

وہ کہنے لگا:

اچھے طریقہ سے پکڑنے والے بن جایئے۔

چنانچہ سیّد عالم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور اسے اس کی جسارت کی کچھ بھی سزا نہ دی۔ پھر غورث مذکور اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا:

میں ایک بہترین شخص کے پاس سے آ رہا ہوں۔

☆ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: سیّد عالم ﷺ کا سب سے بڑھ کر عفو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا، بنا بر صحیح روایت کے، اعتراف کے باوجود اس (مجرم) یہودیہ کو معاف فرما دینا ہے، جس نے بکری کا زہریلا گوشت آپ ﷺ کو کھلا دیا تھا۔

☆ اور اسی طرح لبید بن اعصم (یہودی) نے جب سیّد عالم ﷺ پر جادو کر دیا۔ تو معلوم ہو جانے پر، اللہ جل مجدہٗ کا بذریعہ وحی بتا دینے پر بھی آپ ﷺ نے اس سے کچھ بھی تعرض نہ فرمایا۔ سزا کے لیے مواخذہ تو درکنار اس کو معاتبہ تک نہ فرمایا۔

☆ اور اسی طرح عبداللہ بن اُبی اور اس کے منافق یاروں پر کسی قسم کا مواخذہ نہ فرمایا جبکہ ان سب منافقوں کی طرف سے سیّد عالم ﷺ کے قول و فعل میں انگشت نمائی کرنا، سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ جس شخص نے (یعنی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے) ان کے قتل کر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ ان سے فرمایا۔ اسے (اور ان کو) جانے دو، کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ "محمد" "صلی اللہ علیہ وسلم" اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں سیّد عالم ﷺ کے ہمراہ تھا، اور اس وقت آپ ﷺ ایک بھاری چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک بادیہ نشین نے آپ ﷺ کی ردائے اقدس کو اس قدر زور سے کھینچا کہ آپ ﷺ کی گردن اقدس پر نشان پڑ گئے۔ پھر وہ کہنے لگا: یا محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" اللہ جل مجدہٗ کے اس مال سے جو آپ ﷺ کے پاس ہے مجھے میرے ان دو اونٹوں پر لاد دیجیے، کیونکہ آپ ﷺ نہ تو اپنے مال سے اور نہ ہی اپنی وراثت کے مال سے لادیں گے۔ یہ سن کر سیّد عالم ﷺ خاموش ہو رہے۔ پھر فرمایا: مال تو اللہ جل مجدہٗ کا، اور میں بندہ اللہ جل مجدہٗ کا۔ پھر سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

اے بادیہ نشین! تو نے مجھ سے جو سلوک کیا ہے، کیا اس کا تجھ سے بدلہ نہ لیا جائے! عرض کیا: نہیں تو؟

سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: کیوں؟

عرض کیا: اس لیے کہ آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔

پھر سیّد عالم ﷺ نے ہنستے ہوئے حکم فرمایا کہ اس کا ایک اونٹ جَو سے، اور دُوسرا کھجوروں سے بھر کر دے دو۔

☆ "اَلشَّکُوْرُ" صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑا شکر گزار، بہت قدردان)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کے حق میں فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ (بنی اسرائیل)

"بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا"۔

☆ "اَلْعَلِیُّ" صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے برتر و بالا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔ سید عالم ﷺ کی برتری دو طرح کی ہے:

☆ ایک آپ ﷺ کے مکان (ومقام) کی برتری۔

☆ دوسرا آپ ﷺ کے مرتبہ (ومنصب) کی برتری۔

☆ مکان کی سربلندی دو وجہ سے ثابت ہے:

☆ ایک تو یہ کہ آپ ﷺ اپنے جسمِ اقدس سمیت عرشِ اعظم پر تشریف لے گئے (اور عرش پہ جانا بھی مکان کی سرفرازی ہے)

☆ دوسری وجہ یہ کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک اعلیٰ درجے کا مقام ہے، جسے "وسیلہ" کہتے ہیں۔ اور وہ مقام صرف ایک ہی آدمی کو حاصل ہوگا اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ وہ آدمی میں ہی ہوں جسے وہ مقام حاصل ہوگا۔

اور (یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ) سیّد عالم ﷺ کی امید ایک امر حقیقی ہے یعنی جس چیز کی امید کی جائے اس کا حصول واقعی ہوتا ہے۔

(دلیل) اور اس مقام کے لیے امید بر آ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس مقام "وسیلہ" کا سیّد عالم ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ جل مجدہٗ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

اور یہی مکان کی برتری ہے۔

☆ رہی مرتبہ کی سرفرازی، تو یہ تو بالکل واضح، اور واقعی و نفس الامری ہے۔ (دلیل) سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی میں کمالات و صفاتِ قدسیہ کا ظاہر ہونا، اور ان صفات و کمالات سے آپ ﷺ کا ظاہری و باطنی اعتبار سے متحقق ہونا اس پر دلیل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ ان سب کمالات وصفات میں اس قدر جاگزیں ہوئے کہ ان میں آپ ﷺ کے تمکن کی اللہ جل مجدہٗ نے خود شہادت دی ہے جبکہ اس بارے میں اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ (تکویر)

''جوقوت والا ہے، مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے''۔

اور (آیت کریمہ میں مذکورہ) ''عندیت'' ہی مقام سرفرازی ہے۔

لہٰذا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برتریٔ مکان وسرفرازیٔ مرتبہ کے جامع ہیں۔

☆''اَلْکَبِیْرُ''، صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے بڑا)

یہ وصف سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ظاہراً و باطناً متحقق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف کبریائی سے متصف ہیں، اور وصفِ کبریائی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موصوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ:

هُوَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ جَمِیْعَ الْمَوْجُوْدَاتِ مِنْهُ، فَهُوَ کُلُّ الْوُجُوْدِ، وَلَا شَیْئَ بِأَکْبَرَ مِنْ کُلِیَّۃِ الْوُجُوْدِ بِاَسْرِهٖ۔ (ص ۲۶۴)

''سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کو پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کل الوجود ہیں او کلیتِ وجود سے بڑی کوئی شے نہیں ہے۔''

☆''اَلْحَفِیْظُ''، صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کا محافظ)

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وصف سے موصوف ہیں۔ کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے تمام جہاں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا فرمایا ہے۔ اور دنیا کی ہر چیز مراتب وجود میں سے کسی ایک مرتبہ میں ہے، اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہراً و باطناً مراتب وجودیہ میں ظہور کی وجہ سے ان سب کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حافظ ہیں۔

☆''اَلْمُغِیْثُ''، صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کو قوت دینے والا، فریادرس، بارانِ رحمت)

مشہور روایت کی بناء پر ''المغیث'' ''المقیت'' (توانائی وروزی دینے والا) کا بدل ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصفِ غوثیت سے موصوف ہیں کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے موجودات کی فریادرسی کی ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غوث العالم کیوں ہیں؟

☆سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وصفِ غوثیت کا ایک ظہور تو اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ رسالت کا انقطاع وقوع میں آچکا تھا اور (اہلِ کتاب) بنو اسرائیل نے نہ صرف دین (الٰہی) میں فتور برپا کیا ہوا تھا بلکہ اللہ جل مجدہٗ کی ہدایت آمیز کلام کو بھی بدل ڈالا تھا۔ چنانچہ ایسی (ناگفتہ بہ) حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے لیے غوث (فریادرس) بن کر تشریف لائے اور پھر کھلا حق ان تک پہنچایا۔

☆اور دوسرا اس طرح کہ سید عالم ﷺ کی بعثت کے باعث دنیا سے مسخ وخسف کا عذاب ختم کر دیا گیا جبکہ یہ عذاب اس وقت اپنے شباب پر تھا اور جگہ جگہ اس کا وقوع ہو رہا تھا۔

فَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ غِيَاثًا لِلْعَالَمِ مِنَ الْهَلَاكِ۔ (ص ۲۶۵)

''گویا سید عالم ﷺ دنیا کو تباہی سے بچانے میں اس کے فریادرس ہیں''۔

☆اور تیسرا اس طرح سے کہ سیّد عالم ﷺ نے عارفین کے لیے سلوک کی منازل طے کرنے میں ان کی امداد فرمائی۔ اس لیے کہ سیّد عالم ﷺ کا ظہور تحقیقِ الٰہی سے ہی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ عارفین کے لیے ایک مکمل نمونہ ہیں، تا کہ وہ آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے منازلِ سلوک طے کرتے رہیں۔

اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:21)

''بے شک تمہیں رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وسلم'' کی پیروی بہتر ہے (الخ)''۔

☆اور چوتھا اس طرح کہ سیّد عالم ﷺ عملاً دنیا کے غوث ہیں کہ ان کے لیے خشک سالی میں مینہ برسایا اور ان کی ضرورت سے زائد بارش کو تھما دیا۔

جیسا کہ پہلے (الرزاق کے تحت) حدیث میں گزر چکا ہے۔

☆''اَلْحَسِيْبُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (نجابت والا، سب کی کفایت کرنے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں کیونکہ سیّد عالم ﷺ کی نجابت وشرافت سے بڑھ کر اور کسی کی نجابت وشرافت نہیں ہوسکتی۔

ہو بھی کیسے جبکہ ظاہر و باطن، تحقق وتخلق کے اعتبار سے سید عالم ﷺ اسماء الٰہی اور صفاتِ کبریائی سے متصف ہیں۔ اور اس شرف سے بڑھ کر اور کون سا شرف ہوسکتا ہے۔ ظاہری شرف کے برتر ہونے میں تو کوئی کلام نہیں سیّد عالم ﷺ کی نجابت کی برتری اور شرافت کی عظمت میں کوئی خلاف ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اس کے ذکر کی بھی چنداں حاجت نہیں ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ) سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: میں جمیع اولادِ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر متقی ہوں، اور اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے معزز بھی میں ہی ہوں۔ اس میں بڑائی کی کوئی بات نہیں ہے۔

لہٰذا علی الاطلاق تمام مخلوق کی طرف نبی و رسول ہونا، اور قرشی و ولی (مقرب بارگاہ) ہونا، سیّد عالم ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اور یہ خوبی سیّد عالم ﷺ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

☆ "اَلْجَلِیْلُ "صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑے مرتبے والا)

سیّد عالم ﷺ وصفِ جلالت سے بھی موصوف ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی جلالتِ قدر کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں سید عالم ﷺ کا ادب کرنے کا حکم فرمایا، اور اپنی آوازیں سیّد عالم ﷺ کی آواز مبارک سے اونچی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

☆ "اَلْکَرِیْمُ "صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت کرم کرنے والا، بہت عزت والا)

سیّد عالم ﷺ کے لیے اس وصف کا بھی تحقق ہے۔ اور آپ ﷺ ظاہر و باطن، ذات وصفات اور (قول و) فعل کے اعتبار سے وصفِ کرم سے موصوف ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے سید عالم ﷺ کا اس وصف پر نام رکھا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ (تکویر)

"بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے"۔

☆ "اَلرَّقِیْبُ "صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑا نگہبان، مشاہدہ کرنے والا)

سیّد عالم ﷺ میں وصفِ رقیبیت متحقق ہے۔ اور آپ ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

"میری آنکھیں تو سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے"۔

اور یہی خوبی، کمالِ مراقبہ ہے۔

☆ مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش ہوتے ہیں (چاہے وہ بظاہر چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں) حتیٰ کہ راستہ سے اذیت دہ اشیاء کا دور کر دینا اور مسجد میں تھوکنا، (وغیرہ) ہے۔

فَهٰذَا دَلِيْلٌ وَاضِحٌ لِكَوْنِهٖ رَقِيْبًا لِحَوَادِثِ الْكَوْنِيَّةِ۔ (ص ۲۶۵)

"سید عالم ﷺ کا واقعات دُنیویہ پر نگہبان ہونے کی یہ روشن دلیل ہے"۔

سیّد عالم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "میرا دل بیدار رہتا ہے" یہ مراقبہ الٰہیہ "جسے حقیقتِ تعین" سے تعبیر کیا جاتا ہے پر دلیل ہے۔ لہٰذا رقیب مطلق سیّد عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

☆ "اَلْمُجِیْبُ "صلی اللہ علیہ وسلم، (التجائیں سننے والا، دعائیں قبول کرنے والا)

سیّد عالم ﷺ میں وصفِ اجابت متحقق ہے۔ اس کی دلیل وہ ہے جو آپ ﷺ کے اوصاف جلیلہ کی بابت مروی ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کو بلاتا تو آپ ﷺ اس کے بلاوے کو قبول فرماتے

اور یہی اجابتِ مطلقہ ہے۔

☆ ''اَلْوَاسِعُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (وسعت والا)

یہ وصف بھی سیّد عالم ﷺ میں متحقق ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ میں اللہ جل مجدہٗ کی صفات، اور اس کا علم، اور اس کی تمام مخلوق سمائی ہوئی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کی وسعتِ حقی تو یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ ایسے ''صاحب قلب'' ہیں کہ جس کی طرف اللہ جل مجدہٗ نے حدیثِ قدسی میں واضح اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَوَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ (ص ۲۶۵)

''میرے زمین وآسماں مجھے احاطہ نہیں کر سکتے میرے مومن بندے کا دل مجھے (از روئے صفات) احاطہ کر سکتا ہے''۔

اور (یہ امر تو مسلمہ ہے ہی کہ) سیّد عالم ﷺ کے قلب منور سے بڑھ کر وسیع کوئی قلب نہیں۔

فَاِنَّ الْبَحْرَ الْمُحِیْطَ الَّذِیْ کُلُّ الْقُلُوْبِ قَطْرَۃٌ مِّنْ قَطَرَاتِہٖ۔ (ص ۲۶۵)

''کیونکہ سیّد عالم ﷺ کا قلبِ انور ایک ایسا ہمہ گیر سمندر ہے کہ جہاں تمام جہان کے قلوب آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کے سامنے ایک قطرہ کی مقدار ہیں''۔

☆ اور سید عالم ﷺ کی وسعتِ خلقی یہ ہے کہ آپ ﷺ ایک ایسی رحمت ہیں کہ جس کی بابت اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف:156)

''اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے''۔

اس مسئلہ کی بڑے بڑے ماہر علماء کی ایک جماعت نے تصریح فرمائی ہے۔

فَھُوَ الْوَاسِعُ لِکُلِّ شَیْئٍ۔ لہٰذا سید عالم ﷺ ہی ہر شے کو واسع ہیں۔

☆ اور سیّد عالم ﷺ کے علم کی وسعت پر دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

عَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

''مجھے پہلوں، پچھلوں سبھی کا علم ہے''۔

☆ ''اَلْحَکِیْمُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (حکمتوں والا، دانا، حقائق الاشیاء کا عارف)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف بھی متحقق ہے۔ اور آپ ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو تمام مراتب وجود یہ عطا فرمائے گئے ہیں اور اس شے کے مقتضیٰ کے مطابق ہر اسم کا مسمّٰی

(ومظہر) ہیں۔

لہٰذا تمام موجودات کے حقائق آپ ﷺ میں متحقق ہیں۔

☆ ''اَلْوَدُوْدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے بڑھ کر محبّ)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ ''مقامِ حب'' سید عالم ﷺ کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا محبِ مطلق آپ ﷺ ہی ہیں۔ اور یہی حُب ''وداد'' ہے۔

☆ ''اَلْمَجِیْدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بزرگ تر)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔ سیّد عالم ﷺ کا اسماء و صفات الٰہیہ سے متصف ہونا اس کی دلیل ہے۔ اور اللہ عزوجل کے اسماء و صفات سے بڑھ کر کوئی بھی بزرگی نہیں ہے۔ اور (پھر) یہ بزرگی تو باطنی لحاظ سے ہے۔ رہا معاملہ ظاہر کا، تو ظاہر کے اعتبار سے وہ کون سی بزرگی ہے جو سیّد عالم ﷺ کی بزرگی سے بڑھ کر ہو۔

☆ جبکہ اللہ جل مجدہٗ اور سید عالم ﷺ کے نام میں معیت ہے۔

☆ اور آپ ﷺ کو مقامِ وسیلہ و شفاعت دیا گیا ہے۔

☆ اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے۔

☆ اور آپ ﷺ کی امت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مظاہر موجود ہیں۔

☆ ''اَلْبَاعِثُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (مُردوں کو زندہ کرنے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں اور اس پر دلیل سید عالم ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ فرمایا:

''میں ''حاشر'' ہوں، لوگ میرے قدموں میں محشور ہوں گے''۔

اور ''حاشر'' ہی باعث ہے۔ اس لیے کہ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

☆ ''اَلشَّهِیْدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (گواہ، حاضر و ناظر، محبوب)

اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے:

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط (نساء:105)

''تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے (الخ)''۔

لہٰذا اللہ جل مجدہٗ اور مخلوق کے علی الاطلاق، گواہ، محبوب، موجود، حاضر و ناظر آپ ﷺ ہی ہیں۔

☆ ''اَلْحَقُّ''، صلی اللہ علیہ وسلم، (برقرار، من جانب واقع جس میں مطابقت ہو)

سید عالم ﷺ وصفِ حقیقت سے موصوف ہیں۔ اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ (یونس: 108)

''تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا''۔

اور فرمایا:

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ (انعام: 5)

''بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا''۔

ان دونوں آیتوں میں'' جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا

''حق سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (حجر: 85)

''اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا''۔

(یعنی حق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں مفید و سودمند بنا دیا)''۔

اور (اسی طرح) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی روح کو پیدا فرمایا۔ اور پھر اس روحِ انور سے عرش و کرسی۔ (لوح و قلم) زمین و آسمان اور جمیع موجودات کو پیدا فرمایا۔

☆ ''اَلْوَكِيْلُ''، صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑا کارساز)

سید عالم ﷺ میں یہ وصف موجود ہے۔ اس کی دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ فرمان ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب: 6)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

جب سیّد عالم ﷺ مسلمانوں کی جانوں کے مالک ہیں تو بداہۃً آپ ﷺ ان کے اموال کے بھی بدرجۂ اولیٰ مالک ہیں۔ اور اس میں آپ ﷺ کو ہر قسم کے تصرف کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر وکیل مطلق آپ ﷺ ہی ہیں۔

رہا یہ سوال کے اللہ جل مجدہٗ نے تو فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ (بنی اسرائیل)

''اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بنا کر نہ بھیجا''۔

جس سے ثابت ہوا کہ سیّد عالم ﷺ کسی کے بھی وکیل نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں وکالتِ مخصوصہ کی نفی ہے (نہ کہ مطلقہ کی) یعنی سید عالم ﷺ مسلمانوں پر محاسبہ ومواخذہ اور عقوبت کے وکیل نہیں ہیں۔ کیونکہ سیّد عالم ﷺ رسولِ رحمت ہیں جس کا مقتضیٰ عدمِ تعذیب ہے۔

☆ "اَلْقَوِیُّ"، صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑی طاقت والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔ اس کی دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ (تکویر)

"جو قوت والا ہے، مالک عرش کے حضور عزّت والا"۔

☆ "اَلْمَتِیْنُ"، صلی اللہ علیہ وسلم، (بے پایاں کمال والا، شدید قوت والا)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف بھی متحقق ہے۔

لِاَنَّهٗ ذُوالْكَمَالِ الَّذِیْ لَا یَتَنَاهٰی۔ (ص ۲۶۶)

"کیونکہ آپ ﷺ بے پایاں کمال کے مالک ہیں"۔

اس باب سے قبل اسمائے حسنیٰ کی شرح میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ "متین" وہ ہوتا ہے جو لامتناہی کمال کا مالک ہو۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سیّد عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

نبوت ورسالت اور ولایت میں فرق

☆ "اَلْوَلِیُّ"، صلی اللہ علیہ وسلم، (مددگار، حمایتی، مالک، انتہائی قریب، انتہائی سزاوار)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی ولایت سے بڑھ کر کوئی ولایت نہیں ہے۔ اسی لیے جمہور آئمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ:

اِنَّ كُلَّ نَبِیٍّ وَلِیٌّ، وَكُلَّ رَسُوْلٍ نَبِیٌّ، وَلَا عَكْسَ، فَمَا كُلُّ نَبِیٍّ رَسُوْلٌ، وَلَا كُلُّ وَلِیٍّ نَبِیٌّ۔ (ص ۲۶۶)

"ہر نبی ولی ہوتا ہے۔ اور ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن اس کا عکس نہیں۔ چنانچہ ہر نبی رسول نہیں اور ہر ولی نبی نہیں۔"

(یہ بھی) معلوم رہے کہ ہر نبی ومرسل کی ولایت، اس کی رسالت ونبوت کے ہی مطابق ہوتی ہے۔

اسی لیے محققین نے فرمایا:

اِنَّ الْوِلَایَةَ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّةِ۔

''ولایت، نبوّت سے برتر ہوتی ہے''

اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ:

اِنَّ وِلَایَۃَ النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِنْ نَبُوَّتِہٖ۔(ص۲۶۶)

''نبی کی نبوت سے اس کی ولایت(1) افضل ہے''۔

اسی مقام کے مناسب کچھ محققین نے یوں فرمایا ہے:

مَقَامُ النُّبُوَّۃِ فِیْ بَرْزَخٍ فُدُوْنَ الْوَلِیِّ وَفَوْقَ الرَّسُوْلِ۔

''مقامِ نبوت ایک میانہ درجہ ہے جو کہ ولایت سے پس تر اور رسالت سے برتر ہے''۔

لہٰذا وہ مقامِ ولایت جو ایک نبی کو حاصل ہوتا ہے، جب نبی اس روپ میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کی ہمہ تن توجہ خالق جل مجدہٗ کی طرف ہوتی ہے۔

جبکہ مقامِ رسالت میں نبی کی توجہ (اصلاح و تبلیغ) مخلوق کی طرف ہوتی ہے(2)۔

وَلِأَجْلِ ذٰلِکَ کَانَتِ الرِّسَالَۃُ اَنْزَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ،وَالنُّبُوَّۃُ اَنْزَلُ مِنَ الْوِلَایَۃِ، فَافْہَمْ۔(ص۲۶۷)

''اسی لیے رسالت نبوت سے پس تر، اور نبوت ولایت سے پس تر ہے۔ سوچ لے''۔

☆''اَلْحَمِیْدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت صفتایا ہوا)

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ وصفِ موجود ہے۔

(دلیل) اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں مروی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لواءِ حمد عطا فرمایا ہے اور لواءِ حمد اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف و ستائش ہے جو خود اپنی ذات کے لیے فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی (مادہ) حمد سے مشتق فرمایا ہے۔ لہٰذا حامد و محمود اور احمد و محمود صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اسی لیے لوائے حمد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے ہے۔ اور نزول و اعطاءِ حمد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیلئے ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

1۔ لان الولایۃ کمال باطنی ،والنبوۃ کمال ظاھری،والکمال الباطنی اشرف۔(نبراس مصنفہ علامہ عبد العزیز فرہاروی ملتانی قدس سرہٗ) (مترجم غفرلہٗ)

2۔ اور توجہ الی الخالق، توجہ الی المخلوق سے افضل ہے۔ اسی لیے نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہوئی۔ واضح رہے کہ مقام عبدیت بھی یہی ہے۔ تو جس طرح نبی کی عبدیت اس کی نبوت سے افضل ہوتی ہے اسی طرح نبی کی ولایت اس کی نبوت سے اعلیٰ ہے۔(مترجم غفرلہٗ)

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ (حجر)

"ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن"۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ سورۂ حمد کی بابت نازل ہوئی ہے۔ حمد کے اس معنی میں وہ مخفی لطائف ہیں جن کو صرف ان کی اہلیت رکھنے والے ہی جانتے ہیں۔

☆ "اَلْمُحْصِیْ" صلی اللہ علیہ وسلم، (اپنے علم و شمار میں رکھنے والا)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف محقق ہے۔

(دلیل) اس کی دلیل سیّد عالم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ راستہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والی شے کو دور کرنا۔ اور احصاء کی حقیقت بھی یہی ہے۔

☆ "اَلْمُبْدِئُ" صلی اللہ علیہ وسلم، (غرائبِ مخفیہ، آئندہ و گزشتہ اور موجودہ کو آشکارا کرنے والا، پہلی مرتبہ عدم سے وجود میں لانے والا)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف محقق و موجود ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ:

اِنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبْدَأَ غَرَائِبَ مَكْنُوْنَاتِ الْغَیْبِ، وَاَخْبَرَنَا عَنْهَا مَاضِیًا وَمُسْتَقْبَلًا وَحَالًا، وَاَظْهَرَهَا بَعْدَ اَنْ كَانَتْ مَسْتُوْرَةً بَاطِنَةً مَجْهُوْلَةً غَیْرَ مَعْرُوْفَةٍ۔ (ص ۲۶۷)

"سیّد عالم ﷺ نے اسرار ہائے غیب کے عجائبات کو ظاہر فرمایا۔ اور ہمیں ان غیوب ماضیہ و موجودہ اور مستقبلہ کی بابت اطلاع پہنچائی۔ اور (پھر) ان مغیبات کے نامعلوم غرائبِ نہانی کو آشکارا فرمایا"۔

☆ "اَلْمُعِیْدُ" صلی اللہ علیہ وسلم، (دوبارہ وجود میں لانے والا)

یہ وصف بھی سیّد عالم ﷺ میں موجود ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے مخلوق کو حق کی جانب بلایا اور انہیں ان کے بھٹکنے کے بعد اللہ جل مجدہٗ کی طرف لوٹایا۔

لہٰذا ان کے لیے سیّد عالم ﷺ "معید" ہیں۔

☆ "اَلْمُحْیِیْ" صلی اللہ علیہ وسلم، (زندگانی دینے والا)

سید عالم ﷺ کے لیے یہ وصف ثابت ہے۔

(دلیل) بناء بر اخبارِ متواترہ کے، سیّد عالم ﷺ کا مُردوں کو زندہ فرمانا، اس پر دلیل ہے۔

اور (اسی طرح) دین کے مٹنے کے بعد اسے جلا بخشنا، اور مردہ زمین کو زندہ فرمانا بھی اس پر دلیل ہے۔

اور بالفعل اس کے اس قدر دلائل ہیں جو شمار میں نہیں آ سکتے۔

☆ ''اَلْمُمِیْتُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (موت دینے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں جب سیّد عالم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مشت مشرکوں کے چہرہ پر پھینکی تو جس جس پر وہ کنکریاں پڑ گئیں تو اس سے کوئی بھی زندہ وسلامت نہ بچ سکا۔

سیّد عالم ﷺ سے اس بارے میں اسی طرح مروی ہے۔

☆ ''اَلْحَیُّ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (آپ زندہ، ہمیشہ زندہ رہنے والا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے متصف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ عالمِ موجودات کا مادہ وجود یہ ہیں اور تمام ازلی ابدی موجودات میں حیاتِ سریانی آپ ﷺ ہی ہیں۔

☆ ''اَلْقَیُّوْمُ'' صلی اللہ علیہ وسلم (اوروں کو قائم رکھنے والا، موجدِ عالم، تدبیر کنندہ)

سیّد عالم ﷺ صفتِ قیومیت سے موصوف ہیں۔ اور وصفِ قیّومی آپ میں موجود و متحقق ہے۔

(دلیل) کیونکہ آپ ﷺ حقائق اسماء کے جامع ہیں۔ اور ان سے وابستہ ہیں۔ اور اسی طرح آپ ﷺ صفاتِ خلقیہ کے بھی جامع، اور ان سے قائم و وابستہ ہیں۔ اور یہی صفتِ قیومی ہے۔

☆ ''اَلْمَاجِدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بزرگی والا)

سیّد عالم ﷺ کی رفعتِ شان اور بزرگی سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کمالاتِ الٰہیہ اور صفاتِ خلقیہ سے متصف ہیں۔

☆ ''اَلْوَاجِدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کو پانے والا)

سیّد عالم ﷺ وصفِ وجدان سے موصوف ہیں۔ کیونکہ واجدِ حقیقی آپ ﷺ ہی ہیں۔ سیّد عالم ﷺ کے مناسب جو کمالاتِ الٰہیہ تھے وہ سب کے سب آپ ﷺ کو حاصل ہیں۔ جیسے تمام مقتضیات کا وجدان آپ ﷺ کو حاصل ہے۔

☆ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ نے اسم ''واحد'' کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور (اس کا مفہوم یہ ہے کہ) سیّد عالم ﷺ تمام مخلوق میں ایسے یکتا ہیں کہ جس کی نظیر مخلوق میں ناپید ہے۔ لہٰذا اللہ جل مجدہٗ کے بندوں

میں انفرادیت کے حامل اور سب کے سردار آپ ﷺ ہی ہیں۔

☆ ''اَلصَّمَدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بے نیاز)

سیّد عالم ﷺ میں وصفِ صمدیت متحقق وموجود ہے۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ ہے کہ تمام حقائقِ نفس الامر یہ سیّد عالم ﷺ کے وجودِ گرامی کے محتاج(1) ہیں۔ اور سب کا مرجع و ملجاء آپ ﷺ ہی ہیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ تمام موجوداتِ خارجیہ کی اصل وماہیت ہیں۔

رہا سیّد عالم ﷺ کا خالی شکم رہنا اور کھانے پینے کا محتاج نہ ہونا اور استغناء کا اپنانا۔ تو یہ (اس قدر) مشہور ہے (کہ جو محتاجِ دلیل نہیں) خالی شکم رہنے کی بابت تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ کھایا ہی نہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے دو ماہ تک کچھ بھی نہیں کھایا۔ سید عالم ﷺ کے وصفِ صمدیت کے تحقق کے لیے آپ ﷺ کا ''لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ'' (میں تمہاری مثل نہیں ہوں) فرمادینا ہی کافی ہے۔

☆ ''اَلْقَادِرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (قدرت والا)

☆ ''اَلْمُقْتَدِرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (پوری قدرت والا)

سیّد عالم ﷺ ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں۔

(دلیل) اس لیے کہ اس میں تو کوئی خلاف ہے ہی نہیں کہ جب قریش نے سیّد عالم ﷺ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو وہ اپنے خیال میں سمجھتے تھے کہ سیّد عالم ﷺ ہمارے مطالبے پر پورا نہیں اتر سکتے لہٰذا ہم طلبِ معجزہ سے آپ ﷺ کو بے بس کر دیں گے۔ مگر سیّد عالم ﷺ نے ان کی حسبِ منشاء ان کے مطالبہ کو پورا کر دکھایا۔ مثلاً انہوں نے سیّد عالم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ انہیں کوئی معجزہ دکھلائیں تو آپ ﷺ نے انہیں چاند دو ٹکڑے کر دکھایا(2) جس کا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا ''قرنِ جبل'' پر تھا، یہاں تک کہ ''کوہِ حرا'' چاند کے دونوں ٹکڑوں کے مابین دکھائی دیا۔ اس کے بعد سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: کیا اب تم نے دیکھ لیا۔

☆ ''اَلْمُقَدِّمُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (آگے کرنے والا)

1۔ ہستی او شد محتاجٌ الیہ — زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ

2۔ ع تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

☆ ''اَلْمُؤَخِّرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (پیچھے رکھنے والا)

سید عالم ﷺ ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں کیونکہ یہ دونوں اوصاف اسماء فعلیہ سے ہیں۔

جب سید عالم ﷺ وصفِ قدرت سے متصف ہیں تو پھر سیّد عالم ﷺ کا تمام اسماء فعلیہ سے اتصاف بھی بداہۃً ثابت ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ نے سیّد عالم ﷺ کی توصیف کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا:

وَتَضَعُ الْيَوْمَ لَا يَرْفَعُ۔

''آج کے دن جسے آپ ﷺ نیچا کردیں گے تو پھر وہ نہ اٹھ سکے گا۔''

تو سیّد عالم ﷺ نے ان کی تائید فرمائی تھی۔

☆ ''اَلْاَوَّلُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے پہلے)

☆ ''اَلْاٰخِرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کے بعد)

ان دونوں اوصاف سے سید عالم ﷺ متصف ہیں۔ کیونکہ تمام موجودات کی اصل و ماہیت ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ سب سے پہلے ہیں۔

اور وجودِ ظاہری کے ظہور کی بنا پر آپ ﷺ سب کے بعد ہیں۔

اور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد ''وَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ الْاٰخِرُوْنَ'' میں اسی جانب اشارہ ہے۔

اسی طرح سیّد عالم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''سب سے پہلے جس سے زمین کھلے گی وہ میں ہی ہوں۔''

''اور سب سے پہلے جنت میں جانے والا میں ہی ہوں۔''

''اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا اور مقبول الشفاعت میں ہی ہوں۔''

☆ ''اَلظَّاهِرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (آشکارا)

☆ ''اَلْبَاطِنُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (پنہاں)

سیّد عالم ﷺ ان دونوں اوصاف سے متصف ہیں۔ ظاہر تو اس طرح ہیں کہ ہر موجود کی حقیقت آپ ﷺ ہی ہیں کیونکہ تمام موجودات آپ ﷺ سے ہی بنے ہیں۔

اور باطن اس طرح ہیں کہ تمام حقائق کی اصل آپ ﷺ ہی ہیں۔ اور یہ حقائق (عام آدمی کے مشاہدہ سے باہر ہیں۔

☆ ''اَلْوَالِيْ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (متولی و متصرف)

سید عالم ﷺ میں یہ وصف متحقق ہے اور آپ ﷺ ولایتِ کبریٰ کے وصف سے متصف ہیں۔اس لیے وجود کے والی،اور اس کے حاکم اکبر آپ ﷺ ہی ہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنی سخاوت کے مقتضیٰ کے مطابق ہر ایک حقیقت کو اس کا مرتبہ عطا فرماتے ہیں اور یہی نفاذِ حکم ولایتِ کبریٰ ہے۔

فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَالِيُّ الْحَقِيْقِيُّ لِاَنَّهٗ قُطْبُ الْوَجُوْدِ الْمُطْلَقِ، عَلَيْهِ تَدُوْرُ رَحَى الْحَقَائِقِ كُلِّهَا، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(ص۲۶۹)

''لہٰذا حقیقی والی آپ ﷺ ہی ہیں۔کیونکہ آپ ﷺ وجودِ مطلق کا ایک ایسا محور ہیں کہ جس پر تمام حقائق کا پاٹ گھوم رہا ہے''۔

☆''اَلْمُتَعَالِیْ''،صلی اللہ علیہ وسلم،(سب سے برتر و بالا)

سیّد عالم ﷺ اس وصف سے متصف ہیں۔

اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ (النجم)

''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔پھر خوب اتر آیا۔تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم''۔

اور اسی طرح اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبیِ محترم ﷺ کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ افقِ اعلیٰ پر فائز ہیں۔

☆''اَلْبِرُّ''،صلی اللہ علیہ وسلم،(عمدہ سلوک کرنے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے متصف و متحقق ہیں۔

(دلیل)اس لیے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ آپ ﷺ حسنِ سلوک فرمانے والے،اور مشفق و مہربان تھے۔

☆''اَلتَّوَّابُ''،صلی اللہ علیہ وسلم،(بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا،بہت زیادہ توبہ کرنے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل)اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے توبہ پر بیعت لیا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اگر آپ ﷺ توبہ قبول کرنے والے نہ ہوتے تو کوئی گنہ گار اپنے گناہوں سے تائب نہ ہوتا۔

☆''اَلْمُنْتَقِمُ''،صلی اللہ علیہ وسلم،(بدلہ لینے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اور اس پر دلیل وہ ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ اللہ جل مجدہٗ کی خاطر بدلہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ (اسی قبیل سے وہ ہے جو) سیّد عالم ﷺ نے دو بدکار یہودیوں کو رجم کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور یوں ہی ایک مخزومیہ خاتون کے چوری کے بدلے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تھا۔ وغیر ذالک

سیّد عالم ﷺ وصفِ انتقام سے موصوف ہونے کے باوجود کامل الرحمت تھے۔

☆ ''اَلْعَفُوُّ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت زیادہ درگزر کرنے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کا اس وصف پر نام رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ۔ (اعراف:199)

''اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو''۔

اور فرمایا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ (مائدہ:13)

''تو انہیں معاف کردو''۔

سید عالم ﷺ کا بڑے بڑے مجرموں کو معاف فرمادینے اور درگزر کردینے کی بابت جو مروی ہے۔ اس وصف کے تحقق کے لیے وہی بہت کچھ ہے۔

☆ ''اَلرَّؤُفُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بہت مہربان)

سید عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے سیّد عالم ﷺ کو اس وصف سے موصوف فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ)

''مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان''۔

☆ ''مَالِكُ الْمُلْكِ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (مملکتوں کا مالک)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف متحقق ہے اور آپ ﷺ مملکتِ وجود میں مالکیت کے وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے تمام کائنات آپ ﷺ ہی کے طفیل پیدا

فرمائی ہے۔

لہٰذا مملکتوں کے مالک اور ان کے سربراہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا

''میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور اس میں کوئی بڑائی والی بات نہیں ہے''۔

اور یہ بات تو متحقق ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے تمام کائناتِ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے تابع کر دی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (جاثیہ:13)

''اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے''۔

اور یہ امر بھی واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ ساری کائنات کے سردار ہیں۔ اس لیے مالک الملک بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔

(دلیل) عالمِ ازل میں اللہ جل مجدہٗ کا سید عالم ﷺ کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لینا، سیّد عالم ﷺ کے بادشاہِ کل ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ مالک و مخدوم کیلئے ہی خدام واتباع سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے۔

☆ ''ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (عظمت وجلال اور انعام واکرام والا)

سید عالم ﷺ اپنی جلالتِ شان کی وجہ سے اس وصف سے بھی موصوف ہیں۔

☆ ''اَلْمُقْسِطُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (عدل قائم کرنے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے بھی متصف ہیں۔

(دلیل) کیونکہ ''مقسط'' بمعنے ''عدل'' ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ سیّد عالم ﷺ کے ہی ذریعہ اللہ عزوجل نے حق و باطل کے مابین تفریق فرمائی ہے۔ اس وصف کے تحقق کے طور پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی دلیل ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (مائدہ:49)

''اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر''۔

نیز فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (نساء:65)

''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں (الخ)''۔

☆ ''اَلْجَامِعُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کو اکٹھا کرنے والا)

سید عالم ﷺ وصفِ جامعیت سے موصوف ہیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے تمام کمالات کو جمع فرمایا ہے۔

☆ ''اَلْغَنِیُّ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (سب سے زیادہ بے نیاز)

سیّدِ عالم ﷺ وصفِ غناء سے موصوف ہیں۔

(دلیل) اس پر دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت جبریلِ امین علیہ السلام زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لے کر سیّدِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا پروردگار آپ ﷺ کو سلام کہنے کے بعد فرماتا ہے: یہ چابیاں تمہارے لیے ہیں انہیں قبول فرمائیے۔ تو سیّدِ عالم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''نہ، نہ، مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن کھاؤں پیوں اور دوسرے دن روزے سے رہوں''۔ چنانچہ سیّدِ عالم ﷺ نے ان میں سے کوئی بھی شے قبول نہ فرمائی۔

☆ ''اَلْمُغْنِیُّ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (دولت مند بنا دینے والا)

سید عالم ﷺ میں یہ وصف متحقق ہے۔

(دلیل) چنانچہ سیّدِ عالم ﷺ نے قریش اور انصار و مہاجرین (علیہم الرضوان) کے فقر و فاقہ اور غربت کو دولت اور ثروت میں تبدیل فرما دیا۔ حتیٰ کہ یہی فقراء (بعد میں) شہروں کے مالک ہو گئے اور لوگوں کے حکمران بن گئے۔

اور پھر انہی حضرات نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو لوگوں پر لٹا دیا۔

☆ ''اَلْمَانِعُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (روک دینے والا)

سید عالم ﷺ اس وصف سے متصف ہیں۔ اور بعض اوقات آپ ﷺ کا ہاتھ روک لینا کسی نہ کسی مصلحت کے تحت ہوتا تھا۔ اور یہ (منافیِ جود و کرم نہیں بلکہ) عین جود و بخشش ہے۔

☆ ''اَلضَّارُّ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (ضرر پہنچانے والا)

☆ ''اَلنَّافِعُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (نفع پہنچانے والا)

یہ دونوں وصف اسماء فعلیہ سے ہیں۔ سیّدِ عالم ﷺ وصفِ قدرت سے متصف ہونے کی وجہ

سے ان دونوں اوصاف سے بھی متصف ہیں۔

☆ ''اَلنُّوْرُ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (سر تا پا نور، نور بخش، ظاہر لنفسہٖ، مظہر لغیرہٖ)

☆ ''اَلْهَادِیْ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (سیدھی راہ چلانے والا)

سید عالم ﷺ ان دونوں اوصاف سے موصوف ہیں کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے ان دونوں اوصاف پر سیّد عالم ﷺ کا اسمِ گرامی رکھا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (مائدہ:15)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (الخ)''۔

اور فرمایا:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ (شوریٰ)

''اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو''۔

☆ ''اَلْبَدِیْعُ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (بے نظیر اشیاء کا مُوجد)

سید عالم ﷺ اس وصف سے موصوف ہیں۔

(دلیل) کیونکہ آپ ﷺ نے وہ، وہ عجائباتِ قدرت ہویدا فرمائے جن کے بیان کرنے سے موجودات بے بس ہیں۔ ایسی باتوں سے (آئمہ کی) کتب اٹی پڑی ہیں۔

☆ ''اَلْبَاقِیْ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (ہمیشہ، ہمیشہ باقی رہنے والا)

سید عالم ﷺ میں یہ وصف متحقق ہے۔

(دلیل) اس پر دلیل اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ (اپنے رب کے پاس) زندہ ہیں''۔ (آل عمران:169)

(یہ امر تو متحقق ہے ہی کہ) سیّد عالم ﷺ کی شہادت زہریلے گوشت کے تناول کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور جب (نصِ مذکور سے یہ ثابت ہوگیا کہ) شہداء کرام زندہ ہیں۔ تو پھر سیّد الشہداء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا کیا عالم ہوگا۔

☆ ''اَلْوَارِثُ ''صلی اللہ علیہ وسلم، (سب کے بعد موجود رہنے والا)

☆ ''اَلرَّشِیۡدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (نکوئی پسند کرنے والا)

یہ دونوں اسم سید عالم ﷺ میں متحقق ہیں، اور آپ ﷺ ان دونوں اوصاف سے موصوف ہیں۔

☆ ''اَلصَّبُوۡرُ'' صلی اللہ علیہ وسلم، (بڑے تحمل والا)

سیّد عالم ﷺ میں یہ وصف موجود ہے۔

(دلیل) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ قریش نے جو سلوک و برتاؤ آپ ﷺ سے کیا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو مجروح کیا۔ دندان مبارک شہید کیے۔ مگر آپ ﷺ نے نہ ہی تو ان پر بددعا فرمائی اور نہ ہی ان سے کوئی بدلہ لیا، بلکہ ان کے لیے یہ فرماتے ہوئے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

''خدایا میری قوم سے درگزر فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے''۔

دعائے خیر سے ہی یاد فرمایا۔

''تنبیہ''

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی رضی اللہ عنہ نے یہ اسماء حُسنیٰ ذکر فرمائے ہیں۔ اور پھر انہیں، جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے، حضور سیّد عالم ﷺ کے اوصاف پر محمول کیا ہے اور ان میں سے کچھ دو دو جگہ ذکر فرمائے ہیں۔

☆ اور پھر ان ننانوے اسماء کے علاوہ زائد اسماء بھی ذکر فرمائے ہیں۔

☆ اور من جملہ ان مذکورہ اسماء میں سے ایک ''طٰہٰ'' اور ''یٰسٓ'' ہے۔ اور اب میں اس جگہ ان دونوں اسماء پر شیخ رضی اللہ عنہ کی ہی گفتگو نقل کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں ایک (نہایت عمدہ) فائدہ ہے۔

☆ چنانچہ شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان اسماء کے متعلق علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ دونوں اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں۔

☆ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ سیّد عالم ﷺ کے اسماء گرامی ہیں (1)۔

☆ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ جل مجدہٗ اور سیّد عالم ﷺ ہر دو کے اسماء ہیں اور یہ دونوں نام ذاتی ہیں۔ ان میں وصفیت مفقود ہے۔

☆ اور اسی طرح وہ اسماء جو قرآنِ کریم کی سورتوں کے اوائل میں ہیں۔ جنہیں حروفِ مقطعات کہتے ہیں (ان میں بھی چند مذہب ہیں)

1۔ ترا عزِ لولاک تمکیں بس است — ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است

امام شرف الدین یمنی، شافعی،
وشیخ الاسلام زکریا انصاری،
وشیخ الاجل شہابُ الدین رملی

رضی اللہ عنہم

کے

فرمودات گرامی

امام شرف الدین اسماعیل بن المقری الیمنی الشافعی متوفی ۸۳۷ھ رضی اللہ عنہ ''کتاب الروض'' کے مصنف ہیں جسے آپ نے ''روضہ'' امام نووی قدس سرہٗ سے مختصر فرمایا ہے۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رضی اللہ عنہ ''کتاب الروض'' کے شارح ہیں۔

اور اسی شرح پر شیخ شہاب الدین رملی رضی اللہ عنہ نے حاشیہ لکھا ہے۔

ان تینوں بزرگوں نے فقہاء کرام کی عادت کے مطابق ''کتاب النکاح'' میں نبی کریم ﷺ کے خصائص ذکر فرمائے ہیں۔ اور ان خصائص کو چار قسموں میں منقسم فرمایا ہے:

۱۔ ''واجبات''۔ جیسے چاشت کی نماز، وتر اور قربانی۔

۲۔ ''محرّمات''۔ جیسے زکوٰۃ اور صدقہ۔

۳۔ ''مباحات''۔ جیسے مسلسل بن کھائے پیے روزہ رکھنا۔ ۴۔ ''فضائل و اعزازات''۔

واضح رہنا چاہیے کہ میں (یعنی امام نبہانی قدس سرہٗ) صرف اس چوتھی قسم کو بتمامہ متن، شرح اور حاشیہ کے ذکر کروں گا۔ (اور تینوں میں امتیاز اس طرح رہے گا کہ) میں متن کو دو قوسی خطوں کے درمیان، اور قوسین کے باہر شرح کو ذکر کروں گا، اور متن و شرح اور حاشیہ کے درمیان دونوں جانب اردو ہندسوں سے فرق رکھوں گا(1)۔

چنانچہ مذکورۃ الصدر آئمہ کے فرمودات سے ان کا یہ ارشاد ہے (م) ''الرابع الفضائل والاکرام وہی تحریم(2) زوجاتہٖ علٰی غیرہ ولو مطلقات'' چوتھی قسم نبی کریم ﷺ کے فضائل و وہی تحریم زوجاتہٖ علٰی غیرہٖ ولو مطلقات۔ اکرامات ہیں۔ اور انہی خصائص و فضائل میں سے ایک خصوصیت دوسروں پر آپ

(شیخ رملی) 2۔ دوسروں پر (الخ) امام قضاعی قدس سرہٗ نے ''عیون المعارف'' میں ذکر فرمایا کہ (یہ خصوصیت صرف نبی کریم ﷺ کی ہے جبکہ) دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ازواج ان کے وصال فرمانے کے بعد دوسرے مومنوں پر حرام نہ تھیں۔ ہمارے استاذ شیخ الاسلام زکریا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

''صحیح تر یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی بیویاں ان کے وصال کے بعد دوسرے نبیوں کے لیے تو حرام نہ تھیں، ہاں نبیوں کے علاوہ دوسرے مومنوں کے لیے حرام تھیں، اور نبی کریم ﷺ کی ازواج سب پر ہی حرام ہیں۔'' حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی حرام ہیں۔

1۔ (نوٹ): دوران ترجمہ مصنف قدس سرہٗ اور شارح قدس سرہٗ کے کلام میں امتیاز رکھنے کے لیے دو قوسی خطوں کے درمیان ''م'' مصنف کی طرف اور ''ش'' شارح کی طرف اشارہ ہوگا۔ امام نبہانی قدس سرہٗ نے جو فرق مقرر فرمایا ہے وہ ترجمہ میں قائم نہیں رہ سکتا، نیز فرق کے لیے متن کی بلفظہٖ عبارت بھی نقل کر دی گئی ہے اور حاشیہ پر بریکٹ کے اندر محشی کا نام بھی دے دیا گیا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

☆ علماء کرام کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں۔

☆ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ قرآن کریم کے اسماء ہیں۔

☆ اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ان میں سے کچھ تو سیّد عالم ﷺ کے اسماء ہیں اور کچھ اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں۔ اور کچھ قرآن کے نام ہیں۔

اور علماء کرام کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ان اسماء کے ہر ہر حرف میں ایک مستقل اسم کی طرف اشارہ ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''طٰہٰ'' کی ''طا'' سے مراد اسم ''طاہر'' ہے اور ''ہا'' سے اسم ''ہادی'' کی طرف اشارہ ہے(1)۔

اور یہی حال باقی حروف (اسماء) مقطعات کا ہے۔ (جیسے ''الٓمٓ'' میں ''الف'' سے مراد ''اللہ'' اور ''لام'' سے مراد ''لطیف'' اور ''میم'' سے مراد ''معین، مجید، منّان'' ہے۔

☆ مگر ترجیح اس کو ہے کہ یہ تمام ''حروف مقطعات'' اللہ جل مجدہٗ کے اسماء ہیں اور پھر یہی بعینہٖ سیّد عالم ﷺ کے بھی اسماء گرامی ہیں۔

1۔ اس کے علاوہ ''طٰہٰ'' اور دیگر ''حروف مقطعات'' کے معانی عجیبہ معلوم کرنے کیلئے حضرت فقیہہ اجل مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی قدس سرہٗ کی کتاب مستطاب ''شانِ حبیب الرحمان'' اور آپ کی دیگر بلند پایہ تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ (مترجم غفرلہٗ)

کی ازواج مطہرات کا حرام ہونا بھی ہے، اگر چہ وہ ازواج مطلقہ ہی کیوں نہ ہوں۔

(ش) جمہور کا اس میں اتفاق ہے کہ اگر چہ ایسی عورت کو حضور اکرم ﷺ نے اختیار دے کر جدا کر دیا ہو۔ جبکہ شرح (1) صغیر میں اس کا اختلاف ہے۔ اور (درجہء حرمت میں) یہ کوئی فرق نہیں کہ آپ نے ایسی خاتون سے ہم بستری فرمائی ہو (2) یا نہ۔

ازواج مطہرات دوسروں پر کیوں حرام ہیں؟

اس کی تین وجوہ ہیں:

ا۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ (احزاب: 53)

''اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو''۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ ''حضرت'' طلحہ بن عبید اللہ'' رضی اللہ عنہ'' کے حق میں نازل ہوئی۔ (یہ بھی معلوم رہے کہ) یہ ''طلحہ'' ان دس حضرات میں سے نہیں ہیں جنہیں دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ہے (بلکہ وہ طلحہ بن عبید اللہ قرشی تیمی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں) اس لیے کہ انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیام دوں گا۔ (تب یہ آیت نازل ہوئی)

۲۔ اور بایں وجہ بھی آپ ﷺ کی ازواج دوسروں پر حرام قرار دے دی گئیں کہ وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں، (جیسا کہ) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (احزاب)

''اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں''۔

۳۔ اور اس لیے بھی کہ آپ کی ازواج جنت میں بھی آپ کی ازواج ہوں گی۔ اور امام ابن القشیری

(شیخ رملی) 1۔ شرح صغیر الخ اور قاضی حسین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس میں کوئی اختلاف (یعنی جس کی مفارقت تخییر سے واقع ہوئی، وہ حرام نہیں ورنہ ایسی عورت پھر نہ تو دنیا کی زینت میں اپنی غرض پر قدرت رکھ سکتی ہے اور نہ ہی پھر اختیار دینا کارآمد ہوتا۔ ''عُباب'' کی عبارت (اس باب میں) یہ ہے: ''نبی کریم ﷺ نے جس بیوی کو علیحدہ فرما دیا ہو، اگر چہ وہ جدائی قبل از دخول واقع ہوئی ہو، یا اس بیوی کے اختیار کرنے سے وقوع میں آئی ہو، پھر بھی وہ عورت دوسرے پر حرام ہے۔'' الخ (رائے محشی) وَهٰذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ۔ اور یہی معتمد علیہ ہے۔

2۔ ہم بستری فرمائی ہو، الخ (جیسا کہ) شرح صغیر میں ہے کہ جس عورت سے نبی اکرم ﷺ نے ہم بستری فرمائی ہو، (اس کے بارہ میں) ظاہر تر یہی ہے کہ ایسی عورت سے دوسروں کا نکاح کرنا حرام ہے۔

قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

''جنتی عورت جنت میں اپنے آخری شوہر کی بیوی ہوگی''۔

(م)''وسراری''اور(انہی خصائص میں سے) آپ کی لونڈیوں کا بھی دوسروں پر حرام ہونا ہے۔

(ش) یعنی حضور اکرم ﷺ کی وہ لونڈیاں، جنہیں آپ نے ہم بستری کے شرف سے نوازا ہے، وہ آپ کی تعظیم و توقیر کے سبب دوسروں پر حرام ہیں۔ جبکہ وہ لونڈیاں جن سے آپ نے ہم بستری نہیں فرمائی، وہ دوسروں کے لیے حلال ہیں۔

اور بعض (آئمہ) فرماتے ہیں کہ جن باندیوں سے آپ نے ہم بستری فرمائی ہو وہ بھی دوسروں پر حرام نہیں ہیں۔

اور جن لونڈیوں کو آپ نے ہم بستری سے سرفراز فرمایا، ان کا دوسروں پر حرام ہونے کی ترجیح دینا مصنف ''قدس سرہٗ'' کی طرف سے ہے۔ اور امام طاؤسی قدس سرہٗ اور امام بارزی قدس سرہٗ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ مدخولہ لونڈیاں بھی دوسروں پر حرام ہیں۔

مصنف کی عبارت کا سُقم

کاش ''مصنف قدس سرہٗ''، ''سراری'' کی بجائے ''سراریہ'' فرماتے تاکہ ''سراری'' کا ''مطلقات'' پر معطوف ہونے کا جو وہم پیدا ہوتا ہے۔ وہ نہ رہتا۔

(م) وَتَفْضِيْلُ زَوْجَاتِهٖ عَلٰى سَائِرِ النِّسَآءِ۔

''اور (انہی خصائص میں سے) آپ کی ازواج کا سب عورتوں سے افضل ہونا ہے(1)''۔

(ش) جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے (اس لیے کہ جیسا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(شیخ رملی) 1۔ سب عورتوں سے الخ اس اطلاق سے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا مستثنیٰ ہیں کیونکہ موصوفہ بموجب ارشادِ سرورِ عالم ﷺ ازواجِ مطہرات سمیت تمام عورتوں سے افضل ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّىْ۔ ''فاطمہ میرا ٹکڑا ہے''۔

وَلَا يَعْدِلُ بِبُضْعَةٍ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ۔ اور (یہ مسلمہ امر ہے کہ) نبی کریم ﷺ کے ٹکڑا کے مساوی کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔

اور نیز بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا:

اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِىْ خَيْرَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ''فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم ان امت کی تمام عورتوں سے برتر ہو۔''

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ ۔(احزاب:32)

''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر اللہ سے ڈرو''۔

(م) وَثَوَابُهُنَّ وَعِقَابُهُنَّ مُضَاعَفٌ۔

''(جب ازواج النبی ﷺ سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ٹھہریں تو یہی وجہ ہے کہ) اچھے اعمال پر انہیں دوگنا ثواب ہے اور (تقرب الی اللہ کے منافی امور۔ اگر بتقاضائے بشری ان سے وقوع میں آئیں تو) ان پر سرزنش بھی دگنی ہے(1)''۔

(ش) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے دو آیتوں میں واضح فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (احزاب:30)

''اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیاء کے خلاف کوئی بات کرے''۔

(م) وَهُنَّ اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

''اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں''۔

(ش) یعنی نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات احترام، اطاعت اور تحریم نکاح میں ماؤں کے حکم میں ہیں۔

نہ کہ خلوت، میراث، نفقہ، ظہار، مسافرۃ، اور نظر کے حکم میں بھی ماں ہیں۔

(م) ''اِكْرَامًا'' بوجہ تکریم کے،

(ش) یہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم کے سبب ہے۔ اور اس لیے بھی کہ (بموجب ارشادِ ربانی) آپ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب:6)

''اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں''۔

ازواجِ مطہرات صرف مومنوں کی مائیں ہیں

(م) ''فقط'' صرف (مومنوں کی مائیں ہیں)

(ش) یعنی ازواج النبی صرف مومنوں کی مائیں ہیں، مومنہ عورتوں کی مائیں نہیں ہیں۔

1۔ اور دوگنی ہے الخ اس لیے کہ ان کی فضیلت و برتری کی وجہ سے دوسری عورتوں کی بہ نسبت ان پر حد (سزا) بھی دوگنی ہوگی جیسے آزاد کی حد غلام کی حد سے دوگنی ہوتی ہے۔ اسے شارح قدس سرہٗ نے ''تقریر بیان'' میں ذکر فرمایا ہے، ''علامہ'' ناشری قدس سرہٗ نے فرمایا: (بنابریں) مجھے لازم ہے کہ تمہیں اس بات سے آگاہ کروں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج بے حیائی سے (مکمل) محفوظ ہوتی ہیں۔ اور یہ امر نبی کریم ﷺ پر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کے بعد واضح ہوا۔

ازواج مطہرات کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں نہیں ہیں

اور ازواج مطہرات کی بیٹیاں(1) مومنوں کی بہنیں نہیں ہیں، اور ایسے ہی ان کے والدین مسلمانوں کے نانی یا نانا نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کے بہن بھائی مومنوں کے خالہ و ماموں ہیں۔

(م) کَھُوَ فِی الْاُبُوَّۃِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔

''جیسے نبی کریم ﷺ مردوں اور عورتوں کے باپ ہیں''

(ش) یعنی جس طرح نبی کریم ﷺ مسلمان مرد و زن کے والد ہیں (اس طرح مذکورہ اشخاص اس حکم میں نہیں ہیں۔

رہا یہ (سوال) کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (احزاب:40)

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں''۔

(اس آیت کی رو سے نبی کریم ﷺ تو کسی کے والد نہیں ہیں) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی نبی کریم ﷺ کا حقیقی و صُلبی بیٹا نہیں ہے۔

(م) وَتَحْرِيْمُ سُؤَالِهِنَّ اِلَّا مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔

''اور (انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) آپ کی ازواجِ مطہرات سے بلا پردہ کوئی شی مانگنا یا کوئی بات پوچھنا حرام ہے''۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (احزاب:53)

''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو''۔

ازواجِ مطہرات کے علاوہ دوسری عورتوں سے رُو برو پوچھنا جائز ہے۔ امام نووی قدس سرہٗ نے شرح مسلم شریف میں قاضی عیاض قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: امہات المومنین پر بلا خلاف چہرہ اور ہتھیلیوں کا پردہ بھی فرض ہے۔ حتیٰ کہ گواہی وغیرہ میں بھی ان کا کھولنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے مشخص وجود کا ظاہر کرنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ مستور در ثیاب ہوں۔ مگر ان مواقع پر جو

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ اور ان کی بیٹیاں الخ اس کی دو وجوہ ہیں، ایک یہ کہ اگر وہ (فی الحقیقت) مومنوں کی بہنوں کے حکم میں رہتیں تو ان سے کسی کا نکاح جائز نہ ہو سکتا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ کہ نام محرمات قیاسیہ سے نہیں ہوتے بلکہ ان کا طریقہ توقیفی ہوتا ہے، اور وہ ان کے بارے میں وارد نہیں ہے۔

ضروریاتِ یہ سے ہیں۔انہیں باہر (باپردہ ہوکر) نکلنا جائز ہے۔

(م)"فائدہ"

(ش)(امام محی السنۃ) بغوی قدس سرہٗ نے (حضرت علامہ) خطابی قدس سرہٗ سے، انہوں نے حضرت الامام سفیان بن عُیینہ "رضی اللہ عنہ" سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اس طرح ہیں، جیسے عدت گزارنے والی ہوتی ہے، اور یہ (اصول تو واضح ہے کہ عدت گزارنے والی کے لیے رہائش کا ہونا ضروری ہے۔لہٰذا ازواجِ مطہرات کو بھی رہائش کے لیے مکان دیے گئے۔اس لیے جب تک یہ صاحبات بقیدِ حیات ہیں تو ان میں ہی رہیں گی (البتہ) ان کی مالکہ نہ ہوں گی۔

ازواج مطہرات میں سے افضل کون ہے؟

(م) اور ازواج مطہرات میں سے سب سے برتر "حضرت سیدتنا" "خدیجہ" "سلام اللہ علیہا" ہیں۔

(ش)(اس کی دو دلیلیں ہیں، ایک جیسا کہ) امام نسائی قدس سرہٗ نے باسنادِ صحیح روایت فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔(ص ۲۷۲)

"جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل "حضرت سیدتنا" خدیجہ دختر خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور "حضرت سیدتنا" فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ ہیں"۔

(اور دوسری یہ کہ) صحیح روایت سے ثابت ہے کہ:

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ قَالَتْ لَهٗ قَدْ رَزَقَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا، لَا وَاللّٰهِ مَا رَزَقَنِيْ خَيْرًا مِّنْهَا آمَنَتْ بِيْ حِيْنَ كَذَّبَنِي النَّاسُ، وَاَعْطَتْنِيْ مَالَهَا، حِيْنَ حَرَمَنِيَ النَّاسُ۔(ص ۲۷۲)

"جب "ام المومنین سیدتنا" عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے (بطورِ غبطہ) عرض کیا تھا، (کیا وجہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کی یاد فرماتے رہتے ہیں حالانکہ) اب اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی عطا فرما دی ہے تو موصوفہ سے جواباً نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: نہ جی! یہ درست نہیں، مجھے (اب تک) "خدیجہ رضی اللہ عنہا" سے بہتر کوئی بیوی نہیں ملی (اس لیے کہ) اس نے میری اس وقت

تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اور جب لوگوں نے مجھے بے سہارا کرنا چاہا اس وقت اس نے اپنے مال سے میری امداد کی"۔

۳۔وَسُئِلَ ابْنُ دَاوُدَ اَيُّهُمَا اَفْضَلُ،فَقَالَ عَائِشَةُ اَقْرَأَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِبْرِيْلَ وَخَدِيْجَةُ أَقْرَأَهَا جِبْرِيْلُ مِنْ رَّبِّهَا السَّلَامَ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ فَهِيَ اَفْضَلُ۔(ص ۲۷۲)

"اور امام ابن داؤد قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے افضل کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل امین کی طرف سے سلام پہنچایا جبکہ "حضرت سیدتنا" خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بوساطت نبی کریم ﷺ جبریل امین نے رب کی طرف سے سلام پہنچایا، لہٰذا یہی افضل ہیں"۔

(یعنی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے سلام پہنچایا، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل امین نے سلام پہنچایا، اس لیے من وجہ عائشہ رضی اللہ عنہا افضل، اور من وجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔)

(نیز) امام ابن داؤد قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ (اب یہ بتایئے کہ) "حضرت" خدیجہ (1) رضی اللہ عنہا اور "حضرت" فاطمہ "سلام اللہ علیہا" میں سے افضل کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّيْ وَلَا اَعْدِلُ بِبُضْعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَدًا۔(ص ۲۷۲)

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ "رضی اللہ عنہا" میرا ٹکڑا ہے۔ (اس لیے) میں (تو اب) نبی کریم ﷺ کے ٹکڑا کے برابر کسی اور کو درجہ نہیں دے سکتا"۔

(م) "ثم عائشة" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

(شیخ زکی قدس سرہٗ) 1۔حضرت خدیجہ الخ

قَالَ الْاِمَامُ مَالِكٌ لَا اُفَضِّلُ عَلٰى بُضْعَةٍ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ اَحَدًا،وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ خَيْرَ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔(ص ۲۷۲)

"اور امام الائمہ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے ٹکڑے پر کسی کو فوقیت نہیں دے سکتا، نیز "بخاری ومسلم" کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: فاطمہ! کیا تم اس پہ خوش نہیں ہو کہ تم اس امت کی تمام عورتوں سے برتر ہو"۔

(ش)(اس کی وجہ یہ ہے کہ) حدیث شریف میں وارد ہے (کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:)

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ۔(ص ۲۷۲)

''سب عورتوں پر عائشہ'' رضی اللہ عنہا'' کی برتری یوں ہے جیسے ثرید(1) کی سب کھانوں پر۔''

(نیز) حدیث شریف میں مروی ہے کہ (ایک مرتبہ)''حضرت''عمرو بن عاص''رضی اللہ عنہ'' نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ:

اَىُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ،قَالَ عَائِشَةُ۔(رواهما البخاری)

''لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(مجھے سب سے زیادہ عزیز و محبوب) عائشہ'' رضی اللہ عنہا'' ہے۔

ان دونوں حدیثوں کو حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔(لہٰذا) نبی کریم ﷺ کے مذکورہ ارشادِ گرامی کے بموجب یہ دونوں صاحبات ہی ان فضائل سے مخصوص ہیں۔

اور''مصنف''قدس سرہٗ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ''حضرت سیدتنا''خدیجہ سلام اللہ علیہا اور''حضرت سیّدتنا''عائشہ(سلام اللہ علیہا وعلٰی بعلہا وابیہا) میں سے ہر ایک''حضرت سیدتنا''فاطمہ (سلام اللہ علیہا وعلٰی ابیہا وبعلہا) سے افضل ہیں۔

لیکن مصنف قدس سرہٗ کی یہ رائے، ابھی ابھی شرح میں جو بات گزری ہے اس کے مخالف ہے۔

(یعنی سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں)۔

امام سبکی قدس سرہٗ کا مختار مذہب

(نیز امام تقی الدین) سبکی قدس سرہٗ سے اس بارے میں استفسار(2) کیا گیا کہ ان تینوں میں سے افضل کون ہے؟ تو امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارا مختار اور ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ''حضرت سیدتنا''

1۔جیسے ثرید کی الخ (حدیث شریف میں) ثرید سے اس کا عین مراد نہیں ہے بلکہ صرف وہ (منفعت اندوز) کھانا مراد ہے جو گوشت اور ثرید دونوں کا ماحصل ہوتا ہے۔اس لیے کہ''نہایہ''میں ہے:

اَلثَّرِيْدُ غَالِبًا لَايَكُوْنُ اِلَّا مِنْ لَحْمٍ۔

''اغلب یہ ہے کہ ثرید گوشت ہی کا ہوتا ہے''۔

2۔(شیخ رملی قدس سرہٗ) امام سبکی قدس سرہٗ سے استفسار الخ (شارح قدس سرہٗ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ) امام سبکی قدس سرہٗ نے بھی اس مذکورہ قول (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سب سے افضل ہیں) کے صحیح و درست ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں۔ پھران کے بعدان کی والدہ ماجدہ ''حضرت سیدتنا'' خدیجہ رضی اللہ عنہا، پھران کے بعد حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔اور امام سبکی قدس سرہٗ نے (اپنے اس دعویٰ پر ایک تو) مذکورۃ الصدر حدیث سے استدلال فرمایا ہے اور (دوسرا) نبی کریم ﷺ کے اس ارشادگرامی سے جبکہ آپ نے اپنے وصال شریف کے قریب حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دوسری مرتبہ آہستگی سے فرمایا تھا:

أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِيْ سَيِّدَةُ نِسَآءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ۔(ص ۲۷۳)

''کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو مریم رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب جنتی عورتوں کی سردار ہے۔''

رہا یہ (سوال) کہ ''طبرانی'' کی حدیث میں وارد ہے کہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا):

خَيْرُ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ ثُمَّ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ،ثُمَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)ثُمَّ آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (ص ۲۷۳)

''سب جہان کی عورتوں سے برتر حضرت عمران علیہ السلام کی دختر حضرت مریم رضی اللہ عنہا ہیں، پھر حضرت خدیجہ بنتِ خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، پھر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں''۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر برتری صرف انکی والدہ ہونے کے لحاظ سے ہے، بزرگی وسیادت کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کیا حضرت مریم علیہا السلام نبی ہیں؟

پھر امام سبکی قدس سرہٗ کا مختار مذہب(1) یہ ہے کہ حضرت مریم(2) رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔اس کی ایک وجہ تو یہی طبرانی کی روایت کردہ حدیث ہے۔

1۔امام سبکی قدس سرہٗ کا مختار الخ اس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

2۔امام نووی قدس سرہٗ کے فرمودات کے ضمن میں پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا وغیرہ صرف اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں، رہا یہ کہ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے لہٰذا اس موہوم اشارہ سے آپ افضل ہو گئیں، تو یہ امام سبکی قدس سرہٗ کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔اور نیز طبرانی شریف کی مذکورہ حدیث سے بھی علی الاطلاق ان کی افضلیت معلوم نہیں ہو رہی۔ہمارے اس دعویٰ کی مؤید نسائی شریف کی وہ حدیث ہے جو ابھی ابھی شرح میں گزر چکی۔نیز امام نسائی قدس سرہٗ کی روایت کے مقابلہ میں امام طبرانی قدس سرہٗ کی روایت کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔(مترجم غفرلہٗ)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی نبوت میں (بھی) اختلاف ہے۔

نیز یہ بھی کہا گیا(1) ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو افضلیت کی ترجیح دینا، یہ صرف مصنف قدس سرہٗ کی آراء سے ہے۔

(م) ''وَهُوَ'' اور وہ۔

(ش) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(م) ''خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ''، خاتم النبیین ہیں۔

(ش) آپ کے اس وصف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (احزاب:40)

''ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ کی خاتمیتِ نبوت کا معارض نہیں

جیسا کہ (صحیح) حدیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو ان کا یہ نزول آپ کے اس وصف کا معارض نہیں ہے۔ اس لیے کہ:

لِأَنَّهُ لَا يَأْتِي بِشَرِيْعَةٍ نَاسِخَةٍ بَلْ مُقَرِّرُهٗ لِشَرِيْعَةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَامِلًا بِهَا۔ (ص ۲۷۳)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نئی ناسخ شریعت لے کر نزول نہیں فرمائیں گے، بلکہ نبی کریم ﷺ ہی کی شریعت کے (مبلغ و) مؤید ہوں گے، اور آپ کا عمل مبارک بھی اسی شریعت کے ماتحت ہوگا''۔

(یعنی آپ اپنی سابقہ شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوں گے)

(م) (آپ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ):

وَسَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ ''آپ جمیع اولادِ آدم کے سردار ہیں''۔

(ش) اس حدیث کے راوی، امام بخاری قدس سرہٗ اور امام مسلم قدس سرہٗ ہیں۔

1۔ یہ بھی کہا گیا ہے الخ محققین نے فرمایا ہر وہ مسئلہ کہ جس میں کوئی یقینی حکم معلوم ہو رہا ہو تو اس میں تخمیناً حکم لگا دینا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ مظنون پر حکم جائز ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ سلام اللہ علیہن میں تفاضل بالظن جائز ہے۔ محاکمۂ رملی قدس سرہٗ

اور (یہ بھی معلوم رہے کہ) نوعِ انسان ساری کائنات سے افضل ہے۔ (اور سارے انسانوں سے افضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) لہٰذا حضور اکرم ﷺ ساری کائنات سے افضل ہیں۔

رہا یہ (سوال) کہ نبی کریم ﷺ تو فرماتے ہیں کہ:

لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَآءِ۔

''انبیاء کرام میں سے کسی کو کسی پر فضیلت مت دو۔''

نیز آپ کا یہ ارشاد گرامی کہ:

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ۔

''مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فوقیت مت دو''۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے ارشادات (اس کے متقاضی ہیں کہ آپ کو افضلیتِ کلیہ حاصل نہیں، اس قسم کے ارشادات) کے چار جواب ہیں:

ا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ تعلیم یہ دینا چاہتے ہیں کہ میری افضلیت کا اندازِ بیان اس طرح مت ہو کہ اس میں دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اس لیے کہ تنقیصِ انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔

۲۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ نے نفسِ نبوت میں تفضیل سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ نبوت و رسالت کے وصف میں سب انبیاء علیہم السلام مساوی ہیں۔ ہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی ذاتوں میں جو خصائص پائے جاتے ہیں، ان میں (ضرور) فرق ہے (اور ایسی فوقیت دینے سے آپ نے منع بھی نہیں فرمایا) اور اللہ جل مجدہٗ کے فرمان سے بھی ظاہر ہے جیسا کہ فرمایا:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

''کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا، اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا''۔ (بقرہ:253)

۳۔ یا آپ نے ازراہِ تواضع (1) اور ادب ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے۔

۴۔ یا یہ ارشادِ گرامی آپ کا اس وقت کا ہے جبکہ آپ کو اپنی افضلیتِ تامہ کا ابھی تک علم نہ ہوا تھا اور جب آپ کو اپنے افضل الخلق ہونے کا پتہ چل گیا تو پھر فرما دیا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ ازراہِ تواضع الخ تا کہ (قائلین افضلیت کے درمیان) نزاع واقع نہ ہو۔

''میں جمیع اولاد آدم کا سردار ہوں''۔

(یعنی بعد والا ارشاد گرامی ناسخ اور پہلا منسوخ ہے۔اور یہ تو واضح ہے ہی کہ قابل عمل ناسخ ہی ہوا کرتا ہے)

(یہ بھی معلوم رہے کہ) تابع اصل کی طرح ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشادِ گرامی کے علاوہ ''سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ'' کی تعبیر و بیان میں آپ کے اور ارشادات بھی موجود ہیں،جن کا مطلب یہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ،سرورِ آدم ''علیہ السلام''،آدمیاں،اور سیدِ کائنات ہیں۔

(م)وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ۔

''اور (انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) آپ ہی پہلی وہ ذات گرامی ہیں جن کے لئے زمین کھلے گی۔''

(ش) قیامت کے دن۔اسے بخاری و مسلم نے روایت فرمایا ہے۔رہی وہ حدیث شریف کہ جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔(میں دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اچانک عرش کے پائے تھامے ہوئے ہوں گے،اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے،اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے،یا اللہ جل شانہٗ نے ان کو بے ہوش ہونے والوں سے مستثنیٰ فرما دیا تھا،تو ان دونوں حدیثوں میں مطابقت اس طرح ہے کہ ہوسکتا ہے(1) یہ ارشاد آپ نے اس وقت فرمایا ہو جبکہ آپ کو ابھی تک اپنے سب سے پہلے محشور ہونے کا علم(2) نہیں تھا۔

(م)''وَ''اور

(ش)سب سے پہلے

(م)مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

1۔ہوسکتا ہے الخ حدیث میں یہ احتمال

2۔(عدم علم کا) نہیں ہے کیونکہ اس میں قیامت میں ہونے والے واقعہ کی خبر ہے۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ)3۔سب سے پہلے باب جنت الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنی امت کے متعلق کچھ ذکر نہیں فرمایا کہ آیا آپ کی امت بھی تمام امم سے پہلے جنت میں داخل ہوگی،(یا نہیں) امام ابن صلاح قدس سرہٗ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں پوچھا گیا کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی امت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

2۔محشی قدس سرہٗ کی یہ رائے قابلِ اعتناء نہیں،اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے قبل ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور فرما دیا گیا تھا۔شارح قدس سرہٗ نے دونوں حدیثوں میں جو وجہ تطبیق بیان فرمائی ہے وہی معتمد و اصح ہے۔''ہذا''۔(مترجم)

"جو جنت(1) کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔(وہ آپ ہی ہیں)

(م)"وَ"اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔

"اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا، اور سب سے پہلے سفارش قبول کیا ہوا"۔

(ش) یعنی سب سے پہلے جس ذاتِ گرامی کی شفاعت مقبول ہوگی، (اس خصوصیت کی حامل بھی آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے) اسے امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔

امت مسلمہ کے خصائص

(م) وَاُمَّتُهٗ خَيْرُ الْاُمَمِ۔

"اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ کی امت تمام امتوں سے برتر ہے"۔

(ش) جیسا کہ قرآنِ کریم نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ۔

"تم بہتر ہوان سب امتوں میں"۔

اور قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کے اپنی اپنی امتوں پر تبلیغِ رسالت کی گواہ بھی یہی امت ہو گی، جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (بقرہ:143)

"اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل"۔

(م) معصومة لا تجتمع على ضلالة۔

"کسی بھی برائی پر متفق ہونے سے محفوظ ہے"۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا یا اولاً سب انبیاء کرام علیہم السلام داخل ہوں گے، اور پھر ان کی امتیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ظاہر یہی ہے کہ اولاً سب انبیاء کرام علیہم السلام ہی داخل ہوں گے، اور انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ داخل ہوں گے۔ اور اسی طرح آپ کی امت تمام امتوں سے پہلے داخل ہوگی۔ (اس پر یہ حدیث دال ہے)

قُلْتُ اَخْرَجَ الدَّارُ قُطْنِيُّ فِي الْاَفْرَادِ عَنْ عُمَرَ مَرْفُوْعًا حُرِّمَتْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَحُرِّمَتْ عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِيْ۔ (ص ۲۷۳)

"میں (شہاب الدین رملی قدس سرہٗ) کہتا ہوں، امام دار قطنی قدس سرہٗ نے (اپنی) "افراد" میں سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے داخل ہونے سے پہلے جنت سب انبیاء علیہم السلام پر حرام ہے، اور (اسی طرح) میری امت کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے تمام امتوں پر حرام ہے"۔

(ش)(یہی وجہ ہے کہ)اس امت کا اجماع(اتفاق)حُجت(شرعیہ)ہوتا ہے۔اس پر یہ حدیثِ گرامی شاہد ہے،جیسا کہ بخاری ومسلم قدس سرّ ہمانے روایت فرمایا:

لَا تَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ لَامَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ۔رواہ الشیخان(ص ۲۷۴)

''میری امت کی ایک جماعت(اہل سنت و جماعت)ہمیشہ اللہ کے حکم پر(مضبوطی سے)قائم رہے گی۔جو بھی اس جماعت کو رسوا کرنے کے درپے ہوگا،وہ اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور نہ ہی اس کا مخالف اسے کچھ نقصان پہنچا سکے گا،حتیٰ کہ اللہ جل مجدہٗ کا حکم آجائے گا،یعنی قیامت قائم ہو جائے گی۔(مطلب یہ کہ قیامت تک کوئی بھی بدخواہ اس جماعت کا بال بیکا نہ کر سکے گا)''

(م)وَصُفُوْفُهُمْ کَصُفُوْفِ الْمَلٰئِکَةِ۔

''اور(اس امت کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ)ان کی(نماز میں)صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں''۔

(ش)اس حدیث کو امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ناسخ ہے

(م)وَشَرِیْعَتُهٗ مُؤَیِّدَةٌ وَنَاسِخَةٌ لِغَیْرِهَا۔

''اور(انہی خصائص سے یہ ہے کہ)آپ کی شریعت تائید شدہ اور دوسری شریعتوں کی ناسخ ہے''۔

(ش)(باقی)تمام شریعتوں کی،جیسا کہ گزر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وصف یہ ہے کہ آپ آخری نبی ہیں،اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں پر عمل نہ کرنے پر مامور ہیں۔

قرآنِ عزیز ایک دائمی معجزہ

(م)وَمُعْجِزَتُهٗ بَاقِیَةٌ وَهِیَ الْقُرْاٰنُ۔

''اور(انہی خصائص سے یہ ہے کہ)آپ کا معجزہ ہمیشہ باقی ہے اور وہ قرآن کریم ہے۔''

(ش)اصل کتاب یعنی روضہ(امام نووی قدس سرہٗ)کی عبارت یہ ہے:

وَکِتَابُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُعْجِزٌ مَحْفُوْظٌ عَنِ التَّحْرِیْفِ

وَالتَّبْدِيْلِ وَاُقِيْمَ بَعْدَهٗ حُجَّةٌ عَلَى النَّاسِ وَمُعْجِزَاتُ سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ اِنْقَرَضَتْ۔(ص ۲۷۴)

''اور نبی کریم ﷺ کی کتاب بھی معجزہ ہے، اور تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے، اور آپ کے وصال شریف کے بعد بھی اسی طرح حجت (قاہرہ) ہے جبکہ اور سب انبیاء علیہم السلام کے سب معجزے ختم ہو گئے''۔

مصنف قدس سرہٗ کا گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے اعراض کرنا، اور صرف مذکورہ قول پر اکتفاء کرنا نبی کریم ﷺ کے قرآنی معجزہ کی بقاء کے حصر کا مفید ہے۔

رہا یہ (سوال) کہ نبی کریم ﷺ کے معجزات باقیہ میں سے قرآنِ عزیز معجزۂ کبریٰ ہے یا صغریٰ؟ اگر کبریٰ مراد ہو تو یہ مسلم ہے، اور اگر صغریٰ مراد ہو تو پھر یہ ممنوع ہے۔ اس لیے کہ آپ کے باقی رہنے والے معجزاتِ صغریٰ اور بھی کئی ہیں۔ (مثلاً) نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد، کہ آپ نے فرمایا:

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِنْ ثَلَاثِیْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

''قیامت اس وقت آئے گی، جب تیس کے لگ بھگ جھوٹے، فریبی دعوائے نبوت کرنے والے آجائیں گے''۔

(نیز) آپ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت آنے سے پہلے علم اٹھ جائے گا''۔

اور نیز یہ کہ:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔

''قیامت برپا ہونے سے پہلے سورج (ایک مرتبہ) مغرب سے طلوع ہوگا''۔

اور (نیز) فرمایا:

''میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی''۔

وَمِنْهَا مَا یَظْهَرُ مِنْ کَرَامَاتِ اَحَدٍ مِنْ اُمَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ کَرَامَاتِ اَوْلِیَاءِ اُمَّةِ کُلِّ نَبِیٍّ مُعْجِزَاتٌ لَهٗ ''وَهُوَ الْحَقُّ''(۲۷۴)

''اور (نیز) انہی معجزاتِ باقیہ سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت کے اولیاء سے کرامات کا ظاہر ہونا، کیونکہ ہر نبی کی امت کے اولیاء کی کرامات (بھی) اس نبی کے

معجزے ہی ہوتے ہیں'' اور حق بھی یہی ہے''۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ '' مصنف'' قدس سرہٗ نے اس سے وہ معجزہ مراد لیا ہے، جو ظاہر ہوا اور ہمیشہ باقی رہے گا، اور مذکورہ اشیاء میں سے ابھی تک (مکمل) نہیں ہوئیں، بلکہ آئندہ زمانہ میں ظاہر ہوں گی۔

(قاعدہ) جس شے کو نبی کریم ﷺ ملاحظہ فرمائیں، اور پھر اس کا انکار ورد بھی نہ فرمائیں۔ تو آپ کا یہ سکوت اس دیکھی ہوئی شے کے جواز پر دلیل ہوتا ہے جبکہ آپ کے علاوہ اور کسی کا اس طرح کا سکوت قابلِ حجت نہیں ہے۔

(م) وَنُصِرَ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لَهُ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَتُرَابُهَا طَهُوْرٌ وَاُحِلَّتْ لَهُ الْغَنَائِمُ۔ (ص ۲۷۴)

'' اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ کی ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبہ سے مدد فرمائی گئی ہے اور تمام روئے زمین آپ کی وجہ سے سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے (کہ ہر جگہ نماز ادا کرنا جائز ہے) اور اس کی مٹی ذریعۂ طہارت بنا دی گئی ہے، اور یہ کہ آپ کے ذریعے غنیمتوں کو حلال فرمایا گیا ہے''۔

(ش) اسے امام بخاری قدس سرہٗ اور امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔

مگر '' تُرَابُهَا طَهُوْرٌ '' کی رویات صرف امام مسلم قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

(تبصرۂ شارح قدس سرہٗ) پہلی خصوصیت کے علاوہ باقی ماندہ خصوصیات میں سیّد عالم ﷺ کے مختص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی ان اوصاف میں آپ کا شریک نہیں، ورنہ پھر اس نبی علیہ السلام کی امت کی بھی ان اوصاف میں مشارکت ہوتی، (جبکہ کسی اور امت کا ان اوصاف سے متصف ہونا ثابت نہیں ہے۔ ''م'')

نبی کریم ﷺ کا دنیوی مال میں کوئی وارث نہیں

(م) وَلَمْ يُوْرِثْ وَتَرِكَتُهٗ صَدَقَةٌ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔

'' اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ نے اپنا وارث کسی کو بھی نہیں بنایا، اور آپ کا پس انداز مسلمانوں پر صدقہ ہے''(1)۔

1۔ (شیخ زکی قدس سرہٗ) اور آپ کا پس انداز الخ

نبی کریم ﷺ کے ترکہ کا مصرف کیا ہے؟

امام جلال بلقینی قدس سرہٗ نے فرمایا: درست یہی ہے کہ (آپ کے ترکہ کو انہی مصارف پر خرچ کیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میراث انبیاء کا وارث نہ ہونے کی وجہ

(ش) آپ کا ترکہ کسی وارث کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، (اس کی وجہ یہ ہے) جیسا کہ "بخاری و مسلم" میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جائے گا جن پر خود نبی کریم ﷺ خرچ فرماتے تھے مثلاً) اس ترکہ سے باتفاق صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کی ازواج مطہرات پر خرچ کیا جائے گا (یعنی صحابہ علیہم الرضوان کا اس پر اجماع ہے کہ آپ کے ترکہ کا اولین مصرف آپ کے اہل بیت ہی ہیں۔)

کیا آپ بھی کسی کے وارث تھے؟

علامہ ابن النحوی قدس سرہٗ نے "کتاب الخصائص" میں ذکر فرمایا کہ: کیا نبی اکرم ﷺ بھی کسی کے وارث ہوئے؟ (یا نہیں) میں نے (یعنی شیخ رملی قدس سرہٗ) تو اس بارے میں کوئی نقل نہیں دیکھی۔ البتہ ابن نحوی قدس سرہٗ ہی نے "مشکل الحدیث" کے آخر میں فرمایا کہ:

وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوْرِثُ، اِنَّهٗ لَا يَرِثُ بَعْدَ اَنْ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ، وَاِنَّمَا كَانَتْ وِرَاثَةُ اَبَوَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُوْحٰى اِلَيْهِ اِنْتَهٰى۔ (ص ۲۷۴)

"نبی کریم ﷺ کے کسی وارث کے نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ بھی بعد از نزولِ وحی کسی کے وارث نہیں بنے، رہا یہ کہ سیّد عالم ﷺ تو اپنے والدین کریمین "رضی اللہ عنہما" کے وارث بنے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ نزولِ وحی سے قبل تھا۔ (انتہی)" (کلام ابن نحوی قدس سرہٗ)

وَفِيْ شَرْحِ الْمَصَابِيْحِ، فِيْ بَابِ الْفَرَائِضِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا حَمِيْمًا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَعْطُوْا مِيْرَاثَهٗ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ قَرْيَتِهٖ۔ (ص ۲۷۴)

"(دلیل ثانی) جیسا کہ "مصابیح" کی "شرح" کے "باب الفرائض" میں حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام فوت ہوا، اور اس کا کوئی قرابت دار، اولاد و احباب میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کا ترکہ اس کے گاؤں والوں میں سے کسی شخص کو دے دو"۔

شارح "مصابیح" نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ نے اس کے گاؤں کے کسی شخص کو دینے کا حکم دیا تو تصدق و ترفع کے طور پر فرمایا تھا، یا اس کے غلام کا ترکہ اب "بیت المال" کا مال تھا۔ جس کا مصرف و تصدق مصالح مسلمین ہی ہوتا ہے۔

باب وارثت کے بارے میں صحیح قول

(البتہ) امام قلعی قدس سرہٗ نے "کتاب الایضاح" میں ایک بات کہی ہے، وہ یہ ہے کہ:

اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ يَرِثُوْنَ وَلَا يُوْرَثُوْنَ۔ (ص ۲۷۵)

"حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خود تو وارث ہوتے ہیں مگر اپنا وارث کسی کو نہیں بناتے۔"

"شارح مصابیح" قدس سرہٗ نے امام قلعی قدس سرہٗ کا مذکورہ قول نقل فرما کر اس قول کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

إِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَآءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔(ص ۲۷۴)

''ہماری انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو بھی چھوڑ دیں، وہ صدقہ ہے''۔

اس اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ دوسری اُمم میں سے کوئی بھی فرد اس خصوصیت میں سید عالم ﷺ کا شریک نہیں ہے۔ اگر کوئی فرد ہوتا، جیسا کہ حدیث میں اس تصریح موجود ہے۔ تو اس اختصاص میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی ضرور شریک ہوتے۔

اور اللہ جل مجدہٗ کے ان ارشادات کا مطلب کہ:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ يَّرِثُنِيْ (مریم:6)

''تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال، جو میرا کام اٹھالے، وہ میرا جانشین ہو''۔

اور:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (نمل:16)

''اور سلیمان داوٗد (علیہما السلام) کا جانشین ہوا''۔

(ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں) تو اس اِرث سے وارثت نبوت اور علم و دین مراد ہے (نہ کہ وراثتِ دنیوی)۔

اقسامِ شفاعت

(م) وَإِكْرَامٌ بِالشَّفَاعَاتِ الْخَمْسِ۔

''اور پانچ مرتبہ شفاعتوں کے ساتھ مکرم ہونا''۔

(ش) (یعنی) قیامت کے دن (سیّد عالم ﷺ کا پانچ شفاعتوں کے اِذن سے سرفراز ہونا بھی آپ کے خصائص سے ہے)

(۱) اَلْاُوْلٰى الْعُظْمٰى فِي الْفَصْلِ بَيْنَ أَهْلِ الْمَوْقِفِ حِيْنَ يَفْزَعُوْنَ إِلَيْهِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ۔(ص ۲۷۵)

''پہلی شفاعت، شفاعتِ عظمیٰ ہے، جو بوقتِ فیصلہ محشر والوں کے درمیان سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگی۔ جبکہ سبھی اہل موقف سب انبیاء کرام علیہم السلام سے مایوس ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے''۔

(۲) اَلثَّانِيَةُ فِي إِدْخَالِ خَلْقِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔(ص ۲۷۵)

''دوسری شفاعت مخلوق کو بلا حساب جنت میں داخل کروانے کیلئے آپ کو عطا ہوگی''۔

(۳) اَلثَّالِثَةُ فِی نَاسٍ اِسۡتَحَقُّوۡا دُخُوۡلَ النَّارِ فَلَا يَدۡخُلُوۡنَهَا۔ (ص ۲۷۵)

''سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری (1) شفاعت ان لوگوں کے حق میں ہوگی، جو جہنم کے مستحق ہوں گے، مگر (آپ کی سفارش سے) دوزخ میں نہ جائیں گے''۔

(۴) اَلرَّابِعَةُ فِی نَاسٍ دَخَلُوۡا النَّارَ فَيُخۡرَجُوۡنَ۔ (ص ۲۷۵)

''چوتھی سفارش ان دوزخیوں کیلئے ہوگی جو آپ کی سفارش کی وجہ سے دوزخ سے نکالے جائیں گے''۔

(۵) اَلۡخَامِسَةُ فِی رَفۡعِ دَرَجَاتِ نَاسٍ فِی الۡجَنَّةِ۔ (ص ۲۷۵)

''پانچویں شفاعت جنتیوں کے درجات بلند کروانے کے لیے ہوگی''۔

وَكُلُّهَا ثَبَتَتۡ فِی الۡاِخۡبَارِ، شفاعت کی یہ جملہ قسمیں (معتبر و معتمد) احادیث سے ثابت ہیں۔

(م) وَخَصَّ بِالۡعُظۡمٰى، وَدُخُوۡلِ خَلۡقٍ مِّنۡ اُمَّتِهٖ الۡجَنَّةَ بِغَيۡرِ حِسَابٍ۔

''شفاعتِ عظمٰی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے، اور اپنی امت کے افراد کو بلا حساب جنت میں داخل کروانا (بھی آپ کے خصائص سے ہے)''۔

(ش) شفاعت کی ان پانچ قسموں، پہلی شفاعتِ عظمٰی اور دوسری قسم آپ کے خصائص سے ہے۔ امام نووی قدس سرہٗ نے ''روضہ'' میں ذکر فرمایا کہ شفاعت کی پانچویں اور تیسری قسم کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا بھی جائز ہے۔

(۶) شیخ الاسلام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرّہ بھر ایمان ہوگا، اسے جہنم سے نکلوانے کے لیے سفارش فرمانا بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

(۷) شیخ الاسلام امام سراج ابن الملقن قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ (2) میں فوت ہونے والے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفارش فرمانا (بھی آپ کے خصائص سے ہے)

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ تیسری شفاعت الخ حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ اور آپ کے علاوہ دوسرے آئمہ نے فرمایا کہ اس شفاعت میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کی رضا کے مطابق جسے چاہیں گے شریک فرمالیں گے۔

2۔ (شیخ رملی قدس سرہٗ) مدینہ منورہ میں الخ

وَاَنۡ يَشۡفَعَ فِی التَّخۡفِيۡفِ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ، لِخَبَرِ الۡقَبۡرَيۡنِ فِی الصَّحِيۡحَيۡنِ وَغَيۡرِهِمَا۔

''اگرچہ عذاب قبر میں تخفیف کی سفارش فرمائیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم، اور ان کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں دو قبروں کی حدیث (مشہور) ہے''۔

اس حدیث کو امام ترمذی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے اور اس کی صحت پر بھی فیصلہ فرمایا ہے۔

(۸) نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ بعض ایسے افراد کا عذاب ہلکا(1) کروانے کی سفارش فرمائیں گے، جن کا دوزخی ہونا ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ جیسے ابوطالب (کے عذاب میں تخفیف کی سفارش فرمانا) ان دونوں قسم کی شفاعت پر حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے تنبیہ فرمائی ہے۔

(۹) حضرت امام قزوینی قدس سرہٗ نے ''عروۃ الوثقی'' میں ذکر فرمایا کہ سید عالم ﷺ مسلمانوں کی ایک نیک جماعت کے حق میں سفارش فرمائیں گے، جس کی وجہ سے ان کی عبادات میں کوتاہیاں درگزر کردی جائیں گی۔ ''عروۃ الوثقی''

(۱۰) نیز بعض ائمہ نے یہ ذکر بھی فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ مشرکوں کے نابالغ بچوں کی بھی سفارش فرمائیں گے، جس کی بناء پر وہ جنت کے مستحق ٹھہریں گے۔

(م) وَاُرْسِلَ اِلَى الْكَافَّةِ۔ اور سید عالم ﷺ، تمام کی طرف مبعوث ہیں۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے) جیسا کہ امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے روایت فرمایا کہ سیّد عالم ﷺ تمام انسانوں اور تمام جنوں(2) کی طرف مبعوث ہیں، جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی رسالت خصوصی ہے، رہا یہ سوال کہ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کی عمومیت بھی بعد از طوفان ثابت ہے۔ (جواب) تو ان کی رسالت صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو صرف کشتی میں آپ کے ہمراہ بچ گئے تھے(3)۔

1۔ عذاب ہلکا الخ سرورِ کون و مکاں ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی منانے، اور اسی خوشی میں ثوبیہ کو خوشی سنانے کے عوض، آزاد کرنے پر ہر پیر کے دن (شقی ازلی) ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا ہونا، امام دحیہ قدس سرہٗ اسے شفاعت کے اسی قبیل سے شمار کرتے ہیں۔

(شیخ زملی قدس سرہٗ) 2۔ تمام انسانوں اور جنوں الخ (سید عالم ﷺ کے وصف عامہ رسالت میں) فرشتے داخل نہیں ہیں۔ (مگر) امام ابن حزم قدس سرہٗ اس (نظریہ) کے مخالف ہیں۔ اور اپنے اس نظریہ پر اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد سے استدلال فرماتے ہیں:

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴿۱﴾ ''جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو''۔

اور ''ماسوی اللہ'' کے علاوہ ہر ''موجود'' کو عالم کہتے ہیں (اور ''موجود'' میں فرشتے بھی آتے ہیں لہٰذا آپ رسول الثقلین ہونے کے علاوہ رسول الملائکۃ بھی ہیں۔ (مترجم)

1۔ مذکورہ اشکال کا اس سے بھی آسان جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ حضرت نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی عمومیت بطور بعثت نہ تھی، بلکہ ایک اتفاقی حادثہ کی وجہ سے آپ کی رسالت میں عمومیت پیدا ہوگئی تھی۔ (مترجم غفرلہٗ)

(م)وَهُوَ اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ اِتِّبَاعًا وَّكَانَ لَايَنَامُ قَلْبُهُ۔

''اور (انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) آپ کے پیروکار سب انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں، اور نیز یہ کہ آپ کا قلبِ اطہر بیدار رہتا تھا''۔

(ش) جیسا کہ ''بخاری و مسلم'' کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَيْنَيَّ تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ (ص ۲۷۵)

''میری آنکھیں تو سوتی ہیں، مگر دل بیدار رہتا ہے''۔

اور اسی طرح ''بخاری شریف'' کی ''حدیثِ اسریٰ'' میں حضرت ''انس'' رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَآءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ۔ (ص ۲۷۵)

''یونہی سب انبیاء عظام علیہم السلام کی آنکھیں تو سو جاتی ہیں، مگر ان کے دل بیدار رہتے ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس وصف میں سب انبیاء کرام علیہم السلام برابر کے شریک ہیں۔

سوال

مصنف قدس سرہٗ نے ''مجموع'' کے ''بابُ الْاَحْدَاث'' میں فرمایا ہے کہ اس حدیث میں آپ کا مذکورہ وصف (ایک دوسری) ''حدیثِ صحیح'' کے مخالف ہے۔ اس لیے کہ سید عالم ﷺ (خیبر سے واپسی کے موقعہ پر) ایک وادی (تیما) میں آرام فرما ہو گئے تھے اور اسی اثناء میں آفتاب طلوع ہو گیا، اگر آپ کا قلبِ اطہر بیدار تھا، تو پھر آپ نے طلوعِ آفتاب کو کیوں نہ جان لیا۔ اور آپ کی نمازِ فجر کیوں رہ گئی تھی۔ (اربابِ سیر و احادیث اسے واقعۂ ''لیلۃ التعریس'' کہتے ہیں۔)

بحالتِ نیند طلوعِ آفتاب کا پتہ کیوں نہ ہوا؟

جواب

اس کا جواب دو طرح سے ہے، ایک مشہور وجہ یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کا قلبِ انور بدستور بیدار تھا، (اور طلوعِ فجر کا نہ جاننا اس وجہ سے تھا کہ) طلوع (وغروب) آفتاب کا جاننا آنکھ کا کام ہے، (اور جب آنکھ بند ہو تو طلوع و غروب کا علم نہیں ہو سکتا) سیّد عالم ﷺ کی چشمانِ مقدس جب نیند میں تھیں، تو نہ جانا گیا۔

اور دوسری وجہ جسے شیخ ابو حامد قدس سرہٗ نے ہمارے بعض ائمہ سے ذکر کیا، یہ ہے کہ نبی کریم

ﷺ کی نیند دو قسم کی تھی۔

ا۔جس میں قلبِ اطہر اور چشمانِ مقدس دونوں سوتی تھیں۔

۲۔جس میں میں قلبِ اقدس بیدار رہتا تھا اور صرف آنکھ سوتی تھی، اور (لیلۃ التعریس یعنی) وادی (تیما) کی نیند (1) پہلی قسم سے تھی۔

(م) وَیَرٰی مِنْ خَلْفِہٖ۔ ''اور نبی اکرم ﷺ اپنی پشت مبارک سے دیکھتے تھے''۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سیّد عالم ﷺ جس طرح اپنے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح اپنے پسِ پشت بھی دیکھا کرتے تھے۔

جیسا کہ ''بخاری و مسلم'' میں (اس کی تصریح موجود ہے)۔ان کے علاوہ اس باب میں جو احادیث مروی ہیں تو وہ صرف نماز کی حالت سے مقید ہیں اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''میں تو دیوار کے پیچھے نہیں جانتا۔'' یہ اسی طرح کہا گیا ہے(2)۔

اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ یہ حدیث پہلی حدیث کے مفہوم کو مقید کرتی ہے، تو پھر یہ واضح ہے ورنہ یہ محلِ نظر ہے۔اس لیے کہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ نبی کریم ﷺ پسِ دیوار بھی دیکھتے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ آپ کے جسمِ اقدس کو دیوار پر قیاس کرنا غلط ہے۔(یعنی قیاس کر لینا کہ دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہو جاتی تھیں۔)

ہاں یہ روایت کی گئی ہے کہ سیّد عالم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی طرح دو آنکھیں تھیں، جن سے آپ پسِ پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں ہوتے

(شیخ زکی قدس سرہٗ) 1۔اور وادی کی نیند الخ شارح قدس سرہٗ کا نقل کردہ قول (دو وجہ سے) باطل ہے، (ایک تو) نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے کہ آپ نے فرمایا ''لاینام قلبی'' ''میرا دل نہیں سوتا۔اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر نیند آنکھ سے ہی ہوتی تھی نہ کہ قلبِ منور سے، اور (دوسرا) اس لیے بھی کہ شارح نے ایسی وجہ سے استدلال پیش کیا ہے جو تعمیم احوال کا مقتضی ہے۔(2)۔(جو موضوع کے خلاف ہے)

2۔اس میں اس حدیث کی عدمِ صحت کی طرف اشارہ ہے۔

2۔پہلی وجہ ہی صحیح و معتمد ہے۔اس سے بھی احسن توجیہہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے مدارج میں فرمائی ہے شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: ''(۱) اس موقعہ پر دل میں وحی کا القاء اس حکمت کی بناء پر نہ کیا گیا تا کہ قضاء نماز کی (ادائیگی کی) صورتِ مشروعیت معلوم ہو جائے۔(۲) یا کوئی ایسی وجہ تھی جس سے اللہ جل مجدہٗ ہی خوب واقف ہے۔(۳) دل یقیناً بیدار تھا، اور نیند و خواب کا اس پر کچھ اثر نہ تھا، لیکن ممکن ہے کہ اس وقت آپ کو ایسا مشاہدہ ربانی حاصل تھا، اور اس میں اس قدر استغراق تھا کہ اس مشاہدہ کے ماسوا آپ تمام صور و معانی سے بے نیاز و غیر متوجہ تھے۔'' انتہی ملخصاً'' (مترجم غفرلہٗ)

تھے(1)۔

(م)وَتَطَوُّعُہٗ قَاعِدًا کَقَائِمٍ۔

''اور نبی کریم ﷺ کا بیٹھے ہوئے نفل ادا فرمانا، (اس پر ثواب) ایسے ہی ہے جیسے کھڑے ہوکر ادا فرمانا''۔

(ش)یعنی (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم ﷺ اگر چہ بغیر کسی عذر کے نفل نماز بیٹھ کر ادا فرمائیں، تو اس پر ثواب کھڑے ہوکر پڑھنے کی مانند ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، (یعنی کتاب کے منتخب مقامات کے علاوہ) کہ سیّد عالم ﷺ کے علاوہ دوسرے کسی کا بلا عذر نفلی نماز پڑھنے پر بہ نسبت کھڑے ہوکر، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے۔ اس کو امام ''مسلم'' قدس سرہٗ نے روایت فرمایا ہے۔

(م)وَلَا تَبْطُلُ صَلٰوۃُ مَنْ خَاطَبَہٗ بِالسَّلَامِ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جو شخص آپ کو بحالتِ نماز سلام کہے تو اس کی (بالاتفاق) نماز فاسد نہ ہوگی''۔

(ش)اس پر نص یہ ہے) جیسا کہ شرائطِ نماز میں اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ جس طرح بحالتِ نماز ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' کے خطاب سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(م)وَیَحْرُمُ رَفْعُ الصَّوْتِ فَوْقَ صَوْتِہٖ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی اکرم ﷺ کی آواز مبارک سے اپنی آواز اونچی کرنا حرام ہے''۔

(ش) جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (حجرات:2)

''اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے''۔

(اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا جو) ہمارے استاذ (مکرم) شیخ الاسلام علامہ ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

اِنَّ نِسْوَۃً کُنَّ یُکَلِّمْنَہٗ عَالِیَۃً اَصْوَاتُھُنَّ۔ (ص۲۷۶)

''کچھ خواتین اونچی آواز سے آپ سے گفتگو کررہی تھیں''۔

1۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ دونوں باتیں عجیب وغریب ہیں۔ اگر یہ کسی صحیح روایت میں ہوں تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے، ورنہ محل تامل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں روایتیں اہل سیر کے نزدیک باسنادِ صحیحہ ثابت نہیں ہیں۔ ''مدارج النبوۃ'' (مترجم)

(اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ ان خواتین کی مذکورہ گفتگو حکمِ امتناعی آنے سے قبل کی بات ہے۔ ''انتہیٰ'' (کلام الشیخ)

(اسی طرح کی توجیہہ کرتے ہوئے) حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے احتمالاً ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ممکن ہے کہ ان کی یہ گفتگو ممانعت سے پہلے کی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ بحالتِ اجتماعی ان کے لیے آواز اونچی کرنا ممنوع ہوا ہو، اور بحالت انفرادی منع نہ ہوا ہو۔

(ہاں) میری (یعنی شیخ الاسلام زکریا قدس سرہٗ) رائے یہ ہے کہ ''یہ احتمال (1) ضرور باقی ہے کہ ان خواتین کو ابھی تک ممانعت کا حکم نہیں پہنچا تھا'' (2)۔

امام قرطبی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ (اسی پر قیاس کرتے ہوئے) بعض آئمہ آپ کی قبرانور کے پاس بھی آواز کو اونچا کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

(م) وَنِدَآءُهٗ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام ہے''۔

(ش) جیسا کہ اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (حجرات:4)

''بیشک وہ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں''۔

یعنی سیّد عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

(شیخ رملی سرہٗ) 1۔ یہ احتمال الخ یہ احتمال کہ ان خواتین تک حکم امتناعی نہیں پہنچا تھا، نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بھی انہیں منع نہیں فرمایا، (اور شانِ رسالت یہی ہے کہ) آپ ممنوع پر خاموش نہیں رہ سکتے۔

2۔ (اقول) یہ امکان بھی ہوسکتا ہے کہ جب سید عالم ﷺ مالک ومختار احکام ہیں۔ تو آپ نے ان خواتین کو اس حکم میں رخصت عطا فرمادی ہو۔ (مترجم)

مطلقاً اسم گرامی سے آپ کو پکارنے کی ممانعت ہے

(م) وَبِاسْمِهٖ، اور آپ کے اسم گرامی کے ساتھ۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم ﷺ کو آپ کے اسم گرامی سے پکارنا حرام(1) ہے۔ جیسے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنا۔ اس کی وجہ اللہ جل اسمہٗ کا یہ حکم امتناعی ہے:

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ اسم گرامی سے الخ

اسم گرامی سے علی الاطلاق ندا کی حرمت اب بھی باقی ہے

شَمُلَ نِدَاءُهٗ بَعْدَ وَفَاتِهٖ۔ (ص ۲۷۶)

"(واضح رہے کہ) سید عالم ﷺ کا اسم گرامی لے کر ندا کرنے کی ممانعت کا حکم وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے"۔

ذاتی اسم گرامی کے ساتھ اگر الفاظِ تعظیم ہوں تو پھر پکارنا جائز ہے

اَمَّا لَوْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ نِ الشَّفَاعَةُ اَوِ الْوَسِيْلَةُ اَوْنَحْوَهَا مِمَّا يَقْتَضِيْ تَعْظِيْمُهٗ فَلَا يَحْرُمُ۔

(ص ۲۷۶)

"ہاں اگر آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ایسی صفات ہوں جو کہ آپ کی تعظیم وتوقیر کے مقتضی ہیں، تو پھر جائز و حلال ہے، جیسے "یا محمد ن الشفاعة" یا "یا محمد ن الوسیله" یا انہی جیسی اور جو بھی صفات ہوں"۔

جیسا کہ اس ندا کی "علت" کا مقتضا بھی یہی بتا رہا ہے کیونکہ آپ کو مذکورہ طریقہ سے ندا کرنے کی تحریم کی "علت" اللہ عز اسمہٗ کا یہ ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ (نور:63)

"رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے"۔

ندا بالاسم کی حرمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مذکورہ طریقہ سے ندا کرنے میں ترک تعظیم ہے۔ جبکہ ہمارے بیان کردہ مسئلہ (یعنی اسم گرامی کے ساتھ اگر ایسے الفاظ ہوں جو مشعرِ توقیر ہیں تو پھر حرام نہیں) میں یہ دونوں علتیں منتفی ہیں اس لیے کہ ضابطہ یہ ہے کہ:

"ان الحکم یدور مع علته وجودا وعدما" (یعنی) حکم کے وجود وعدم کا مدار (واعتبار) اس حکم کی علت پر موقوف ہوتا ہے۔ اور مذکورۃ الصدر مسئلہ میں سیّد عالم ﷺ کی کثرت تعظیم ہے (نہ کہ ترک تعظیم) جیسا کہ امام نووی قدس سرہٗ نے اپنے (تالیف فرمودہ) "اذکار" کے "نماز حاجت" کے "باب" میں (اسی طرف اشارہ) فرمایا ہے، (جس کی وضاحت یوں ہے):

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ سے جو رحمت کے نبی ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ، میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف اس حاجت کے بارے میں متوجہ ہوتا ہوں۔ تاکہ میری حاجت پوری ہو، اے اللہ! آپ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ (مترجم)

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا (نور:63)

''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے''۔

اور نیز یہ کہ اس میں ترک تعظیم اور سوء ادبی ہے(1)۔ بلکہ آپ کو آپ کے کسی وصف سے پکارا جائے گا۔ جیسے ''یَا نَبِیَّ اللّٰہِ'' صلی اللہ علیہ وسلم'' (وغیرہ)

رہا یہ (سوال) کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ:

ایک دیہاتی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یَا مُحَمَّدُ'' صلی اللہ علیہ وسلم''! آپ کا قاصد ہمیں آ کر کہنے لگا کہ آپ کا خیال ہے کہ آپ کو اللہ عز اسمہٗ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ''الحدیث''۔

تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) شاید اس دیہاتی کا آپ کو ذاتی نام سے پکارنا ممانعت آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(شیخ زکی قدس سرہٗ) 1۔ سوء ادبی الخ ہمارے استاذ (گرامی) نے فرمایا جس مسئلہ کا (شرح وحاشیہ میں) ابھی ابھی ذکر ہوا، اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سید عالم ﷺ کو آپ کی کنیت سے بھی نہیں پکارا جائے گا۔ رہا یہ (سوال) کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے سید عالم ﷺ کو آپ کے اسم گرامی سے پکارنا منقول ہے۔ تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) اس طرح پکارنے کا واقعہ یا تو اس پکارنے والے کے اسلام سے قبل کا ہے یا نزولِ آیت سے پیشتر کا۔

اور شارح قدس سرہٗ کے کلام کا یہ منشا کہ ''نِدَا بِالْکُنْیَۃِ'' میں کوئی حرج نہیں کہ اس میں تعظیم بھی نہیں'' ممنوع ہے۔ اس لیے کہ کنیت رکھنا بالاتفاق تعظیم ہے۔ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ کے ارشاد:

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ؕ ﴿۱﴾ ۔ (لہب) ''تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ۔

میں ''ابولہب'' جس کا نام عبدالعزیٰ ہے، کو اس کی کنیت سے کیوں پکارا گیا؟ جبکہ وہ کنیت کا مستحق نہ تھا، کیونکہ کنیت بھی تعظیم ہے۔ اگر کنیت تعظیم نہ ہوتی تو پھر اسے کنیت سے کیوں پکارا گیا؟ اس کی حکمت کیا تھی؟

(یہی وجہ ہے کہ اپنے مقام میں) اس کا جواب دینے کی ضرورت پڑی ہے اور (ہمارا فیصلہ یہ ہے) کہ واضح تر یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو آپ کی کنیت سے پکارنا جائز ہے، اگرچہ آپ کو آپ کے کسی وصف سے پکارنا نہایت بزرگ تر ہے۔

رہی ''بخاری'' شریف کی وہ روایت کہ جس میں نبی کریم ﷺ کو آپ کی کنیت سے پکارنے کی ممانعت کا یہ سبب بیان کیا گیا ہے کہ یہود (فرضی طور پر) ''یَا اَبَا الْقَاسِمِ'' کہہ کر آوازیں لگاتے رہتے تھے۔ اس آواز پر جب آپ توجہ فرماتے تو کہہ اٹھتے: جی! ہماری مراد آپ نہیں ہیں۔

یہ سبب ممانعت اس وقت ہے، جبکہ یہ مان لیا جائے کہ آپ کو کنیت سے پکارتے ہوئے اشارہ آپ ہی کی طرف ہوتا تھا، مگر سیرت نبوی ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پر نگاہ رکھنے والے سے مخفی نہیں کہ ''آیت نور'' کا نزول اس کے بعد ہوا ہے۔ اس لیے کہ ''سورۂ نور'' ۶ھ میں ''غزوۂ مُرَیسیع'' کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول سے بہت پہلے اللہ جل اسمہٗ نے اہلِ مدینہ کو ان کی شرارتوں سے راحت دے دی تھی۔ اور یہود کو ذلیل وخوار فرما دیا تھا۔ اور ابھی پہلے جو گزرا کہ ''اسی بناء پر آپ کو کنیت سے نہیں پکارا جائے گا''۔ اس میں اس کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اس صحرائی کو ابھی تک ممانعت کی اطلاع نہیں پہنچی تھی(1)۔

امام شافعی قدس سرہٗ کی رائے

''حضرت امام الائمہ'' شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا(2) کہ (اسی طرح) نبی کریم ﷺ کی کنیت ''ابوالقاسم'' پر اپنی کنیت رکھنا (بھی) حرام ہے۔

اگر آپ کے ذاتی اسمِ گرامی محمد ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے سوا (کوئی اور نام رکھ لے اور آپ کی کنیت پر اپنی کنیت رکھی جائے، (تو پھر جائز ہے)

جیسا کہ ''بخاری ومسلم'' کی حدیث میں ہے:

تَسَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ۔(ص ۲۷۷)

''تم میرے نام پر اپنا نام رکھ سکتے ہو، مگر میری کنیت پر اپنی کنیت مت رکھو''۔

اور ''حضرت امام الائمہ'' مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سیّد عالم ﷺ کی کنیت پر اپنی کنیت رکھنا مطلقاً جائز ہے''۔

(م)وَالنَّھْیُ عَنِ التَّکَنِّیْ بِکُنْیَتِہٖ مُخْتَصٌّ بِزَمَنِہٖ۔

''اور آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت صرف آپ کے زمانۂ اقدس سے مختص ہے''۔

(ش) سیّد عالم ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت صرف آپ کے زمنِ اقدس میں مخصوص ہونے کی وجہ حدیث شریف میں یہ آئی ہے کہ یہود (بے بہبود) نے بھی سیّد عالم ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے حضور انور ﷺ جیسی ہی کنیت رکھنی شروع کر دی تھی اور پھر ایسی کنیت رکھنے والے کو چیخ چیخ کر ''یَا اَبَا الْقَاسِمِ'' کہہ کر پکارتے تھے، اور جب آپ اس آواز پر توجہ فرماتے تو فوراً کہہ دیتے تھے: ''نہ جی! ہم نے آپ کو نہیں پکارا۔'' اور اب یہ سبب ختم ہو چکا ہے۔

امام نووی کی رائے

امام نووی قدس سرہٗ نے ''روضہ'' میں فرمایا کہ یہی مذہب برحق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا وہ مذہب روایت کیا جسے میں نے ابھی ابھی پہلے ذکر کیا ہے۔

1۔ ابھی تک ممانعت الخ یہ احتمال بھی سابقہ احتمال کی طرح مسترد ہے۔ (یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ نبی کریم ﷺ منہی عنہ پر خاموش رہیں)

2۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا الخ اس میں شارح قدس سرہٗ نے امام کی رائے کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے: (یعنی) امام شافعی قدس سرہٗ کی رائے مبارک صحیح ہے کہ آپ کی کنیت پر کنیت رکھنا بھی حرام ہے)

اور پھر امام نووی قدس سرہٗ نے حضرت امام رافعی قدس سرہٗ سے یہ ترجیح روایت فرمائی ہے کہ جس کا نام "محمد" ہو، اسے "ابوالقاسم" کنیت رکھنے کی ممانعت ہے۔

اور ساتھ ہی امام نووی قدس سرہٗ نے اس روایت کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔

اور پھر امام نووی قدس سرہٗ نے جو یہ فرمایا کہ "یہی مذہب برحق ہے" انہوں نے اس پر سببِ نہی کو دلیل بنایا ہے۔ جبکہ اس دلیل کو امام بیہقی "رضی اللہ عنہ" نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر امام بیہقی قدس سرہٗ کا بھی اسے ضعیف کہنا اس (مشہور) ضابطہ کے مخالف ہے کہ:

إِنَّ الْعِبْرَةَ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ، لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔

"اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، نہ کہ خصوصِ سبب (یعنی موردِ خاص) کا"۔

شارح قدس سرہٗ کی رائے

بلکہ (میرے نزدیک) حق وہی ہے، جسے امام رافعی قدس سرہٗ نے ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ امام السعوی قدس سرہٗ نے (بھی) فرمایا کہ یہی (مذہب) درست ہے۔ اس لیے کہ اس طرح دونوں صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔

ایک پہلی حدیث، (جو بھی امام شافعی "رضی اللہ عنہ" کی روایت سے گزری۔

اور دوسری یہ حدیث، جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَسَمّٰى بِاِسْمِیْ فَلَا يَكْتَنَّ بِكُنْيَتِیْ وَمَنْ تَكَنّٰى بِكُنْيَتِیْ فَلَا يَتَسَمَّ بِاِسْمِیْ۔ (ص ۲۷۷)

"جو شخص میرے نام پر نام رکھے تو اسے چاہیے کہ میری کنیت سے اپنی کنیت نہ رکھے۔ اور جو میری کنیت سے اپنی کنیت رکھے تو پھر اسے چاہیے کہ میرے نام پر اپنا نام نہ رکھے"۔

اس حدیث کو امام ابنِ حبان قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی تصحیح کا بھی فیصلہ دیا ہے۔

اور اس حدیث کی سند کی امام بیہقی "رضی اللہ عنہ" نے تصحیح کی ہے۔

(م) وَتَجِبُ إِجَابَتُهٗ فِی الصَّلٰوةِ۔

"اور سیّد عالم ﷺ کے بلانے پر، نماز کی حالت میں بھی حاضر ہونا واجب (1) ہے"۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ حاضر ہونا واجب الخ

نماز کی حالت میں دوسرے انبیاء کے بلاوے پر حاضری فرض نہیں

أَمَّا سَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ فَلَا تَجِبُ إِجَابَتُهُمْ۔ (ص ۲۷۸)

"رہا یہ کہ بحالتِ نماز دیگر انبیاء علیہم السلام کے بلاوے پر بھی حاضر ہونا فرض ہے یا نہیں، تو (اصح یہی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(ش)اور(انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جس کسی کو سید عالم ﷺ بلائیں، اور وہ شخص اگر چہ نماز میں ہی کیوں نہ مشغول ہو، تو اس پر حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا فرض ہے۔ جیسا کہ ''بخاری شریف'' کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ نماز میں مشغول تھے کہ اسی دوران سرورِ عالم ﷺ نے انہیں آواز دی، مگر یہ نماز میں مشغولیت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے، (اور بعد از فراغت جب حاضر ہوئے) تو سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: تمہیں میرے بلانے کے باوجود حاضر نہ ہونے پر کس (باعث) نے روکا تھا جبکہ تم نے اللہ جل اسمہٗ کا یہ ارشاد بھی سنا ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (انفال:24)

''اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں''۔

نمازی کی سیّد عالم ﷺ کے بلانے پر حاضری سے نماز باطل نہ ہوگی

(واضح رہے کہ) سیّد عالم ﷺ کا کلام شریف اپنے اصل کی طرح اجابت بالفعل (یعنی علی الفور حاضری دینا) کو بھی شامل ہے اگر چہ آپ کا تکلم بکثرت ہی کیوں نہ ہو۔ بنا بریں (فوراً) حاضر ہونا فرض ہے(2)۔ اور اس صورت میں نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا(3)۔

امام اسنوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہی واضح ہے۔

(م) وَكَانَ يَتَبَرَّكُ وَيُسْتَشْفَى بِبَوْلِهِ وَدَمِهِ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم ﷺ کا پیشاب و خون متبرک و شفاء ہیں''۔

(ش) امام دارقطنی قدس سرہٗ نے روایت فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ام ایمن ''رضی اللہ عنہا'' نے آپ کے پیشاب مبارک کو نوش جاں کر لیا تو آپ نے فرمایا:

إِذًا لَا تَلِجُ النَّارُ بَطْنَكِ۔ (ص ۲۷۸)

''اب تیرے پیٹ میں (دوزخ) کی آگ داخل نہ ہو سکے گی''۔

مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہے کہ) دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اس طرح کے بلاوے پر حاضر ہونا فرض نہیں ہے''۔ (شیخ رملی قدس سرہٗ) 2۔ حاضر ہونا فرض الخ اس کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔ (یعنی صحیح یہ ہے کہ فی الفور حاضری دینا فرض ہے اور حاضر ہونے سے نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔

3۔ یعنی اتنی دیر ایسا آدمی نماز میں ہی رہے گا، اس لیے کہ ان کی بارگاہ سے بلاوا آیا ہے، اور ان سے محوِ گفتگو ہے، جنہوں نے نماز دی ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

اور (اسی طرح) امام ابنِ حبان قدس سرہٗ نے (اپنی) ''ضُعفاء'' میں روایت فرمایا کہ ایک ''غلام'' نے سیّد عالم ﷺ کو سینگی لگانے کی خدمت سرانجام دی۔ اور فراغت کے بعد آپ کے خون مبارک کو پی لیا۔ پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ارے! خون کا کیا کیا؟'' تو اس پر غلام نے عرض کی:

''وہ تو میں نے اپنے پیٹ میں چھپا دیا ہے''۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

اِذْهَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَکَ مِنَ النَّارِ۔ (ص۲۷۸)

''چل جا! تو نے اپنی جان کو (عذابِ) دوزخ سے بچا لیا''۔

ہمارے استاذِ (محترم) قدس سرہٗ نے فرمایا جن کا ابھی پہلے ذکر گزر چکا ہے۔ (یعنی شیخ الاسلام امام ابن حجر قدس سرہٗ):

وَكَانَ السِّرُّ فِي ذٰلِکَ مَا صَنَعَهُ الْمَلِكَانِ مِنْ غَسْلِهِمَا جَوْفَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ص۲۷۸)

''کہ اس میں (یعنی بول و خون کے متبرک ہونے میں) راز وہی ہے جو دو فرشتوں نے آپ کے شکمِ اقدس کو دھونے سے کیا تھا۔''

(م) وَمَنْ زَنَا بِحَضْرَتِهٖ أَوِ اسْتَخَفَّ بِهٖ كَفَرَ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جس نے آپ کے سامنے زنا کیا، یا آپ کو حقیر جانا تو وہ کافر ہوا''۔

(ش) امام نووی قدس سرہٗ نے ''روضہ'' میں فرمایا کہ زنا کا قول محلِ نظر ہے۔

(م) وَأَوْلَادُ بَنَاتِهٖ يَنْسِبُوْنَ إِلَيْهِ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب (1) ہے''۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ آپ کی صاحبزادیوں کی الخ

بزرگی و شرافت صرف اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہ عنہا ہی کو حاصل ہے

امام ابنِ ظہیرہ قدس سرہٗ سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ سیّد عالم ﷺ کی دوسری صاحبزادیوں کی اولادِ کرام کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا آپ کی دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کو بھی بزرگی و شرافت حاصل ہے؟ اور کیا دوسری صاحبزادیوں کی اولادِ امجاد اور اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام احکام (مخصوصہ) میں مساوی ہیں یا نہیں؟ تو امام موصوف نے جواب فرمایا کہ شرافت و کرامت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(ش) کفو وغیرہ میں جبکہ آپ کے علاوہ اور کسی کی بیٹیوں کی اولاد اس کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ:

کی اولادِ امجاد کو ہی حاصل ہے۔ جبکہ آپ کی دوسری دُخترانِ کرام کی اولاد کو یہ مقام حاصل نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ آپ کی دوسری صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی سلسلۂ نسل باقی نہیں رہا ہے۔

سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سیّدہ کی مذکر اولاد کتنی تھی؟

وَالشَّرَفُ مُخْتَصٌّ بِأَوْلَادِ الذُّكُوْرِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَمُحْسِنٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ) فَأَمَّا مُحْسِنٌ فَمَاتَ صَغِيْرًا فِيْ حَيَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَقَبُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَإِنَّمَا اِخْتَصَّا بِالشَّرَفِ هُمَا، وَذُرِّيَّتِهِمَا لِأُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ۔ (ص۲۷۸)

''اور (حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے بھی) شرافت فقط آپ کی مذکر اولاد کو حاصل ہے۔ جو کہ حضرت امیر المومنین سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام المسلمین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا مُحسن رضی اللہ عنہ پر مشتمل ہے۔ حضرت محسن رضی اللہ عنہ تو حضور انور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی بچپنے میں وصال فرما گئے تھے، اور اولاد صرف حضرات امامین ہمامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہی کی باقی ہے۔''

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو بزرگی کیوں حاصل ہے؟

حضرات امامین حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کی اولادِ اطہار کو خصوصی شرف و بزرگی کئی وجہ سے حاصل ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

مِنْهَا كَوْنُ أُمِّهِمَا أَفْضَلَ بَنَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَوْنُهَا سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِ وَسَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا بُضْعَةٌ مِّنِّيْ يُرِيْبُنِيْ مَا رَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا آذَاهَا وَكَوْنُهَا أَشْبَهَ بَنَاتِهِ بِهٖ فِي الْخَلْقِ وَالْخُلُقِ حَتّٰى فِي الْجَنَّةِ وَمِنْهَا اِكْرَامُهٗ لَهَا حَتّٰى أَنَّهَا إِذَا جَآءَتْ إِلَيْهِ قَامَ لَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُلُّ ذٰلِكَ لِسِرٍّ أَوْدَعَهُ اللّٰهُ فِيْهَا۔ (ص۲۷۸)

''(امامین رضی اللہ عنہما کی شرافت و بزرگی کی کئی وجوہ میں سے) ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا (کو حسب ذیل خصوصی کمالات حاصل ہیں) (۱) سید عالم ﷺ کی تمام دخترانِ عظام سے افضل ہونا۔ (۲) اور ان کا سارے جہان کی عورتوں کا سردار ہونا۔ (۳) تمام جنتی خواتین کا سردار ہونا۔ (۴) سیدہ موصوفہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا فاطمہ ''سلام اللہ علیہا'' میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے پریشان کیا اس نے مجھے پریشان کیا، اور جس نے اسے اذیت پہنچائی اس نے مجھے رنجیدہ کیا۔ (۵) اور یہ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سرورِ عالم ﷺ کی تمام صاحبزادیوں کی بہ نسبت صورت و سیرت میں سرورِ عالم ﷺ سے ملتی جلتی تھیں۔ (۶) اسی لیے جنت میں بھی (بلحاظِ مراتب) حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سرورِ عالم ﷺ کے مشابہ ہوں گی۔ (۷) اور (نیز) سیدہ موصوفہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات سے یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ آپ کا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ اسی لیے جب کبھی آپ سید عالم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتیں، تو آپ ان کے لیے (اکراماً) کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور انہیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ۔
وَقَوْلُهٗ حُسَيْنٌ بَالَ عَلَيْهِ وَهُوَ صَغِيْرٌ لَا تُزْرِمُوْا ابْنِيْ هٰذَا۔

''سید عالم ﷺ نے امیر المومنین سیّد حسن بن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا: میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔ اوراسی طرح بچپنے میں جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ پر پیشاب کردیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا اسے پیشاب کرنے سے مت روکو، یہ تو میرا بیٹا ہے''۔

قیامت میں آپ کا سبب ونسب دونوں کام آئیں گے

امام نووی قدس سرہٗ نے ''روضہ'' میں فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔(۲۷۸)

''قیامت کے روز میرے تعلق اور میرے رشتہ کے سوا ہر ایک تعلق اور رشتہ ختم ہو جائے گا''۔

مذکورہ ارشاد کی تشریح

سید عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کی امت آپ کی طرف منسوب ہوگی۔ جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں ان کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپ کی نسبت کام دے گی۔ اور کسی کا نسب بھی کام نہ دے گا۔

(م) وَتُحَلُّ لَهُ الْهَدِيَّةُ، اور آپ کے لیے ہدیہ قبول کرنا حلال ہے۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ کے لیے علی الاطلاق ہدیہ قبول کرنا حلال ہے، جبکہ دوسرے حکام وامراء کے لیے (رشوت کی) بدگمانی کے پیشِ نظر ہدیہ لینا جائز نہیں۔ اور یہ خدشہ

اپنی مسند شریف پر بٹھایا کرتے تھے۔ (واضح رہے کہ) یہ تمام تر کمالات وخصوصیات صرف اس (خصوصی) راز کی بناء پر تھے جو اللہ جل وعلاء نے آپ کو ودیعت فرمایا تھا''۔

وَمِنْهَا كَوْنُهُمَا شَارِ كَاالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَسَبِهٖ، فَإِنَّهُمَا هَاشِمِيَّانِ وَمَحَبَّتُهٗ لَهُمَا، وَكَوْنُهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ جَنَّةٍ۔(ص۲۷۹)

''(۲) اور انہی وجوہ میں سے) ان دونوں صاحبان کے خصوصی شرف وبزرگی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں حضرات سید عالم ﷺ کے ہم نسب ہیں کیونکہ یہ بھی (حضور اکرم ﷺ کی طرح) ہاشمی ہیں۔ (۳) اور دونوں صاحبان رضی اللہ عنہما سے سید عالم ﷺ کا (غایت درجہ) محبت فرمانا۔ (۴) اور ان دونوں حضرات کا جنتی نوجوانوں کا سردار ہونا''۔

آپ میں منتفی ہے۔

(م)وَاُعْطِيَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، اور آپ کو جامع کلمات دیے گئے(1)۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ کو جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں (مثلاً) قرآن کریم، اور آخر سورۂ بقرہ کی وہ چار آیتیں جو عرش کے خزانوں میں سے ہیں، اور جو آپ کے علاوہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملیں اور بعد میں، (یہ اسی قبیل سے ہیں)

(م)وَيُؤْخَذُ عَنْ نَفْسِهٖ عِنْدَ الْوَحْيِ وَلَا يَسْقُطُ عَنْهُ التَّكْلِيْفُ۔

''اور (نزولِ) وحی کے وقت آپ کی ذات گرامی پر احکام لاگو رہتے تھے اور نہ ہی امور تکلیفیہ بوجہ وحی ساقط ہوتے تھے''۔

(ش) (اصل کتاب) ''روضہ'' (نووی) کی عبارت اس طرح ہے:

''وَيُؤْخَذُ عَنِ الدُّنْيَا'' (یعنی آپ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ تلقیِ وحی کے وقت نہ تو دنیا سے بے تعلق ہوتے تھے، اور نہ احکام تکلیفیہ آپ سے ساقط ہوتے تھے۔ جیسے امام نووی قدس سرۂ نے ''روضہ'' میں فرمایا کہ (ایک دن اسی کیفیت کے طریان کی وجہ سے) نبی کریم ﷺ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں رہ گئی تھیں، تو آپ نے ان کو عصر کے بعد قضا فرمایا۔ پھر ہمیشہ انہیں عصر کے بعد ادا فرماتے رہے۔ صحیح ترین مذہب یہی ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پر مواظبت یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

(م)وَلَا يَجُوْزُ الْجُنُوْنُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِخِلَافِ الْاِغْمَاءِ۔

''اور انبیاء علیہم السلام پر دیوانگی جائز نہیں بخلاف بے ہوشی کے''۔

(ش) اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) نبی کریم ﷺ پر جنون، دیوانگی، (اور نیز طویل بے ہوشی) کی نسبت جائز نہیں۔ اسی طرح سب انبیاء علیہم السلام پر بھی یہ جائز نہیں، بخلاف بے ہوشی کے کہ یہ ان پر آسکتی ہے۔ امام اسنوی قدس سرۂ نے فرمایا کہ بے ہوشی کی نسبت میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ صرف ایک یا دو لمحہ تک ہو۔ یہ امام قاضی(2) (عیاض) قدس سرۂ نے امام دارکی قدس سرۂ سے روایت کیا ہے۔

(م)''وَلَا الْاِحْتِلَامُ''

''اور نہ ہی احتلام''۔

(ش) (اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ پر اور (اسی طرح) دوسرے انبیاء علیہم السلام پر

1۔ وہ کلمات جو غایت اختصار میں ہوں، اور معانی کثیرہ کے حامل ہوں۔ (مترجم)

2۔ اسے قاضی ابن عماد قدس سرۂ نے اسے بھی باطل قرار دیا ہے۔ اگرچہ ابن عماد قدس سرۂ نے اسے بھی باطل قرار دیا ہے۔ (شیخ رملی قدس سرۂ)

احتلام کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

(م) وَرُؤْيَتُهُ فِي النَّوْمِ حَقٌّ۔

''اور آپ کو خواب میں دیکھنا حق ہے''۔

(ش) (اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جس نے سیّد عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا بلا شبہ اس نے حق اور آپ ہی کو دیکھا۔)

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔ (ص۲۷۹)

''اس کی وجہ بروایت ''بخاری و مسلم'' یہ ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ آپ کی شکل و شباہت اپنا سکے''۔

(م) وَلَا يُعْمَلُ بِهَا فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالْأَحْكَامِ لِعَدَمِ ضَبْطِ النَّائِمِ۔

'' (اگر چہ حضور انور ﷺ کا خواب میں دیکھنا حق و سچ ہے مگر) جو کچھ خواب میں از قبیل احکام سنے گا اس پر عمل نہ ہوگا، اس لیے کہ نیند کی حالت میں (صحیح) ضبط نہیں ہوتا''۔

(ش) عدم عمل اس بناء پر نہیں کہ رویت میں کوئی شک ہے۔ (بلکہ اس لیے کہ بحالتِ خواب کامل ضبط و حفظ ناپید ہے)

انبیاء علیہم السلام کے جسم محفوظ رہتے ہیں

(م) وَلَا تَأْكُلُ الْأَرْضُ لِحَرَمِ الْأَنْبِيَآءِ۔

''اور زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی''۔

(ش) جیسا کہ اس باب میں صحیح حدیث منقول ہے۔

(یعنی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ زمین آپ کے جسم اطہر کو نہیں کھا سکتی۔ اور یہ خصوصیت سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے) (مترجم)

(م) وَالْكِذْبُ عَلَيْهِ عَمَدًا كَبِيْرَةٌ۔

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جان بوجھ کر آپ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کبیرہ گناہ ہے''۔

(ش) جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے۔ چنانچہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ كِذْبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكِذْبٍ عَلٰى اَحَدٍ۔ (ص۲۷۹)

"مجھ پر جھوٹ باندھنا، کسی دوسرے پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں ہے"۔

امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ سید عالم ﷺ پر جھوٹ باندھنا (اشد) کبیرہ گناہ تو ہے۔ مگر ایسا کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

(واضح رہے کہ) سیّد عالم ﷺ کے خصائص صرف یہی نہیں جو ذکر کیے گئے۔ (بلکہ) یہ ان میں سے چند ہیں، جن میں سے کچھ (تو مصنف قدس سرہٗ نے اور کچھ) میں نے ذکر کیے ہیں۔ اور ان میں سے چند (مشہور) یہ ہیں:

☆ چنانچہ انہی خصائص سے یہ ہے کہ (بسا اوقات) خالص پاکیزہ (1) پانی آپ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پھوٹ پڑا۔

(شیخ رملی قدس سرہٗ) 1۔ خالص پاکیزہ پانی الخ سرور عالم ﷺ کے خصائص میں سے کچھ یہ ہیں:

☆ ہر وہ مقام جہاں سید عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور آپ کے تعین قبلہ کی جگہ بھی معلوم ہے تو وہی جگہ قبلہ کے لیے مخصوص و معین ہوگی۔ دائیں بائیں اجتہاد و تحری نہیں کی جائے گی۔ یہ خصوصیت دوسرے محرابوں کو حاصل نہیں۔

☆ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ نماز کے آخری تشہد (التحیات) میں (یعنی بعد از تشہد) آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے (2)۔

☆ امام اسفرائینی قدس سرہٗ نے "دخائر" میں "تعلیقا" فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اسماء کا علم دیا گیا تھا، اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوقات آپ پر پیش کی گئیں۔

☆ (اور انہی خصائص سے یہ ہے جسے) حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ کبیر" میں مرسلا اور "کتاب الادب" میں تعلیقاً ذکر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو کبھی بھی جماہی نہیں آئی اور (اسی طرح) حضرت امام مسلمہ بن عبدالملک قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو کبھی بھی جماہی نہیں آئی۔

اور یہ وصف علامات نبوت سے ہے۔

سرور عالم ﷺ کے براز کو زمین نگل لیتی تھی

☆ اور انہی خصائص سے یہ ہے جو حضرت الامام الحافظ عبدالغنی قدس سرہٗ سے نبی کریم ﷺ کے براز مبارک کے متعلق استفسار کیا گیا کہ آیا آپ کے براز شریف کو زمین نگل لیا کرتی تھی؟ (یا نہیں؟)

تو حافظ عبدالغنی قدس سرہٗ نے جواب دیا کہ "غریب" طریقہ سے تو یہی مروی ہے (کہ زمین نگل لیتی تھی)

شیخ رملی قدس سرہٗ کی رائے

☆ وَالظَّاهِرُ يُؤَيِّدُهُ فَإِنَّهُ لَمْ يُذْكَرْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُ رَآهُ وَلَا ذَكَرَهُ۔ (ص ۲۷۹)

"بظاہر تائید اسی کی ہوتی ہے (کہ آپ کے براز شریف کو زمین نگل لیتی تھی) کیوں کہ کسی بھی صحابی سے یہ مروی نہیں کہ اس نے آپ کے براز کو دیکھا ہے۔ اور نہ ہی کسی نے اس کے دیکھنے کو ذکر کیا ہے"۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

2۔ احناف کے نزدیک آخری تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ ہاں بقدر تشہد قعود فرض ہے۔ (مترجم)

ﷲ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ جو امام ابن القاص قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے لیے کسی کو امان دینے کے بعد (کسی بھی مصلحت کے تحت) پھر اس مستامن کا قتل کرنا ''جائز تھا''۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) رہا آپ کا بول مبارک، تو اسے کئی لوگوں نے دیکھا ہے، حتیٰ کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ نے اسے نوش بھی کیا ہے۔

ﷲ حضرت الامام اصطخری قدس سرہٗ نے ''ادب القضاء'' میں ذکر فرمایا کہ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ جس کسی کے حق میں آپ کوئی فیصلہ فرما دیں پھر ایسا آدمی اگر آپ کے فیصلہ سے ذرہ بھر کبیدہ خاطر ہوا تو کافر ہو جائے گا۔ جبکہ یہ خصوصیت آپ کے علاوہ دوسرے حکام وقضاۃ میں مفقود ہے۔

ﷲ اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ (بعد از وصال شریف) آپ پر باجماعت (1) نماز نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی گئی۔

تمام مردوں کی فراغت کے بعد آپ پر خواتین نے نماز ادا کی۔ پھر ان کے بعد بچوں نے آپ پر نماز ادا کی۔

علیحدہ علیحدہ آپ پر نماز پڑھنے کی وجہ

سیّد عالم ﷺ پر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے کی وجہ امر توقیفی تھا، جیسا کہ:

وَرُوِیَ اَنَّہٗ اَوْصٰی بِالصَّلٰوۃِ فُرَادٰی۔ (ص ۲۸۰)

''امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''مسند'' اور امام ترمذی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے علیحدہ علیحدہ ہی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی ہوئی تھی۔''

کیا انبیاء علیہم السلام کی شکل وشباہت ابلیس بنا سکتا ہے؟

اس بارہ میں ائمہ کی آراء

امام قضاعی قدس سرہٗ کی رائے

☆ امام قضاعی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ یہ خصوصیت صرف سیّد عالم ﷺ کی ہے۔ شیطان آپ کی شکل وشباہت نہیں اپنا سکتا جبکہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں نہیں ہے۔

امام ابن نحوی قدس سرہٗ کی رائے

☆ امام نحوی قدس سرہٗ نے بھی آپ کے خصائص میں ایسے ہی فرمایا ہے (کہ ابلیس آپ کی شکل بنانے میں پر قادر نہیں ہے)

امام ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ کی رائے

☆ امام ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے فرمایا، کیا یہ صرف سیّد عالم ﷺ کی ہی خصوصیت ہے کہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آ سکتا۔ یا تمام رسولوں اور نبیوں علیہم السلام کی شکل وصورت میں بھی نہیں آ سکتا؟

(اس بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں قائم کی جا سکتی، اس لیے کہ) حدیث شریف میں نہ ہی تو یقینی خصوصیت پر، اور نہ ہی یقینی عموميت پر کوئی واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور نہ ہی اس قسم کے امور عقل وقیاس سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ البتہ (اتنا کہا جا سکتا ہے کہ) اللہ جل اسمہٗ کے ہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے برتر منصب ومقام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

1۔ (نوٹ) سید عالم ﷺ پر نماز جنازہ فقط صلاۃ وسلام کی صورت میں تھی، مروجہ شرعی نماز نہ تھی۔ (مترجم)

مگر اس قول میں علامہ ابن القاص قدس سرہٗ نے غلطی کھائی ہے۔

☆اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے دنیا و آخرت میں اپنی امامتِ کل واضح کرنے کے لیے شبِ اسریٰ میں سب انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

☆اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی مقدس بغلیں سفید سفید تھیں۔ (یعنی بال نہ ہونے کی وجہ سے آئینہ کی طرح شفاف تھیں) جبکہ آپ کے سوا کسی دوسرے شخص میں یہ وصف نہیں پایا جاتا۔ اس لیے کہ (ایک تو) ہر ایک کی بغلوں میں (بال بھی ہوتے ہیں اور) بال سیاہ ہوتے ہیں۔

آپ سے خطا نہ ہونے کی وجہ

☆وَ كَانَ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ الْخَطَأُ اِذْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ يَّسْتَدْرِكُ خَطَاءَهٗ بِخِلَافِ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ۔ (ص ۲۷۹)

"اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سیّد عالم ﷺ سے وقوعِ خطاء ناممکن ہے اس لیے کہ آپ کے بعد اور کوئی (نیا) نبی تو آ نہیں سکتا، جو آپ کی خطاء کا تدارک کر سکے بخلاف دوسرے انبیاء علیہم السلام کے، (کہ ان کی خطاء کا ازالہ دوسرے بعد والے انبیاء علیہم السلام کر دیا کرتے تھے)"۔

☆اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) بعد از وصال آپ کو لوگوں کا (عرض کردہ) سلام پہنچتا ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عنایت بھی انبیاء علیہم السلام کو شامل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ (یہ تو مسلم ہے ہی کہ) انبیاء علیہم السلام شیطان اور اس کی ذریت کے شر سے (کلیۃً) محفوظ ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شیطان دوسرے انبیاء علیہم السلام کی صورت و شباہت بھی نہیں اپنا سکتا۔

امام ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے "اَحْكَامُ الْمَرْجَانِ فِيْ اَحْكَامِ الْجَانِّ" میں فرمایا کہ شیطان کو یہ طاقت نہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی صورت و شباہت اپنا سکے۔

لہٰذا، اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ جل مجدہٗ کی تمثیل اپنانا بھی شیطان کے مقدور سے باہر ہے۔ اسی لیے خواب میں اللہ جل مجدہٗ کی نورانی جھلک دیکھنا حق ہے اور اس میں کسی قسم کی شیطانی ملاوٹ نہیں ہو سکتی۔ یہ تو تھا ایک جماعت کا مذہب جن میں سے ایک حضرت امام ابوبکر ابن العربی مالکی قدس سرہٗ بھی ہیں۔ اور ائمہ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ شیطان کی تمثیل و تصویر سے محفوظ رہنا صرف سید عالم ﷺ کی یہ خصوصیت ہے۔ اس لیے کہ آپ کی ایک صفت بشر (انسان) بھی ہے۔

اور اس صفت کے پیشِ نظر آپ کی صورت اختیار کرنا بھی ممکن ہے۔ لیکن اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی تمثیل اپنانے سے شیطان کو باز رکھا ہوا ہے تاکہ خواب میں آپ کا دیکھنا جھوٹ سے خلط نہ ہو جائے۔ مگر اللہ جل مجدہٗ تو صورت و تمثیل سے منزہ و مبرا ہے۔ اس لیے شیطان کا یہ صورت بنانے سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نہیں۔

لہٰذا رویت باری تعالیٰ میں کسی التباس کے وقوع کا امکان نہیں ہو سکتا۔

☆اور (نیز انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تبلیغِ رسالت کی گواہی دیں گے۔

دھوپ یا چاندنی میں آپ کا سایہ نہ تھا

☆وَكَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِالْقَمَرِ لَا یَظْهَرُ لَهٗ ظِلٌّ،وَیَشْهَدُ لِذَالِکَ اَنَّهٗ سَاَلَ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَ فِی جَمِیْعِ اَعْضَاءِهٖ وَجِهَاتِهٖ نُوْرًا وَخَتَمَ بِقَوْلِهٖ ''وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔'' (ص۲۷۹، ۲۸۰)

''اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلا کرتے تو آپ کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ پڑتا تھا'' (1)۔

☆اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) آپ سے ''ایلاء واظہار'' کا وقوع نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ یہ دونوں حرام ہیں۔ اور آپ (ہر گناہ سے) معصوم ہیں۔

اور لعان تو آپ کے حق میں (قطعاً) محال (بالذات) ہے۔

☆اور (انہی خصائص سے یہ ہے جو) امام فخر الدین رازی ''رضی اللہ عنہ'' نے نقل فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی مچھر آپ کے خونِ مبارک کو چوس سکتا تھا۔

(م) وَذِکْرُ الْخَصَائِصِ مُسْتَحَبٌّ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

''اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص کو بیان کرنا مستحب ہے''۔

(ش) امام نووی قدس سرہٗ نے ''روضہ'' میں نقل فرمایا کہ آپ کے خصائص کے بیان کرنے کو اگر واجب کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ تاکہ کوئی جاہل صحیح حدیث میں مروی آپ کے خصائص دیکھ کر کہیں ان پر عمل کرنا شروع نہ کر دے۔

لہٰذا خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان (برائے انتباہ) واجب ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔

اور اسی سے ان لوگوں کی آراء بھی باطل ہو جاتی ہیں جن کے نزدیک آپ کے خصائص پر گفتگو کرنے کی ممانعت ہے، اور ایسے حضرات وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ (یعنی خصائص کا) ایک ایسا معاملہ تھا، جواب ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان میں گفتگو کرنا لاحاصل ہے۔

1۔ اس لیے کہ:

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا　　سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

(اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ)

خاتم الحفاظ الامام الاجل شیخ الاسلام

الشیخ جلال الدین السیوطی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

فَكَانَ نَبِيًّا وَآدَمُ مُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ۔ (ص۲۸۱)

''حتیٰ کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنے خمیر ہی میں تھے''۔

☆ (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) جب اللہ جل شانہٗ نے عالمِ ارواح میں سب روحوں سے (اپنی الوہیت کا) عہدو پیمان لیا، تو سب سے پہلے اللہ جل مجدہٗ کی ربوبیت کا اقرار کرنے والی آپ ہی کی روحِ منورہ تھی۔ یعنی ''الستُ بربکم'' کے جواب میں سب سے پہلے ''بلٰی'' (ہاں) کہنے والے آپ ہی تھے۔

☆ اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) حضرت آدم علیہ السلام اور جملہ کائنات آپ ہی کے طفیل پیدا کی گئی۔

☆ (انہی خصائص سے) عرش و آسمان، جنت اور سب ملکوت میں آپ کے اسمِ گرامی کا مکتوب ہونا۔

☆ اور (انہی خصائص سے) (ملاءاعلیٰ) فرشتوں میں ہر وقت آپ کے ذکرِ (خیر) کا ہوتے رہنا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ'' تمام فرشتوں میں، اور عہد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر (تا ایں دم) اذان میں آپ کے اسمِ گرامی کا لیا جانا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ'' حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے (آپ کا زمانہ پانے کی صورت میں) آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد و پیمان لیا جانا۔

☆ ''انہی خصائص سے'' کتبِ سابقہ میں آپ کی آمد کی بشارت کا ہونا، نیز کتب سابقہ میں آپ کی، اور آپ کے تمام صحابہ، اور آپ کی امت کی توصیف و ستائش کا بیان ہونا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ'' شیطان آپ کی ولادت کی وجہ سے آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔

☆ ''انہی خصائص سے'' ایک قول کے مطابق آپ کے سینہ اقدس کا شق ہونا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ'' آپ کی پشتِ اقدس پر دل کے مقابل جہاں سے شیطان گھستا ہے، مہرِ (نبوت) ثبت کی گئی۔

☆ ''انہی خصائص سے'' آپ کے لیے ایک ہزار اسماء کا ہونا، اور آپ کے اسمِ گرامی کا اسمِ الٰہی سے مشتق ہونا۔

شیخ الاسلام امام سیوطی قدس سرّہٗ المتوفی ۹۱۱ھ کے فرمودہ ارشادات سے اُن کی کتاب ''خصائصِ کبرٰی'' ہے، جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بے شمار معجزات و دلائل، اخلاق و فضائل اور آپ کے احوالِ شریفہ سے متعلق امور ذکر فرمائے ہیں۔ اور اس کتاب کے خاتمہ میں نبی کریم ﷺ کے وہ خصائص ذکر فرمائے ہیں جن کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری و فوقیت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ خصائص آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو میسر نہیں ہوئے۔

''خصائص کبرٰی'' اپنے فن کی بے نظیر کتاب

اور یہ ''خصائصِ کبرٰی'' ہی وہ کتاب ہے جو اپنے فن میں ایک جامع اور نافع تالیف شمار کی گئی ہے۔ اور نہ ہی اپنے فن میں اس کی کوئی نظیر ہے اس لیے کہ میں نے (یعنی علاّمہ نبہانی قدس سرّہٗ) آج تک ایسی کوئی کتاب نہیں دیکھی کہ جس نے اس کی طرح سیّد عالم ﷺ کے خصائص کو اکٹھا کیا ہو۔ اب میں شیخ قدس سرّہٗ ہی کے الفاظ میں ان خصائص کو بیان کرتا ہوں۔

امام سیوطی قدس سرّہٗ نے فرمایا: امام ابوسعید نیشاپوری قدس سرّہٗ نے ''شرف المصطفیٰ'' میں ذکر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے وہ فضائل جن کی بناء پر آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فوقیت حاصل ہے، کل ساٹھ باتیں ہیں۔ ''انتہیٰ''

امام سیوطی قدس سرّہٗ نے فرمایا: میں کہتا ہوں، مجھے کسی ایسے شخص کی اطلاع نہیں ہوئی کہ جس نے ان کو شمار کیا ہو، (البتہ) مجھے آثار و احادیث کے تتبع سے نہ صرف مذکورہ تعداد، بلکہ اس سے بھی تین گنا زائد تعداد ملی ہے۔

پھر میں نے ان خصائص سے چار قسمیں سمجھی ہیں:

۱۔ سیّد عالم ﷺ کے خصائصِ دُنیوی،

۲۔ سیّد عالم ﷺ کے خصائصِ اُخروی،

۳۔ سیّدِ عالم ﷺ کی اُمت کے خصائصِ دُنیوی،

۴۔ سیّدِ عالم ﷺ کی اُمت کے خصائصِ اُخروی،

اب میں ان سب کو تفصیلاً متعدد ابواب میں ذکر کرتا ہوں۔

تخلیق کے لحاظ سے آپ سب سے پہلے نبی ہیں

☆ (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) سیّد عالم ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ تقریباً ستر اسمائے الہیہ پر آپ کے اسمائے گرامی رکھے گئے۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ'' دورانِ سفر فرشتوں کا آپ کو سایہ کرنا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ کہ'' سب سے بڑھ کر آپ کا عقلمند ہونا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے کہ'' آپ کو حسن کے تمام لوازمات عطا فرمائے گئے۔ حتیٰ کہ حسنِ یوسفی بھی آپ ہی کے حسن کا کچھ حصہ ہے۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ ہے'' جیسا کہ امام بیہقی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ ابتدائے وحی کے وقت جبریلِ امین کا آپ کو بھینچنا۔

☆ اور یہ کہ سیّد عالم ﷺ کا حضرت جبریلِ امین کو ان کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانا۔

☆ ''انہی خصائص سے یہ کہ'' جیسا امام ابن سبع قدس سرّہٗ نے ذکر فرمایا، سیّد عالم ﷺ کی بعثت کے سبب کہانت کا ختم ہونا، اور شیاطین کا آسمانی باتوں کے چرانے سے روک دیا جانا ہے اور شیاطین کی ٹوٹے ہوئے ستاروں سے پٹائی کا ہونا ہے۔

سیّدِ عالم ﷺ کے والدین کا آپ کی نبوت پر ایمان لانا

☆ وَإِحْيَاءُ أَبَوَيْهِ لَهُ حَتّٰى اٰمَنَا بِهٖ۔ (ص ۲۸۱)

''اور'' انہی خصائص سے'' سید عالم ﷺ کے والدین کریمین کا آپ کی وجہ سے زندہ ہونا، اور پھر ان کا آپ پر ایمان لانا''۔

☆ اور'' انہی خصائص سے'' کفار کا عذاب کم کروانے میں آپ کی سفارش کا مقبول ہونا ہے جیسا کہ ابو طالب، اور دو قبر والوں کے قصہ میں (مروی) ہے۔

☆ ''انہی خصائص سے'' لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت کے لیے وعدۂ الٰہی کا ہونا ہے۔

☆ جیسا کہ امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا، آپ کے انہی خصائص سے اسریٰ اور اس کے لواحقات ہیں، (یعنی) شب کے تھوڑے سے حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سیر فرمانا، اور ساتوں آسمانوں کا عبور فرمانا، اور مقامِ ''قاب قوسین'' تک تشریف لے جانا، اور پھر ان مقامات تک پہنچنا، جہاں نہ تو کوئی نبی مرسل، اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ دم مار سکتا ہے۔

اور (اسی سیر کے دوران) انبیاء علیہم السلام کا آپ کی خاطر زندہ فرمایا جانا،

اور پھر آپ کا انہیں اور تمام فرشتوں کو نماز پڑھانا، اور جنت و دوزخ کا معائنہ فرمانا۔

اور اللہ جل مجدہٗ کی بڑی بڑی آیات کا دیکھنا، اور پھر انہیں یاد بھی رکھنا۔

☆ اور "انہی خصائص سے یہ کہ" آپ کا اللہ جل شانہٗ کی ذات کو (بلا حجاب) دومرتبہ دیکھنا، اور (اس دیدار سے) آپ کی مقدس آنکھوں کا نہ تو جھپکنا، اور نہ ہی بہکنا(1)۔

☆ اور "انہی خصائص سے" فرشتوں کا آپ کے ہمراہ کافروں سے جنگ کرنا ہے۔

تقریباً یہ چالیس کے لگ بھگ سیّد عالم ﷺ کے وہ خصائص مبارکہ ہیں جن کے ثبوت پر (متعدد) احادیث گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہیں۔

اعجاز القرآن، آپ کی خصوصیت

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ کو دی گئی کتاب معجزہ ہے۔

☆ اور ہمیشہ کے لیے تبدیل وتحریف سے محفوظ ہے۔

☆ اور ہر ایک شے کی جامع ہے۔

☆ اور (اپنی جامعیت میں) اپنے غیر کی محتاج نہیں۔

☆ اور سابقہ کتب کے جمیع مضامین پر مشتمل ہونے کے علاوہ ان سے زیادہ مضامین پر بھی حاوی ہے۔

☆ اور حفظ کے لیے آسان ہے۔

☆ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے نازل ہوئی۔

☆ اور سات طریقوں سے سات لغات پر نازل ہوئی۔

☆ اور ہر ایک زبان پر مشتمل ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے (قرآن کریم کی مذکورہ صفات کو حسب ذیل) ان آیات میں بیان فرمایا:

۱۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ (بنی اسرائیل)

"تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں، تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے، اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو"۔

اور اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا:

۲۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ (حجر)

"بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔

اور جل شانہٗ نے فرمایا:

1۔ موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات　　تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

۳۔ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ (حم السجدہ:42)

''باطل کواس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے''۔

اور اللہ عز اسمہٗ نے فرمایا:

۴۔ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل:89)

''اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے''۔

اور اللہ جل وعلا نے فرمایا:

۵۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ (نمل)

''بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے، بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں''۔

اور اللہ عز برہانہٗ نے فرمایا:

۶۔ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ (قمر)

''اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا''۔

اور اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

۷۔ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ (بنی اسرائیل)

''اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو''۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

۸۔ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ

''اور کافر بولے قرآن اُن پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا'' (فرقان:32)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (فرقان:32)

''ہم نے یونہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں۔''

فضائل وخصائصِ قرآن میں مروی احادیث

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذکر فرمائی ہے کہ:

(۱)قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ ﷺ مَا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مَا مِثْلَهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا۔(ص۲۸۲)

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر ایک نبی کو کوئی نہ کوئی ایسا اعجاز دیا گیا کہ جس کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے۔ اور مجھے جو کچھ دیا گیا، وہ وحیِ الٰہی ہے۔ اسی لیے میں امید کرتا ہوں کہ میرے پیروکاران سب سے زیادہ ہوں گے۔''

☆ امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ'' کی تفسیر میں حضرت امام حسن (بصری) ''رضی اللہ عنہٗ'' سے روایت کیا کہ:

(۲) قَالَ حَفِظَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَلَا یَزِیْدُ فِیْهِ بَاطِلًا وَلَا یَنْقُصُ مِنْهُ حَقًّا۔(ص۲۸۲)

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن کریم کو شیطان (کے تصرف) سے محفوظ فرما دیا ہے کہ نہ تو وہ اس میں جھوٹ کی زیادتی کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے سچ میں کوئی کمی کر سکتا ہے''۔

حفاظت قرآن سے متعلق ایک دلچسپ حکایت

(۳)عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَکْثَمَ قَالَ دَخَلَ یَهُوْدِیٌّ عَلَی الْمَاْمُوْنِ فَتَکَلَّمَ فَاَحْسَنَ الْکَلَامَ فَدَعَاهُ الْمَامُوْنُ اِلَی الْاِسْلَامِ فَاَبٰی فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ سَنَةٍ جَآءَ نَا مُسْلِمًا،فَتَکَلَّمَ عَلَی الْفِقْهِ فَاَحْسَنَ الْکَلَامَ،فَقَالَ لَهٗ الْمَاْمُوْنُ مَا کَانَ سَبَبُ اِسْلَامِکَ،قَالَ اِنْصَرَفْتُ مِنْ حَضْرَتِکَ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمْتَحِنَ هٰذِهِ الْاَدْیَانَ فَعَمِدْتُ اِلَی التَّوْرَاةِ فَکَتَبْتُ ثَلَاثَ نُسَخٍ فَزِدْتُ فِیْهَا وَنَقَصْتُ،وَاَدْخَلْتُهَا الْکَنِیْسَةَ،فَاُشْتُرِیَتْ مِنِّیْ،وَعَمَدْتُ اِلَی الْاِنْجِیْلِ،فَکَتَبْتُ ثَلَاثَ نُسَخٍ فَزِدْتُ فِیْهَا وَنَقَصْتُ وَاَدْخَلْتُهَا الْبِیْعَةَ،فَاُشْتُرِیَتْ مِنِّیْ وَعَمَدْتُ اِلَی الْقُرْاٰنِ فَعَمِلْتُ ثَلَاثَ نُسَخٍ فَزِدْتُ فِیْهَا،وَنَقَصْتُ وَاَدْخَلْتُهَا الْوَرَّاقِیْنَ فَتَصَفَّحُوْهَا فَلَمَّا اَنْ وَجَدُوْا فِیْهَا الزِّیَادَةَ وَالنُّقْصَانَ،رَمَوْا بِهَا فَلَمْ یَشْتَرُوْهَا فَعَلِمْتُ اَنَّ هٰذَا الْکِتٰبَ مَحْفُوْظٌ فَکَانَ سَبَبُ اِسْلَامِیْ۔

23B

قَالَ يَحْيٰى ابْنُ اَكْثَمَ فَحَجَجْتُ تِلْكَ السَّنَةَ فَلَقِيْتُ سُفْيَانَ ابْنَ عُيَيْنَةَ فَذَكَرْتُ لَهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ لِيْ،مِصْدَاقُ هٰذَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ قُلْتُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ قَالَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ "بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ" فَجَعَلَ حِفْظَهُ اِلَيْهِمْ فَضَاعَ وَقَالَ فِي الْقُرْاٰنِ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ (ص ۲۸۲)

حضرت امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا:

''حضرت امام یحییٰ ابن اکثم قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ یحییٰ ابن اکثم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایک یہودی (خلیفہ) مامون (عباسی) کی خدمت میں آیا اور اس نے (کچھ) کلام کیا، اور اچھا کلام کیا۔ (اس پر خلیفہ) مامون نے اسے دعوتِ اسلام دی، مگر اس نے انکار کردیا۔ جب ایک سال گزر گیا، تو وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا اور اس نے علم و فقہ پر اچھی گفتگو کی۔ (خلیفہ) مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ بولا: میں نے آپ کے ہاں سے جا کر (مختلف) مذاہب کی جانچ پرکھ کی۔ اور اس سلسلہ میں میں نے توراۃ شریف کے تین نسخے لکھے، اور ان میں (قدرے) کمی بیشی کر دی اور پھر کنیسہ میں بھیج دیے، وہ تینوں مجھ سے بک گئے، پھر میں نے انجیل مقدس کے تین نسخے لکھے، اور ان میں بھی کمی بیشی کر دی، اور گرجا میں بھیج دیے، وہ تینوں بھی فروخت ہو گئے، پھر میں نے قرآن کریم کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کردی اور انہیں ''وراقین'' کے ہاں بھیج دیا، انہوں نے ان نسخوں کی ورق گردانی کی، اور جب ان میں کمی بیشی پائی، تو ان کو پھینک دیا اور ان کو مول نہ لیا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ یہ کتاب (تحریف و تغیر سے) محفوظ ہے۔ اور یہی میرے مسلمان ہونے کا باعث بنا۔

حضرت الامام یحییٰ بن اکثم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے اسی سال حج کیا، اور حضرت سفیان بن عیینہ ''رضی اللہ عنہ'' سے ملا۔ اور میں نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا (اس پر تبصرۃً) شیخ الاسلام امام سفیان بن عُیینہ ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا کہ اس کا مصداق تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ میں نے استفسار کیا: کس مقام پر؟ فرمایا: توراۃ و انجیل کی نسبت اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (مائدہ:44) (ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی) (یعنی) توراۃ و انجیل کی حفاظت ان پر چھوڑ دی گئی

تھی۔ لہٰذا وہ کتب ضائع ہوگئیں۔جبکہ قرآنِ عزیز کی بابت فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ (حجر) (بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن، اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔) اس لیے اللہ جل مجدہٗ نے اسے (تغیر و تبدل سے) محفوظ رکھا، اور ضائع نہ ہوا۔ (یعنی قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ جل مجدہٗ نے خود فرمائی ہے)''۔

(۴) امام بیہقی قدس سرّہٗ نے حضرت خواجہ حسن بصری ''رضی اللہ عنہ'' سے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا کہ:

قَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِائَةً وَّاَرْبَعَةَ كُتُبٍ اَوْدَعَ عُلُوْمَهَا اَرْبَعَةً مِّنْهَا التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيْلُ وَالزَّبُوْرُ وَالْفُرْقَانُ ثُمَّ اَوْدَعَ عُلُوْمَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ فِي الْقُرْاٰنِ۔ (ص ۲۸۲)

''حضرت خواجہ حسن بصری ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں۔ اور ان سب کے علوم چار کتابوں توراۃ، انجیل، زبور، اور قرآن کریم میں رکھے۔ اور پھر توراۃ و انجیل اور زبور کے تمام علوم قرآن کریم میں رکھے''۔

(۵) امام سعید بن منصور قدس سرّہٗ نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنا چاہے، پھر اسے ضروری ہے کہ قرآن کریم سیکھے، اس لیے کہ قرآن کریم میں پہلوں اور پچھلوں (سب) کے علوم ہیں۔

(۶) علامہ ابن جریر قدس سرّہٗ اور امام ابن ابی حاتم قدس سرّہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے:

قَالَ اَنْزَلَ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ كُلَّ عِلْمٍ وَبَيَّنَ لَنَا فِيْهِ كُلَّ شَيْئٍ وَلٰكِنْ عِلْمُنَا يَقْصُرُ عَمَّا بُيِّنَ لَنَا فِي الْقُرْاٰنِ۔ (ص ۲۸۲)

''فرمایا: اس قرآن عزیز میں ہر ایک علم موجود ہے۔ اور اس میں ہمارے لیے ہر شے بیان کردی گئی ہے۔ ہاں ہماری سوجھ بوجھ قرآن کریم میں بیان شدہ شے تک پہنچنے سے قاصر ہے''(1)۔

1۔ نعم ما قال الشاعر:۔

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

''ترجمہ:۔ قرآن میں تو تمامی علوم ہیں مگر لوگوں کی عقلیں ان تک پہنچنے سے کوتاہ ہیں''۔

(۷) ابوالشیخ قدس سرہٗ ''کتاب العظمت'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ (قرآن کریم میں) اگر کسی (چھوٹی سے چھوٹی) شے کا ذکر (بھی) نہ فرماتا تو چاول، رائی کے دانہ اور مچھر کے ذکر کی طرف توجہ نہ فرماتا۔

(۸) امام حاکم اور امام بیہقی قدس سرہما حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ الْكِتَابُ الْاَوَّلُ يَنْزِلُ مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ مِنْ سَبْعَةِ اَبْوَابٍ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ: زَاجِرٌ وَآمِرٌ حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْكَمٌ وَمُتَشَابَهٌ وَاَمْثَالٌ (ص ۲۷۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہلی کتاب، ایک حرف پر ایک ہی طریقہ سے نازل ہوتی تھی، مگر قرآن کریم سات طریقوں سے، سات حرفوں (یعنی سات لغات) پر نازل ہوا ہے۔

اور وہ (سات) طریقے یہ ہیں: ۱۔ زجر (و توبیخ) ۲۔ امر (حکم) ۳۔ حلال ۴۔ حرام ۵۔ محکم (غیر متبدل احکام) ۶۔ متشابہ (جن کی مراد اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ ہی جانیں) ۷۔ امثال

(۹) امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''حضرت جبریل امین علیہ السلام نے (اولاً) مجھے قرآن کریم (صرف) ایک حرف پر پڑھایا (مگر) میں نے اس سے زائد لغات میں پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ میرا یہ مطالبہ مسلسل بڑھتا رہا، اور وہ بڑھاتے رہے، حتی کہ سات حروف تک پہنچے''۔

(۱۰) امام مسلم قدس سرہ نے حضرت (سید القراء) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: (اولاً) اللہ جل مجدہٗ نے مجھے ایک لغت میں قرآن کریم پڑھنے کا پیغام ارسال کیا۔

میں عرض گزار ہوا کہ میری امت پر آسانی فرمائی جائے، پھر مجھے دو لغتوں میں پڑھنے کا پیام ملا۔ میں نے پھر گزارش کی کہ میری امت پر (اس سے بھی زیادہ) آسانی فرمائی جائے تو (آخر) مجھے سات لغات میں پڑھنے کا پیام آیا۔

(۱۱) (حضرت الامام ابوبکر) ابن ابی شیبہ قدس سرہ نے (اپنی) ''مصنف'' میں، اور علامہ ابن جریر

قدس سرہ نے (اپنی تفسیر میں) حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم ہر ایک زبان میں اترا ہے۔

(۱۲) اور اسی طرح کی حدیث امام ابن ابی شیبہ قدس سرہ نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت فرمائی ہے۔

(۱۳) امام ابن منذر قدس سرہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا:

قرآن کریم میں ہر ایک زبان موجود ہے۔ (اس پر) آپ سے پوچھا گیا کہ رومی زبان قرآن عزیز میں کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: فَصُرْهُنَّ۔ قرآن کریم رومی لغت ہے جس کا عربی ترجمہ ''قَطِّعْهُنَّ'' ہے۔ انہیں ٹکڑے ٹکڑے بنا دو۔

تبصرۂ رازی

قَالَ الْاِمَامُ الرَّازِیُّ فَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی سَائِرِ الْکُتُبِ بِثَلَاثِیْنَ خَصْلَةٍ لَمْ تَکُنْ فِیْ غَیْرِهٖ۔ (ص ۲۸۳)

''حضرت امام (فخر الدین) رازی قدس سرہ نے فرمایا تیس وجہ سے قرآن کریم کو تمام آسمانی کتابوں پر برتری حاصل ہے جو قرآن کریم کے علاوہ کسی اور کتاب میں مفقود ہیں''۔

قرآنِ کریم ایک دائمی معجزہ

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ قرآنِ کریم آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کا وہ معجزہ ہے، جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

جبکہ دوسرے انبیائے علیہم السلام کے معجزات اب باقی نہیں ہیں۔ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے ان تمام معجزات کو شمار فرمایا ہے جو اور انبیاء کرام علیہم السلام سے وقوع میں آئے۔ اور اپنے وقت میں ختم ہو گئے۔

☆ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ آپ کے معجزات سب انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد

(سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل معجزات کی تعداد کتنی ہے؟)

امام بیہقی قدس سرہٗ نے دو قول ذکر فرمائے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے کل معجزات کی تعداد ''ایک ہزار'' ہے۔

اور دوسرے قول پر آپ ﷺ کے معجزات(1) ''تین ہزار'' تک پہنچتے ہیں۔

☆ علامہ حلیمی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے کثیر معجزات ہونے کے باوجود ان میں ایک اشارہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزے، حضور اکرم ﷺ کے معجزوں جیسے نہیں ہیں۔ جیسے اختراع اجسام (کہ اس طرح کا معجزہ دوسروں میں نہیں ہے)

یہ خصوصیت صرف حضور انور ﷺ کے معجزات میں ہے۔ میں (یعنی امام سیوطی قدس سرہٗ) کہتا ہوں:

☆ سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں(2)۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی محترم میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ انہیں فقط ایک ہی نوعیت کے معجزہ کی خصوصیت حاصل ہے۔

☆ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ پتھروں کا سلام کرنا۔ تنے کا فراق میں رونا بھی آپ کے خصائص سے ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کے لیے اس طرح معجزہ ثابت نہیں ہے۔

☆ اسی طرح انگلیوں سے پانی کے پھوٹ پڑنے کو بھی شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے آپ ﷺ کے خصائص سے شمار فرمایا ہے۔ اور شیخ قدس سرہٗ کے علاوہ دوسرے آئمہ نے بھی اسی طرح اس معجزہ کو آپ ﷺ کے خصائص سے گنا ہے۔

☆ نیز شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما کے علاوہ دوسرے آئمہ نے چاند کے پھٹنے کو بھی آپ ﷺ کے خصائص سے شمار فرمایا ہے۔

آخری نبی ہونا خصوصیت ہے

☆ حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے خاتم ہیں۔ اور یہ کہ آپ ﷺ آخری نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

1۔ سید عالم ﷺ کے معجزات کی مذکورہ تعداد جو بیان کی گئی ہے اس سے مراد آپ ﷺ کے وہ معجزات ہیں جو روایات میں آگئے، ورنہ آپ کے معجزات تو حیطۂ شمار سے باہر ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

1۔ خوبی و شکل و شمائل، حرکات و سکنات ‏‏‏ آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (احزاب:40)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے''۔

☆ اور نیز آپ کے خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک کے لیے قائم ہے اور پہلی تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔ جیسا کہ امام ابن سبع قدس سرہما نے ان دو آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کی شریعت سابقہ تمام شرائع کی ناسخ ہے:

(۱) وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ:48)

''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ''۔

(۲)۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (صف:9)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے''۔

☆ (نیز) آپ ﷺ کے انہیں خصائص سے یہ ہے کہ اگر دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کا زمانہ نبوت پاتے تو ان پر آپ ﷺ کی اتباع (پیروی) فرض تھی۔ جیسا کہ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ كِتَابٌ اَصَبْتُهٗ مِنْ بَعْضِ اَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ أَنَّ مُوْسٰى كَانَ حَيًّا اَلْيَوْمَ مَا وَسِعَهٗ إِلَّا اَنْ يَّتَّبِعَنِيْ۔ (ص ۲۸۳)

''حضرت امیر المؤمنین سیدنا و مولانا عمر فاروق اعظم ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے (ایک دن حسب معمول) سید عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی جبکہ میرے پاس اہلِ کتاب میں سے ایک شخص سے لی ہوئی ایک کتاب تھی (جسے) آپ ﷺ نے (ملاحظہ فرمانے کے بعد) فرمایا، اللہ کی قسم! اب اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بقید حیاتِ ظاہری ہوتے تو انہیں (علیہ

السلام) میری پیروی کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا''۔

قرآن کریم کے ناسخ ہونے کی عمدہ وجہ

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب (قرآن کریم) ناسخ و منسوخ ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (بقرہ:106)

''جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے''۔

جبکہ دوسری آسمانی کتب میں یہ خصوصیت نہیں۔ اسی لیے یہود نسخ کے منکر ہیں۔

نسخ کے لیے شرط کیا ہے؟

☆ وَالسِّرُّ فِیْ ذَالِکَ اَنَّ سَائِرِ الْکُتُبِ نُزِلَتْ دَفْعَةً وَاحِدَةً فَلَا یُتَصَوَّرُ اَنْ یَّجْتَمِعَ فِیْهَا النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ لِاَنَّ شَرْطَ النَّاسِخِ اَنْ یَّتَاَخَّرَ نُزُوْلُهٗ عَنِ الْمَنْسُوْخِ۔(ص ۲۸۳)

''اور اس میں (یعنی قرآن کریم ناسخ و منسوخ کیوں ہے) راز یہ پنہاں ہے کہ دوسری کتب سماویہ کا نزول ایک ہی مرتبہ ہوا اس لیے ان میں ناسخ و منسوخ کے اجتماع کا تو تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناسخ کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کا نزول منسوخ کے بعد ہو''۔

مالکِ خزائنِ عرش ﷺ

☆ وَمِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اُعْطِیَ مِنْ کَنْزٍ تَحْتِ الْعَرْشِ وَلَمْ یُعْطَ مِنْهُ اَحَدٌ غَیْرُهٗ(1)۔(ص ۲۸۳)

''اور آپ ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو عرش کے نیچے سے وہ خزانہ عطا فرمایا گیا جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی کو بھی نہ ملا۔ (یعنی سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات مبارکہ)''۔

رسالتِ عامہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

☆ سید عالم ﷺ کے انہیں خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔

1۔ نوٹ: ''خصائص کبریٰ'' مطبوعہ مصر کے اصل نسخہ میں اس کے بعد یہ عبارت پائی جاتی ہے ''سیاتی حدیثه بعد ابواب'' یعنی اس خصوصیت کے دلائل میں احادیث، چند ابواب کے بعد آ رہی ہیں۔

یہاں تک کہ آپ ﷺ جنوں کے بالاتفاق رسول ہیں۔

اور ایک قول کی بناء پر سارے فرشتوں کے بھی رسول ہیں، جیسا کہ قرآنِ عزیز نے فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:28)

''اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے''۔

☆ حضور سرورِ عالم ﷺ کے انہیں خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پیروکار سب انبیاء علیہ السلام کے پیروکاروں سے بڑھ کر ہیں۔

اُمّی ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

☆ اور انہیں خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اُمّی (1) و ناخواندہ اور خط و کتابت نہ جاننے کے باوجود (تمام علوم سے بھرپور) کتاب (قرآنِ عظیم) دی گئی۔ جیسا کہ قرآنِ کریم نے فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ﴿۱﴾

''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر، جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو'' (فرقان:1)

رسالتِ عامہ اور کثرتِ اتباع پر احادیث کی گواہی

☆ اَخۡرَجَ الشَّيۡخَانِ عَنۡ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، اُعۡطِيۡتُ خَمۡسًا، لَمۡ يُعۡطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الۡاَنۡبِيَآءِ قَبۡلِي، نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِيۡرَةَ شَهۡرٍ۔

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بخاری و امام مُسلم ''رضی اللہ عنہما'' نے روایت کیا کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سے پیشتر کسی بھی نبی ''علیہ السلام'' کو عطا نہ ہوئی تھیں۔ (چنانچہ انہیں خصائص سے یہ ہے کہ) میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ایک ماہ کی مسافت

1۔ سعدی شیرازی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں دُرست ۔۔۔۔ کتب خانہ چند ملت بشست

ایک شاعر یوں عرض کرتا ہے:۔

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم ۔۔۔۔ بے سایہ و سائبانِ عالم (مترجم غفرلہٗ)

تک (دشمن پر) رعب خوف سے مدد فرمائی گئی ہے"۔

☆ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، فَأَيُّمَا رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ۔

"اور تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے، اور (نیز) زمین کو ذریعہ پاکیزگی بنایا گیا ہے (مراد تیمم ہے) اس لیے میری امت کا کوئی بھی فرد جہاں بھی نماز کا وقت پالے وہیں نماز ادا کرلے"۔

☆ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحِلُّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ۔

"اور اسی طرح (انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ) میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے غنیمتوں کو حلال کیا گیا ہے، جبکہ مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے کسی کے لیے بھی غنائم کو حلال نہ کیا گیا تھا"۔

☆ وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ

"اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" شفاعت (عظمیٰ) عطا کی گئی ہے"۔

☆ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔(ص ۲۸۴)

"اور (انہی خصائص سے یہ ہے کہ) ہر نبی "علیہ السلام" خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔ اور میں "صلی اللہ علیہ وسلم" تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں"

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں، اور امام بزار، امام بیہقی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" پانچ ایسی اشیاء دی گئی ہیں، جو مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو نہ دی گئیں۔

☆ تمام زمین میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے مسجد بنادی گئی ہے اور ساری زمین کو ذریعہ پاکی بھی بنا دیا گیا۔ جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لیے (مخصوص مقام) محراب کے سوا نماز ادا کرنا جائز نہ تھا۔

☆ اور ایک مہینے کی مسافت تک میری "صلی اللہ علیہ وسلم" خوف ورعب سے مدد فرمائی گئی ہے۔ میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" سامنا کرتے وقت اللہ جل مجدہٗ مشرکوں کے دلوں میں میرا "صلی اللہ علیہ وسلم" رعب ودبدبہ ڈال دیتا ہے۔

☆ اور دوسرے نبی ''علیہ السلام'' خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ اور میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' تمام جن وانس کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

☆ پہلے انبیاء علیہم السلام، مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کر دیا کرتے تھے، اور آگ آتی اور اسے کھا جایا کرتی تھی۔ اور مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' یہ مال اپنی امتوں کے محتاجوں پر خرچ کرنے کا حکم ملا ہے۔

☆ ہر ایک نبی ''علیہ السلام'' کو ان کی منشاء کے مطابق ایک دعا عطا کی گئی تھی (جس کا ثمرہ انہوں نے دنیا میں ہی طلب فرمالیا ہے) اور میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نے وہ مخصوص دعا قیامت میں اپنی ''صلی اللہ علیہ وسلم'' امت کی سفارش کے لیے محفوظ فرمالی ہے۔

(۳) امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ اور امام سعید بن عثمان دارمی قدس سرہٗ نے ''کتاب الودعة الجهيمه'' میں حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ ایک دن سرورِ عالم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا، ابھی ابھی جبریل میرے پاس آئے اور کہنے لگے: (یارسول اللہ ﷺ!) آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ذرا باہر تشریف لاکر اللہ جل اسمہٗ کی ان نعمتوں کا ذکر فرمایئے جو بطورِ انعام آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو ملی ہیں۔

پھر جبریل امین نے مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ان دس چیزوں کی بشارت سنائی جو مجھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سے قبل کسی کو بھی میسر نہ ہوئی تھیں۔ (چنانچہ وہ خصوصیات یہ ہیں)

☆ بلاشبہ اللہ جل عزّ اسمہٗ نے مجھے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور (ساتھ ہی) مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' تمام جنوں کو بھی دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اور مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اپنا کلام سکھایا، حالانکہ میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ناخواندہ تھا، جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ کی تختیاں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی اور میرے سبب میرے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پہلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیے ہیں۔

☆ اور مجھے خیر کثیر عطا فرمایا۔

☆ اور جنگ وقتال کرتے وقت فرشتوں سے میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' امداد فرمائی۔ مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' امداد واعانت دی۔ اور رعب (ودبدبہ) میرے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سامنے کر دیا۔

☆ اور میرا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' حوض سب حوضوں سے بڑا بنایا۔

☆ اور اذان میں میرا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ذکر بلند فرمایا۔

☆ اور قیامت میں مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' مقامِ محمود پر کھڑا کیا جائے گا۔ جبکہ اور مخلوق کا یہ عالم ہوگا

کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے ، بھاگے پھریں گے، نیز مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" قیامت کے دن لوگوں کی پہلی جماعت میں اٹھایا جائے گا۔

☆ اور میری "صلی اللہ علیہ وسلم" سفارش سے اللہ جل مجدہٗ میری "صلی اللہ علیہ وسلم" میری امت کے ستر ہزار افراد بلاحساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

☆ اور مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" جنتِ نعیم کا بلند چوبارہ عطا فرمائے گا، جس کے اوپر صرف حاملانِ عرش (بغرضِ خدمت) ہوں گے۔

☆ نیز اللہ جل مجدہٗ نے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" سطوت وشوکت عطا فرمائی۔

☆ اور غنائم کو میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے اور میری "صلی اللہ علیہ وسلم" امت کے لیے حلال فرمایا۔ جبکہ ہم "صلی اللہ علیہ وسلم" (ورضی اللہ عنہم) سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہ تھیں۔

(۴) امام ابویعلیٰ، امام طبرانی، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اللہ جل مجدہٗ نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو سب آسمان والوں، اور سب انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آسمان والوں پر آپ کی برتری کیا ہے؟ تو آپ "رضی اللہ عنہ" نے فرمایا: آسمان والوں پر برتری تو اس طرح ثابت ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے اہل آسمان کے حق میں فرمایا:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ (انبیاء)

"اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں، تو اسے ہم جہنم کی جزا دیں گے"۔

اور سید عالم ﷺ کے حق میں فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح:2)

"بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی، تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کی وجہ سے (اس آیت مبارکہ میں) آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے متعلقین کی برأت کا اعلان فرمادیا ہے۔ پھر حاضرین نے حضرت ابن عباس "رضی اللہ عنہما" سے استفسار کیا۔ اچھا حضرت! یہ فرمایئے کہ سب نبیوں علیہم السلام پر آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو

برتری کس طرح ہے؟ تو آپ "رضی اللہ عنہ" نے ارشاد فرمایا۔

وہ اس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بابت ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم:)

"اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا"۔

جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:28)

"اور محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تم کو نہ بھیجا، مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے"۔

لہٰذا (دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی بہ نسبت) آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (اور یہی وصف، یعنی رسول الثقلین ہونا دوسروں پر فوقیت کی دلیل ہے)

امام ابن سعد قدس سرہٗ، حضرت خواجہ حسن "رضی اللہ عنہ" سے راوی، انہوں نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَكْنَا حَيًّا، وَمَنْ يُوْلَدُ بَعْدِیْ۔ (ص ۲۸۴)

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ان سب کا رسول ہوں، جنہیں میں "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" نے زندہ پایا، اور جو میرے "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" بعد پیدا ہوں گے"۔

(٦) (یہی) امام ابنِ سعد قدس سرہٗ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے راوی، انہوں نے فرمایا کہ:

"سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں سب لوگوں کا رسول ہوں۔ اگر (بالفرض) سب میری "صلی اللہ علیہ وسلم" رسالت کی تصدیق چھوڑ دیں، تو پھر میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" لیے عرب ہی کافی، اگر عرب بھی اعراض کریں تو پھر میں قریش کا رسول، اگر قریش بھی پھر جائیں تو پھر میں "صلی اللہ علیہ وسلم" بنو ہاشم کا رسول، اگر بنو ہاشم بھی میری "صلی اللہ علیہ وسلم" رسالت قبول نہ کریں تو پھر "صلی اللہ علیہ وسلم" تنِ تنہا اپنی "صلی اللہ علیہ وسلم" ذات کا رسول ہوں۔"

(٧) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَابِعًا۔ (ص ۲۸۵)

''پیروکاروں کی کثرت کے لحاظ سے میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سب انبیاء سے بڑھ کر ہوں''۔

(۸) (جز) امام مسلم قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ہی) راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَا صُدِّقَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ مَا صُدِّقْتُ، اِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ مَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ۔ (ص ۲۸۵)

''جس طرح میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' رسالت کی تصدیق ہوئی ہے۔ اس طرح کسی بھی نبی ''علیہ السلام'' کی نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایسے بھی ہیں کہ جن کی تصدیق (ان کی امت سے) صرف ایک ہی آدمی نے کی ہے''۔

(۹) امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' امت قیامت کے دن میرے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہمراہ سیلاب کی طرح امڈے گی، (اور کثرت کی بناء پر) میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' امت کے سروں کی سیاہی رات کی تاریکی کی مانند معلوم ہوگی۔ اور لوگوں کے اسی بے پناہ ہجوم میں فرشتے (بے ساختہ) پکار اٹھیں گے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے، جو ان کے ہمراہ ہیں۔ سید عالم ﷺ کے ہمراہی ان سے کہیں بڑھ کر ہیں''۔

رسالتِ عامہ کے باب میں امام سبکی قدس سرہٗ کا استدلال

☆ اس پر تو سبھی کا اتفاق ہے کہ سید عالم ﷺ، جن وانس کے رسول ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہیں۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ﷺ فرشتوں کے بھی رسول ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہیں یا نہیں؟

امام سبکی قدس سرہٗ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' فرشتوں کے بھی رسول ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہیں۔ اور امام سبکی قدس سرہٗ اپنی اس ترجیح پر وہ حدیث شریف دلیل لائے ہیں، جسے شیخ الاسلام امام عبد الرزاق قدس سرہٗ نے حضرت عکرمہ قدس سرہٗ (شاگرد ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ انہوں ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا:

صُفُوْفُ اَهْلِ الْاَرْضِ عَلٰى صُفُوْفِ اَهْلِ السَّمَآءِ فَاِذَا وَافَقَ آمِيْنَ فِي الْاَرْضِ، آمِيْنَ فِي السَّمَاءِ غُفِرَ لِلْعَبْدِ۔ (ص ۲۸۵)

(نماز میں) زمین والوں کی صفیں آسمان والوں کی صفوں کی طرح ہیں۔ جب زمین

والوں کا آمین کہنا، آسمان میں آمین کہنے والوں کے موافق ہو جائے تو (آمین کہنے والے) بندے کی بخشش ہو جاتی ہے۔

سب جہانوں کے لیے رحمت ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کو سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا حتیٰ کہ کافروں کیلئے بھی رحمت ہیں کہ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کی وجہ سے سب کافروں سے عذاب کی تاخیر کی گئی ہے۔ اور اسی طرح دوسری جھٹلانے والی امتوں کی طرح ان کی فوری گرفت نہ کی گئی۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ (انبیاء)

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے"۔

نیز اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (انفال:33)

"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے، جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو"۔

(۱) امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِىْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (ص ۲۸۵)

"سید عالم ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ عز اسمہٗ نے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" سارے جہاں کے لیے رحمت، اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے"۔

(۲) امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَلَا تَدْعُوْا عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ اِنَّمَا تَدْعُوْا عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً، وَّلَمْ اُبْعَثْ عَذَابًا۔

"سید عالم ﷺ سے گزارش کی گئی، یارسول اللہ ﷺ، آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" مشرکوں کی تباہی کی دعا کیوں نہیں فرماتے؟ تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" نے فرمایا، (اس

لیے کہ) میں تو رحمت(1) بن کر آیا ہوں اور عذاب بن کر نہیں آیا''۔

(۳) امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی، امام بیہقی قدست اسرارہم نے

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۞ (انبیاء)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

مَنْ اٰمَنَ تَمَّتْ لَهُ الرَّحْمَةُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ عُوْفِيَ مِمَّا كَانَ يُصِيْبُ الْاُمَمَ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا، مِنَ الْخَسْفِ،وَالْمَسْخِ وَالْقَذْفِ۔(۲۸۵)

''جس نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اس کے لئے دنیا و آخرت میں (آپ ﷺ کی) کامل رحمت ہے اور جس نے آپ ﷺ کی تکذیب کی (اس کے لیے اس طرح رحمت ہیں کہ) وہ دنیا میں دوسری (جھٹلانے والی) امتوں کی طرح عذاب میں گرفتاری سے بچا دیا گیا (یعنی ایسا شخص دنیا میں فوری طور) زمین میں دھنسانے اور شکل کے بدل جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے عذاب میں مبتلا ہونے سے بچ گیا''۔

1۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا | مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا | وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

سیّدِ عالم ﷺ کی زندگانی شریف کی قسم

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی زندگانی مبارک کی قسم کھائی ہے۔ جیسا کہ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ (حجر)

''اے محبوب تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں''۔

(۱) امام ابو یعلی، امام ابنِ مردویہ، امام بیہقی، امام ابو نعیم، امام ابنِ عساکر قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَمَا ذَرَاءَ نَفْسًا، اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَمَا حَلَفَ اللّٰهُ بِحَيَاتِ اَحَدٍ قَطُّ اِلَّا بِحَيَاتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (ص ۲۸۵)

''سید عالم ﷺ سے زیادہ معزز اللہ جل شانہٗ نے کوئی جان پیدا ہی نہیں کی کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کی زندگی مبارک کے سوا کسی اور کی زندگی کی ہرگز قسم نہیں فرمائی۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: اے محبوب تمہاری جان کی قسم، بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں''۔

(۲) (اسی طرح) امام ابن مردویہ قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا کہ:

مَا حَلَفَ اللّٰهُ بِحَيَاتِ اَحَدٍ اِلَّا بِحَيَاتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ص ۲۸۵)

''اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کی زندگانی مبارک کے سوا اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں فرمائی''۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ (حجر)

''اے محبوب تمہاری جان کی قسم، بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں''۔

اس آیت مبارکہ میں ''لَعَمْرُكَ'' کا معنی ''وَحَيَاتِكَ يَا مُحَمَّدُ'' ''صلی اللہ علیہ وسلم''

''یعنی اے محبوب مکرم ﷺ'' آپ کی زندگی کی قسم ہے۔

سید عالم ﷺ کے ہمزاد کا مسلمان ہونا

☆ سرورِ عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کا قرین (ہمزاد) اسلام لے آیا۔

☆ اور یہ کہ آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی سبھی ازواجِ مطہرات آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی معاون و مددگار ہیں۔ (جیسا کہ:)

ا۔ امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا کہ:

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سب نبیوں علیہم السلام پر دو وجہ سے برتری حاصل ہے:

ا۔ شیاطین میں سے میرا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' قرین کافر تھا۔ مگر اللہ جل مجدہٗ نے میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اس پر مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

۲۔ اور دوسری وجہ کے بیان سے راوی کو نسیان ہو گیا۔

(۲) امام بیہقی قدس سرہٗ اور امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِلْتُ عَلٰى آدَمَ بِخَصْلَتَيْنِ:
كَانَ شَيْطَانِىْ كَافِرًا، فَاَعَانَنِىْ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ، وَكُنَّ اَزْوَاجِىْ عَوْنًالِّىْ
وَكَانَ شَيْطَانُ آدَمَ كَافِرًا وَزَوْجَتُهٗ عَوْنًا عَلٰى خَطِيْئَتِهٖ۔ (ص ۲۸۵)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو طرح سے برتری حاصل ہے:

(ا) میرا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' قرین (ہمزاد) کافر تھا۔ اللہ جل وعلا نے میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اس پر اعانت فرمائی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

(۲) اور میری سبھی ازواجِ مطہرات ''رضی اللہ عنہن'' میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' معاون و مددگار تھیں۔

جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قرین کافر، اور ان ''علیہ السلام'' کی بیوی اُن کی (اجتہادی)

لغزش پر اُن کی معاون تھیں''۔

(۳) امام مسلم قدس سرہٗ حضرت سیّدنا و مولانا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ انہوں ''رضی اللہ عنہ'' نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَمَعَهٗ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"قَالَ"صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"وَاِيَّایَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَيْرٍ۔(ص ۲۸۵-۸۶)

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں کہ جس کے ساتھ اس کا ایک ہمزاد فرشتوں سے اور ایک ہمزاد جنوں سے نہ ہو۔ صحابہ کرام ''رضی اللہ عنہم'' بولے، تو کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے ساتھ بھی ایسے ہی ہے، فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہاں مگر اللہ جل مجدہٗ نے اس پر میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' مدد و نصرت فرمائی کہ وہ اسلام لے آیا اور بھلائی کے سوا مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کچھ بھی نہیں کہتا''۔

(۴) اسی طرح کی حدیثِ گرامی امام طبرانی قدس سرہٗ نے بھی حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(۵) علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا) حضرت آدم علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا: میرے ''علیہ السلام'' ناقہ سوار بیٹے کو مجھ ''علیہ السلام'' پر سب سے بڑھ کر جو فوقیت و برتری حاصل ہے، وہ یہ کہ ان ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ازواج ''رضی اللہ عنہن'' دین (کی اشاعت) میں اُن ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی معاون و مددگار ہوں گی جبکہ میری ''علیہ السلام'' بیوی میری (اجتہادی) خطا پر میری ''علیہ السلام'' معاون تھی۔

سیّد عالم ﷺ کی خطاب میں خصوصیت

☆ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی شرافت و بزرگی واضح کرنے کے لیے بلحاظ مخاطبت آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے۔

وہ اس طرح کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں اپنے اپنے نبیوں علیہم السلام کو ''راعنا

سمعک''، ''اپنی گفتگو مبارک میں ہماری رعایت فرمائیے'' کہہ کر مخاطب کیا کرتی تھیں مگر اس امت کے لیے اس طرح نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾ (بقرہ)

'اے ایمان والو! ''راعنا'' نہ کہو، اور یوں عرض کرو کہ حضور ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

سیّد عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نام لے کر نہیں پکارا

☆ علماء کرام نے فرمایا کہ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآنِ کریم میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو تو ان کے ناموں سے خطاب فرمایا ہے۔ (مثلاً: یَا آدَمُ، یَا نُوحُ، یَا اِبْرَاهِیمُ، یَا مُوسٰی، یَا عِیسٰی، یَا دَاوُدُ، یَا زَکَرِیَّا، یَا یَحْیٰی عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ)

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ (بقرہ:35)

''(اور ہم نے فرمایا) اے آدم! تو (اور تیری بی بی اس جنت میں) رہو''۔

یٰنُوْحُ اهْبِطْ (ہود:48)

(فرمایا گیا) اے نوح! کشتی سے اتر۔ الخ

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ (ہود:76)

''اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ الخ''

یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ (اعراف:144)

''(فرمایا) اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چُن لیا۔ الخ''

یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ (مائدہ:110)

''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میرا احسان۔ الخ''

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (ص:26)

''اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ الخ''

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ (مریم:7)

"اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔ الخ"

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ (مریم:12)

"اے یحیٰ! کتاب (مضبوط تھام) الخ"

مگر حضور انور ﷺ کو اس طرح خطاب نہ فرمایا بلکہ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ (انفال:64)

"اے غیب کی خبریں بتانے والے۔ الخ"

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ (مائدہ:67)

"اے رسول۔ الخ"

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ (مزمل:1)

"اے جھرمٹ مارنے والے"۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ (مدثر:1)

"اے بالاپوش اوڑھنے والے"۔

سے خطاب فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کو نام سے پکارنا حرام ہے

☆ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا: سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اُمت کے لیے آپ ﷺ کا اسم گرامی لے کر پکارنا حرام قرار دیا گیا ہے، جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت نہیں کیونکہ دوسری امتیں اپنے اپنے نبیوں "علیہم السلام" کو ان کے نام سے ہی پکارتی تھیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کی ندا کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔ (مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے انہیں اس طرح ندا کی)

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (اعراف:138)

"بولے، اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔ الخ"

(اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم آپ سے اس طرح مخاطب ہوئی)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ (مائدہ:112)

"جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم۔ الخ"

مگر نبی کریم ﷺ کی اُمت کو یہ حکم سُنایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور:63)

''رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔الخ''

(۱) حضرت ابونعیم قدس سرہٗ نے بطریق حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی بابت روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (جب کچھ لوگوں نے) سید عالم ﷺ کو ''یا محمد'' ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اور یا ابا القاسم ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہہ کر پکارنا شروع کر دیا (تو) اللہ جل مجدہٗ نے اپنے نبی محترم ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے اعزاز کی خاطر، اس طرح پکارنے سے منع فرما دیا، پھر سب یا نبی اللہ ''صلی اللہ علیہ وسلم''، یا رسول اللہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سے خطاب کرنے لگے۔

(۲) (اور اسی طرح) اس آیت کریمہ سے متعلق امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت علقمہ قدس سرہٗ اور حضرت اسود قدس سرہٗ سے روایت کی کہ اللہ جل مجدہٗ نے (گویا) اس آیت کریمہ میں یوں فرمایا کہ:

لَا تَقُوْلُوْا يَا مُحَمَّدُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (ص۲۸۶)

''یا محمد'' ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہہ کر مت پکارو بلکہ (آپ کے کسی صفاتی نام سے یاد کرو مثلاً) یا نبی اللہ ''صلی اللہ علیہ وسلم''، یا رسول اللہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' (اور یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ) کہو''۔

(۳) اسی طرح کی حدیث امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت حسن اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

(۴) (نیز) امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیتِ کریمہ کے بارے میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ جل مجدہ نے (گویا)

اَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُهَابَ نَبِيُّهُ وَأَنْ يُعَظَّمَ وَيُفَخَّمَ وَيُسَوَّدَ۔ (ص۲۸۶)

''یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے نبی مکرم ﷺ کو ایسے القابات سے پکارو کہ جن سے اُن ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ہیبت وعظمت اور سطوت وسیادت ظاہر ہو رہی ہو''۔

سیّدِ عالم ﷺ کے متعلق قبر میں پوچھا جائے گا

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قبر میں میت سے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (جیسا کہ) امام الآئمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قبر میں میرے متعلق تمہاری آزمائش ہوگی، اور میرے ہی بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

چنانچہ نیکوکار آدمی کو بٹھا کر اس سے پوچھا جائے گا "اس شخص "صلی اللہ علیہ وسلم" کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، جو تم میں مبعوث ہوئے تھے"۔ تو مردِ صالح جواب دے گا: "یہ تو (میرے آقا و مولا نبی محترم) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں"۔ (الحدیث)

☆ حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ اور امام ابن عبدالبر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سوالِ قبر امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے۔ (میری تصنیف) "کتاب البرزخ" میں اس مسئلہ کی مفصل بحث کی گئی ہے۔

☆ سیّدِ عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ستر کو کبھی بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اور اگر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی بینائی جاتی رہتی۔

☆ سیّدِ عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے (بوقتِ وصال) حضرت ملک الموت علیہ السلام آپ ﷺ سے اجازت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (یہ خصوصیت دوسرے انبیاء علیہم السلام میں نہیں ہے) میں نے (یعنی سیوطی قدس سرہٗ) "کتاب البرزخ" میں ان احادیث کو بھی ذکر کیا ہے، جن سے بلا اجازت حضرت ملک الموت علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خدماتِ عالیہ میں حاضر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ازواجِ مطہرات کا دوسروں پر ہمیشہ کیلئے حرام ہونا

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کے بعد امت پر حرام قرار دے دی گئیں۔

چنانچہ اللہ جل اسمہٗ نے فرمایا:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝ (احزاب:53)

"اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے"۔

(واضح رہے کہ) یہ خصوصیت آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی نبی "علیہ السلام" کے لیے ثابت نہیں ہے بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ظالم کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ، اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے فرمانا کہ یہ میری "علیہ السلام" (دینی) بہن ہے۔ اور آپ "علیہ السلام" کا حضرت سارہ علیہا السلام کو طلاق دینے کا بایں ارادہ فرمانا کہ وہ ظالم آپ "رضی اللہ عنہا" سے نکاح کر لے۔

"اس پر دلیل ہے کہ یہ خصوصیت کسی اور نبی "علیہ السلام" کے لیے نہیں ہے"۔

سید عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی حرمت کی وجہ

حاکم رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں "رضی اللہ عنہ" نے اپنی بیوی صاحبہ "رضی اللہ عنہا" سے فرمایا: اگر تم جنت میں میری بیوی بننے پر خوش ہو تو میرے انتقال کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرنا۔

"فَاِنَّ الْمَرْاَةَ لِاٰخِرِ اَزْوَاجِهَا فِي الدُّنْيَا"۔ (ص ۲۸۷)

"کیونکہ عورت جنت میں اسی کی بیوی ہوگی جو دنیا میں اس کا آخری شوہر رہا ہوگا"۔

(۱) فَلِذٰلِکَ حَرُمَ عَلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْكِحْنَ بَعْدَهٗ لِاَنَّهُنَّ اَزْوَاجُهٗ فِي الْجَنَّةِ۔ (ص ۲۸۷)

"یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر آپ کے بعد کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کی تمام ازواج رضی اللہ عنہن جنت میں بھی آپ ﷺ ہی کی ازواج ہوں گی"۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات "رضی اللہ عنہن" مومنوں کی مائیں ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں ان سے نکاح (نہ صرف) تعظیم وتکریم کے منافی ہے (بلکہ) سخت قبیح ترعیب بھی ہے، جس سے آپ ﷺ کے منصب شریف کا دُور رہنا لازم ہے۔

(۳) وَاِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ فِي قَبْرِهٖ، وَلِهٰذَا حَكَی الْمَاوَرْدِیُّ وَجْهًا اَنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَيْهِنَّ عِدَّةُ الْوَفَاةِ۔ (ص ۲۸۷)

"اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی حرمت کی ایک وجہ حضور سید عالم ﷺ کا اپنی قبر

انور میں زندہ ہونا(1) بھی ہے۔اسی لیے امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر وفات کی عدت نہیں ہے''۔

رہا حکم ان خواتین کا، جنہیں آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں ہی علیحدہ فرمادیا تھا جیسے وہ خاتون جس نے سید عالم ﷺ سے استعاذہ کیا تھا۔اور (اسی طرح) وہ عورت جس کے پہلو میں سفیدی دیکھ کر جدا فرمادیا تھا۔''ان کے بارے میں کئی اقوال ہیں'':

☆ ایک قول یہ ہے کہ ایسی خواتین بھی حرام ہیں۔امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ اسی رائے پر پختگی سے قائم ہیں۔اور''روضہ''میں (امام نووی قدس سرہٗ نے) اسی رائے کی تصحیح کی ہے۔یہ قول فرمانے والوں کی دلیل (اس باب میں وارد) آیاتِ مبارکہ کے مفہوم کی عمومیت ہے۔

☆ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی خواتین حرام نہیں ہیں۔

☆ اور تیسرا قول یہ ہے، جسے امام الحرمین قدس سرہٗ نے اور (نیز) امام رافعی قدس سرہٗ نے''شرح صغیر''میں صحیح کہا ہے کہ اگر ایسی خاتون مدخول بہا ہے تو پھر اس سے بھی نکاح حرام ہے (ورنہ نہیں)۔ جیسے مروی ہے کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے مستعیذہ عورت سے حضرت امیر المومنین عمرِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکاح کیا تو اس پر حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا ارادہ فرمایا۔مگر آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس خاتون سے سید عالم ﷺ کی ہم بستری نہیں ہوئی تھی۔اس کے بعد حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ انہیں سنگسار کرنے سے باز رہے۔

اور وہ خاتون جس نے سید عالم ﷺ کے فراق کو پسند کیا تھا اس کی حلت و حرمت میں بھی اسی طرح اختلاف ہے۔لیکن حضرت امام الحرمین قدس سرہٗ اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ اور دوسرے ائمہ کرام علیہم الرحمۃ کی پوری ایک جماعت ان کے حلال ہونے پر یقین رکھتی ہے۔(اور وجہ اس کی یہ بیان فرماتے ہیں) تاکہ اختیار دینے کا فائدہ برقرار رہے اور وہ فائدہ دنیوی زیب و زینت پر تصرف و قدرت کا حاصل ہونا ہے۔

اور وہ لونڈی جسے سید عالم ﷺ نے ہم بستری کے بعد علیحدہ فرمادیا، اس میں بھی تین اقوال ہیں: ان میں تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مفارقت وفات سے واقع ہوئی ہو، جیسے حضرت ماریہ رضی اللہ

1۔ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ   میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے
(اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ)

عنہا، تو پھر وہ بھی حرام ہے۔ اور اگر اپنی حیاتِ ظاہری میں اسے فروخت کر ڈالا تو پھر حرام نہیں۔

نکتہ چینی اعداء اور آپ ﷺ کی طرف سے جوابِ خدا

☆ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ جب کبھی دوسرے انبیاء علیہم السلام پر ان کے دشمن نکتہ چینی کرتے، یا کوئی عیب دار بات ان کی طرف منسوب کرتے تو اس کی تردید اور اس کا دفعیہ وہ حضرات علیہم السلام اپنی جانب سے خود ہی فرمایا کرتے تھے۔

جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے منسوب کردہ عیب کا جواب اس طرح ارشاد فرمایا (جسے اللہ تعالیٰ حکایۃً قرآنِ کریم میں ذکر فرماتا ہے)۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ (اعراف:61)

''اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں''۔

اور اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی ذاتِ گرامی سے نسبت کردہ عیب کی خود مدافعت فرمائی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم نے فرمایا:

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ (اعراف:67)

''اے میری قوم! مجھے بیوقوفی سے کیا علاقہ''۔

اسی طرح کے نظائر اور بھی کافی ہیں۔

مگر ہمارے رسولِ محتشم ﷺ کی نسبت مخالفین و معاندین نے جو طعن و تنقیص کی اللہ جل مجدہٗ نے بذاتِ خود اس کی تردید فرمادی۔ (اس سے سید عالم ﷺ کی شانِ محبوبیت عیاں ہے) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کی طرف سے مدافعت و تردید فرماتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ (قلم)

''تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں''۔

اور فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ (نجم)

''تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے''۔

اور فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (یٰسین)

''اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا''۔

علاوہ ازیں اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں (جن میں آپ ﷺ کی جانب سے مدافعت کا اظہار فرمایا گیا ہے)

سید عالم ﷺ شریعت وحقیقت دونوں کے جامع ہیں

امام ابونعیم قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وتبارک نے آپ ﷺ کو صاحب قبلتین اور صاحب ہجرتین بتایا ہے اور۔

اِنَّهٗ جُمِعَتْ لَهُ الشَّرِيْعَةُ وَالْحَقِيْقَةُ وَلَمْ يَكُنْ لِلْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اِحْدَاهُمَا۔

"(اسی طرح) آپ ﷺ شریعت وحقیقت دونوں کے جامع ہیں جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام دونوں میں سے صرف ایک کے ہی حامل ہوا کرتے تھے"۔

اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قصہ ہے جو آپ "علیہ السلام" کو حضرت خضر علیہ السلام سے پیش آیا کہ جس میں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ لَا يَنْبَغِيْ لَکَ اَنْ تَعْلَمَهٗ وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ لَا يَنْبَغِيْ لِیْ اَنْ اُعَلِّمَهٗ۔ (ص ۲۸۷)

"مجھے اللہ جل مجدہٗ نے ایک علم (یعنی علم حقیقت) عطا فرمایا ہے جس کا سیکھنا آپ کے مناسب نہیں (یعنی آپ اس کے مکلف نہیں) اور آپ کے پاس ایسا علم ہے (یعنی علم شریعت) جس کا سیکھنا میرے مناسب نہیں (یعنی میں اس کا مکلف نہیں)"۔

شریعت وحقیقت سے کیا مراد ہے؟

دوسرے آئمہ رحمہم اللہ کی رائے پر مطلع ہوئے بغیر پہلے پہل میں (یعنی امام سیوطی قدس سرہٗ) اسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے مذکورہ خصوصیت پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے علامہ بدر بن صاحب قدس سرہٗ کے تذکرہ میں دیکھا کہ انہوں نے بھی یہی اشارہ فرمایا ہے۔ پھر اس قصہ کے اور شواہد بھی مجھے مل گئے۔ (مثلاً) اس چور اور نمازی کا قصہ کہ جس کے قتل کا حضور انور ﷺ نے حکم صادر فرمایا تھا۔

یہ مسئلہ اس سے پہلے "اخبار بالمغیبات" کے باب میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔ اس قصہ کا سمجھنا ایک قوم پر دشوار گزرا ہے، لیکن اگر وہ غور سے کام لیتے تو ان پر عیاں ہو جاتا کہ شریعت وحقیقت سے کیا مراد ہے؟

اَلْمُرَادُ بِالشَّرِيْعَةِ، اَلْحُكْمُ بِالظَّاهِرِ وَبِالْحَقِيْقَةِ الْحُكْمُ بِالْبَاطِنِ۔ (ص ۲۸۷)

"(واضح رہے کہ) شریعت سے مراد ظاہری حکم ہے، اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے"۔
اور علماء کرام نے (یہ بھی) تصریح فرمائی ہے کہ:

إِنَّ غَالِبَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بُعِثُوْا لِيَحْكُمُوْا بِالظَّاهِرِ دُوْنَ مَا اطَّلَعُوْا عَلَيْهِ مِنْ بَوَاطِنِ الْأُمُوْرِ وَحَقَائِقِهَا۔(ص۲۸۷)

"انبیاء کرام علیہم السلام کی اکثریت ظاہری امور پر ہی حکم نافذ کرنے کے لیے مبعوث ہوئی ہے، جبکہ باطنی امور اور ان امور کی حقیقت پر مطلع ہونے کے باوجود بھی ان امور پر تنفیذ حکم کے لیے مامور نہیں ہیں (یا یہ کہ باطنی امور اور ان امور کی حقیقت پر وہ مطلع نہیں ہوئے)"۔

حضرت خضر علیہ السلام صرف ایک ہی نوعیت کے علم کے حامل تھے

حضرت خضر علیہ السلام صرف اس لیے مبعوث تھے کہ جن باطنی امور اور ان امور کی حقیقت پر آپ مطلع تھے، اس کا حکم نافذ کریں چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اکثریت اس قسم کے احکام لے کر نہ آئی تھی۔ بدیں وجہ حضرت خضر علیہ السلام کا بچے کو قتل کر دینے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برا مناتے ہوئے ان سے فرمایا تھا:

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا (کہف:74)

"بے شک تم نے بہت بری بات کی"۔

اور آپ نے برا اس لیے منایا کہ یہ ان کا فعل خلاف شرع تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو یہ جواب دیا تھا:

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي (کہف:82)

"اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا"۔

(یعنی) یہ قتل میرا اپنا فعل نہیں ہے۔ بلکہ انہیں یہی حکم ملا ہے اور وہ اسی طرح کا حکم لے کر آئے ہیں۔
اور حضرت خضر علیہ السلام کے (سابقہ) کلام کا یہی مطلب ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا "آپ کو اللہ جل مجدہٗ نے وہ علم دیا جس کا میں پابند نہیں"۔
شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی قدس سرہٗ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ:

اَلْمُرَادُ بِالْعِلْمِ التَّنْفِيْذُ وَالْمَعْنٰى لَا يَنْبَغِيْ لَكَ اَنْ تُعَلِّمَهٗ لِتَعْمَلَ بِهٖ، لِاَنَّ الْعَمَلَ بِهٖ مُنَافٍ بِمُقْتَضَى الشَّرْعِ، وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ اُعَلِّمَهٗ فَاُعْمَلُ

بِمُقْتَضَاهُ لِاَنَّهُ مُنَافٍ بِمُقْتَضَا الْحَقِيْقَةِ۔(ص۲۸۸)

"(حضرت خضر علیہ السلام کے ارشاد میں) علم سے مراد اس کا نفاذ ہے (یعنی اس کا مکلف بننا) اب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (اے موسیٰ علیہ السلام) جو علم میرے پاس ہے اس کا سیکھنا آپ کے لائق نہیں کیونکہ (اس کے سیکھنے کے بعد) اس پر آپ کا عمل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اس پر عمل کرنا مقتضائے شرع کے منافی ہے۔ اور جو علم آپ کے پاس ہے اس کا سیکھنا، اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنا میرے مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس پر میرا عمل کرنا مقتضائے حقیقت (جو میرا علم ہے) کے منافی ہے"۔

مسئلہ

شیخ الاسلام بلقینی قدس سرہٗ نے فرمایا:

فَعَلٰی هٰذَا لَا یَجُوْزُ لِلْوَلِیِّ التَّابِعِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اطَّلَعَ عَلٰی حَقِیْقَةٍ، اَنْ یَنْفَذَ ذَالِکَ لِمُقْتَضَی الْحَقِیْقَةِ وَاِنَّمَا عَلَیْهِ اَنْ یَنْفَذَ الْحُکْمُ الظَّاهِرُ۔ "انتہٰی "(ص۲۸۸)

"یہی وجہ ہے نبی کریم ﷺ کا متبع ولی اللہ، جب کسی شے کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس حقیقت کے مقتضاء پر عمل کرنا شروع کردے، بلکہ اس کے لیے حکم ظاہری پر ہی عمل پیرا رہنا ضروری ہے۔" انتہٰی"

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں ائمہ کرام کی آراء

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر "رضی اللہ عنہ" نے "الاصابہ" میں فرمایا کہ علامہ ابوحیان قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا، جمہور (ائمہ) کا مذہب یہ ہے کہ:

اِنَّ الْخِضْرَ نَبِیٌّ وَکَانَ عَلْمَهُ مَعْرِفَةَ بَوَاطِنَ، اُوْحِیَتْ اِلَیْهِ، وَعِلْمُ مُوْسٰی، اَلْحُکْمُ بِالظَّاهِرِ۔(ص۲۸۸)

"حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں، اور باطنی امور کی معرفت ہی ان کا علم ہے، جو ان کی طرف وحی کیا گیا ہے اور ظاہری امور پر حکم لگانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم تھا"۔

علامہ ابوحیان قدس سرہٗ نے اس جانب اشارہ فرمایا کہ (مذکورہ) حدیث میں دو علموں سے مراد حکم باطنی اور حکم ظاہری کے علاوہ دوسرا کوئی امر نہیں ہے۔

قصہ مذکورہ پر محاکمہ سُبکی قدس سرہٗ

وَقَدْ قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ سُبْكِيْ اَنَّ الَّذِيْ بُعِثَ بِهِ الْخِضْرُ شَرِيْعَةٌ لَهٗ،فَالْكُلُّ شَرِيْعَةٌ۔

''شیخ الاسلام امام تقی الدین سُبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جن احکام کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام مبعوث تھے،(اس وقت کے مزاج کے مطابق)وہی ان کی شریعت تھی۔لہٰذا(شریعت مُوسوی اوران کی شریعت میں کوئی تصادم نہ تھا بلکہ)یہ سب کی سب شریعت ہی ہے''۔

سید عالم ﷺ حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیت کے بھی جامع ہیں

(اب)رہا(معاملہ)ہمارے نبی کریم ﷺ کا،سوآپ کو بھی پہلے پہل ظاہر پر ہی حکم فرمانے کا اختیار تھا،اوراکثر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آپ بھی باطنی اموراوران کی حقیقت پر حکم لگانے پر مامور نہ تھے،اسی لیے سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ۔

''ہم ظاہری امور پر ہی حکم فرماتے ہیں''۔

اورایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

إِنَّمَا اَقْضِىْ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ يَتَوَلَّى السَّرَائِرَ۔

''میں''صلی اللہ علیہ وسلم''تو ظاہر پر ہی حکم فرماتا ہوں،رہا باطنی اموراوران کی حقیقت کا فیصلہ تو یہ اللہ جل شانہٗ کے سپرد ہے''۔(ص۲۸۸)

اور(اسی طرح)فرمایا:

إِنَّمَا اَقْضِىْ بِنَحْوِ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ آخَرَ،فَإِنَّمَا هِىَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ۔(ص۲۸۸)

''میں''صلی اللہ علیہ وسلم''جیسے سنتا ہوں ویسے ہی فیصلہ کرتا ہوں،لہٰذا جس کے لیے میں نے کسی دوسرے کے حق میں فیصلہ دے دیا(اور تھااس کا سنانا غلط)تو یہ آگ کا ٹکڑا ہے''۔

اور(یونہی)حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَأَمَّا سَرِيْرَتُكَ فَإِلَى اللّٰهِ۔(ص۲۸۸)

''آپ''رضی اللہ عنہ''کے ظاہر کے تو ہم''صلی اللہ علیہ وسلم''ذمہ دار ہیں۔اورآپ''رضی

اللہ عنہ'' کے باطن کا اللہ مالک ہے''۔

اور (اسی طرح) جنگِ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے عذر کو قبول فرماتے ہوئے ان کے اندرونی حالات کو اللہ جل مجدہٗ کے سپرد فرمایا تھا۔

اور (اسی طرح) اس غلط کردار والی عورت کے متعلق فرمایا:

لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا اَحَدًا مِنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُهَا۔(ص ۲۸۸)

''بلاشہادت اگر میں کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا''۔

اور نیز اس کے بارے میں فرمایا:

لَوْ لَا الْقُرْآنُ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَانٌ۔(ص ۲۸۸)

''اگر قرآنِ کریم کا ظاہر حکم نہ ہوتا تو میرا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اس عورت کا بھی عجیب تر معاملہ ہوتا (یعنی میں اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دینے کا فیصلہ فرماتا)''(ص ۲۸۸)

مذکورہ تمام ارشادات میں اس امر کی تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ (وقوعِ جرم پر شریعت کے ظاہری حکم کے مطابق گواہ مل جانے، یا (مجرم کے) اعترافِ جرم پر ہی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے جبکہ اندرونی امور اور ان کے حقائق پر مطلع ہونے کے باوجود فیصلہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔(اگرچہ سیّد عالم ﷺ کو ظاہری امور کے مطابق ہی فیصلہ فرمانے کا حکم تھا) مگر اللہ جل مجدہٗ کو آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی شان و شرافت بڑھانا مقصود تھی۔ اس لیے (بعد میں) آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کو باطنی امور اور ان کی حقیقت کے مطابق فیصلہ فرمانے کی بھی اجازت فرما دی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کے لیے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے شرائع اور حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیت (یعنی باطنی امور پر فیصلہ صادر فرمانا) سبھی اکٹھی کر دی گئیں جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے نبی علیہ السلام کو یہ دونوں خصوصیات اکٹھی حاصل نہیں ہوئیں۔

اپنے علم کے مطابق فیصلہ کون کرسکتا ہے؟

(اسی بناء پر) امام قرطبی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ تمام (مذاہب حقہ کے) علماء کا اس پہ اتفاق ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے اپنے علم کے مطابق قتل کا فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ اس کی شہادت اس نمازی اور چور کا واقعہ ہے جن کے قتل کر دینے کا آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نے حکم صادر فرمایا تھا۔

فَاِنَّهٗ اِطَّلَعَ عَلٰى بَاطِنِ اَمْرِهِمَا وَعَلِمَ مِنْهُمَا مَا يُوْجِبُ الْقَتْلَ۔(ص ۲۸۸)

"کیونکہ آپ ﷺ ان کے باطنی معاملہ پر مطلع تھے۔ اور ان کے قتل کے سبب کو جانتے تھے"۔

نوٹ: آخر باب میں جن لوگوں نے ان دونوں حدیثوں سے میرے استشہاد کو نہیں سمجھا، اب انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت وحقیقت سے مراد صرف ظاہری و باطنی حکم ہے، اس کے علاوہ کوئی اور شے نہیں۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان، کوئی کافر، کوئی پاگل اس کا قائل ہے (کہ شریعت وحقیقت سے مراد ظاہری و باطنی حکم نہیں ہے)

اچانک مرنے والے کو حضرت خضر علیہ السلام قتل فرماتے ہیں

وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُ السَّلَفِ أَنَّ الْخِضْرَ إِلَى الْآنِ يَنْفُذُ الْحَقِيقَةَ، وَأَنَّ الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ فَجْأَةً هُوَ يَقْتُلُهُمْ فَإِنْ صَحَّ ذَالِكَ فَهُوَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِطَرِيْقِ النِّيَابَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ صَارَ مِنْ اَتْبَاعِهٖ۔ (ص ۲۸۸)

"بعض آئمہ متقدمین نے ذکر فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک انہی باطنی امور پر فیصلہ فرماتے ہیں۔ (اسی لیے کہا گیا ہے کہ) جو لوگ اچانک مرتے ہیں انہیں آپ ہی قتل فرماتے ہیں۔ (آئمہ کی) یہ رائے اگر درست تسلیم کر لی جائے تو ان کا یہ حکم اس امت میں نبی کریم ﷺ کے نائب ہونے کی حیثیت میں ہے۔ اس لیے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پیروکاروں میں سے ہیں"۔

عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام کے نائب ہوں گے

كَمَا أَنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا يَنْزِلُ، يَحْكُمُ بِشَرِيْعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيَابَةً عَنْهُ وَيَصِيْرُ مِنْ اَتْبَاعِهٖ وَاُمَّتِهٖ۔ (ص ۲۸۸)

"جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو آپ علیہ السلام سید عالم ﷺ کی شریعت کے مطابق آپ "ﷺ" کے نائب ہو کر ہی فیصلہ فرمائیں گے۔ اور آپ کے پیروکاروں اور آپ "ﷺ" کی اُمت میں سے ہوں گے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیّد عالم ﷺ کے کلیم اللہ ہونے میں فرق

شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبد السلام قدس سرہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ (اگر) اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور اور وادیٔ مقدس میں کلام

فرمایا (تو) ہمارے نبی مکرم ﷺ سے، سدرۃ المنتہیٰ پر کلام فرمایا۔

اور صرف ہمکلامی سے ہی نہیں نوازا، بلکہ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو اپنے دیدار، محبت وخلت سے بھی سرفراز فرمایا۔

علاّمہ ابنِ عساکر قدس سرہ نے حضرت سیّدنا (عبداللہ) بن مسعود سلام اللہ علیہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ نَحَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ خُلَّتِيْ، وَكَلَّمْتُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، وَاَعْطَيْتُكَ يَا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) خُلَّتِيْ وَمَحَبَّتِيْ وَكَلَّمْتُكَ كَفَاحًا۔ (ص۲۸۹)

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" پروردگار عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم علیہ السلام کو (تو) اپنی خُلت عطا کی اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ (مگر) اے محبوبِ مکرم! "صلی اللہ علیہ وسلم" میں نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو اپنی کثیر محبت اور عظیم خلت عطا کی، اور (بلا حجاب) اپنے رُوبرو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے کلام کیا۔"

(نیز) علاّمہ ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت سیّدنا سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا (یا رسول اللہ! ﷺ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے کلیم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی رُوح، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل کے خلیل، حضرت آدم علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ کے صفی ہیں۔ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو کون سی برتری حاصل ہے؟ اسی اثناء میں حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حاضرِ خدمتِ عالیہ ہو کر عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ! آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا پروردگار جل وعلا فرماتا ہے: (اے محبوبِ معظم ﷺ!) ابراہیم علیہ السلام اگر میرے خلیل ہیں، تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" میرے حبیب ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگر زمین پر میرے کلیم ہیں، تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" آسمان پر میرے کلیم ہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق رُوحِ مقدس سے ہے تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے اسم گرامی کی تخلیق تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے کی ہے۔)

(اے محبوب مکرم ﷺ!) آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" آسمان کی ان بلندیوں تک پہنچے، جہاں نہ تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے پہلے کوئی پہنچا، اور نہ بعد میں کوئی پہنچ سکے گا۔

25B

آدم علیہ السلام اگر میرے صفی (برگزیدہ) ہیں تو آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" میرے بھیجے ہوئے آخری نبی ہیں۔

اور میرے ہاں مخلوق میں سے کوئی بھی آپ ﷺ سے بڑھ کر مکرم نہیں۔

(ان کے علاوہ یہ خوبیاں بھی صرف آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" ہی کو دی گئی ہیں)

میں نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو حوضِ کوثر، شفاعتِ (عظمیٰ)، شاخ، اونٹنی، تاج، شجاعت، حج وعمرہ اور برکاتِ ماہِ رمضان مرحمت کیے، شفاعت سب کی سب آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے لیے ہے۔ (یعنی شفاعت کی کل اقسام کے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" ہی مالک ہوں گے) حتیٰ کہ قیامت میں میرے عرش کا سایہ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" پر ہی پھیلا ہوگا اور سبھی خوبیوں کا تاج آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" ہی کے سر ہوگا۔ میں نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا اسم گرامی اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ (یعنی) جہاں میرا ذکر ہوگا، وہیں میرے ساتھ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا بھی ہوگا۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا، لِاُعْرِفَھُمْ کَرَامَتَکَ وَمَنْزِلَتَکَ عِنْدِیْ وَلَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔ (ص۲۸۹)

"میں نے دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لیے بنایا تاکہ میرے ہاں آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا جو مرتبہ ومقام، اور شرافت وبزرگی ہے، وہ انہیں بتادوں"۔

(پیارے! "صلی اللہ علیہ وسلم") اگر آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا، تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا(1)۔

(نیز) امام ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَعْطَا مُوْسٰی الْکَلَامَ وَاَعْطَانِیَ الرُّؤْیَۃَ، وَفَضَّلَنِیْ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ۔ (ص۲۸۹)

"بے شک اللہ جل اسمہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہمکلامی سے نوازا۔ اور مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا۔ اور (نیز) مقامِ محمود اور حوضِ مورود (کوثر) سے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" برتری عطا فرمائی"۔

اور (یہی) امام ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

1۔ مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل

لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ، قَرَّبَنِیْ رَبِّیْ حَتّٰی کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ کَقَابَ قَوْسَیْنِ، اَوْ اَدْنٰی، وَقَالَ لِیْ یَا مُحَمَّدُ ھَلْ غَمُّکَ اَنْ جَعَلْتُکَ آخِرَ النَّبِیِّیْنَ قُلْتُ لَا، قَالَ فَھَلْ غَمُّ اُمَّتِکَ اَنْ جَعَلْتُھُمْ آخِرَ الْاُمَمِ قُلْتُ لَا، قَالَ اَخْبِرْ، اُمَّتَکَ اَنِّیْ جَعَلْتُھُمْ آخِرَ الْاُمَمِ، لِاُفْضِحَ الْاُمَمَ عِنْدَھُمْ وَلَا اَفْضَحَھُمْ عِنْدَ الْاُمَمِ۔ (ص۲۸۹)

"جب مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" راتوں رات سیر کرائی گئی تو اللہ عزوجل نے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" اتنا قریب کیا کہ میرے "صلی اللہ علیہ وسلم" اور اس کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم، اور (اس مقامِ قرب میں) مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے فرمایا محبوب مکرم! کیا آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو یہ غم تو نہیں کہ میں نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں "صلی اللہ علیہ وسلم" نے عرض کی، نہ خداوندا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا، تو کیا آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کو اپنی امت کا یہ غم ہے کہ میں نے اسے سب امتوں کے بعد بنایا۔ میں "صلی اللہ علیہ وسلم" نے عرض کیا، پروردگار! نہیں تو۔ پھر اللہ عزاسمہٗ نے مجھے "صلی اللہ علیہ وسلم" فرمایا (حبیب لبیب! "صلی اللہ علیہ وسلم") آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" اپنی امت کو آگاہ کر دیجئے کہ میں نے اسے سب سے آخر اس لئے بنایا تاکہ پہلی (ناہنجار) امتوں کو اس کے سامنے رسوا کروں۔ اور انہیں ان کے سامنے کسی قسم کی خفت محسوس نہ ہو"۔

☆ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے وحی کی جملہ اقسام میں کلام فرما کر سرفراز فرمایا۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ رؤیائے صادقہ (یعنی قبل از بعثت سچے خواب)

۲۔ بلاواسطہ (مقامِ اَوْ اَدْنٰی میں) آپ ﷺ سے ہمکلامی۔

۳۔ اور بوساطتِ جبریل امین آپ ﷺ سے کلام فرمانا۔

وہ خصائص جو سیّد عالم ﷺ کے علاوہ کسی میں نہیں ہیں

☆ نبی اکرم ﷺ کے انہی خصائص میں سے آپ کا ایک مہینہ کی مسافت تک آگے، پیچھے رعب سے مدد و نصرت کا ملنا۔

☆ اور جامع کلمات کا عطا ہونا۔

☆ زمین کے تمام خزانوں کی چابیوں کا ملنا۔

☆ مغیباتِ خمسہ کے سوا ہر ایک شے کا عالم ہونا۔ مگر بعض آئمہ نے فرمایا کہ ان پانچوں علموں کے بھی آپ عالم ہیں۔

☆ اور دجال کے حالات جس قدر آپ ﷺ پر عیاں کیے گئے، آپ سے پہلے کسی بھی نبی پر اس قدر واضح نہ ہوئے تھے۔

☆ اور احمد ''صلی اللہ علیہ وسلم'' آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کا اسمِ گرامی ہونا۔

اور بیک وقت نبوت وسلطنت دونوں کا یکجا ہونا۔

☆ بقول امام ابن سبع قدس سرہٗ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی خدمتِ عالیہ میں حاضری دینا ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام ابن ابی شیبہ، امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' جو کچھ دیا گیا مجھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو بھی نہ دیا گیا۔

☆ (مثلاً) میری امداد رعب سے فرمائی گئی۔

☆ مجھے تمام زمین کی چابیاں دی گئیں۔

☆ میرا نام احمد ''صلی اللہ علیہ وسلم'' رکھا گیا۔

☆ اور مٹی میرے لیے پاک کردی گئی۔

☆ اور میری امت سب امتوں سے بہتر۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ ''رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے سب انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے برتری حاصل ہے:

☆ مجھے جامع کلمات دیے گئے۔

☆ رعب سے میری مدد کی گئی۔

☆ میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔

☆ تمام زمین میرے لیے مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنادی گئی۔

☆ مجھے ساری کائنات کا رسول بنا کر بھیجا گیا۔

☆ اور مجھ "صلی اللہ علیہ وسلم" پر بابِ نبوت ختم کر دیا گیا۔

امام بزار قدس سرہٗ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں، جو مجھ سے پیشتر کسی بھی نبی "علیہ السلام" کو میسر نہ ہوئیں:

☆ بذریعہ رعب میری مدد کی گئی۔

☆ مجھے جامع کلمات دیئے گئے۔

☆ اور اموالِ غنائم میرے لیے حلال کیے گئے۔

(قولِ راوی) نبی کریم ﷺ نے دو باتیں اور بھی ذکر فرمائی تھیں جو مجھے یاد نہ رہیں۔ (ہاں) امام ابونعیم قدس سرہٗ نے اپنی روایت میں وہ دو باتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ (وہ یہ کہ آپ نے فرمایا:)

☆ میں سیاہ، سفید، سرخ سبھی کا رسول ہوں۔

☆ اور تمام زمین میرے لیے مسجد و ذریعہ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

نبی کریم ﷺ کی دو ماہ کی مسافت تک اپنے دشمنوں پر رعب و خوف سے مدد کی گئی ہے۔

(نیز) امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پر پانچ وجہ سے فوقیت دی گئی ہے:

☆ میں ساری کائنات کی طرف رسول بنایا گیا ہوں۔

☆ میری سفارش اپنی امت کے لیے محفوظ رکھی گئی ہے۔

☆ ایک ماہ کی مسافت تک آگے پیچھے سے بذریعہ رعب میری مدد کی گئی ہے۔

☆ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔

☆ اور مالِ غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے، اور فرمایا کہ انہوں نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی، کہ:

☆ اللہ جل شانہٗ نے میری فرشتوں کے ذریعہ تائید فرمائی ہے۔

☆ اور رعب کے ساتھ میری نصرت فرمائی۔

☆ اور مجھے غلبہ وسلطنت عطا فرمائی۔

☆ میرے اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال کیا جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

تبصرۂ غزالی قدس سرہٗ

احیاءُ العلوم میں امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ غلبہ وشوکت اور سلطنت ونبوت کے یکجا ہونے ہی کی وجہ سے ہمارے رسولِ مکرم ﷺ کو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری وفوقیت حاصل ہے۔ اس لیے کہ آپ ہی کے سبب اللہ جل مجدہٗ نے امور ہائے دین ودنیا کو مکمل فرمایا، اور آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بیک وقت سلطنت وسطوتِ سیف نہ تھی۔

حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی قدس سرہٗ نے اللہ عزوجل کے اس ارشادِ گرامی:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ (بنی اسرائیل:80)

''اور یوں عرض کرو اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا، اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے''۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْ مَكَّةَ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاَدْخَلَهُ الْمَدِيْنَةَ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَعَلِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ لَاطَاقَةَ لَهُ بِهٰذَا الْاَمْرِ اِلَّا بِسُلْطَانٍ فَسَأَلَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَحُدُوْدِهٖ وَفَرَائِضِهٖ وَلِاِقَامَةِ كِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّ السُّلْطَانَ عِزَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ جَعَلَهَا بَيْنَ اَظْهُرِ عِبَادِهٖ لَوْ لَا ذَالِكَ لَاَغَارَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَاَكَلَ شَدِيْدُهُمْ ضَعِيْفَهُمْ۔ (ص۲۹۰)

''اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کا مکہ مکرمہ سے خروج صدق کے ساتھ فرمایا اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کا داخلہ بھی صدق کے ساتھ فرمایا اور آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ یہ کام (یعنی اشاعتِ دین، یا جہاں کہیں بھی آپ ہوں یا جو بھی منصب وکام آپ کو سونپا گیا ہے اس سے خروج ودخول بصدق) بلا سلطنت وغلبہ نہیں ہوسکتا، اس لیے آپ ﷺ نے اللہ جل مجدہٗ سے قرآنِ کریم کے لیے (جو کہ تقویتِ دین کا سب سے عالی ذریعہ ہے) اور اس کے حدود وفرائض، اور اس کے احکام کے نفاذ کے لیے مددگار غلبہ (یعنی سلطنت و

سطوت) مانگا۔ اس لیے کہ صاحب سلطنت ہونا ہی وہ غلبہ و دبدبہ ہے جسے اللہ جل مجدہٗ نے اپنے بندوں کے درمیان مقرر فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی سلطنت نہ ہوتی تو پھر لوگ آپس میں ایک دوسرے پر غارت کرتے رہتے، اور توانا ناتواں کو کھا جاتے''۔

امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

☆ بذریعہ رعب میری مدد کی گئی۔

☆ مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں۔

☆ اور اس اثناء میں کہ میں استراحت کناں تھا، ناگاہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں، اور پھر میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو وہ خزانے استعمال نہ فرمائے، اور تشریف لے گئے۔ اور ان خزانوں کو اب تم نکال رہے ہو۔

جامع کلمات کا ایک مطلب

علامہ ابن شہاب قدس سرہٗ نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جامع کلمات یہ ہیں کہ اللہ جل مجدہٗ نے وہ تمام امور کثیرہ جو آپ ﷺ سے پہلے (آسمانی) کتابوں میں لکھے جاتے تھے، ایک یا دو یا ان کے علاوہ کلموں میں آپ ﷺ کے لیے اکٹھے فرما دیے ہیں۔ امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''سندِ حسن'' سے اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے (کتاب) ''الزہد'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

حضور سید عالم ﷺ اور حضرت جبریلِ امین ایک دن صفا پہاڑ پر تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل! آلِ محمد ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے لیے مشت بھر آٹا اور ستو نہیں ہوئے۔ ابھی آپ ﷺ اپنی گفتگو شریف ختم نہ کر پائے تھے کہ یکا یک آسمانی چرچراہٹ سنائی دی۔ پھر ناگاہ اسرافیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے سن لیا ہے، تو اب مجھے زمین کے تمام خزانوں کی ہی چابیاں دے کر بھیجا ہے۔ اور مجھے آپ ﷺ کی یہ خدمت کرنے کا حکم فرمایا کہ میں ''تہامہ'' کے پہاڑ سونے، چاندی، زمرد، یاقوت کے طور پر آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے ہمراہ لے کر چلتا رہوں۔ اب آپ ﷺ کو اختیار ہے، چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت رکھیں یا چاہیں تو نبوت کے ساتھ عبدیت رکھیں۔

حضرت جبریلِ امین نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ عبدیت اختیار فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''میں تو نبی عبد ہی رہنا چاہتا ہوں''۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسولِ کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ فرمارہے تھے مجھ پر وہ آسمانی فرشتہ اترا ہے جو نہ ہی تو مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام پر اترا اور نہ ہی میرے بعد کسی پر اترے گا۔ اور وہ فرشتہ اسرافیل ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا میں آپ ﷺ کی طرف آپ ﷺ کے پروردگار کا فرستادہ ہوں، مجھے حکم ملا ہے کہ میں آپ ﷺ کو یہ بتادوں کہ آپ ﷺ اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت رہے، اور اگر پسند فرمائیں تو نبوت کے ساتھ عبدیت رہے۔ (اس وقت) میں نے جبریل کی طرف نگاہ کی تو انہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ آپ ﷺ عبدیت ہی رکھیں۔

فَلَوْ أَنِّیْ قُلْتُ نَبِیًّا مَلِکًا لَسَارَتْ مَعِیَ الْجِبَالُ ذَهَبًا۔ (ص۲۹۱)

''اگر میں کہہ دیتا کہ میں تو نبوت کے ہمراہ بادشاہی چاہتا ہوں تو پھر پہاڑ میرے ہمراہ سونا بن کر چلتے''۔

الامام الافخم احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابن حبان قدس سرہٗ نے اپنی صحیح میں، اور امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيْتُ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَ نِیْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ قَطِيْفَةُ سُنْدُسٍ۔ (ص۲۹۱)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں ایک چتکبرے گھوڑے پر میرے پاس لائی گئیں۔ اس گھوڑے پر ریشمی پالان تھا جسے جبریل امین میرے پاس لے کر آئے تھے''۔

علامہ ابن سعد اور امام ابونعیم قدس سرہما نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ جل مجدہٗ نے مکہ مکرمہ کے پہاڑ سونا بنادینے کی پیشکش فرمائی تھی، مگر میں نے عرض کی: پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہو کر کھاؤں، پھر جس دن بھوکا رہوں تو تیری یاد میں تیری ہی طرف رجوع کروں۔ اور جس دن شکم سیر ہو جاؤں تو اس دن تیری حمد و سپاس بجالاؤں۔

علامہ ابن سعد اور امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت ام المومنین سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دن میرے پاس ایک انصاری خاتون حاضر ہوئی۔ اور اس خاتون "رضی اللہ عنہا" نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کا بچھونا صرف دوہرا کیا ہوا کمبل ہے، پھر اس انصاری خاتون "رضی اللہ عنہا" نے واپس جا کر میری طرف ایک ایسا گدا بھیجوا دیا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی۔ بعدہٗ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے وہ بچھونا ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) یہ گدیلا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم"! فلاں انصاری خاتون میرے ہاں آئی تھیں انہوں نے آپ ﷺ کا بچھونا دیکھنے کے بعد اپنے گھر جا کر یہ گدیلا میرے ہاں بھیجوا دیا ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے واپس بھیجوا دو۔ مگر میں نے اسے واپس نہ کیا کیونکہ مجھے یہی پسند تھا کہ یہ میرے ہی گھر میں رہے۔ حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے اس جملے کو تین مرتبہ دہرایا: عائشہ! (رضی اللہ عنہا) میں جو کہہ رہا ہوں اسے واپس بھیجوا دو۔ عائشہ! (رضی اللہ عنہا) تمہیں کیا معلوم ہے۔

وَاللّٰہِ لَوْ شِئْتُ لَاَجْرَی اللّٰہُ مَعِیَ جِبَالَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ۔ (ص۲۹۱)

"اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ جل مجدہٗ میرے ہمراہ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دے"۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی مُسند میں، اور امام ابویعلی قدس سرہٗ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے تمام کلام (الٰہی) کے ابتدائی اور آخری و جامع حصے عطا کیے گئے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے بسندِ صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علومِ خمسہ جو

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ (لقمان:34)

"بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم"۔

کی آیت میں مذکور ہیں، کے علاوہ مجھے ہر شے کے علم کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ اور امام ابویعلی قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے نبی کریم ﷺ کو اشیاء خمسہ کے سوا ہر شے کے علم کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اور وہ پانچ چیزیں اس آیت میں مذکور ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ

''بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم''۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے راوی، انہوں نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی ''علیہ السلام'' نے اپنی اپنی امت کو (فتنہ) دجال سے ڈرایا۔ مگر ایک بات اس کے بارے میں جو مجھے بتائی گئی ہے، وہ کسی کو بھی نہ معلوم ہوئی وہ یہ کہ ''دجال یقیناً کانا ہے'' جبکہ تمہارا پروردگار یقیناً اس طرح نہیں۔

علوم خمسہ کے بارہ میں محاکمۂ سیوطی قدس سرہٗ

ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ عُلُوْمَ الْخَمْسِ اَیْضًا وَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوْحِ وَاِنَّهٗ اَمْرٌ بِکَتْمِ ذٰلِکَ۔(ص ۲۹۱)

''بعض آئمہ کرام نے یہ فرمایا کہ (وہ) علوم خمسہ (جو ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ میں مذکور ہیں) بھی آپ ﷺ کو بتلائے گئے ہیں، (یعنی) قیامت کے وقت کا علم روح وغیرہ کا علم بھی آپ ﷺ کو دیا گیا ہے۔ مگر (ان علوم کے نفی کی نسبت میں راز یہ ہے کہ) ان علوم کے مخفی رکھنے کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے''(1)۔

خلیل وحبیب وکلیم ﷺ

☆ امام ابن سبع قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ بن کھائے پیئے شب باشی فرماتے اور صبح کو شکم سیر ہو کر بیدار ہوتے تھے۔

☆ اور نیز یہ کہ زور وقوت میں آپ ﷺ پر کوئی بھی غلبہ نہ پاسکتا تھا۔

☆ اور یہ کہ جب بھی آپ ﷺ وضو فرمانے کا ارادہ فرماتے، اور اس وقت اگر پانی موجود نہ ہوتا تو اپنی انگشت ہائے مقدسہ کو پھیلا دیتے تو ان سے وضو مکمل کرنے تک پانی بہتا رہتا تھا۔

☆وَاِنَّ اللّٰهَ جَمَعَ لَهٗ بَیْنَ الْمَحَبَّةِ وَالْخُلَّةِ وَالْکَلَامِ۔(ص ۲۹۱)

''اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے لیے محبت، خلت اور تکلم کو جمع فرمادیا ہے''۔

(یعنی آپ ﷺ اللہ کے محبوب، اس کے خلیل اور اس کے کلیم ہیں جَلَّ مَجْدہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم)

☆وَکَلَّمَهٗ بِمَوْضِعٍ لَمْ یَطَاْهُ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔(ص ۲۹۱)

''اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کو اپنے کلام سے وہاں سرفراز فرمایا جہاں کوئی مقرب

1۔ اس کے علاوہ اس آیت کی ایمان افروز تفسیر، اور علوم خمسہ کے بارے میں عمدہ دلائل و براہین صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ کی تفسیر ''خزائن العرفان بر کنز الایمان'' میں ملاحظہ کریں۔(مترجم غفرلہٗ)

فرشتہ اور نبیِ مرسل دم نہیں مار سکتا۔"

☆ اور یہ کہ (قطعِ مسافت کے وقت) زمین آپ ﷺ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔

شرحِ صدر و رفعِ ذکر

☆ سیّدِ عالم ﷺ کے انہی خصائص سے (ہدایت، معرفت، نبوت، موعظت، علم و حکمت کے لئے) آپ ﷺ کے سینہ فیض گنجینہ کا کشادہ ہونا ہے۔

☆ اور (گناہ ہائے امت کے غم کا) بوجھ اترنا۔

☆ اور آپ ﷺ کے ذکر شریف کا بلند ہونا۔ (اور آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ) اللہ جل مجدہٗ کا آپ ﷺ کے اسم گرامی کو اپنے نام سے ملانا ہے۔

☆ اور آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں ہی آپ ﷺ کی امت کی بخشش کے وعدہ کا ہونا، آپ ﷺ کے خصائص سے ہے۔

وَبِأَنَّهُ حَبِيبُ الرَّحْمَانِ وَسَيِّدُ وُلْدَ آدَمَ۔ (ص۲۹۱)

"اور اللہ جل شانہٗ کا محبوب ہونا، اور جمیع اولادِ آدم کا سردار ہونا ہے"۔

☆ اور آپ ﷺ ہی اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے بڑھ کر مکرم ہیں۔

☆ اور سب رسولانِ کرام علیہم السلام اور سب فرشتگان سے برتر آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

وَعُرِضَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ بِأَسْرِهِمْ حَتّٰى رَاٰهُمْ وَعُرِضَ عَلَيْهِ مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْ أُمَّةٍ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔ (ص۲۹۱)

"اور آپ ﷺ کی سب کی سب امت آپ ﷺ کے سامنے کی گئی حتیٰ کہ سبھی کو آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا اور قیامت تک آپ ﷺ کی امت میں جو بھی ہونے والا، سبھی آپ ﷺ کے علم میں لایا گیا"۔

☆ انہی خصائص سے یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری آیات، اور مفصل (لمبی) سورتیں، اور سبع طوال (سات لمبی سورتیں) آپ ﷺ کو عنایت کی گئیں۔

خصوصیتِ انشراحِ صدر پر دلیل

☆ سینہ اقدس کی کشادگی، بوجھ کے اترنے اور رفعِ ذکر شریف پر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی شاہد ہے:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِيْٓ أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ (الم نشرح)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

☆ آپ ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے سبب آپ ﷺ کے اگلوں، پچھلوں کے گناہوں کو بخشا، اور آپ ﷺ پر لگائے گئے الزامات کو مٹایا، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح:2)

''تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے''۔

امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے برتری حاصل ہے، جو پہلے کسی کو بھی عطا نہ ہوئیں:

☆ اللہ جل مجدہٗ نے میرے سبب تمام اولین و آخرین کے گناہوں، اور (نیز) مجھ پر لگائے گئے الزامات کو مٹایا۔

☆ غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئیں۔

☆ میری امت تمام امتوں سے افضل بنائی گئی۔

☆ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنادی گئی۔

☆ مجھے خیر کثیر دی گئی اور ہیبت سے میری مدد کی گئی۔

☆ اللہ کی قسم! قیامت کے دن تمہارے ہم نشین (صلی اللہ علیہ وسلم) لواء حمد (ہمہ تن خوبیوں کا حامل پرچم) کے مالک ہیں۔ جس کے تلے آدم علیہ السلام، اور ان کے علاوہ سبھی ہوں گے۔ (تبصرہ) شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ یہ خصوصیت صرف سید عالم ﷺ ہی کی ہے اللہ جل مجدہٗ نے (دنیا میں) آپ ﷺ کو آمرزش کی خبر دے دی ہے۔

جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی اس قسم کی خبر منقول نہیں ہے۔ بلکہ (فحوائے حدیث کا) ظاہر یہی بتا رہا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے انہیں خبر ہی نہیں دی۔ اس کی تائید ان کی قیامت کی حالت سے بھی ہوتی ہے جبکہ محشر میں سبھی ''نفسی نفسی'' پکاریں گے۔

علامہ ابن کثیر قدس سرہما نے اپنی تفسیر میں سورۂ فتح کی (مذکورہ) آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھا کہ اس (مذکورہ) خصوصیت میں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی انفرادیت کی حامل ہے اور اس میں آپ ﷺ کا کوئی بھی ثانی (ومثیل) نہیں ہے۔

رفعِ ذکر و شروحِ صدر کی تائید میں مروی احادیث

☆ امام طبرانی قدس سرہٗ، امام بیہقی، امام ابونعیم قدس سرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار جل شانہٗ سے (اولاً تو) ایک سوال کرلیا (مگر پھر مجھے خیال آیا کہ اگر) میں اس سوال کو نہ پوچھتا تو بہتر ہوتا، میں نے (یوں) عرض کیا: پروردگار! مجھ سے پہلے رسولوں علیہم السلام میں سے بعض تو وہ تھے جو مردے زندہ کر دیا کرتے تھے، اور بعض وہ تھے جن کے تابع فرمان ہوا تھی تو (میرے اس سوال کے جواب میں) اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا (اے محبوب مکرم!) کیا میں نے تجھے عز و شرف میں یکتا و بے نظیر نہ پایا۔ پھر تمہیں مقامِ قرب میں جگہ دی(1)۔ کیا میں نے تجھے اپنی محبت میں خود رفتہ نہ پایا، تو تمہیں اپنی طرف راہ دی۔ کیا میں نے تمہیں حاجت مند نہ پایا پھر تمہیں غنی کر دیا۔ کیا میں نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا کیا میں نے تمہارے ذکر کو بلند نہ کر دیا۔ میں نے عرض کی: پروردگار! ہاں۔

علامہ ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم جس دن ''ضجنان'' میں تھے، تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بھاگے جا رہے ہیں، اور کہتے جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ نازل ہوا ہے چنانچہ میں بھی لوگوں کے ہمراہ دوڑتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ (فتح)

''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی''۔

تلاوت فرما رہے تھے۔

جس وقت حضرت جبریل امین یہ سورۂ مبارکہ لے کر آئے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، مبارک ہو۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک باد دے رہے ہیں تو پھر سب مسلمانوں نے بھی آپ کو مبارکباد پیش کی۔

امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم، امام ابویعلی، امام ابن حبان، امام ابونعیم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (انشراح)

''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

1۔ اس ترجمہ کے لیے ملاحظہ کریں تفسیر صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہٗ زیر آیت اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶۔

کی تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا:

مجھ سے جبریل نے کہا: اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے، جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے نبی کریم ﷺ کے ذکر کو دنیا و آخرت میں بلند کر دیا ہے کہ ہر خطیب ہر تشہد (یعنی کلمہ شہادت) پڑھنے والا، اور ہر نمازی ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے ساتھ ''وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' کہہ کر آپ ﷺ کو پکارتا ہے۔

اُمتِ خیر الانام ﷺ کے سینے انجیل ہیں

ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میں اس امرِ سماوی سے فارغ ہوا جس کا اللہ جل شانہٗ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ تو میں نے عرض کی پروردگار! مجھ سے پہلے ہر نبی تیری کسی نہ کسی بزرگی و فضیلت سے سرفراز ہوا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو تو نے اپنی خلت سے نوازا، موسیٰ علیہ السلام کو تو نے اپنی ہمکلامی سے سرفراز کیا۔ داؤد علیہ السلام کے لیے تو نے پہاڑ مطیع بنائے، اور سلیمان علیہ السلام کے لیے تو نے ہوا اور جنات فرماں بردار بنائے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے احیاء اموات کے وصف سے ممتاز فرمایا۔

میرے لیے تو نے کون سی فضیلت رکھی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حبیبِ محترم (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں نے ان سب سے بڑھ کر تجھے نہیں دیا، (مثلاً) جب میرا ذکر کیا جائے گا میرے ساتھ تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔

اور میں نے تمہاری امت کے سینے انجیل بنا دیے ہیں کہ وہ قرآن کو رواں پڑھتے ہیں، جبکہ یہ وصف میں نے کسی بھی امت کو نہیں دیا، اور میں نے ایک کلمہ اپنے عرش کے خزانہ سے تجھ پر نازل کیا ہے، اور وہ کلمہ یہ ہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اور (اسی طرح) اس سے قبل حدیثِ ''اسریٰ'' میں گزر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ جل مجدہٗ کی ثناء بیان کرتے ہوئے فرمایا:

☆ سب خوبیاں اس اللہ کو جس نے مجھے سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

☆ اور مجھے سارے لوگوں کا رسول بنایا۔

☆ اور مجھ پر حق و باطل میں فرق کرنے والی وہ کتاب اتاری جس میں ہر شے کا بیان مع البرہان (یعنی

مکمل بیان) ہے۔

☆ اور میری امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کے لیے ظاہر ہوئی (نیز) جس نے میری امت کو وسط بنایا، اور یہی اوّل و آخر ہے۔

☆ اور جس نے میرا سینہ کشادہ کیا۔

☆ اور جس نے مجھ سے میرے بوجھ کو اتار لیا۔

☆ اور جس نے میرا ذکر بلند کر دیا۔

☆ اور جس نے مجھے فاتح اور آخری رسول بنایا۔

(میری یہ صفات سننے کے بعد) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا (اے گروہِ انبیاء علیہم السلام) یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تم سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔

اور اسی حدیث ''اسریٰ'' ہی میں ہے کہ پھر اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ سے فرمایا: اب کچھ مانگئے۔ اس پر آپ ﷺ عرض گزار ہوئے: بار الٰہ! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خُلت اور ایک بڑے ملک سے نوازا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو نے اپنے کلام سے سرفراز فرمایا: اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے تو نے لوہا پگھلایا، پہاڑ ان کے تابع فرمان کر دیئے، اور انہیں (بھی) ملک عظیم عنایت فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات و انجیل سکھائی اور ان کو کوڑھوں و اندھوں کو صحت یاب کر دینے کا شرف عنایت فرمایا اور انہیں اور ان کی والدہ کو تو نے راندے ہوئے شیطان سے اپنی پناہ کی خصوصیت سے مشرف فرمایا، یہی وجہ تھی کہ ابلیس کو ان دونوں پہ داؤ چلانے کی کوئی تدبیر نہ تھی۔ پھر اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ سے فرمایا:

☆ حبیب لبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے تجھے اپنا محبوب بنایا، اور یہی تورات میں مرقوم ہے کہ تو ''حبیب الرحمان'' ہے۔

☆ اور میں نے تجھے سب لوگوں کا رسول بنایا اور تمہاری امت کو ہی اول و آخر بنایا۔

☆ اور میں نے تیری امت کے خطب میں یہ لازم کر دیا کہ وہ تمہارے بارے میں شہادت دیں کہ تو میرا عبد اور میرا رسول ہے۔

☆ اور میں نے تجھے تمام نبیوں سے پہلے بنایا اور ان سب سے بعد میں بھیجا۔

☆ اور میں نے تجھے ''سبع مثانی'' دیے جو تجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ مل سکے۔

☆ اور میں نے تجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عنایت کیں جو عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ

ہیں اور جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو بھی عنایت نہ ہوئیں۔

☆ اور میں نے تجھے فاتح اور آخری رسول بنایا۔

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چھ وجوہ سے اللہ جل شانہٗ نے مجھے فوقیت عطا فرمائی ہے:

☆ ایک ماہ کی مسافت سے اللہ جل مجدہٗ نے میرا رعب و دبدبہ میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔

☆ اور میرے لیے غنائم حلال کی گئیں جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

☆ اور میرے لیے روئے زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنادیا گیا۔

☆ مجھے کلام کے ابتدائی اور جامع حصے عطا کیے گئے۔

☆ میری امت سب کی سب میرے سامنے لائی گئی، جس میں سے کوئی خادم و مخدوم مجھ سے اوجھل نہ رہا۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کل کی شب اس حجرہ کے پاس میری تمام اگلی پچھلی امت میرے سامنے لائی گئی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی وہ امت جو پیدا ہو چکی ہے وہ تو آپ ﷺ پر پیش کی گئی ہوگی مگر جو ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئی وہ کیسے پیش کی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ اس طرح پیش کی گئی کہ) ان کی صورتیں میرے روبرو مٹی میں بنادی گئیں، اور اب میں ان کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔

آخری آیات وغیرہ پر دلائل

امام دارقطنی قدس سرہٗ نے اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''اوسط'' میں حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

☆ مجھ پر ایک ایسی آیتِ کریمہ اتری ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد میرے علاوہ کسی بھی پیغمبر پر نہیں اتری اور وہ آیت کریمہ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ہے۔

امام ابن مردویہ قدس سرہٗ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا: قرآن کریم میں ایک آیت (کی خصوصیت) سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ (اور وہ ایسی آیت کریمہ ہے) جو نبی کریم ﷺ اور حضرت سلیمان علیہ السلام بن حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی پیغمبر پر نازل نہ ہوئی، اور وہ آیت کریمہ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' ہے۔

حضرت ابوعبید اور ابنِ ضُریس رضی اللہ عنہما نے ''فضائل القرآن'' میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

☆ تمہارے نبی محترم ﷺ کو ''آیہ کرسی'' عرش کے خزانہ سے دی گئی ہے، جبکہ تمہارے نبی اکرم ﷺ سے پہلے کسی بھی پیغمبر کو اس قسم کی آیت نہیں دی گئی۔ حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا: حضور انور ﷺ کو چار آیات ایسی دی گئیں جو موسیٰ علیہ السلام کو نہ ملیں۔

اور وہ سورۂ بقرۃ کی آخری تین آیتیں جن کی ابتداء ''لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ'' (الآیہ) سے ہوتی ہے، اور ایک آیت الکرسی ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ ''شعب الایمان'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی آخری آیات مجھے عرش کے خزانہ سے ملی ہیں، جو میرے علاوہ اس سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ ملیں۔

(نیز) حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل ایک مرفوع حدیث روایت فرمائی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا:

☆ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں سے جن کی ابتداء ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ'' سے ہے اُخروی سامان حاصل کیا کرو اس لیے کہ یہی وہ آیتیں ہیں جن کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ممتاز فرمایا ہے۔

حضرت مغفل بن یسار رضی اللہ عنہ سے الامام الحاکم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سورۂ بقرہ اور سورۂ فاتحہ کی آخری آیات مجھے عرش کے خزانہ سے دی گئی ہیں، جبکہ مفصل سورتیں مجھے زائد (بطور انعام) عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام المحدثین مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا، کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! مبارک و خوشخبری ہو۔ آپ ﷺ کو دو نور ایسے ملے جو کسی نبی کو نہ ملے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔

☆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی قدس سرہٗ راوی، کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

أُعْطِيْتُ مَكَانَ التَّوْرَاةِ السَّبْعَ الطِّوَالَ، وَمَكَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِيْنَ، وَمَكَانَ الْإِنْجِيْلِ الْمَثَانِيَ، وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔

"مجھے تورات کی جگہ سات لمبی سورتیں، اور زبور کی جگہ تقریباً دوسو آیات والی سورتیں، اور انجیل کے متبادل سورۂ فاتحہ عنایت کی گئیں، جبکہ مفصل(1) سورتوں کے سبب مجھے برتری دی گئی ہے"۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ اور حضرت ابن مردویہ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ (حجر)

"اور بیشک ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں"۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سبع مثانی" (سات مکرر) یہی سبع طوال ہیں جو نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو بھی نہ ملیں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان سے دو مل سکیں، حضرت حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو سات مکرر آیات اور سات لمبی سورتیں عطا ہوئیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے چھ ملی ہیں۔ حضرت ابن مردویہ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ جل شانہٗ کے اس ارشاد

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ (حجر)

کی تفسیر میں فرمایا کہ سات مکرر آیات ہی "سبع طوال" (سات لمبی) ہیں، جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ ملیں، پھر جب انہوں نے تختیوں کو پھینک دیا تو ان سے دو جاتی رہیں اور بقایا چار رہ گئیں (نیز) ابن مردویہ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ کی تفسیر میں فرمایا کہ "سبع مثانی" تمہارے رسول محتشم ﷺ کے فضائل کا ذخیرہ ہیں، جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی بھی پیغمبر کے لیے (اس طرح کا) ذخیرہ نہیں۔

1۔ف: واضح رہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک مفصل سورتوں کی تین اقسام ہیں:

۱۔طوال ۲۔اوساط ۳۔قصار

سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کو طوال مفصل کہا جاتا ہے اور بروج سے سورہ بینہ تک کو اوساط مفصل کہتے ہیں اور بینہ سے آخر تک کو قصار مفصل کہتے ہیں۔ (مترجم غفرلہٗ)

اللہ کے حبیب اور اکرم الخلق ﷺ

امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''شعب الایمان'' میں اور علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيْلًا، وَمُوْسٰى نَجِيًّا، وَاتَّخَذَنِيْ حَبِيْبًا۔ (ص ۲۹۴)

''اللہ جل مجدہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نجی، اور مجھے اپنا حبیب بنایا ہے''۔

پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا (کہ مجھ سے اللہ جل شانہٗ نے یوں فرمایا):

وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَأُوْثِرَنَّ حَبِيْبِيْ عَلٰى خَلِيْلِيْ وَنَجِيِّيْ۔ (ص ۲۹۴)

''مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم، میں اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر ترجیح وفوقیت دیتا ہوں''۔

حضرت عبداللہ بن احمد قدس سرہما نے ''زوائد الزہد'' میں اور امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ثابت بنانی ''رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مُوْسٰى صَفِيُّ اللّٰهِ، وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ۔

''حضرت موسیٰ علیہ السلام صفی اللہ (اللہ کے برگزیدہ) ہیں اور میں حبیب اللہ (اللہ کا محبوب) ہوں''۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے ''معرفت'' میں حضرت عبدالرحمان بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا (ایک دن) ہم مسجد میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک ایک بادل نمودار ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک فرشتہ اترا ہے اور اس نے کہا کہ میں مسلسل اپنے پروردگار سے آپ کی ملاقات کی درخواست کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ وقت اب آیا کہ مجھے آپ ﷺ سے باریابی کا شرف حاصل ہوا۔

اِنِّيْ اُبَشِّرُكَ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنْكَ۔ (ص ۲۹۴)

''میں آپ ﷺ کو بشارت دیتا ہوں کہ اللہ کے ہاں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی مکرم نہیں''۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر معزز ہیں۔ (نیز) امام

بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ عَلَی اللّٰهِ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

''اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک اس کے سب سے مکرم نائب حضرت رسالت مآب ابوالقاسم ﷺ ہی ہیں''۔

سید عالم ﷺ کی خطاب میں امتیازی حیثیت

☆ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام، آپ ﷺ کو خطاب کرنے میں امتیازی حیثیت سے نوازا ہے۔ (مثلاً) اللہ جل جلالہٗ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرح خطاب فرمایا ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ۔ (ص:26)

''اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی''۔

اور اپنے محبوب ﷺ کو اس طرح یاد فرمایا ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ؕ (النجم)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے''۔

(ان دونوں آیتوں کے خطاب میں فرق یوں ہے کہ اوّل الذکر میں اللہ جل مجدہٗ نے ''برتقدیر وقوع'' نفسانی خواہش کی نسبت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف فرمائی، جبکہ دوسری آیت میں اس سے پہلے کی آیت کے مفہوم کے مطابق) نبی اکرم ﷺ کی قسم فرمانے کے بعد آپ ﷺ سے نفسانی خواہش کی برأت و نفی فرمائی گئی ہے۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک حالت کی تعبیر اس طرح فرمائی:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ (الشعراء:3)

''تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا''۔

اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے ایک واقعہ کو یوں بیان فرمایا:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (انفال:30)

''اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔ الخ''

اس آیت مبارکہ میں اللہ جل مجدہٗ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے (مکہ مکرمہ سے) باہر تشریف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خروج وہجرت کی حالت کے بیان میں یہ التزام نہیں رکھا) اور اسی طرح آپ ﷺ کے (سبب) اخراج کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہ فرمائی بلکہ آپ ﷺ کے دشمن کی طرف فرمائی۔ جیسا کہ فرمایا:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (توبہ:40)

"جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لیجانا ہوا۔ الخ"

اور فرمایا:

مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ (محمد:13)

"جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا۔ الخ"

(مطلب یہ کہ) نبی کریم ﷺ کے اخراج وہجرت کا اظہار "فرار" سے نہ فرمایا، جس میں کہ ایک طرح کی کمزوری کا شائبہ ہے، (اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خروج وہجرت کو صراحۃً فرار سے تعبیر فرمایا ہے)

آپ سے گفتگو کرنے سے قبل خیرات کرنا فرض ہے

☆ سید عالم ﷺ کے انہیں خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے تنہائی میں آہستگی سے گفتگو کرنے والے پر اللہ جل مجدہٗ نے فرض فرما دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ سے گفتگو کرنے سے قبل آپ ﷺ کے رُوبرو خیرات کرے، اور یہ خصوصیت آپ ﷺ کے علاوہ کسی بھی پیمبر کے لیے ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ (مجادلہ:12)

"اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو" (1)۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: جب اغنیاء مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور یہ سید عالم ﷺ پر گراں گزرنے لگا تو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے محبوب

کریم ﷺ کا بوجھ ہلکا فرمانے کا ارادہ فرمایا (تو مذکورہ حکم نازل فرمایا) پھر بہت سے افراد اس طرح (طویل) عرض و معروض کرنے سے رک گئے۔

اس کے بعد یہ حکم نازل فرمایا کہ:

ءَاَشْفَقْتُمْ (مجادلہ:13)

''کیا تم اس سے ڈرے۔الخ''

مسلمانوں پر وسعت فرمائی اور (پہلا حکم منسوخ فرما کر) انہیں رخصت عنایت فرمادی۔

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ جو شخص رسول کریم ﷺ سے آہستگی سے گفتگو کرنا چاہتا تو پہلے وہ ایک دینار صدقہ کیا کرتا تھا، سب سے پہلے اس حکم پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمل فرمایا (اور ایک دینار تصدق فرما کر دس مسائل دریافت فرمائے) پھر اس کے بعد رخصت نازل ہوئی، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (مجادلہ)

''پھر جب تم نے یہ نہ کیا، اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی''۔

سید عالم ﷺ کی اطاعت بلا حیل و حجت فرض ہے

قَالَ اَبُوْنُعَيْمٍ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ طَاعَتَهٗ عَلَى الْعَالَمِ فَرْضًا مُطْلَقًا لَا شَرْطَ فِيْهِ وَلَا اِسْتِثْنَاءَ۔(ص ۲۹۴)

''امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سارے جہاں پر آپ ﷺ کی اتباع علی الاطلاق بلا حیل و حجت فرض فرمادی ہے۔اور آپ ﷺ کی اطاعت میں کسی کو ممتاز نہیں فرمایا''۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (نساء:80)

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔''

اور نیز فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔(نساء:80)

''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔''

☆ اور نیز آپ ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سب لوگوں پر آپ ﷺ

کے قول وفعل میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو (بھی) علی الاطلاق وبلا امتیاز فرض فرما دیا ہے۔
جیسے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:21)

''بے شک تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی بہتر ہے''۔

جبکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے اُسوۂ مبارکہ میں ان کے اپنے قول (یعنی ان کی حدیث) کو مستثنیٰ فرمایا ہے، جیسا کہ فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ (الممتحنہ:4)

''بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم (اور اس کے ساتھ والوں) میں''۔

یہاں تک کہ بعد میں استثناء ذکر فرماتے ہوئے فرمایا:

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ (الممتحنہ:4)

''مگر ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ سے کہنا''۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں جہاں اپنے عصیان وعرفان، فرائض واحکام، اور وعدہ ووعید کا ذکر فرمایا ہے، وہاں اپنے نام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر واضح کرنے کے لیے آپ کے اسمِ گرامی کو بھی ساتھ ہی ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ (مندرجہ ذیل آیات میں) فرمایا:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (الآیہ)

''حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ الخ''

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (انفال)

''اور اللہ اور رسول کا حکم مانو، اگر ایمان رکھتے ہو''۔

وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ:17)

''اور اللہ ورسول کا حکم مانیں''۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور:62)

''ایمان والے تو وہی ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے''۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ (توبہ:1)

''بے زاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے''۔

''جو اللہ و رسول نے ان کو دیا''۔

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ (توبہ:56)

''اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول''۔

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ:74)

''اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا''۔

كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (توبہ:90)

''جنہوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا''۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (احزاب:37)

''جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی''۔

قرآن کریم میں آپ کے ایک ایک عضو شریف کی توصیف

امام ابن سبع قدس سرہٗ نے فرمایا:

حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کے ایک ایک اندام مبارک کی توصیف و ستائش بیان فرمائی ہے۔

☆ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے روئے تاباں کا وصف اس طرح بیان فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (بقرہ:144)

''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا''۔

☆ اور آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں کی مدح یوں فرمائی:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (حجر:88)

''اور اپنی آنکھیں اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو''۔

☆ آپ ﷺ کی زبانِ حق ترجمان کی توصیف اس طرح بیان فرمائی:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (الدخان:58)

''تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا''۔

☆ دستِ اقدس اور گردن مبارک کی ستائش اس طرح کی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (بنی اسرائیل:29)

''اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ''۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ (توبہ:3)

''اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے''۔

اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ (انفال:24)

''اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو''۔

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (نساء:14)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے''۔

شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ (انفال:13)

''اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی''۔

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (انفال:13)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے''۔

مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (توبہ:63)

''جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا''۔

وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ (توبہ:16)

''اور اللہ اور اس کے رسول (اور مسلمانوں) کے سوا''۔

یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (مائدہ:33)

''اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے (ہیں)''۔

مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ (توبہ:29)

''اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے''۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ (انفال:1)

''تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں''۔

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ (انفال:41)

''تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول۔ الخ''

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (نساء:59)

''تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور رجوع کرو''۔

مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ (توبہ:59)

☆ اور آپ ﷺ کے سینہ (فیض گنجینہ) کا وصف اس طرح بیان فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ (انشراح)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا''۔

☆ (غمِ امت کا بوجھ اٹھانے والی) کمرِ اقدس کے بارے میں یوں فرمایا:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ (انشراح)

''اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی''۔

☆ (کبھی بھی نہ سونے والے) قلبِ منور کی اس طرح تعریف فرمائی:

نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (بقرہ: 97)

''تو اس نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا''۔

☆ اور آپ ﷺ کے خلقِ عظیم کی عظمت اس طرح بیان فرمائی:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (قلم: 4)

''اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے''۔

زمین و آسمان میں آپ ﷺ کے وزراءِ کرام

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے جسے امام بزار و امام طبرانی قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَيَّدَنِيْ بِاَرْبَعَةِ وُزَرَآءَ اِثْنَيْنِ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاثْنَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔ (ص ۲۹۶)

''سید عالم ﷺ نے فرمایا، اللہ جل مجدہٗ نے میری چار وزیروں سے مدد فرمائی ہے۔ میرے دو وزیر آسمان میں ہیں، ایک جبریل امین علیہ السلام اور دوسرے میکائیل علیہ السلام، اور دو وزیر زمین میں ہیں، ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں''۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ اور حضرت امام ابنِ ماجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: (یہی وجہ ہے کہ آسمانی رعیت کی رعایت فرماتے ہوئے)۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى، مَشٰى اَصْحَابُهٗ اَمَامَهٗ

وَتَرَكُوْا ظَهْرَهٗ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔

''نبی کریم ﷺ جب کہیں تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام آپ ﷺ کے آگے آگے چلا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی پشتِ اقدس فرشتوں کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے''۔

سیّد عالم ﷺ کے رفقاء کرام

الامام الحاکم قدس سرہٗ اور علامہ ابنِ عساکر قدس سرہٗ نے حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو سات رفیق (مخلص ساتھی) دیے گئے ہیں، جبکہ مجھے چودہ رفیق دیے گئے ہیں۔

پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا، حضرت فرمایئے تو سہی وہ چودہ رفقاء کون کون سے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں سے ایک تو میں ہوں۔

۲۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

۳۔ میرے دونوں بیٹے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور

۴۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ

شدائد وحوائج کے وقت کی دو دعائیں

امام دار قطنی قدس سرہٗ نے ''مؤتلف'' میں حضرت امام الائمہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا کہ انہوں نے فرمایا:

(سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ بھی ہے کہ):

مَا مَرَّ نَبِیٌّ اِلَّا وَخَلَفَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَقَدْ خَلَفَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْوَتَیْنِ مُجَابَتَیْنِ اَمَّا وَاحِدَةٌ فَلِشَدَائِدِنَا وَاَمَّا الْاُخْرٰی فَلِحَوَائِجِنَا۔ (ص۲۹۶)

”ہر ایک نبی نے اپنے پسماندگاں کے لیے ایک ایک مقبول دعا چھوڑی ہے، اور ہمارے لیے نبی کریم ﷺ نے دو مقبول دعائیں چھوڑی ہیں، ایک تو ہے ہماری تکالیف (رفع کرنے) کے لیے، اور دوسری ہماری حاجات (پوری) کرنے کے لیے“۔

مشکلات دور کرنے کی دعاءِ مقبول

فَاَمَّا الَّتِیْ لِشَدَائِدِنَا۔ وہ دعا جو ہماری مشکلات (رفع کرنے) کے لیے ہے، وہ یہ ہے:

یَا دَائِمًا لَمْ یَزَلْ، یَا اِلٰهِیْ وَاِلٰهَ اٰبَائِیْ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

”اے وہ ذات! جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اے وہ ذات! جو میری اور میرے باپ داداؤں کی معبود ہے۔ اے ”آپ زندہ“ اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔“

وَاَمَّا الَّتِیْ لِحَوَائِجِنَا، اور وہ دعا جو ہماری حاجتیں پوری کرنے کے لیے ہے، وہ یہ ہے:

یَا مَنْ یَّکْفِیْ مِنْهُ شَیْءٌ ط یَا اَللّٰهُ ط یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ ط اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ ط

(ص۲۹۶)

”اے وہ ذات! جو ہر چیز کو کفایت کرنے والی ہے۔ اور جس سے کوئی دوسری شے کفایت نہیں کرتی۔ اے اللہ! اے (اپنے حبیب کریم) حضرت محمد ﷺ کے پروردگار مجھ سے قرضہ اتار دے (آمین)“۔

نبی اکرم ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنا حرام ہے

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنا حرام ہے۔ اور یہ خصوصیت کسی اور پیغمبر ”علیہ السلام“ کے لیے ثابت نہیں ہے اور بعض آئمہ نے فرمایا: آپ ﷺ کے اسم گرامی پر نام رکھنا بھی حرام جیسا کہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُجْمِعُوْا اِسْمِیْ وَکُنْیَتِیْ اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ اَللّٰهُ یُعْطِیْ وَاَنَا اُقْسِمُ۔ (ص۲۹۶)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام اور میری کنیت اکٹھی مت کرو، میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں(1)''۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی عمرۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے چچا ''رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میرے نام اور میری کنیت کو اکٹھا مت کرو۔

نیز امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ بقیع شریف میں تشریف فرما تھے کہ ایک (یہودی) آدمی نے ارے ''ابوالقاسم''! کہہ کر آواز لگائی۔ جب آپ ﷺ اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو اس (نابکار) نے کہا: (جی) میری مراد آپ نہیں ہیں۔

تب آپ ﷺ نے فرمایا میرے نام جیسا نام تو رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت جیسی کنیت مت رکھو۔

حضرت الامام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے فرمایا: ایک انصاری شخص کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس لڑکے کا نام محمد رکھا یہ نام رکھنے پر (باقی) انصارِ کرام ناراض ہوئے اور سبھی کہنے لگے ہم جبھی راضی ہوں گے جبکہ تو یہ نام رکھنے کی نبی کریم ﷺ سے اجازت حاصل کر لے۔ پھر سب انصارِ کرام علیہم الرضوان نے یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچائی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصار نے جو کچھ کہا ہے، عمدہ کہا ہے۔

پھر فرمایا: تم میرا نام رکھ لیا کرو، مگر میری کنیت مت رکھا کرو (اس لیے کہ) قاسم (نعم) تو میں ہی ہوں جو تم میں بانٹتا ہوں۔

آپ ﷺ کی کنیت رکھنے پر آئمہ کی آراء

☆ حضرت امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی کا نام محمد ہو یا نہ ہو کسی کے لیے بھی ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں۔

☆ اور حضرت امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض ائمہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی اور آپ ﷺ کی کنیت اکٹھا کرنا مکروہ ہے۔ اور ہر ایک میں سے علیحدہ علیحدہ رکھنا جائز ہے۔

1-

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلم دان گیا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

(اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ)

☆ اور امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی کنیت رکھنا جائز ہے۔اس کی ممانعت صرف آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ خاص تھی۔اس لیے کہ اب ممانعت کی علت باقی نہیں رہی۔وہ علت یہ تھی کہ آپ ﷺ خیال فرماتے کہ یہ آواز مجھے دی گئی ہے،جب آپ ﷺ التفات فرماتے،اور التفات کا جواب منفی سے ہوتا تو اس کیفیت سے آپ ﷺ کو دُکھ پہنچتا تھا۔

☆ شیخ الاسلام سراج الدین بن مُلقن قدس سرہٗ نے خصائص میں ذکر فرمایا کہ بعض لوگوں کی رائے اس مسئلہ میں سب سے انوکھی ہے وہ یہ کہ انہوں نے مُطلقاً نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی پر نام رکھنے کی ممانعت کی ہے۔جب نام پر نام رکھنا ممنوع قرار پایا،تو آپ ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنا کیونکر جائز ہوگا۔جیسا کہ شیخ الاسلام زکی الدین منذری قدس سرہٗ نے اس رائے کی حکایت فرمائی ہے۔

آخری قول پر سیوطی قدس سرّہٗ کا فیصلہ

شیخ الاسلام امام سیوطی قدس سرّہٗ نے فرمایا: میں کہتا ہوں امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان تمام بچوں کو اکٹھا فرمایا ''جن کا نام نبی کریم ﷺ کے نام پر تھا'' اور پھر انہیں ایک مکان میں بند کردیا،تا کہ وہ اپنے اپنے نام بدلا دیں،پھر ان بچوں کے والد آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ ان بچوں میں سے اکثر وہ ہیں جن کے نام خود نبی کریم ﷺ نے تجویز فرمائے تھے۔ بعدہٗ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رہا فرمادیا۔حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے والد حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی بچوں میں شامل تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے نام کی تعظیم لازم ہے

☆ سیّدِ عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کے اسمِ گرامی پر اپنا نام رکھنا نہایت بابرکت و باعثِ فضیلت ہے،اور اس نام کی تعظیم و توقیر،اور احترام و اکرام (سب مسلمانوں پر) لازم وضروری ہے۔

امام بزار،امام ابن عدی،امام ابو یعلی،امام حاکم قدست اسرارھم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تُسَمُّوْنَ اَوْلَادَکُمْ مُحَمَّدًا ثُمَّ تَلْعَنُوْنَهُمْ۔(ص۲۹۷)

''تم اپنی اولاد کا نام ''محمد'' تو رکھ لیتے ہو (مگر اس نام کے ادب کا التزام نہیں رکھتے

ہو) پھر انہیں گالیاں دینا شروع کر دیتے ہو"۔

امام بزار قدس سرہٗ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا:

اِذَا سَمَّيْتُمْ مُحَمَّدًا فَلَا تَضْرِبُوْهُ وَلَاتَحْرِمُوْهُ۔ (ص ۲۹۷)

"جب تم اپنے بچے کا نام "محمد" رکھ دو تو پھر نہ تو اس کی پٹائی کرو، اور نہ ہی اسے کسی شے سے محروم رکھو"۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهٗ ثَلَاثَةٌ فَلَمْ يُسَمِّ اَحَدَهُمْ مُحَمَّدًا فَقَدْ جَهِلَ۔ (ص ۲۹۷)

"جس شخص کے ہاں تین لڑکے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام "محمد" نہ رکھے تو اس نے نادانی کی"۔

امام طبرانی قدس سرہ نے اسی حدیث کی مانند حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے ۔امام ابو عاصم قدس سرہ نے ابن ابی فدیک کے طریق سے جہم بن عثمان سے، انہوں نے ابن حبیب سے اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَسَمّٰى بِاِسْمِيْ يَرْجُوْ بَرَكَتِيْ غَدَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ وَرَاحَتْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (ص ۲۹۷)

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے نام کی برکت کی امید رکھتے ہوئے میرے نام پر اپنا نام رکھا تو قیامت تک صبح و شام اس کے لیے برکت رہے گی"۔

سیّد عالم ﷺ کی ذات گرامی اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ ہے

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ بارگاہ خداوندی میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا، اور اللہ پر آپ ﷺ کی ذات سے قسم کھانا جائز ہے۔

نمازِ حاجت

جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں اور امام بیہقی قدس سرہ نے "دلائل" میں اور امام "ابو نعیم" قدس سرہ نے "معرفۃ" میں(1)۔

1۔ مذکورہ ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ امام ترمذی، علامہ سمہودی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام طبرانی رضی اللہ عنہم نے بھی اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ رَجُلاً ضَرِيْراً اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ لِيْ اَنْ يُعَافِيَنِيْ قَالَ اِنْ شِئْتَ اَخَّرْتُ ذَالِکَ وَ هُوَ خَيْرٌ لَّکَ ،وَاِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللّٰهَ ،قَالَ فَادْعُهُ،فَاَمَرَهُ اَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ الْوُضُوْءَ وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ ۔

"حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت بخشے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعاء موخر کرتا ہوں، اور یہ تیرے لیے اچھا بھی ہے۔ اور اگر تو چاہتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اس آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دعا ہی فرما دیجئے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے، اور دو رکعت پڑھنے، اور پھر یہ دعاء مانگنے کا حکم فرمایا"۔

دعائے حاجت

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْکَ بِنَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ فَيَقْضِيْهَا لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ (ص ۲۹۷)

"بارِ الٰہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد ﷺ! میں اپنی اس حاجت میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری یہ حاجت پوری فرما دے۔ اللہ جل مجدہٗ! اپنے نبی رحمت ﷺ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما"

فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ۔ (ص ۲۹۷)

"(راوی نے فرمایا) چنانچہ اس شخص نے وضو کیا، دو رکعت پڑھیں اور یہ دعا مانگی، پھر جب وہ کھڑا ہوا تو بینا ہو گیا"۔

امام بیہقی قدس سرہٗ اور امام ابونعیم قدس سرہٗ نے "معرفت" میں حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص اپنی کسی غرض کے لیے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (امورِ سلطنت میں مشغولیت کی بناء

پر) اس کی طرف التفات نہ فرماتے، اور نہ ہی اس کی غرض پر غور فرمایا کرتے۔

وہ شخص ایک دن حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُن سے (حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی عدم توجہ کی) شکایت کی۔ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

آفتابہ لے اور وضو کر، اور مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ، اور پھر یوں دعاء کر:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحۡمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیۡ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیۡ فَیَقۡضِیۡ لِیۡ حَاجَتِیۡ۔ (ص ۲۹۷)

''اللہ (جل جلالہٗ)! میں تجھ سے تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ یا محمد ﷺ! میں اپنے پروردگار کی طرف آپ ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ وہ میری حاجت پوری فرمادے''۔

اور یہاں اپنی حاجت کا نام لینا، پھر حضرت امیر المومنین کے پاس چلے جانا، تمہاری غرض پوری ہو جائے گی۔

چنانچہ اس شخص نے ایسے ہی کیا۔ پھر وہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا، دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے برابر بچھونے پر بٹھایا اور حال دریافت کر کے اس کی حاجت پوری فرمادی۔

پھر وہ شخص وہاں سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے ''جزاک اللّٰہُ خیرا'' کہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نہ تو میری طرف توجہ فرماتے تھے اور نہ میری حاجت پر غور کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے (مجھے) یہ عمدہ دعاء تعلیم فرمادی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: میں نے یہ دعاء (تجھے) اپنی طرف سے نہیں بتائی، بلکہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک نابینا آیا اور اس نے اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی، آپ نے اس سے فرمایا (اگر چاہو میں دعا کر دیتا ہوں) کیا تم صبر نہیں کر سکتے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بڑی دشواری ہے، کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آفتابہ لے کر وضو کر لو، پھر دوگانہ ادا کر کے یہ دعا پڑھ لینا:

27B

اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَجْلِیَ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ وَشَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ۔ (ص۲۹۷)

''الٰہی! میں تجھ سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبی محترم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، یا محمد ﷺ! میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کیا ہے، تاکہ وہ میری آنکھیں بینا کر دے۔ یا اللہ جل مجدہٗ! تو میرے حق میں اپنے نبی رحمت ﷺ کی شفاعت قبول فرما، اور میری ذات کے لیے انہیں شفیع بنا دے''۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ابھی بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا، اور اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

تبصرہ

☆ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ یہ خصوصیت (یعنی آپ ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا) صرف حضور سید عالم ﷺ ہی کی ہے۔

اس لیے کہ آپ ﷺ سید ولد آدم ہیں جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام اور فرشتگان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا(1)۔ اس لیے کہ وہ تمام حضور اقدس ﷺ کے مقام و مرتبہ پر نہیں ہیں۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ خصوصیت صرف اور صرف آپ ہی کی ہے تاکہ آپ ﷺ کے بلند درجہ و برتر مرتبہ پر آگاہی ہو۔ (انتہٰی)

آپ ﷺ سے خطاء کا وقوع ناممکن ہے

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے خطاً (بر تقدیر تسلیم وقوع) جائز نہیں، جیسا کہ:

قَالَ الْمَاوَرْدِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ قَالَ ابْنُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ کَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجُوْزُ عَلَیْہِ الْخَطَأُ وَیَجُوْزُ عَلٰی غَیْرِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ، لِاَنَّہٗ

1۔ شیخ عزالدین قدس سرہٗ کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حقیقۃً آپ ﷺ کی ذات گرامی وسیلہ عظمیٰ ہے اور دیگر انبیاء کرام و اولیاء عظام اگر وسیلہ ہیں تو ان تمام کا منتہیٰ و مرجع بھی آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ لہٰذا شیخ کی رائے کو اگر حقیقت پر محمول نہ کیا جائے تو پھر ''توسل بالعباس'' اور توسل بغوث الثقلین، جس پر سلف سے خلف تک اجماع چلا آرہا ہے، کا محمل غلط ہو جائے گا۔

(مترجم غفرلہٗ)

خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فَلَيْسَ بَعْدَهٗ مِنْ يَّسْتَدْرِكُ خَطَاءَهٗ بِخِلَافِهِمْ فَلِذٰلِكَ عَصَمَهُ اللّٰهُ مِنْهُ۔ (ص۲۹۸)

''الامام العلامہ'' ماوردی'' قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے خطاء کا وقوع ناممکن ہے بخلاف دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے کہ ان سے خطاء کا وقوع ممکن ہے آپ ﷺ سے اس لیے نہیں کہ آپ ﷺ آخری پیمبر ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی آنہیں سکتا جو آپ ﷺ کی خطاء کا ازالہ کر سکے، جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں یہ بات نہیں۔ اسی لیے اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کو خطأ سے معصوم رکھا''۔

قَالَ الْاِمَامُ، اَلْحَقُّ اَنَّهٗ لَا يُخْطِئُ اِجْتِهَادُهٗ۔ (ص۲۹۸)

''امام ماوردی قدس سرہٗ نے فرمایا: حق تو یہی ہے کہ آپ ﷺ سے خطاء اجتہادی کا صدور ناممکن ہے''۔

سیّد عالم ﷺ کی بنات وازواج کا سارے جہاں سے برتر ہونا

☆ حضور سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں، اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ''رضی اللہ عنہن'' باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ اور یہ کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا (اعمالِ حسنہ پر) ثواب اور (تقرب الی اللہ کے منافی امور بر بناء وقوع) عذاب، باقی تمام عورتوں کے عذاب وثواب سے دوگنا ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے (تضعیفِ عذاب وثواب کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (احزاب:32)

''اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

نیز فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ (احزاب:30)

''اے نبی کی بیبیو! جو تم میں (صریح حیا کے خلاف) کوئی جرأت کرے''۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ، وَخَيْرُ نِسَائِهَا فَاطِمَةُ۔ (ص۲۹۷)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہان کی تمام عورتوں سے برتر حضرت مریم وحضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا ہیں''۔

حارث بن ابی اُسامہ قدس سرہٗ نے حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مریم وفاطمہ رضی اللہ عنہما سارے جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت مریم بنت عمران علیہ السلام ورضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰهَ يَغْضِبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضٰى لِرَضَاكِ۔(ص۲۹۸)

''فاطمہ!(رضی اللہ عنہا) تیری ناراضگی پر اللہ ناراض ہوتا ہے اور تیری خوشی پر اللہ خوش ہوتا ہے''۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ فَاطِمَةَ حَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللّٰهُ وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ۔(ص۲۹۸)

''فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عصمت کی نگہداشت کی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر اوراس کی اولاد پر آتشِ دوزخ حرام فرمادی ہے''۔

آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے افضل ہونے کی دلیل

علامہ ابنِ حجر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں کا آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے افضل و برتر ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے جسے امام ابویعلی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

تُزَوِّجَ حَفْصَةَ خَيْرًا مِّنْ عُثْمَانَ وَتُزَوِّجَ عُثْمَانُ خَيْرًا مِّنْ حَفْصَةَ۔(ص۲۹۸)

''(امّ المومنین) حضرت حفصہ ''رضی اللہ عنہا'' کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر سے کردیا جائے گا (یعنی خود حضور اکرم ﷺ سے) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر سے کردیا جائے گا (یعنی حضرت سیّدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے)''۔

امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چار قسم کے لوگوں کو دُگنا ثواب دیا جائے گا۔ انہی میں سے ایک نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات ''رضی اللہ عنہن'' ہیں۔ (الحدیث)

(اب رہی یہ بات کہ دُگنا ثواب کہاں ملے گا) علماء کرام نے فرمایا: (مذکورہ حضرات کو) دُگنا ثواب آخرت میں ملے گا۔ اور بعض نے فرمایا: ایک ثواب دنیا میں، اور دوسرا آخرت میں ملے گا۔

اور گرفت کے دوگنا ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک عذاب دنیا میں ہوگا اور ایک آخرت میں۔

اور ازواج النبی ﷺ رضی اللہ عنہن کے علاوہ جن کو دنیا میں سزا دے دی گئی ہے انہیں آخرت میں سزا نہ ہوگی۔ اس لیے کہ (اجرائے) حدود(1) گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

امام مقاتل قدس سرہٗ نے فرمایا: دنیا میں (مذکورۃ الصدر حضرات پر) دو حدیں ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی طرح اس شخص کی دنیا میں دوگنی سزا ہے جس نے ازواج النبی ﷺ پر بہتان تراشا، لہٰذا ایسے شخص کو (اسی (۸۰) کی بجائے) ایک سو ساٹھ (۱۶۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والے کی سزا

حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ نے شفاء شریف میں بعض آئمہ سے روایت کیا کہ دوگنا سزا ''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا'' کے علاوہ دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے مختص ہے۔ جبکہ حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والے کو قتل کیا جائے گا۔

(بلکہ) بعض ائمہ کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی ایک پر بھی انگشت نمائی کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ صاحب ''تلخیص'' نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (زمر:65)

''اے سننے والے! اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا''۔

اور آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کا عمل کفر کی حالت میں مرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

صاحب ''تلخیص'' نے فرمایا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

1۔ واضح رہے کہ اجرائے حدود عندالاحناف کفارات نہیں ہیں۔

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ۔(الآیہ)

''(اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے) تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف (کچھ تھوڑا سا) جھکتے''۔

انبیاءِ کرام کے بعد تمام صحابہ سارے جہاں سے افضل ہیں

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تمام صحابہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ سارے جہاں سے برتر ہیں۔جیسا کہ علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے کتاب السنۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلٰی جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ،سِوٰی،النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَةً اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا فَجَعَلَهُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَفِیْ اَصْحَابِیْ كُلِّهِمْ خَیْرٌ، وَاخْتَارَ اُمَّتِیْ عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ،وَاخْتَارَ مِنْ اُمَّتِیْ اَرْبَعَةَ قُرُوْنٍ اَلْقَرْنُ الْاَوَّلُ، وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثُ تَتْرٰی،وَالْقَرْنُ الرَّابِعُ فَرْدًا۔(ص۲۹۸)

''بیشک اللہ جل مجدہٗ نے میرے تمام صحابہ کو انبیاء کرام و مرسلین عظام کے علاوہ سارے جہانوں سے برگزیدہ فرمایا ہے اور میرے تمام صحابہ سے پھر چار کو ممتاز فرمایا ہے،وہ ابوبکر،عمر،عثمان،علی رضی اللہ عنہم ہیں۔اور انہیں میرے سب صحابہ پر برتری عطا فرمائی اور میرے سبھی صحابہ افضل ہی ہیں اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل کیا،اور میری امت کے چار زمانوں کو منتخب کیا۔پہلا (صحابہ کا)،دوسرا (تابعین کا) تیسرا (تبع تابعین کا) تو مسلسل یکے بعد دیگرے ہیں،جبکہ چوتھا (اتباع تبع کا) تنہا ہی رہے گا۔جمہور ائمہ نے فرمایا کہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان افاضلِ ملّت ہیں۔اور بعد والوں میں کوئی بھی ان کے مرتبہ و مقام کو نہیں پاسکتا۔اگرچہ وہ بعد والا کمالاتِ علمی و عملی میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو''۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ تمام شہروں سے افضل ہیں

☆ نبی اکرم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں شہر (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) تمام شہروں سے برتر ہیں۔اور (آپ ﷺ کی وجہ سے ہی ان دو شہروں کی یہ خصوصیت ہے کہ) طاعون اور دجّال ان میں داخل نہ ہوسکیں گے۔

☆ وَبِفَضْلِ مَسْجِدِهٖ عَلٰی سَآئِرِ الْمَسَاجِدِ۔(ص۲۹۹)

''اور یہ کہ آپ ﷺ کی مسجد شریف باقی تمام مساجد سے افضل ہے''۔

☆ وَبِأَنَّ الْبُقْعَةَ الَّتِیْ دُفِنَ فِیْهَا اَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ وَمِنَ الْعَرْشِ۔(ص۲۹۹)

''اور یہ بھی آپ ﷺ کے خصائص سے ہے کہ جس حصہ زمین میں آپ ﷺ آرام فرما ہیں، وہ کعبہ اور عرشِ اعظم سے افضل ہے''۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْ غَیْرِهٖ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ الصَّلٰوةِ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا بِمِأَةِ صَلٰوةٍ۔(ص۲۹۹)

''میری اس مسجد شریف میں نماز پڑھنا، مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نماز پڑھنے کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا، میری اس مسجد میں ایک سو نماز پڑھنے سے بڑھ کر ہے''۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (بوقتِ ہجرت) سید عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا، (زمین بطحاء) اللہ کی قسم! تو اللہ کی زمین میں سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ زمین ہے۔

الامام الحاکم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الٰہی تو نے مجھے میری پسندیدہ زمین سے باہر کیا ہے۔ اب مجھے رہنے کو وہ جگہ عطا فرما جو تجھے پسند ہو۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو فرشتوں نے ڈھانپا ہوا ہے، اور ان کے ہر ایک دروازہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کی وجہ سے ان میں طاعون اور دجال نہ داخل ہو سکیں گے۔

قبر انور کا حصہ زمین عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے

قَالَ الْعُلَمَآءُ مَحَلُّ الْخِلَافِ فِی التَّفْضِیْلِ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فِیْ غَیْرِ قَبْرِهٖ ﷺ. اَمَّا هُوَ فَاَفْضَلُ الْبِقَاعِ بِالْاِجْمَاعِ بَلْ وَاَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ بَلْ ذَكَرَ بْنُ عَقِیْلِ الْحَنْبَلِیْ اَنَّهٗ اَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ۔(ص۲۹۹)

"علماء کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا: مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں سے ہر ایک کی فضیلت کے درمیان وجہ خلاف حضور انور ﷺ کی قبر انور کے علاوہ میں ہے۔ رہا یہ حصہ مبارکہ تو یہ بالاتفاق تمام روئے زمین سے افضل ہے۔ صرف اسی پر ہی بس نہیں بلکہ کعبہ معلیٰ سے بھی افضل ہے اور امام ابن عقیل حنبلی قدس سرہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ یہ حصہ علیا عرش اعظم سے بھی افضل ہے" (1)۔

وہ خصائص جو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی پائے جاتے ہیں

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت میں غنیمتوں کو حلال کیا گیا ہے۔

☆ تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے (کہ جہاں چاہیں نماز پڑھیں)

☆ مٹی کو پاک کرنے والا بنایا گیا ہے۔ مراد اس سے تیمم ہے۔ (یعنی اگر پانی میسر نہ ہو یا اس پر قادر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے)

☆ اور ایک روایت میں "طہور" سے مراد وضو ہے۔ پہلی تین خصوصیات تو اس سے پہلے متعدد احادیث میں گزر چکی ہیں۔ اور آثار میں بھی ان کا بیان گزر چکا ہے جو نبی کریم ﷺ کے توراۃ و انجیل میں مذکورہ صفات کے باب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے چار وجوہ سے فضیلت حاصل ہے"۔

☆ تمام زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی ہے۔

☆ غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔

طہارت میں اس امت کی خصوصیت

علامہ حلیمی قدس سرہٗ نے فرمایا:

☆ وضو اس امت کے خصائص سے ہے۔ اور اس پر انہوں نے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال پیش کیا ہے۔ (جس میں حضور انور ﷺ نے فرمایا)

إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا، مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ (ص ۲۹۹)

"بیشک روز قیامت میری امت اس طرح بلائی جائے گی کہ ان کے اعضاء، وضو کے

1۔ حرمین مکرمین کے اس سے بھی بسط و تفصیل کے ساتھ فضائل، اور پھر اس کا فیصلہ، کہ دونوں میں سے کون افضل ہے؟ امام ابن الحاج مالکی قدس سرہٗ کے فرمودات گرامی میں پڑھیے۔ (مترجم غفرلہٗ)

نشانات سے روشن وتاباں ہوں گے''۔

(علامہ حلیمی قدس سرہ کے) اس استدلال کا اس طرح رد کیا گیا ہے کہ اس امت کی خصوصیت صرف وضو کرنے میں نہیں ہے بلکہ نورانیت وتابانی ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ:

هٰذَا وُضُوْئِی وَوُضُوْءُ الْاَ نْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ (۲۹۹)

''یہ میرا، اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضو ہے''۔

اس رد کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن حجر قدس سرہ نے فرمایا: یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور اگر اس کی صحت ثابت بھی ہو تو پھر بھی اس میں یہ احتمال باقی ہے کہ وضو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہو، اور ان کی امتوں کی خصوصیت نہ ہو، بلکہ یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہو۔

محاکمہ سیوطی قدس سرہٗ

امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں''۔

یہ احتمال ضرور موجود ہے۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو اس سے پہلے توراۃ وانجیل میں آپ ﷺ کے ذکر شریف، اور آپ ﷺ کی امت کی صفت کے باب میں گزر چکی ہے۔

''کہ ان کے اعضاء آثارِ وضو سے روشن وتاباں ہوں گے۔''

اور اس حدیث کو امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً۔

اور امام دارمی قدس سرہٗ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے،

اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے، روایت کیا، (کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا)

اُفْتُرِضَتْ عَلَیْهِمْ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا فِیْ کُلِّ صَلَاةٍ کَمَا اُفْتُرِضَتْ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ۔ (ص۲۹۹)

''ان پر ہر نماز میں وضو کرنا فرض کر دیا گیا ہے جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام پر فرض کیا گیا تھا''۔

پھر میں نے امام طبرانی قدس سرہٗ کی ''اوسط'' میں دیکھا کہ اس میں انہوں نے (یہ حدیث) ابنِ لُہیعہ کی سند سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روآیت کی، کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ وَاحِدَةً وَاحِدَةً، فَقَالَ هٰذَا الْوُضُوْءُ الَّذِیْ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ الصَّلَاةَ اِلَّا بِهٖ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثِنْتَیْنِ ثِنْتَیْنِ، فَقَالَ

هٰذَا الْوُضُوْءُ لِاُمَمٍ قَبْلَكُمْ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا، ثَلَاثًا، فَقَالَ هٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ۔ (ص۲۹۹)

''نبی کریم ﷺ نے پانی منگوا کر ایک، ایک دفعہ وضو فرمایا۔ پھر فرمایا: اس طرح کا وضو کیے بغیر اللہ جل مجدہٗ نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر آپ ﷺ نے وضو فرماتے ہوئے دو دو دفعہ اندام دھوئے، اور فرمایا: یہ تم سے پہلی امتوں کا وضو ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تین تین بار اندام شریف دھو کر فرمایا: یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے''۔

اس حدیث شریف میں صاف تصریح موجود ہے کہ پہلی امتوں میں بھی وضو تھا۔ ہاں اس میں ہماری تخصیص صرف تین تین بار اعضاء دھونے میں ہے۔ جس طرح تین تین بار اعضاً دھونا پہلے انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت تھی۔

نمازِ عشاء آپ کی خصوصیت ہے

☆ سیّد عالم ﷺ کے منجملہ خصائص سے پانچ نمازیں بھی ہیں جبکہ پانچوں کا اجتماع آپ ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے بھی نہ تھا۔

☆ اور آپ ﷺ ہی پہلے نبی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نمازِ عشاء ادا فرمائی یہ نماز آپ ﷺ سے پیشتر کسی بھی نبی نے ادا نہیں فرمائی تھی۔

پانچ نمازیں مختلف انبیاء کی یادگار ہیں

حضرت امام طحاوی قدس سرہٗ نے حضرت عبید اللہ بن محمد بن عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا:

اِنَّ آدَمَ لَمَّا تِیْبَ عِنْدَ الْفَجْرِ، صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَصَارَتِ الصُّبْحُ

''جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ منظور ہوئی تو آپ نے (شکرانہ کے طور) دو رکعت نماز پڑھی۔ تب سے صبح کی نماز مقرر ہوگئی''۔

وَفُدِیَ اِسْحَاقُ عِنْدَ الظُّهْرِ فَصَلّٰی اِبْرَاهِیْمُ اَرْبَعًا، فَصَارَتِ الظُّهْرُ۔

''اور جب ظہر کے وقت حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ دیا گیا (یعنی آپ کا عقیقہ کیا گیا) تو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے (بطور شکرانہ) چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر (آپ کی) یہ (ادا، مستقل) نمازِ ظہر مقرر ہوگئی''۔

وَبُعِثَ عُزَیْرٌ فَقِیْلَ لَهٗ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ یَوْمًا فَرَاَی الشَّمْسَ فَقَالَ اَوْ

بَعْضَ یَوْمٍ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ۔

''اور جب (بوقتِ عصر) حضرت عُزَیر علیہ السلام (صد سالہ نیند کے بعد) بیدار ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا: تو یہاں کتنا ٹھہرا؟ عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا۔ پھر جب آپ نے سورج ملاحظہ فرمایا تو عرض کی: یا کچھ کم۔ پھر آپ نے (دوبارہ زندگی ملنے کے شکرانہ میں) چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد یہ عصر کی (مستقل) نماز ہوگئی''۔

☆وَغُفِرَ لِدَاوٗدَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ فَقَامَ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَجَهَدَ فَجَلَسَ فِی الثَّالِثَةِ، فَصَارَتِ الْمَغْرِبُ ثَلَاثًا۔

''اور جب حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگایا گیا ایک الزام، بوقتِ مغرب دور ہوا تو آپ نے (اس شکرانہ میں) کھڑے ہو کر چار رکعت کی نیت باندھی۔ مگر درمیان میں آپ مشاہدۂ الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ تیسری ہی رکعت میں بیٹھ گئے اور سلام پھیر دیا، تب سے مغرب کی تین رکعت مقرر ہوگئیں۔ (اور یہی نمازِ مغرب قرار پائی)''۔

وَاَوَّلُ مَنْ صَلَّی الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (ص ۳۰۰)

''اور سب سے پہلے نمازِ عشاء ادا فرمانے والے ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں''۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ سیّدِ عالم ﷺ نے آدھی شب تک نمازِ عشاء موٴخر فرمائی، اور پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی، نماز پڑھ چکنے کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا:

تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ جل مجدہٗ کی تم پر یہ عنایت ہے کہ اس وقت لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارے بغیر نماز نہیں پڑھ رہا۔

یا آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا:

اس وقت تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام نسائی قدس سرہٗ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور انور ﷺ نے نمازِ عشاء موخر فرمائی، پھر جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں کو نماز کا منتظر پایا۔ اس پر آپ ﷺ ارشاد فرما ہوئے۔ ہاں ہاں سنتے ہو؟ اس وقت کسی بھی دین والا تمہارے علاوہ خدا کو یاد نہیں کر رہا۔

امام ابوداؤد قدس سرہٗ اور امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے (اپنی) ''مصنف'' میں، اور امام بیہقی

قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شب نبی کریم ﷺ نے نماز عشاء اتنی موخر فرمائی، کہ حاضرین کو گمان گزرنے لگا کہ آپ ﷺ (شاید) نماز پڑھ چکے ہیں۔

پھر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ نماز موخر کر کے ہی پڑھا کرو۔ اس لیے کہ اسی نماز کی بدولت تم دوسری امتوں سے برتر ہو۔ اور یہ کہ تم سے پہلے کسی بھی امت نے اس نماز کو نہیں پڑھا۔

جمعہ اور آمین وغیرہ صرف آپ کی خصوصیت ہے

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے جمعہ بھی ہے۔

☆ اور اسی طرح آمین کہنا۔

☆ اور بحالتِ نماز قبلہ رُخ ہونا۔

☆ اور فرشتوں کی صف کی مانند نماز میں صف باندھنا۔

☆ اور تحیہ سلام بھی آپ ﷺ کے خصائص سے ہے۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہم سے پہلوں کو اللہ جل مجدہٗ نے اختیارِ جمعہ کی راہ نہ دی۔ پھر یہود (کے علماٗ) نے (اپنے اجتہاد سے) ہفتہ کا دن چُن لیا۔ اور نصاریٰ (کے علماء) نے (اپنے فہم سے) اتوار کا دن اختیار کر لیا۔ (مگر) ہمیں اللہ جل مجدہٗ نے جمعہ کے دن کی راہنمائی فرمائی۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے (ہمارے لیے) جمعہ، (یہود کے لیے) سنیچر، اور (نصاریٰ کے لیے) اتوار مقرر فرما دیا۔ اور اسی طرح قیامت میں وہ ہمارے بعد ہیں۔ ہم دنیا والوں سے (اگرچہ) پچھلے ہیں۔ (مگر) قیامت میں سب سے اگلے ہیں کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت میں ہمارا ہی فیصلہ ہوگا۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حضور انور ﷺ کے اصحابِ کرام علیہم الرضوان نے بتایا کہ انہوں نے بنو اسرائیل کے علماٗ سے یہ سنا تھا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام، پانچ ایسی باتیں دے کر بھیجے گئے تھے کہ جوان پر عمل پیرا ہو کر مر جائے تو قیامت کے دن اس پر حساب نہیں ہے، اور وہ پانچ باتیں یہ تھیں:

☆ کسی شے کو اللہ کا شریک ٹھہرائے بغیر اس کی عبادت کرنا۔

☆ نماز پڑھنا۔

☆ صدقہ (یعنی زکوٰۃ) ادا کرنا۔

☆ روزے رکھنا۔

☆ اور (ہمہ وقت) اللہ کی یاد میں ہی رہنا۔

(مگر) سرورِ عالم ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ نے یہ پانچ بھی، اور انکے علاوہ اور پانچ زائد بھی عطا فرمائیں:

☆ جمعہ

☆ حکمِ امیر کا سننا

☆ اطاعتِ امیر

☆ ہجرت

☆ (کافروں، مشرکوں، بدمعاشوں سے) جنگ کرنا۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا (یہود و نصاریٰ) ہم پر کسی چیز میں حسد نہیں کرتے جیسا کہ وہ جمعہ پر حسد کرتے ہیں، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور انہیں راہ نہ دکھلائی۔ اور جیسا کہ وہ ہم پر قبلہ میں حسد کرتے ہیں۔ اس کی بھی اللہ نے ہمیں راہ دکھلائی اور انہیں بھٹکا دیا۔

اور امام کے پیچھے (ہماری) آمین کہنے پر بھی وہ جلتے ہیں۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہود نے تم پر کسی چیز میں اتنا حسد نہ کیا جتنا کہ آمین کہنے اور سلام کرنے میں حسد کیا ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''الاوسط'' میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہودیوں نے مسلمانوں پر تین چیزوں میں سخت حسد کیا ہے:

☆ سلام کا جواب دینے میں،

☆ صفوں کو سیدھا رکھنے میں،

☆ امام کے پیچھے (آہستگی سے) فرض نماز میں آمین کہنے میں، امام حارث بن ابی اُسامہ قدس سرہٗ نے اپنی ''مسند'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے تین خوبیاں عطا فرمائی گئی ہیں:

☆ صف باندھ کر نماز پڑھنا،

☆ سلام کا جواب دینا، جو جنتیوں کا سلام ہے۔

☆ اور آمین کہنا، جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی ماسوا حضرت ہارون علیہ السلام کے نہ دی گئی۔

یہ صرف ہارون علیہ السلام کو دی گئی تھی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعاء فرمایا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین فرمایا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، امام بیہقی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے سب لوگوں پر تین وجہ سے برتری عطا کی گئی ہے:

☆ ساری روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے۔

اور زمین کی مٹی کو ہمارے لیے ذریعہ پاکیزگی بنادیا گیا ہے۔

☆ ہماری نماز کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔

☆ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات مجھے عرش کے خزانوں سے دی گئی ہیں جو نہ تو مجھ سے قبل کسی کو دی گئیں اور نہ ہی مجھ سے بعد کسی کو ملیں۔

اذان واقامت بھی خصوصیت ہے

حضور نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے اذان واقامت بھی ہے۔

(جیسا کہ) امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے انصاری چچاؤں نے بتایا کہ حضور انور ﷺ نے نماز کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے بارے میں مشورہ فرمایا، کہ بیک وقت لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جاسکتا ہے؟

اس پر بعض نے آپ ﷺ کو نماز کے وقت جھنڈا گاڑ دینے کا مشورہ دیا مگر آپ ﷺ نے اسے پسند نہ فرمایا۔

پھر بوقتِ نماز سنکھ بجانے کا آپ ﷺ کو مشورہ دیا گیا، مگر اسے بھی آپ ﷺ نے مسترد فرما دیا، اور فرمایا کہ یہ تو یہود کا شعار ہے۔

پھر آپ ﷺ سے طبل بجانے کے بارے میں عرض کیا گیا۔ اسے بھی آپ ﷺ نے ناپسندیدگی ظاہر فرماتے ہوئے ٹھکرادیا، اور فرمایا کہ یہ عیسائیوں کا شعار ہے۔

اتنے میں حضرت عبداللہ بن زید "جو کہ اوروں کی طرح نمازیوں کو اکٹھا کرنے کا طریق کار میں متفکر تھے" خواب میں (مروّجہ) اذان کا طریقہ بتلادیئے گئے۔ (اور انہوں نے اپنی خواب سنائی جس

کی تصدیق معلمِ عالم ﷺ نے بھی فرمادی۔)

رکوع ونماز باجماعت بھی آپ کی خصوصیت ہے

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے نماز میں رکوع کرنا۔

☆ اورنماز باجماعت پڑھنا بھی ہے۔

جیسا کہ مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی پوری ایک جماعت نے اس آیتِ کریمہ:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ (بقرہ)

''اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ''۔

کی تفسیر میں فرمایا:

اِنَّ مَشْرُوْعِيَّةَ الرُّكُوْعِ فِي الصَّلَاةِ خَاصٌّ بِهٰذِهِ الْمِلَّةِ، وَاِنَّهُ لَارُكُوْعَ فِي صَلَاةِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَلِذَا اَمَرَهُمْ بِالرُّكُوْعِ مَعَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ (ص ۳۰۱)

''نماز میں رکوع کی مشروعیت صرف اسی امت کی خصوصیت ہے۔اور بنواسرائیل کی نماز میں رکوع نہ تھا۔اسی لیے اسرائیلیوں کو سیّد عالم ﷺ کی امت کے ہمراہ رکوع کرنے کا حکم فرمایا گیا''۔

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں کہتا ہوں۔

مذکورہ خصوصیت کی (ایک اور) دلیل وہ حدیث شریف بھی ہے، جسے امام بزار قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''اوسط'' میں، امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سب سے پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا، وہ نمازِ عصر تھی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے پہلے نمازِ ظہر، اور پانچوں نمازوں کی فرضیت سے قبل، تہجد کی نماز، اور اس کے علاوہ سب نمازیں بلا رکوع ہی پڑھیں۔ تو پہلی نمازوں کا بلا رکوع پڑھنا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں۔

☆ اور ابن فرشتہ قدس سرہٗ نے ''شرح مجمع'' میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی

مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَهُوَ مِنَّا۔ (ص۳۰۱)

''جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی، اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا وہ ہم سے ہے''۔

کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ آپ ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا: ''صلاتنا'' (ہماری نماز)۔ اس سے نماز باجماعت مراد ہے۔

اس لیے کہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا تو ہم سے پہلوں میں بھی تھی۔

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا بھی خصوصیت ہے

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی سنن شریف میں حضرت ام المؤمنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ موصوفہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہود نے ہم پر تین چیزوں میں جتنا حسد کیا، اتنا کسی اور شے میں نہیں کیا:

☆ نماز کے آخر میں سلام کہنا،

☆ نماز میں آمین کہنا،

☆ اور نماز میں ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' ''ہمارے پروردگار! سبھی خوبیاں تجھی کو'' کہنا۔

نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھنا صرف آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے جُوتوں سمیت نماز پڑھنا بھی ہے۔

(جیسا کہ) امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرو، اور یہود سے مماثلت مت پیدا کرو''۔

اسی حدیث شریف کے مفہوم کو امام ابوداؤد قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

خَالِفُوا الْیَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا یُصَلُّوْنَ فِیْ خِفَافِهِمْ وَلَا فِیْ نِعَالِهِمْ۔ (ص۳۰۱)

''یہود کی مخالفت کیا کرو اس لیے کہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے''۔

محراب کو نماز کے لیے مخصوص کر لینا ناپسندیدہ ہے

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے محراب میں نماز پڑھنے کی کراہت سے بھی ہے۔

جیسا کہ ہم سے قبل محراب میں ہی لوگ نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے اسی طرف اشارہ

فرمایا ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (آل عمران:39)

''تو فرشتوں نے اسے آواز دی، اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا''۔

امام ابنِ ابی شیبہ قدس سرہٗ نے (اپنی) ''مصنف'' میں حضرت موسیٰ جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَّا لَمْ يَتَّخِذُوْا فِيْ مَسَاجِدِهِمْ مَذَابِحَ كَمَذَابِحِ النَّصَارٰى۔ (ص ۳۰۲)

''میری اُمت اس وقت تک مسلسل بہتری میں ہی رہے گی جب تک کہ یہ اپنی مساجد میں عیسائیوں کے محرابوں کی مانند محراب نہیں بنائے گی''۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت عبید بن ابی الجعد قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کی منجملہ نشانیوں سے ایک یہ ہے کہ مساجد میں محراب بنائے جایا کریں گے۔ امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا، کہ قیامت کی نشانیوں سے مسجدوں میں محراب بنانا بھی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے۔

(نیز) امام ابنِ ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اسی روایت کی مانند حضرت حسن (بصری)، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت سالم بن ابی الجعد، حضرت ابوخالد والبی رضی اللہ عنہم سے بھی ایک روایت ذکر فرمائی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت (عبداللہ) ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

''ان محرابوں سے بچتے رہو''۔

اعمال میں خصوصیات

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے آپ ﷺ کو عرش الٰہی کے خزانوں سے اس کلمے:

''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کا ملنا۔

☆ اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہنا(1)۔

1۔ ترجمہ: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔

☆ اورنماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا بھی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ،کی حدیث،شرح صدراوررفع ذکر کے باب میں گزرچکی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:میری امت کووہ چیز دی گئی ہے جوکسی بھی امت کواس کی مانند نہیں دی گئی۔اور وہ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہنا ہے۔امام عبدالرزاق قدس سرہٗ اورعلامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے اپنی اپنی تفسیروں میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہنا اس امت کے علاوہ کسی کو بھی نہ ملا۔کیا تمہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ ارشاد یاد نہیں رہا جبکہ انہوں نے (حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق کی مصیبت کے وقت :يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ(1) (یوسف:84)) فرمایا تھا۔

امام عبدالرزاق قدس سرہٗ نے اپنی ''مصنف'' میں روایت کیا کہ ہمیں حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوعالیہ رضی اللہ عنہ سے (حدیث بیان کرتے ہوئے) خبردی کہ انہوں نے فرمایا:

''تکبیر تحریمہ اس امت کے علاوہ کسی کو نہیں ملی۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے (اپنی) مصنف میں حضرت ابوعالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوعالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نماز کس چیز سے شروع فرمایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا:سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،اوردوسرے کلماتِ توحید کے ساتھ۔

اس امت کے لیے ندامت بھی توبہ ہے

☆ سیدعالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے گناہوں کواستغفار سے مٹادیا جاتا ہے۔

☆ اور یہ کہ ان کا اپنے گناہوں پر پشیمان ہونا ہی ان کی توبہ ہے۔

☆ اور یہ صدقات کھائیں گے تواس پرانہیں ثواب ملے گا۔

☆ اور(عمدہ اعمال پر) آخرت میں ذخیرہ ہونے کے باوجوددنیا میں بھی ان کوثواب ملتا رہے گا۔

☆ اور جودعا مانگیں گے اللہ جل مجدہٗ اسے قبول فرمائے گا۔

امام فریابی قدس سرہٗ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا،انہوں نے فرمایا اس امت کو

1۔ترجمہ:ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر۔

تین خوبیاں ایسی دی گئی ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو بھی نہ مل سکیں (مثلاً) پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کو حکم دیا جاتا تھا:

☆ بَلِّغْ وَلَا حَرَجَ۔ "تبلیغ فرمائیے، تم پر کوئی تنگی نہ آئے گی"۔

☆ اور فرمایا جاتا تھا: اَنْتَ شَهِيْدٌ عَلٰى قَوْمِكَ۔ "تم اپنی قوم پر نگہبان ہو"۔

☆ اور یہ فرمایا جاتا "وَادْعُ اُجِبْكَ"۔ "تم دعا کرتے رہو، میں تمہاری دعاء قبول کروں گا"۔

اور اس امت سے (پہلے حکم کے متعلق) فرمایا:

☆وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (حج:78)

"اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی"۔

اور (دوسرے حکم کے بارے میں) فرمایا:

☆لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ:143)

"تم لوگوں پر گواہ رہو"۔

اور (تیسرے حکم سے متعلق) فرمایا:

☆اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن:60)

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"۔

امام نسائی، حاکم اور امام بیہقی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (قصص:46)

"اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی"۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس امت سے فرمایا: اے امتِ محمد ﷺ! تم (مجھے) پکارو، میں تمہاری پکار سے پہلے تمہاری سُن لوں گا اور تمہارے مانگنے سے قبل تمہیں دے دوں گا۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس آیتِ کریمہ:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا (قصص)

"اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا دی"۔

کی تفسیر پوچھتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ندا سے کیا مراد تھی، اور رحمت سے کیا مراد

تھی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پیشتر تقدیر لکھی، پھر اللہ جل مجدہٗ نے یہ ندا دی: اے امتِ محمد ﷺ میری ناراضگی پر میری رحمت سبقت لے گئی ہے۔ میں نے تمہیں تمہارے مانگنے سے پہلے دے دیا، اور تمہارے بخشش طلب کرنے سے پہلے میں نے تمہاری مغفرت فرما دی۔ جو تم میں سے میری الوہیت اور (میرے محبوب مکرم) محمد ﷺ کی عبدیت و رسالت کی گواہی دیتے ہوئے مجھ سے ملا تو میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور الامام الحاکم قدس سرہٗ نے حضرت (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا کہ گناہوں پر پشیمانی ہی توبہ ہے۔

اور بعض ائمہ کرام نے فرمایا: پشیمانی کا توبہ (کے قائم مقام) ہونا صرف اس امت کے خصائص سے ہے۔

ساعتِ اجابت اور لیلۃ القدر وغیرہ کی خصوصیت

☆ نبی کریم ﷺ کے انہی خصائص میں سے جمعہ کی وہ گھڑی ہے جس میں اللہ سے جو مانگا جائے، ملتا ہے۔

☆ اور انہی خصائص سے شبِ قدر ہے۔

☆ انہی خصائص سے ماہِ رمضان ہے، اور ماہِ رمضان کی وہ پانچ خوبیاں جو کفارہ سیئات ہیں۔

☆ اور انہی خصائص سے عید قربان کا ہونا، اور نحر کرنا ہے۔ جبکہ اہلِ کتاب کے لیے صرف ذبح کرنا ہی تھا۔

☆ اور انہی خصائص سے (میت کے لیے) لحد بنانا ہے جبکہ اہل کتاب کے لیے شق تھا۔

☆ اور انہی خصائص سے سحری کھانا اور افطار میں جلدی کرنا (مستحب کیا گیا) ہے۔

☆ اور رات میں صبح صادق تک کھانے، پینے اور جماع کرنے کو مباح قرار دیا جانا ہے۔

☆ اور انہی خصائص سے، جیسا کہ علامہ قونوی قدس سرہٗ نے "شرح التعرف" میں ذکر فرمایا کہ "(وقوف) یوم عرفہ بھی ہے"۔

☆ اور انہی خصائص سے نویں ذی الحج کو روزہ رکھنا بھی ہے جو کہ دو سالہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

"شرح مہذب" میں امام نووی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شب قدر صرف اسی امت کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شرف میں زیادتی فرمائے (آمین)۔ جبکہ ہم سے پہلوں میں یہ نہ تھی۔ جیسا کہ امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ نے "مؤطا" شریف میں فرمایا کہ "مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں، یا سابقہ حالات سے جو بھی اللہ جل مجدہٗ نے چاہا آپ کو دکھایا گیا (مگر) اپنی امت کی کم عمریں ملاحظہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ کے خاطر اقدس پہ گزرا کہ میری امت تو اس قدر عمل نہ کر سکے گی، جس قدر کہ دوسرے لوگ اپنی لمبی عمروں کے باعث عمل کر لیا کرتے تھے۔ تو اللہ جل مجدہٗ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکینِ خاطر کے لیے) آپ ﷺ کو شب قدر مرحمت فرمائی، جس کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔" اس حدیث کے اور بھی کافی شواہد موجود ہیں جنہیں میں (یعنی نووی صاحب) نے "التفسیر المسند" میں بیان کیا ہے۔

امام دیلمی قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ جل مجدہٗ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے جو اس سے پہلے کسی کو بھی نہ مل سکی"۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت امام عطاء رضی اللہ عنہ سے اس آیتِ کریمہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٨٣﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (بقرہ:84-183)

"تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ گنتی کے دن ہیں"۔

کی تفسیر روایت کی کہ حضرت امام عطاء قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ہر ماہ میں تین روزے فرض کیے گئے تھے۔ اور اس سے پہلے لوگوں کے یہی روزے ہوا کرتے تھے، پھر اللہ جل شانہٗ نے ماہِ رمضان کے روزے فرض کر دیے۔

(نیز) علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت الامام سدی رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کریمہ "كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت امام سدی قدس سرہٗ نے فرمایا:

"اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا" سے مراد نصاریٰ ہیں، جن پر ماہِ رمضان میں روزے فرض کیے گئے تھے، اور یہ بھی ان پر فرض تھا کہ ماہِ رمضان میں سونے کے بعد نہ تو وہ کھا پی سکتے ہیں اور نہ ہی (شب میں) عورتوں سے ہم بستری کر سکتے ہیں۔ (لیکن جب) اس طرح ماہِ رمضان کے روزے نصاریٰ پر گراں گزرنے لگے، تو پھر نصاریٰ نے باہم مشورہ کر کے سردیوں اور گرمیوں کے درمیان روزے تقسیم کر لیے۔

اور پھر کہنے لگے، "اپنے اس فعل کے ارتکاب پر کفارہ کے طور پر ہم بیس دن کے زائد روزے رکھ لیا کریں گے"۔

(معلوم رہے کہ) شروع شروع میں مسلمانوں پر بھی نصاریٰ کی طرح سونے کے بعد کھانا، پینا اور شب کو عورتوں سے ہم بستری کی ممانعت تھی۔

اسی اثناء میں حضرت ابوقیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ رونما ہو گیا تو اللہ جل شانہٗ نے اس امت کے لیے صبح صادق تک کھانا، پینا اور جماع کرنا مباح فرما دیا۔

(حافظ ابونعیم) اصبہانی قدس سرہٗ نے "الترغیب" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کو رمضان شریف میں پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی کو بھی نہ مل سکیں:

☆ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

☆ افطار تک فرشتگان ان کے لیے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔

☆ سرکش شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں، پھر وہ رمضان میں اپنی شیطنت کا کام جاری نہیں رکھ سکتے۔

☆ اللہ جل مجدہٗ ہر روز جنت سنوارتا ہے، اور فرماتا ہے: عنقریب میرے صالح بندے مشقت سے چھوٹ کر تجھ میں آ جائیں گے۔

☆ رمضان مقدس کی آخری شب میں ان کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم بولے: تو کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ آخری شب شبِ قدر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ، بلکہ مزدور کو اجرت اس کے کام ختم کرنے پر ہی ملتی ہے۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق صرف سحری کا کھانا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت (عبداللہ) ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے عید قربان (کی نماز پڑھنے) کا حکم ملا ہے۔

اور عید قربان کو اللہ جل مجدہٗ نے اس امت کی خصوصیت بنایا ہے۔

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہا کریں گے، اس لیے کہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ اور امام ابن المنذر رقدس سرہٗ نے اپنی اپنی تفسیروں میں حضرت امام مجاہد

رضی اللہ عنہ اور حضرت امام عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ دونوں ائمہ نے فرمایا: بنواسرائیل کے لیے صرف جانور کا ذبح کر دینا تھا، اس کے بعد انہوں نے یہ آیت کریمہ (بطور استشہاد تلاوت فرمائی):

فَذَبَحُوْهَا (بقرہ:71) ''تو اسے ذبح کیا''۔

اور تمہارے لیے نحر ہے۔

پھر انہوں نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ (کوثر)

''تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو، اور قربانی کرو''۔

آئمہ اربعہ، حضرات امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام داؤد رضی اللہ عنہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَیْرِنَا۔ (ص ۳۰۴)

لحد ہمارے لیے ہے اور شق ہمارے دوسروں کے لیے ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر بن عبداللہ بَجَلِیْ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لحد تو ہمارے لیے ہے اور شق اہلِ کتاب کے لیے ہے''۔

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ صَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ۔ (ص ۳۰۴)

''نبی اکرم ﷺ سے دسویں محرم کے روزہ کے متعلق عرض کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: (ہاں) دسویں محرم کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے''۔

اور آپ ﷺ سے

وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ فَقَالَ یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ۔ (ص ۳۰۴)

''نویں ذی الحج کے روزہ کی بابت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے''۔

نویں ذی الحج کا روزہ دو سال کا کفارہ کیوں ہے؟

قَالَ الْعُلَمَاءُ اِنَّمَا کَانَ کَذٰلِکَ لِاَنَّ یَوْمَ عَرَفَةَ سُنَّةُ النَّبِیِّ ﷺ وَیَوْمُ عَاشُوْرَآءَ سُنَّةُ مُوْسٰی، فَجَعَلَ سُنَّةَ نَبِیِّنَا تَتَضَاعَفُ عَلٰی سُنَّةِ مُوْسٰی

فِی الْاَجْرِ۔(ص ۳۰۴)

''علماء کرام علیہم الرحمۃ نے فرمایا: نویں ذی الحج کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ صرف اس لیے ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ نبی کریم ﷺ کی سنت (سنیہ) ہے۔ جبکہ دسویں محرم کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔ (مگر) اللہ جل مجدہٗ نے اجر وثواب میں ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت سے دوگنا فرمادیا ہے''۔

چنانچہ اسی مفہوم کے قریب قریب وہ حدیث شریف ہے، جسے حاکم قدس سرہٗ نے حضرت سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے توراۃ شریف میں پڑھا ہے کہ کھانا کھانے سے قبل وضو کر لینے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ہاں) کھانا کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا کھانے میں برکت کا سبب ہے۔

حاکم (ابوعبداللہ) قدس سرہٗ نے ''تاریخ نیشاپور'' میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا کہ:

اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ حَسَنَۃٌ وَبَعْدَہٗ حَسَنَتَانِ۔(ص ۳۰۴)

''کھانا کھانے سے پہلے وضو(1) کرنے میں ایک نیکی اور کھانا کھانے کے بعد وضو کرنے میں دو نیکیاں ملتی ہیں۔''

روزہ میں گفتگو کا مباح ہونا

نبی اکرم ﷺ کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اس کے لیے نماز میں کسی قسم کی گفتگو حرام کردی گئی ہے۔

اور روزہ کی حالت میں گفتگو مباح کردی گئی۔ جبکہ ہم سے پہلوں کے لیے بحالتِ روزہ گفتگو اسی طرح ممنوع تھی جیسے کھانا پینا ممنوع ہوتا تھا۔ اور اسی طرح نماز میں ان کے لیے اپنی ضروریات کی باتیں مباح تھیں۔

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قُرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: (جب) سیّد عالم ﷺ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو بحالتِ

1۔نوٹ: وضو سے مراد عرفی شرعی وضو نہیں ہے، بلکہ ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے

نماز اپنی ضروریات کی باتیں کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا: (جو آپ ﷺ کو پسند نہ آیا) تو یہ آیتِ کریمہ (اس کی ممانعت میں) اتری۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ (بقرہ:238)

''اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے''۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

''اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے''۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تمام دینوں والے اپنی نمازوں میں باتیں کرتے رہتے تھے۔ (مگر) تم اللہ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں خاموشی سے مطیع ہو کر کھڑے رہو۔

امام ابن عربی قدس سرہٗ نے ''شرح ترمذی'' میں فرمایا:

ہم سے پہلے، امتوں میں روزہ میں جس طرح کھانا، پینا منع تھا۔ اسی طرح ان کے لیے ہر طرح سے گفتگو کرنا بھی منع تھا۔ جس کی وجہ سے وہ انتہائی دشواری سے وقت کاٹتے تھے۔ اور اس امت کو اللہ جل مجدہٗ نے (ان کی بہ نسبت) نصف وقت اور نصف روزے کی رخصت عطا فرمائی۔

نصف وقت تو یہ کہ رات کو ان کے لیے کھانا، پینا وغیرہ مباح کر دیا، اور نصف روزہ یہ کہ بحالتِ روزہ ان کے لیے کلام کرنا مباح فرما دیا۔

سیّد عالم ﷺ کی اُمت خیر الامم ہے

☆ نبی کریم ﷺ کی امت کے انہی خصائص سے اس کا خیر الامم ہونا ہے۔

☆ اور یہ بھی اسی کی خصوصیت ہے کہ یہ سب امتوں سے آخر ہے۔ اسی لیے تمام امتیں اس کے سامنے رسوا کی جائیں گی، اور اس کی ان کے سامنے رسوائی نہ ہوگی۔

☆ انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے لیے قرآن کریم سینوں میں محفوظ رکھنے کے لیے آسان کر دیا۔

☆ انہی خصائص سے یہ بھی ہے، ان کے نام، مسلمان، مومن اللہ تعالیٰ کے ناموں سے نکالے گئے ہیں۔

☆ انہی خصائص سے یہ ہے کہ ان کے دین کا نام اسلام رکھا گیا، انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اس

وصف سے دوسری امتوں میں سے کوئی بھی متصف نہ ہوا تھا۔

☆ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران)

''تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

☆ اور فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (قمر:17)

''اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے''۔

اور فرمایا:

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ (حج:78)

''اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں''۔

اسی بارے میں امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ترمذی و امام ابن ماجہ اور حاکم قدست اسرارہم نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے سیّد عالم ﷺ کو

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:110)

''تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر ستر امتیں پوری ہو جائیں گی، ان سب سے تمہی برتر ہو، اور اللہ جل مجدہٗ کے ہاں باعزت بھی تمہی ہو۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔ امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

اسلام میں اس امت سے زیادہ مقبول کوئی امت نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

''تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں''۔

امام اجل حضرت (اسحاق) ابن راہویہ قدس سرہٗ نے اپنی ''مسند'' میں، اور امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی ''مصنف'' میں حضرت الامام مکحول (تابعی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

كَانَ لِعُمَرَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ حَقٌّ، فَاَتَاهُ يَطْلُبُهٗ فَقَالَ لَا وَالَّذِىْ اصْطَفٰى مُحَمَّدً(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)عَلَى الْبَشَرِ لَا اُفَارِقُكَ

فَقَالَ الْيَهُوْدِیُّ وَاللّٰہِ مَا اصْطَفٰی مُحَمَّدًا(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) عَلَی الْبَشَرِ،فَلَطَمَہٗ عُمَرُ فَاَتَی الْیَهُوْدِیُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ اَمَّا اَنْتَ یَا عُمَرُ فَاَرْضِہٖ مَنْ لَطْمَتَہٗ،بَلْ یَا یَهُوْدِیُّ آدَمُ صَفِیُّ اللّٰہِ وَاِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَمُوْسٰی نَجِیُّ اللّٰہِ وَعِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ، وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ،بَلْ یَا یَهُوْدِیُّ تُسَمِّیَ اللّٰہَ بِاِسْمَیْنِ سَمّٰی اللّٰہُ بِھَا اُمَّتِیْ،ھُوَ السَّلَامُ،وَسَمّٰی اُمَّتِیَ الْمُسْلِمِیْنَ،وَھُوَ الْمُؤْمِنُ،وَسَمّٰی اُمَّتِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ،بَلْ یَا یَهُوْدِیُّ ضَلَلْتُمْ یَوْمًا ذُخِرَلَنَا اَلْیَوْمُ وَلَکُمْ غَدٌ، وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰی بَلْ یَا یَهُوْدِیُّ اَنْتُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ،بَلْ یَا یَهُوْدِیُّ اِنَّ الْجَنَّۃَ مُحَرَّمَۃٌ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ حَتّٰی اَدْخُلَھَا وَھِیَ مُحَرَّمَۃٌ عَلَی الْاُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَھَا اُمَّتِیْ۔

’’حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے قرض لینا تھا، آپ رضی اللہ عنہ وہ قرض وصول فرمانے کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے (مگر وہ منکر ہوا تو) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں سے برگزیدہ کیا، میں تجھے چھوڑوں گا نہیں (اور آج تجھ سے ضرور وصول کر کے رہوں گا) یہودی کہنے لگا (تم کہتے ہو کہ محمد ﷺ کو اللہ نے تمام انسانوں سے ممتاز کیا مگر میں کہتا ہوں) اللہ قسم! اللہ نے کسی بھی انسان سے محمد مصطفیٰ ﷺ کو برگزیدہ نہیں فرمایا۔ (اس پر) حضرت امیر المومنین عمر سلام اللہ علیہ نے اس یہودی کو ایک (شاندار) تھپڑ رسید فرمایا۔ اس کے بعد یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوا اور سارے واقعہ کی آپ ﷺ کو اطلاع کی۔ نبی کریم ﷺ نے (حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر) فرمایا: عمر ’’رضی اللہ عنہ‘‘! (انصاف کا تقاضا یہ ہے) تم نے جسے تھپڑ رسید کیا، اسے راضی کر لو، (پھر آپ ﷺ نے یہودی کے خیال باطل کی خبر لیتے ہوئے فرمایا) نہیں نہیں رے یہودی حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ ہوں۔ یہودی رے! تم اللہ جل مجدہٗ کے دو نام تو لیتے ہی ہو (مگر تمہیں اتنی بھی خبر نہیں

کہ) وہی دونوں نام میری امت کو (بھی) مرحمت فرمائے گئے ہیں (اب تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ دونوں نام کون کون سے ہیں) ان میں ایک نام تو "السلام" ہے اور اسی نام پر میری امت کا نام مسلمان رکھا گیا ہے اور ان کا دوسرا نام "المومن" ہے اور اسی نام پر میری امت کا نام مومن رکھا گیا ہے۔ ارے یہودی! (تم کہاں کہاں ہمارا مقابلہ کرو گے، تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ) تم اس دن سے بہک گئے ہو جو آج کا دن ہمارے لیے ذخیرۃً (آخرۃ) کر دیا گیا ہے (یعنی جمعہ)۔ تمہارے لیے (ہمارے دن کے بعد) کل آنے والا (یعنی ہفتہ کا) دن ہے۔ اور پرسوں آنے والا دن (یعنی اتوار) نصاریٰ کے لیے ہے۔ ارے یہودی! تم اگرچہ ہم سے پہلے ہو اور ہم تمہارے بعد، مگر یوم قیامت میں حساب و دخول جنت (وغیرہ) میں ہم ہی پہلے ہوں گے۔ ارے یہودی! (تم لگے ہاتھوں یہ بات بھی سنتے ہی جاؤ) جنت سب انبیاء کرام پر اس وقت تک حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو لوں گا۔ اور (اسی طرح) جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو لے گی اس وقت تک وہ تمام امتوں پر بھی حرام ہے"۔

عمامہ میں شملہ رکھنے کی خصوصیت

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے پگڑی کا شملہ رکھنا بھی ہے۔

☆ اور پنڈلیوں تک ازار باندھنا بھی خصائص سے ہے۔

اور یہ دونوں خصائص فرشتوں کی صفات ہیں۔

امام دیلمی قدس سرہٗ نے حضرت الامام عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے روایت کیا جبکہ انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے اپنے والد مکرم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا، حضور انور ﷺ نے فرمایا:

اِئۡتَزِرُوۡا كَمَا رَأَيۡتُ الۡمَلَائِكَةَ تَأۡتَزِرُ عِنۡدَ رَبِّهَا اِلٰى اَنۡصَافِ سُوۡقِهَا۔

"چادریں اس طرح باندھو جیسے میں نے نصف پنڈلیوں تک اپنے رب کے حضور، فرشتوں کو چادریں باندھے ہوئے دیکھا ہے"۔ (ص ۳۰۵)

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَلَيۡكُمۡ بِالۡعَمَائِمِ وَارۡخُوۡهَا خَلۡفَ ظُهُوۡرِكُمۡ فَاِنَّهَا سِيۡمَا الۡمَلٰئِكَةِ۔

''تم پگڑیاں باندھا کرو، اور اس کا ایک لڑ اپنے پسِ پُشت لٹکا دیا کرو۔ اس لیے کہ فرشتوں کی صفات سے یہی ہے''۔ (ص ۳۰۵)

علاّمہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ موصوفہ نے فرمایا: حضور انور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھا، اور برگِ ارنڈ کی مانند اس کا شملہ چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا میں نے اکثر فرشتوں کو (اسی طرح) پگڑیاں باندھے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔

شملہ رکھنے کی وجہ

ابنِ تیمیہ نے کہا کہ شملہ کی اصل و بنیاد یہ ہے کہ جب سید عالم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنا دستِ بیمثال آپ ﷺ کے کندھوں کے وسط میں رکھا ہوا ہے۔ تو پھر آپ ﷺ نے اس مقام کی عزت افزائی بذریعہ شملہ فرمائی۔

☆ لیکن علامہ عراقی نے کہا ہم اس روایت کی اصل کہیں بھی نہیں پاتے۔

خطاء و نسیان پر مواخذہ نہیں ہے

☆ نبی کریم ﷺ کی اُمت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اس امت سے وہ اِصر (یعنی سخت تکالیف کا حامل بوجھ) اٹھالیا ہے جو اُمِم سابقہ پر تھا۔

☆ اور یہ کہ اللہ جل مجدہٗ نے ان پر بہت سی چیزوں کو آسان فرمادیا جو اِن سے اگلوں پر بہت سخت تھیں۔

☆ نیز ان کے دین میں کوئی دشواری نہ رکھی۔

☆ اس اُمت کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اسے خطاء و نسیان، خیال و وسوسہ اور ہر وہ عمل جو جبر و اکراہ سے وقوع پذیر ہو، ان سب کے مواخذہ (پکڑ) سے بری فرمادیا۔

☆ نیز یہ کہ جس نے کسی بدی کا ارادہ کیا (تو صرف ارادہ پر) وہ بدی نہ لکھی جائے گی، بلکہ (اگر نہ کیا تو) ایک نیکی لکھی جائے گی۔

☆ اور اسی طرح جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا تو (فقط ارادہ پر) وہ اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی، اور اگر اس ارادہ پر عزم و تہیہ بھی کر لیا تو اس کی دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

☆ اس امت کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس امت سے، توبہ میں اپنی جان گنوانا، موضع نجاست کو کاٹ ڈالنا، زکوۃ میں مال کا چوتھائی حصہ نکالنا، سب معاف فرمادیا ہے۔

☆ اور یہ کہ یہ جو دعا بھی کریں، وہ مقبول ہے۔

☆ اوراس کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ قتل اور خون بہا کے درمیان، دونوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کی انہیں اجازت دے دی گئی ہے۔

☆ اور چار نکاح تک کرنے کی بھی اس کو اجازت دی گئی ہے۔

☆ اور (نیز) دوسرے مذاہب و ادیان کی عورتوں اور لونڈیوں سے نکاح کرنے کی بھی اس امت کو رخصت دی گئی ہے۔

☆ اور یہ بھی اس کے خصائص سے ہے کہ عورت کے ایام ماہواری کے دوران ہم بستری کے علاوہ ان سے ہر قسم کے میل جول رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

☆ اوراسی طرح یہ بھی اس کے خصائص سے ہے کہ اپنی عورت کو جس کروٹ چاہیں ان سے ہم بستری کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

☆ اور یہ بھی اس امت کے خصائص سے ہے کہ ان کا اپنی شرمگاہوں کو ننگا کرنا، (اپنی یا کسی بھی جاندار شے کی) تصویر بنانا، بنوانا، اور نشہ دینے والی اشیاء کا استعمال کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (حج:78)

''اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی''۔

نیز فرمایا:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ:185)

''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، اور تم پر دشواری نہیں چاہتا''۔

اور فرمایا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا (بقرہ:286)

''اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ، جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا''۔

نیز فرمایا:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اعراف:157)

''اوران پر سے وہ بوجھ، اور گلے کے پھندے جوان پر تھے اتارے گا''۔

اور فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

''اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دعا قبول کرتا ہوں، پکارنے والے کی جب مجھے پکارے''۔ (بقرہ:186)

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت الامام ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ (حج:78)

''اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی''۔

کیا اگر ہم زناء یا چوری کریں تو اس پر بھی ہمیں پکڑ و تنگی نہ ہوگی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیوں نہیں۔ (پکڑ تو ضرور ہے مگر) وہ سختی وشدت جو بنو اسرائیل پر تھی ہم سے اٹھالی گئی ہے۔

علامہ فریابی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں حضرت امام محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے جس بھی نبی و رسول علیہ السلام کو کتاب دے کر بھیجا تو اس کی کتاب میں اس آیت کریمہ کو ضرور نازل فرمایا:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ (بقرہ:284)

''اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا''۔

پھر تمام امتیں اپنے اپنے نبیوں و رسولوں کا اس بارے میں انکاری ہو کر کہتی تھیں، کیا ہمیں اپنے دلوں میں کھٹکنے والے ایسے خیالات پر بھی مواخذہ ہوگا، جنہیں ابھی اعضاء نے عملی جامہ تک نہیں پہنایا۔ چنانچہ وہ امتیں انکاری ہو کر بہک جاتی تھیں۔

جب اس آیت مبارکہ کا نزول نبی اکرم ﷺ پر ہوا تو یہ بات مسلمانوں پر بھی ایسے ہی ناگوار گزری جیسے کہ سابقہ امم پر دشوار ہوتی تھی۔ مسلمان بولے: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمیں دل میں گزرنے والی باتوں پر بھی مواخذہ ہوگا جبکہ ان باتوں پر ہمارے اعضاً نے ابھی تک عمل بھی نہیں کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں، (ضرور مواخذہ ہوگا) اسے بغور سنو اور اس کی اطاعت بجالاؤ، اور اپنے رب سے (تخفیف کے) طالب رہو۔ (چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کی التجاء منظور فرماتے ہوئے) اسی لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ (بقرہ:285)

"رسول ایمان لایا۔ الخ"

(جس میں یہ خوشخبری دی گئی) کہ اللہ جل شانہٗ نے اس امت سے خیال و وسوسہ پر گرفت اٹھالی ہے۔ (ہاں) اگر اعضاء اس پر عمل کرلیں تو اب عمل اگر اچھا ہوا تو پھر ان کے لیے بہتری ہے اور عمل اگر بد ہوا تو اس پر مواخذہ ہوگا۔

حضرت امام مسلم اور امام ترمذی قدس سرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ آیت مبارکہ

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ

"اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا"۔

اتری تو سب مسلمانوں کے دلوں میں اس آیت کریمہ سے ایک خدشہ گزرنے لگا، جبکہ اس سے پہلے کبھی اس قسم کی بات ان کے دلوں میں نہ کھٹکی تھی، پھر سب نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی قلبی کیفیت عرض کی۔ اس پر سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: تم یوں عرض کرو: "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" "کہ ہم نے سنا اور مانا اور ہم نے تیرے حکم کو تسلیم کیا"۔

اس کے بعد اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان راسخ فرمایا، اور پھر (تخفیف کی بشارت دیتے ہوئے) یہ آیت کریمہ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ (بقرہ:285)

"رسول ایمان لایا۔ (الخ)"

آخر سورت تک نازل فرمائی۔

امام مسلم و ترمذی قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهِ اَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ اَوْ تَعْمَلْ بِهِ۔ (ص ۳۰۶)

''اللہ جل مجدہٗ نے میری امت کے دل میں گزرنے والے خیالات سے درگزر فرما دیا ہے بشرطیکہ ان خیالات کو زبان پر نہ لائیں اور نہ ہی ان پر عمل کریں''۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام ابن حبان، امام حاکم، امام ابنِ ماجہ قدست اسرارہم نے حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ۔(ص ۳۰۶)

''بے شک اللہ جل شانہٗ نے میری امت سے بھول چوک، اور ہر وہ عمل جو جبر واکراہ سے سرزد ہو، اٹھالیا ہے''۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے میری امت سے خطاء ونسیان، اور مجبوراً کرائے گئے امور معاف فرما دیے ہیں۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام ابوبکر شافعی قدس سرہٗ نے ''غیلانیات'' میں، اور علامہ ابن عساکر اور حافظ ابونعیم قدس سرہما نے حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضور انور ﷺ نے (ایک طویل) سجدہ فرمایا، اور آپ ﷺ نے (خلافِ معمول) اپنا سرِ اقدس سجدہ سے نہ اٹھایا۔ جس سے ہمیں گمان گزرنے لگا کہ شاید آپ ﷺ کی روح پرفتوح پرواز فرما گئی ہے۔ پھر (یک لخت) آپ ﷺ نے اپنا سرِ انور سجدہ سے اٹھایا۔ اور (ہماری متجسس نگاہوں کو بھانپتے ہوئے فوراً) ارشاد فرمایا: (شاید تمہیں ہمارا طویل سجدہ اچنبھا معلوم ہوا ہو مگر ہمارے طویل سجدہ کی حکمت یہ تھی کہ) اللہ جل مجدہٗ نے مجھ سے میری امت کے بارے میں یہ مشورہ پوچھا تھا کہ تمہاری امت کے ساتھ (حساب وکتاب کا) برتاؤ کیسا رہنا چاہیے؟ تو میں نے عرض کیا: پروردگار! (میری امت) تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ جیسے تیری منشاء ہو۔

پھر دوبارہ اللہ جل مجدہٗ نے مجھ سے یہی مشورہ پوچھا، میں نے بھی دوبارہ وہی عرض دہرائی۔

پھر اللہ جل مجدہٗ نے تیسری بار مجھ سے مشورہ طلب فرمایا، میں نے پھر اسی طرح گزارش کی (جیسے پہلی ودوسری مرتبہ عرض کی تھی۔)

پھر اللہ جل شانہٗ نے مجھے فرمایا: (اے محبوب مکرم ﷺ!) میں آپ کی امت کے بارے میں آپ کو ہرگز مایوس نہ کروں گا۔

29 اور پھر مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ سب سے پہلے میری امت میں سے میرے ہمراہ بلا حساب ستر ہزار افراد جنت میں جائیں گے جن میں سے ہر ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔

پھر مجھے یہ پیام بھیجا، آپ دعا فرمایئے قبول ہوگی، مجھ سے مانگیے آپ کو ملے گا۔

وَاَعْطَانِیْ اَنْ غُفِرَ لِیْ(1) مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِیْ وَمَا تَاَخَّرَ وَاَنَا اَمْشِیْ حَیًّا صَحِیْحًا۔ (ص ۳۰۶)

"اور پھر مجھے یہ (خاص) انعام عطا فرمایا کہ جیتے جی اور چلتے پھرتے، میرے سبب سے میرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیے گئے ہیں"۔

اور (اپنے حِکَم وانوار وتجلیات سے) میرا سینہ کھول دیا ہے۔

اور یہ انعام بھی مجھے عطا فرمایا کہ میری امت خوار ورسوا نہ کی جائے گی۔

اور نہ ہی (قہر وغلبہ) کسی سے مغلوب ہوگی۔

اور مجھے ایسے رعب و دبدبہ اور نصرت سے سرفراز فرمایا، جو ایک ماہ کی مسافت سے میرے بدخواہوں کو خوف زدہ کردے گا،

اور مجھے یہ بھی عطا فرمایا کہ جنت میں سب انبیاء کرام سے پہلے میں ہی داخل ہوں گا۔

اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال فرمایا۔

اور بے شمار وہ اشیاء جو ہم سے پہلے دوسروں پر سخت دشوار تھیں، ہم پر آسان فرمادی گئیں۔

اور ہمارے دینی امور میں ہم پر کسی قسم کی تنگی نہ فرمائی۔ لہٰذا مجھے اس (طویل) سجدہ کے سوا (ان خصائص کے حصول کے) شکرانہ میں اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔

کفاراتِ بنی اسرائیل

امام ابن منذر قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "شعب الایمان" میں

1۔ اس عبارت کا یہ ترجمہ ایک خاص نوعیت وطرز کا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ترجمہ قرآن کریم اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ تحت آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (فتح)۔ اور ایک ترجمہ اس عبارت اور اسی قبیل کی دوسری عبارات کا اس طرح بھی کیا گیا ہے "میرے جیتے جی میرے اگلے، پچھلے گناہ (بالفرض والتقدیر) معاف کیے گئے ہیں"۔ یعنی اگر آپ سے کسی گناہ مثلاً "ترک اولیٰ" جسے اگر آپ ﷺ کے منصب رفیع الشان وجلیل البرہان کے پیش نظر گناہ سے تعبیر کیا جائے، کا صدور و وقوع تصور کیا جائے" تو اس کی معافی کی خوشخبری بھی اللہ جل شانہٗ نے دے دی ہے۔ جبکہ ایسا خیال وتصور میں آنا ناممکن ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ سے کوئی گناہ "خواہ وہ ترک اولیٰ ہی کیوں نہ ہو" واقع نہیں ہوا۔
اس قسم کی خصوصیت دوسرے پیغمبران کرام علیہم السلام میں مفقود ہے کیونکہ کسی دوسرے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے حیات دنیویہ میں اسکی مغفرت کی بشارت نہیں دی۔ (ماخوذ از مدارج للشیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہٗ)۔ (مترجم غفرلہ ولوالدیہ)

حضرت (عبداللہ) بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ کے سامنے بنو اسرائیل کا تذکرہ چھڑا، اور ان کی ان خوبیوں کا بھی ذکر چلا جن کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ نے انہیں برتری عطا فرمائی تھی۔ پھر سید عالم ﷺ ارشاد فرما ہوئے: (تم نے بنو اسرائیل کی خوبیوں کا تو ذکر کیا مگر شاید تمہیں ان تکالیف شاقہ اور شدائد کا پتہ نہ ہو، لو سن لو) جب کسی اسرائیلی سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تھا تو صبح ہوتے ہی اس کے گناہ کا کفارہ اس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا ہوتا تھا۔

(مگر) تمہارے گناہوں کا کفارہ یہ قرار پایا کہ تم اگر زبانی طور پر "استغفر اللہ" ہی کہہ لو تو اللہ جل شانہٗ تمہاری مغفرت فرما دیتا ہے۔

اللہ کی قسم! اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں ایک آیت مبارکہ ایسی عطا فرمائی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پیاری ہے اور وہ آیت کریمہ یہ ہے:

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (آل عمران: 135)

"اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی (یا اپنی جانوں پر ظلم) کریں۔ الخ"

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان اسرائیلیوں کا قصہ روایت کیا ہے۔ جنہوں نے گئو سالہ کی پرستش کی تھی، حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان اسرائیلیوں نے جب (اس جرم کی) توبہ کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اب ہماری توبہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (تمہارے اس جرم کی سزا صرف یہ ہے کہ) تم آپس میں ایک دوسرے کو مار ڈالو، (چنانچہ انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے) چھریاں لے کر آپس میں چلانا شروع کر دیں۔ پھر حال یہ تھا کہ کسی کی چھری کہیں تو اپنے والدین پر چل رہی ہے اور کہیں اپنے بھائی پر، اور چھری چلانے والے کو اس کا قطعاً پاس نہ تھا کہ وہ چھری کس پہ چلا رہا ہے۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

كَانَ بَنُوْ إِسْرَآئِيْلَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوْهُ بِالْمَقَارِيْضِ فَنَهَاهُمْ رَجُلٌ فَعُذِّبَ فِيْ قَبْرِهٖ۔ (ص ۳۰۷)

"بنو اسرائیل میں سے جب کسی کو پیشاب لگ جاتا تھا تو موضع پیشاب کو وہ قینچی سے کاٹ

(بعد میں) اسے اس کی قبر میں عذاب دیا گیا"۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابو عالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارے گناہوں کا کفارہ بھی اسرائیلیوں کے کفارہ کی طرح ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے (اس کے جواب میں) فرمایا: (نہیں بلکہ) تمہیں اللہ جل شانہٗ نے ان سے کہیں بہتر عطا فرمایا ہے (مثلاً) جب کوئی اسرائیلی کسی قسم کا کوئی گناہ کر لیتا تو وہ گناہ اور اس کا کفارہ (صبح کو) اپنے گھر کے دروازے پر لکھا ہوا پاتا تھا، اب اس گناہ کا کفارہ اگر ادا کر دیتا تھا تو اس کی دنیا میں خواری ورسوائی ہوتی تھی، اور اگر اس کا کفارہ ادا نہ کرتا تو پھر آخرت میں اس کی ذلت ہوتی تھی، جبکہ تمہیں اللہ جل مجدہٗ نے اس سے (کہیں) بہتر عطا فرمایا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ (نساء:110)

"اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے۔ (الخ)"

کہ (تمہارے لیے) ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے وقفہ میں، اور دن بھر کی پانچ نمازیں بھی گناہوں کا کفارہ ہیں۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث شریف کی تصحیح فرماتے ہوئے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: جب کسی اسرائیلی کو کہیں پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اس حصہ کو قینچی سے کاٹ دیتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی "مصنف" میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ:

قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَتْ اِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ، قُلْتُ كَذِبْتِ، قَالَتْ بَلٰى اِنَّهٗ لَيُقْرَضُ مِنْهُ الْجِلْدُ وَالثَّوْبُ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَدَقَتْ۔ (ص ۳۰۷)

"آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (ایک بار) میرے ہاں ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی: قبر میں پیشاب سے (پرہیز نہ کرنے میں) عذاب ہوتا ہے۔ میں نے کہا: تو نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ بولی: نہیں نہیں (میں نے جھوٹ نہیں بولا، بلکہ ہمارے دین میں تو یہ ہے کہ) جب پیشاب جسم یا کپڑے کو کہیں لگ جائے تو اس حصہ سے جسم اور کپڑا کاٹ دیا

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی ''مصنف'' میں حضرت مرۃ الہمدانی قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: یہود (بے بہبود) سرین کی طرف سے عورت کے ساتھ ہم بستر ہونے کو مکروہ جانتے تھے۔ (پھر) یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (بقرہ:223)

''تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں۔''

اور اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کو رخصت عطا فرمائی کہ عورتوں کے مقام مخصوص میں آگے سے یا پیچھے سے یا جس طرف سے، جس کیفیت سے بھی چاہو، آسکتے ہو۔

اسلام میں رہبانیت کیا ہے؟

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے ''معرفت'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (کے جواب میں ان) سے فرمایا: ہم پر رہبانیت (محض درویشی) فرض نہیں ہے۔ مسجدوں میں (ذکر وفکر کے لیے) بیٹھنا اور نمازوں کا انتظار کرنا، اور حج وعمرہ کرنا، میری امت کی رہبانیت ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابو یعلی قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ رَهْبَانِيَّةٌ وَرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (ص ۳۰۸)

''ہر ایک نبی کے رہبانیت ہے (یعنی ترک لذائذ وعلائق دنیویہ سے کلی کنارہ کشی) اور اس امت کی رہبانیت اللہ کی راہ میں جنگ کرنا ہے''۔

اسلام میں سیاحت کیا ہے؟

امام ابوداؤد قدس سرہٗ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے جہاں نوردی و سیر کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ تو رسول کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: میری امت کی سیر وسیاحت جہاد فی سبیل اللہ (ہی) ہے۔

امام ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمارہ بن عزیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سیاحت کا ذکر چلا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جنگ کرنا، اور ہر اونچی جگہ چڑھتے ہوئے ''اَللّٰهُ اَكْبَر'' کہنا ہمیں اللہ جل مجدہٗ نے سیاحت کا بدل عطا فرمایا ہے۔

(اسی طرح) علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا

جاتا ہے۔(یہ خبر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس یہودیہ عورت نے سچ کہا ہے"۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہود کے ہاں جب کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تھی تو پھر یہود اسے اپنے کھانے (پینے) اور گھریلو میل جول سے الگ کر دیتے تھے۔(اس بارے میں) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم ﷺ سے جب استفسار کیا تو اللہ جل مجدہٗ نے ان کے جواب میں اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ (بقرہ:222)

"اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم۔(الخ)"

پھر نبی کریم ﷺ نے (اس کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے) فرمایا: تم اپنی عورتوں سے ہم بستری کے سوا ہر طرح کا برتاؤ کر سکتے ہو۔(جب یہود کو خبر لگی تو کہنے لگے) نہ معلوم اس شخص (یعنی رسول کریم ﷺ) کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ہمارے ہر معاملہ میں ہماری مخالفت ہی کرتا ہے۔

کتب تفاسیر میں ہے کہ (یہود کے برعکس) عیسائی ایام حیض میں بھی عورتوں سے ہم بستری کر لیا کرتے تھے، اور حیض کے دنوں کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ جبکہ یہود ہر بات میں ان سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔ اور ہمیں اللہ جل مجدہٗ نے دونوں کے درمیان والا حکم دیا(کہ نہ تو مکمل بائیکاٹ ہو، جو کہ افراط ہے، اور نہ کلیۃً رواداری، کہ بحالتِ حیض بھی ہم بستری جاری رہے، جو کہ تفریط ہے)

امام ابوداؤد و حاکم قدس سرہما نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ کتاب عورتوں سے صرف ایک ہی طرف سے ہم بستر ہوا کرتے تھے۔ اور یہ اس لیے کہ (وہ اپنے خیال میں) اسے عورت کے لیے انتہائی پردہ سمجھتے تھے۔

اور (اہلِ کتاب کے پڑوسی) انصار کے اس قبیلہ نے بھی ان سے یہی طریقہ لیا ہوا تھا۔ اس لیے کہ انصارِ کرام (قبل از اسلام) اہلِ کتاب کو انکے علم کی وجہ سے اپنے آپ پر فوقیت دیتے تھے۔(اور انہیں اپنے سے افضل جانتے تھے) پھر اللہ جل مجدہٗ نے اس آیتِ مبارکہ کو نازل فرمایا:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ (بقرہ:223)

"تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو(الخ)"۔

(یعنی) آگے سے آؤ یا پیچھے سے یا پہلو کے بل لٹا کر۔(ہر طرح سے مباح) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے اپنی ''مصنف'' میں حضرت مرۃ الہمدانی قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: یہود (بے بہبود) سرین کی طرف سے عورت کے ساتھ ہم بستر ہونے کو مکروہ جانتے تھے۔ (پھر) یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (بقرہ:223)

''تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں۔''

اور اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں کو رخصت عطا فرمائی کہ عورتوں کے مقامِ مخصوص میں آگے سے یا پیچھے سے یا جس طرف سے، جس کیفیت سے بھی چاہو، آسکتے ہو۔

اسلام میں رہبانیت کیا ہے؟

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے ''معرفت'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (کے جواب میں ان) سے فرمایا: ہم پر رہبانیت (محض درویشی) فرض نہیں ہے۔ مسجدوں میں (ذکر وفکر کے لیے) بیٹھنا اور نمازوں کا انتظار کرنا، اور حج وعمرہ کرنا، میری امت کی رہبانیت ہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ رَهْبَانِيَّةٌ وَرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (ص ۳۰۸)

''ہر ایک نبی کے رہبانیت ہے (یعنی ترکِ لذائذ وعلائقِ دنیویہ سے کلی کنارہ کشی) اور اس امت کی رہبانیت اللہ کی راہ میں جنگ کرنا ہے''۔

اسلام میں سیاحت کیا ہے؟

امام ابوداؤد قدس سرہٗ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے جہاں نوردی وسیر کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ تو رسول کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: میری امت کی سیر وسیاحت جہاد فی سبیل اللہ (ہی) ہے۔

امام ابن المبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمارہ بن عربہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سیاحت کا ذکر چلا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جنگ کرنا، اور ہر اونچی جگہ چڑھتے ہوئے ''اَللّٰهُ اَكْبَر'' کہنا ہمیں اللہ جل مجدہٗ نے سیاحت کا بدل عطا فرمایا ہے۔

(اسی طرح) علامہ ابنِ جریر قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا

کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس امت کی سیر و سیاحت روزے ہیں۔

قصاص میں خصوصیت

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بنو اسرائیل میں قتل کا بدلہ قتل ہی تھا۔ اور ان میں قتل کے بدلہ میں دیت نہ تھی۔ جبکہ اس امت کے لیے (قصاص کے علاوہ عفو میں بھی وسعت فرمائی اور) فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ (بقرہ:178)

''تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو'' (الخ)۔

(آیت کے اس حصہ میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے)

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ (بقرہ)

''تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی'' (الخ)۔

(آیت کے اس حصہ میں عفو کا بیان ہوا ہے) اور ''عفو'' یہ ہے کہ قتلِ عمد میں (ولیِ مقتول قاتل سے) دیت قبول کرے (یعنی صلح بر مال کرے)۔

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ (بقرہ)

''یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے، اور تم پر رحمت'' (الخ)۔

(یعنی) پہلی امتوں پر جو فرض تھا (اس میں تمہارے لیے تخفیف کی گئی ہے)

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں صرف قصاص ہی فرض تھا۔ (یعنی) کسی جان کے بدلے میں، یا کسی زخم کے بدلے میں دیت (صلح بر مال) نہ تھی جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ (مائدہ:45)

''اور ہم نے توراۃ میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان'' (الخ)۔

اور اللہ جل مجدہٗ نے نبی اکرم ﷺ کی امت پر (یہ احسان فرمایا کہ ان) سے اس کی تخفیف فرما دی ہے کہ زخم و ہلاکت میں (انہیں اختیار ہے چاہیں تو) قصاص لے لیں، یا مال پر صلح کر لیں۔ اسے اس آیت کریمہ (کے اس حصہ) میں بیان فرمایا:

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ (بقرہ)

''یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت''۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہلِ توراۃ (یہود) پر قتل کا بدلہ قتل، اور بلاعوض و مال صلح کر لینا تھا۔ ان میں صلح بر مال نہ تھی۔ اور اہلِ انجیل (نصاریٰ) قتل کے بدلے میں صرف عفو پر ہی مامور تھے۔ جبکہ اس امت کے لیے قتل، عفو، دیت (تینوں) مقرر فرمائے، اور ان کو اختیار دیا کہ تینوں میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں۔ اور یہ حکم ان سے پہلی امتوں میں نہ تھا۔

کتابیہ سے نکاح میں خصوصیت

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے ''مصنف'' میں فرمایا کہ ہمیں حضرت وکیع قدس سرہٗ نے حضرت امام سفیان ''رضی اللہ عنہ'' سے، انہوں نے حضرت الامام لیث رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت الامام مجاہد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس امت کو جن جن اشیاء میں آسانی و وسعت دی گئی ہے ان میں سے ایک نصرانیہ اور لونڈی سے نکاح کر لینے کی اجازت بھی ہے۔

توراۃِ مقدس اور زبور شریف میں مذکورہ خصائص

☆ امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت وہب بن مُنَبِّہْ (تابعی) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل مجدہٗ نے خصوصی کلام سے نوازنے کے لیے اپنے قرب سے سرفراز فرمایا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! میں توراۃ میں ایک ایسی امت کے حالات پاتا ہوں جو سب سے برتر امت ہے، جو لوگوں میں ظاہری ہوئی۔ اس امت والے اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں، اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ ان لوگوں کو تو میری امت بنادے۔ پھر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: وہ تو (میرے حبیب) احمد ﷺ کی امت ہے۔

☆ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کناں ہوئے: پروردگار! میں توراۃ میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے سینوں میں اپنی انجیلیں پڑھتے ہیں جبکہ ان سے پہلے لوگ اپنی کتابیں دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور انہیں حفظ نہ کر سکتے تھے۔

پروردگار! اس امت کو تو میری امت بنادے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: وہ امت (میرے محبوب) احمد ﷺ کی ہے۔

☆ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض گزار ہوئے: پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کی یہ صفت پاتا

ہوں کہ وہ پہلی اور آخری کتاب کی تصدیق کرے گی، بہکے ہوؤں کو مار ڈالے گی حتیٰ کہ کانے دجال کو بھی یہی مارے گی۔ اسے تو میری امت بنادے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: یہ امت (صرف میرے محبوب) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہوگی۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا: پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کی یہ خصوصیت دیکھتا ہوں کہ وہ صدقات کھائے گی جبکہ اس سے پہلی امتوں کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے جب کوئی اپنا صدقہ نکالتا تھا (وہ صدقہ اگر مقبول ہوتا) تو اس کے صدقہ پر اللہ جل مجدہٗ (آسمان سے) ایک آگ بھیج دیتا تھا جو اسے کھالیتی تھی۔ اور اگر اس کا صدقہ ناقابل قبول ہوتا تو آگ اسے چھوڑ جایا کرتی تھی۔ (خدایا!) وہ میری امت بنادے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا، (موسیٰ!) وہ امت تو (میرے پیارے) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا: پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کے یہ حالات پاتا ہوں کہ اس میں سے جب کسی نے برائی کا ارادہ کیا تو وہ برائی صرف اس کے ارادہ پر نہ لکھی جائے گی اور اگر وہ اس برائی کی مرتکب ہوگی تو اس کی صرف ایک ہی برائی لکھی جائے گی۔ اور ان میں سے جس کسی نے کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کرلیا، مگر نہ کرنے کے باوجود اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر اس ارادہ پر پختہ ہو کر اس نے وہ نیکی کر لی تو اس کی مانند دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ خداوندا! وہ میری امت بنادے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: (اے کلیم من!) وہ تو (میرے محبوب) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا: پروردگار! میں توراۃ میں ایک امت کی یہ خوبی دیکھتا ہوں کہ وہ دعا کریں گے تو ان کی دعا مقبول ہوگی۔ تو انہیں میری امت بنادے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: وہ تو (میرے حبیب) احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں وہ بھی ذکر کیا جو اللہ جل مجدہٗ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر "زبور" شریف میں فرمایا تھا۔ ("زبور" شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام پر جو وحی بھیجی گئی تھی اس میں آپ سے یہ بھی فرمایا گیا تھا)

يَا دَاوُدُ سَيَأْتِي مِنْ بَعْدِكَ نَبِيٌّ اِسْمُهُ اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ صَادِقٌ لَا اَغْضِبُ عَلَيْهِ اَبَدًا وَلَا يَعْصِيْنِيْ اَبَدًا وَقَدْ غَفَرْتُ لَهُ قَبْلَ اَنْ يَعْصِيَنِيْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَاُمَّتُهٗ مَرْحُوْمَةٌ اَعْطَيْتُهُمْ مِنَ النَّوَافِلِ مِثْلَ مَا اَعْطَيْتُ

الْاَنْبِیَآءَ وَافْتَرَضْتُ عَلَیْهِمُ الْفَرَائِضَ الَّتِیْ افْتَرَضْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَالرُّسُلِ حَتّٰی یَاْتُوْنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَنُوْرُهُمْ مِثْلُ نُوْرِ الْاَنْبِیَآءِ۔(ص۳۰۹)

''اے داؤد'' علیہ السلام'' تمہارے بعد عنقریب ایک سچا نبی آئے گا۔جس کا اسم گرامی ''احمد'' و'' محمد''صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا،جس پر میری ناراضگی کبھی بھی نہ ہوگی۔اور نہ ہی وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا اس سے پہلے کہ وہ میری نافرمانی کرے گا۔میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ (بالفرض والتقدیر) معاف کردیے ہیں۔اور اس سچے نبی کی امت تمام کی تمام مہربانیوں کی مورد ہے،میں نوافل پر انہیں اتنا ثواب دوں گا جتنا میں نے سب نبیوں کو دیا ہے۔اور میں نے ان پر وہی فرائض عائد کیے ہیں جو میں نے نبیوں اور رسولوں پر کیے تھے یہی وجہ ہے کہ قیامت میں ان کی چمک ودمک انبیاء کی چمک دمک کے مانند ہوگی''۔

☆ اور یہ صرف اس لیے ہے کہ میں نے ان پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا اسی طرح فرض کردیا ہے جس طرح ان سے پہلے انبیاء پر کیا تھا۔

☆ اور میں نے ان کو جنابت کے وقت غسل کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح ان سے پہلے انبیاء کو دیا تھا۔

☆ اور میں نے انہیں حج کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح ان سے پہلے انبیاء کو دیا تھا۔

☆ اور یونہی انہیں (میری راہ میں) لڑنے کا وہی حکم دیا گیا ہے جو ان سے پہلے رسولوں کو دیا گیا تھا۔

☆ اے داؤد علیہ السلام! میں نے (اپنے حبیب!) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور انکی امت کو تمام امتوں پر برتری دی ہے۔

☆ اور انہیں میں نے چھ ایسی خوبیاں دی ہیں جو ان کے علاوہ دوسری امتوں میں سے کسی کو بھی نہ دیں۔

☆ میں ان کی خطاء اور ان کے نسیان پر مواخذہ نہ کروں گا۔

☆ ہر وہ گناہ جو بھولے سے ان سے واقع ہوگا،اس کی بھی پکڑ نہ ہوگی،اور جب مجھ سے معافی مانگیں گے تو میں اس گناہ کو معاف کردوں گا۔

☆ خوشی خوشی اپنی آخرت کے لیے جو بھی آگے بھیجیں گے،اسے میں بڑھا کر دوگنا،چوگنا کردوں گا۔

☆ (اس کے علاوہ) ان کے لیے میرے ہاں (پھر) دوگنا،چوگنا بلکہ اس سے بھی زیادہ (ثواب)

ہے۔

☆ جب مصیبتوں میں تکالیف پر وہ صبر کریں گے، اور (اظہار ناشکیبی نہ کرتے ہوئے جب اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ○ کہیں گے تو میں (اس کے صلہ میں) انہیں رحمت و مغفرت دوں گا۔ اور جنت نعیم کی راہ دکھلاؤں گا۔

ہر دعا قبول ہوتی ہے

☆ اور جب کبھی وہ مجھ سے دعا مانگیں گے، تو میں ان کی دعا قبول کروں گا، اور قبولیتِ دعا کا نتیجہ یا تو جلد ہی دنیا میں دیکھ لیں گے، یا اس دعا کی بدولت میں ان سے کوئی نہ کوئی مصیبت دور کر دوں گا، یا وہ دعا انکے لیے آخرت کا ذخیرہ بنادوں گا۔

امتِ مسلمہ کا اتفاق گمراہی پر نہ ہو سکے گا

☆ نبی اکرم ﷺ کی امت کے خصائص سے یہ ہے کہ ان (کے اصحاب الرائے و اہل علم) کا اتفاق (لادینیت و) گمراہی پر نہ ہو سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ (عندالشرع) ان کا اتفاق و اجماع حجت (شرعیہ) ہے۔

☆ انہی خصائص سے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت (یک لخت) بھوک و سیلاب سے تباہ نہ ہو گی۔

☆ اور یہ بھی اسی امت کے خصائص سے ہے کہ انہیں سابقہ امم کی طرح (حسف، مسخ، قذف وغیرہ) عذاب نہ ہوگا۔

☆ اور یہ بھی اسی کے خصائص سے ہے کہ ان پر ان کے سوا کوئی دوسرا ان کا دشمن اس طرح مسلّط نہ ہوگا جو ان کی جمعیت کو پراگندہ اور ان کا استیصال کر دے۔

☆ اور یہ بھی اس کے خصائص سے ہے کہ ان کا آپس میں اختلاف رحمت ہے جبکہ ان سے پہلوں کا اختلاف عذاب تھا۔

امت مسلمہ کا استیصال نہ ہو سکے گا

حضرت امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ مُلْکَ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرِ وَالْاَبْیَضِ وَاِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ لَا یُھْلِکُھَا بِسَنَۃٍ

عَامَةٍ وَلَا يُسَلِّطُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ فَأَعْطَانِيْ۔(ص ۳۰۹)

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے میرے لیے زمین اس طرح سمیٹ دی کہ جس سے میں نے اس کا مشرق ومغرب دیکھ لیا، اور یقیناً میری امت کی مملکت وہاں تک پہنچ جائے گی، جہاں تک زمین میرے لیے سمیٹی گئی ہے اور سرخ وسفید (یعنی سونا و چاندی) دو خزانے مجھے دیے گئے۔ پھر میں نے اللہ جل مجدہٗ سے اپنی امت کے لیے درخواست کی کہ ان کی قحط سالی سے بربادی نہ ہونے پائے۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ ان کا دشمن ان پر غلبہ پاسکے جس سے ان کی جمیعت کا استیصال ہو جائے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے میری اس درخواست کو شرف پذیرائی بخشا''۔

امت مسلمہ کی باہمی لڑائی کا انسداد نہیں ہوسکتا

امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِسَنَةٍ عَامَةٍ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهُ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهُ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَرُدَّتْ عَلَيَّ۔(ص ۳۰۹)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے پروردگار سے یہ دعا کی کہ میری امت قحط سالی سے برباد نہ ہو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ میں نے پھر رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت سیلاب سے ہلاک نہ ہونے پائے۔ اللہ جل مجدہٗ نے میری یہ درخواست بھی قبول فرمائی۔ میں نے پھر درخواست پیش کی کہ ان کی آپس میں لڑائی نہ ہونے پائے، مگر اللہ جل مجدہٗ نے میری اس دعا پر توجہ نہ فرمائی''۔

علامہ ابن عساکر اور امام دارمی قدس سرہما نے حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اَدْرَكَ بِيَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَارَنِيْ اِخْتِيَارًا، فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(ص ۳۰۹)

''مجھے اللہ جل مجدہٗ نے اجلِ مرحوم کی بشارت دی ہے اور (ساتھ ہی) مجھے ہر طرح کا اختیار عطا فرمایا ہے ہم دنیا میں تو سب سے آخر ہیں مگر قیامت میں (دخول جنت و

حساب کے لحاظ سے) سب سے پہلے ہیں"۔

اب میں (تمہیں) ایک بات بتا دوں۔ اس میں کسی قسم کا فخر نہیں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے صفی، اور میں "ﷺ" اللہ کا حبیب ہوں۔

اور میرے پاس قیامت میں لواءِ حمد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے بارہ میں تین چیزوں سے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے کہ:

☆ انہیں قحط سالی سے ہلاک نہیں کرے گا۔

☆ اور ان کا دشمن ان کا صفایا نہیں کر سکے گا۔

☆ اور ضلالت و گمراہی پہ ان کا اجماع نہ ہو سکے گا۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابونضرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ میں نے اللہ جل مجدہٗ سے اپنی امت کے گمراہی پر اتفاق نہ کرنے کی درخواست کی، تو اللہ جل مجدہٗ نے میری اس درخواست کو قبول فرمایا۔

☆ اور میں نے یہ دعا بھی کی کہ پہلی امتوں کی طرح خشک سالی سے ان کی بربادی نہ ہو۔ تو اللہ جل شانہٗ نے میری اس دعا کو بھی قبول فرمالیا۔

☆ پھر میں نے درخواست کی کہ ان پر ان کا دشمن غلبہ نہ پا سکے، اسے بھی اللہ جل مجدہٗ نے قبول فرما لیا۔

☆ میں نے یہ بھی درخواست کی کہ یہ مختلف فرقوں میں بٹنے نہ پائیں، اور نہ ہی یہ ایک دوسرے سے لڑائی و جھگڑا کریں۔ (مگر) اس سے مجھے منع کر دیا گیا۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس امت کو اللہ جل مجدہٗ گمراہی پر کبھی بھی اکٹھا نہ کرے گا۔

(اور یہی حدیث) حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بھی) روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُجْمِعُ اللّٰهُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ اَبَدًا۔ (ص ۳۱۰)

"اللہ جل مجدہٗ میری امت کو گمراہی پر کبھی متفق نہ فرمائے گا"۔

شیخ نصر مقدسی قدس سرہٗ نے کتاب الحجۃ میں فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ۔(ص ۳۱۰)

''میری امت کا اختلاف (مسائل) رحمت ہے''۔

اختلاف امت سے متعلق ایک دلچسپ روایت

امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کے راویوں میں سے اسماعیل بن مجالد قدس سرہٗ سے، خطیب (بغدادی) قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ اسماعیل بن مجالد علیہ الرحمہ نے فرمایا:

(ایک مرتبہ امیر المؤمنین خلیفہ) ہارون الرشید (عباسی رحمۃ اللہ علیہ) نے امام الائمہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوعبداللہ! (رضی اللہ عنہ) (ہمیں چاہئے کہ) ہم ان (حدیث وفقہ کی) کتابوں کو لکھ کر ساری اسلامی مملکت میں پھیلا دیں، تاکہ ان پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو جائے۔ (خلیفہ قدس سرہٗ کی رائے پر) حضرت امام الائمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المؤمنین! (رائے تو آپ کی عمدہ ہے مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ):

اِنَّ اخْتِلَافَ الْعُلَمَآءِ رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰی هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلٌّ يَّتَّبِعُ مَا صَحَّ عِنْدَهٗ وَكُلٌّ عَلٰی هُدًی وَكُلٌّ يُرِيْدُ اللّٰهَ۔(ص ۳۱۰)

''اس امت کے علماء اعلام کا اختلاف (مذہب) اس امت پر اللہ جل مجدہٗ کی رحمت ہے۔ (ان میں سے) ہر ایک اسی بات کی پیروی کرے گا، جو اس کے نزدیک صحیح ہوگی۔ اور ہر ایک (ان میں سے) سیدھی راہ پر ہی ہے۔ اور (اس اختلاف سے) ہر ایک اللہ جل شانہٗ کی رضا کا ہی جویاں ہے''۔

جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے

☆ (یہ بھی امت مسلمہ کے خصائص سے ہے جیسا کہ) امام ابویعلی قدس سرہٗ نے حضرت سیدتنا عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں میں سے جب کسی آدمی کی اچھائی کے لیے سو آدمی گواہی دے دیتے تھے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی تھی، اور میری امت کے پچاس افراد جب کسی کی بھلائی کی گواہی دے دیں گے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔

امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم سلام اللہ علیہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدُوْا لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ، قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ

عَنِ الْوَاحِدِ۔(ص۳۱۰)

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کی اچھائی و بھلائی کی چار مسلمان گواہی دے دیں تو اسے اللہ جل مجدہٗ جنت میں داخل فرمائے گا۔ ہم نے عرض کیا: اور اگر تین گواہی دیں تو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور تین بھی۔ پھر ہم نے عرض کیا: اگر دو گواہی دیں تو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور دو بھی۔ (مطلب یہ کہ دو سے اوپر تک جتنے بھی گواہی دے دیں) پھر ہم نے ایک کی گواہی کی بابت آپ ﷺ سے استفسار نہ کیا''۔

اس امت کے لیے طاعون رحمت وشہادت ہے

☆ سیّد عالم ﷺ کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ طاعون اس امت کے لیے (باعث) رحمت وشہادت ہے۔ جبکہ ان سے پہلوں کے لیے عذاب تھا۔

حضرت امام بخاری ومسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ:

اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔(ص۳۱۰)

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو اسرائیلیوں کی ایک جماعت پر اترا، اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلوں پر اترا''۔

حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے فرمایا:

سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُوْنِ، فَاَخْبَرَنِيْٓ اَنَّهٗ عَذَابٌ يَّبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَّقْطَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَّعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُهٗٓ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗٓ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ شَهِيْدٍ۔(ص۳۱۰)

''میں نے طاعون کی بابت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ یہ ایک طرح کا عذاب ہے جسے اللہ جل مجدہٗ جس پر چاہے بھیج دیتا ہے (مگر) اسی عذاب کو اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ (لہٰذا) جس مسلمان کے شہر میں طاعون (وباء) پھیل جائے اور وہ وہاں ہی صبر کرتے ہوئے ثواب

کی نیت سے ٹھہرا رہے، اور یہ یقین رکھے کہ اسے تو وہی تکلیف پہنچے گی جو اس کی تقدیر میں لکھی ہوگی۔ (اس کے بعد اگر ایسا شخص طاعون کا شکار ہو گیا) تو اس کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے"۔

امت مسلمہ کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گی

☆ مسلمانوں کی ایک جماعت کا ہمیشہ حق پہ ثابت قدم رہنا۔

☆ اور مسلمانوں میں ہی اقطاب، اوتاد، نجباء اور بُدلاء کے وجود کا ہونا۔

☆ اور انہی میں سے بعض کا حضرت عیسٰی علیہ السلام بن مریم رضی اللہ عنہا کی معیت میں نماز پڑھنا۔

☆ اور مسلمانوں میں سے ہی بعض کا بذریعہ ذکر الٰہی کھانے پینے سے بے نیاز ہو کر فرشتوں کا قائم مقام ہونا۔

☆ اور دجال سے جنگ کرنا اور اسے مار ڈالنا بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے خصائص سے ہے۔

حق پر ثابت قدمی کی دلیل

حضرت امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ حَتّٰی یَأْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ۔ (ص ۳۱۰)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گی(1)۔ حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔"

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے "حلیہ" میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی

1۔ جیسے اہل سنت و جماعت جو سلف سے خلف تک ہمیشہ حق پر پختگی سے "بلالومۃ لائم" قائم و باقی ہے اسی جماعتِ علیہ کے افراد کی حق گوئی و بے باکی ہر دور میں ضرب المثل و بے عدیل رہی ہے۔ مثلاً اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، حضرت شاہ فضل حق فاروقی خیرآبادی اور ان کے رفقاء کرام حضرت شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت شاہ نعیم الدین مرادآبادی، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی، اعلیٰحضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، محدث اعظم مولانا سردار احمد لائلپوری، سید بدار علی محدث الوری و شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی، مولانا عبد الحامد بدایونی رضی اللہ عنہم وغیرہم۔ آخر میں اسی جماعت منیفہ کے ایک رُکنِ رکین ومتنِ متین اور ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی ہند کے ایک بطلِ جلیل کی داستانِ حریت و بسالت کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت مولانا کفایت اللہ کافی شہید "رضی اللہ عنہ" کو جب انگریز ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں بھرپور حصہ لینے" اور امام فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ کے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کریم ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ قَرْنٍ مِنْ اُمَّتِیْ سَابِقُوْنَ۔ (ص ۳۱۰)

''ہر زمانہ میں میری امت کے لوگ (امور ہائے خیر کی طرف) پیش رو ہوں گے''۔

وہ مردانِ خدا جن کی برکت سے بلائیں ٹلتی ہیں

(نیز) حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

☆ اللہ جل مجدہٗ کے تین صد بندے ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ (یعنی مظہرِ صفاتِ آدم علیہ السلام)

☆ اور چالیس اللہ جل مجدہٗ کے وہ بندے ہیں کہ جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ (یعنی مظہر صفاتِ موسیٰ علیہ السلام)

☆ اور سات اللہ جل مجدہٗ کے ایسے بندے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ (یعنی موردِ کمالاتِ ابراہیم علیہ السلام)

☆ اور پانچ اللہ جل مجدہٗ کے ایسے بندے ہیں جن کے دل حضرت جبریل امین کے دل پر ہیں۔ (یعنی مظہر انوار جبریلی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فتوائے آزادیٔ ہند کی مکمل تائید و حمایت کرنے'' کی پاداش میں تختہ دار پر چڑھانے لگے تو آپ کو چند ثانیے وصیت کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔ اس وقت حضرت کافی شہید نے فی البدیہہ جو اشعار ارشاد فرمائے تھے، ان سے آپ اہلِ سنت کے اکابر کی حق پر ثابت قدمی کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت کافی قدس سرہٗ نے تختہ دار کو سامنے رکھتے ہوئے جو اشعار کہے تھے، وہ جہاں استقامت و عشق رسالت کی منہ بولتی تصویر ہیں وہیں فنِ سخنوری میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ فرمایا: ؎

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا   پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

پھر آپ نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ؎

ہم صفیرو کوئی دم کے چہچہے ہیں باغ میں   بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

بعدہٗ آپ نے فرنگی کو تہدید آمیز لہجہ میں اس طرح مخاطب فرمایا: ؎

(ارے فرنگی نا ہنجار)

اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو   اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

ملاحظہ کیا آپ نے؟ یہ ہے ''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ'' کا نمونہ، جس کا اہل سنت کے افراد ہر وقت میں مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ اس دور میں اہل سنت کی منظم جماعت ''جمعیۃ العلماء پاکستان'' جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر اسلام دشمن قوتوں سے برسر پیکار، اور جس کے قائدین کی حق گوئی سے ایوانِ آمریت میں زلزلہ برپا ہے، اس کی زندہ جاوید مثال ہے۔ (از مترجم)

IB

☆ اور تین مردانِ خدا وہ ہیں جن کے قلوب قلبِ میکائیل علیہ السلام پر ہیں۔
(یعنی مورِدِ انوارِ میکائیلی)

☆ اور ایک مردِ اللہ وہ ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔
(یعنی منبع انوار و تجلیاتِ اسرافیلی)

بِهِمْ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَيَمْطُرُ وَيَنْبُتُ، وَيَدْفَعُ الْبَلَاءَ۔(ص ۳۱۰)

"یہی وہ مردانِ خدا ہیں جن کی برکت سے (دنیا کی) حیات و ممات، (نظامِ کائنات) بارش کا برسنا، انگوریوں کا اگنا، بلاؤں کا ٹلنا وابستہ ہے۔ (یعنی) دنیا کی یہ چیزیں اللہ جل مجدہٗ انہی کی بدولت عطا فرماتا ہے"۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَنْ تَخْلُوَ الْاَرْضُ مِنْ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا مِثْلَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ فَبِهِمْ تُسْقَوْنَ، وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ مَا مَاتَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهَ مَكَانَهٗ آخَرَ۔(ص ۳۱۰)

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا: زمین ایسے چالیس اشخاص سے ہرگز خالی نہیں رہی جو حضرت (ابراہیم) خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مانند ہیں۔ (یعنی صرف ایک وصف میں) انہی کی بدولت لوگوں کے لیے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد ہوتی ہے۔ ان میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا اس کا بدل لے آتا ہے"۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی "مسند" میں حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس امت میں حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مانند تیس ابدال ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ جل مجدہٗ کسی دوسرے آدمی کو بدل دیتا ہے۔ (ان کا نام "ابدال" اسی وجہ سے ہے)

امت مسلمہ میں چالیس ابدال کا وجود کیوں ہے

قَالَ اَبُو الزِّنَادِ لَمَّا ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَكَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ اَخْلَفَ اللّٰهُ مَكَانَهُمْ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ يُقَالُ لَهُمُ الْاَبْدَالُ لَايَمُوْتُ الرَّجُلُ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ اٰخَرَ يُخْلِفُهٗ وَ هُمْ اَوْتَادُ

اَلْاَرْضِ ۔(ص113)

''امام ابوالزناد قدس سرہ نے (مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے) فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام زمین کے اوتاد تھے پھر جب نبوت کا وجود نہ رہا تو اللہ جل مجدہ نے نبی کریم ﷺ کی امت سے چالیس افراد کو انبیاء کرام علیہم السلام کا نائب وخلیفہ مقرر فرمایا۔ انہیں ابدال کہا جاتا ہے اور یہی حضرات زمین کے اوتاد ہیں ۔ان میں سے جب کوئی وصال کر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ جل مجدہٗ اس کا دوسرا نائب وخلیفہ مقرر فرما دیتا ہے''۔

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے اس موضوع پر مستقل تالیف میں مفصل کلام کیا ہے۔

امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گی ۔حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم رضی اللہ عنہما نزول فرمائیں گے اور مسلمانوں کا امام ان سے کہے گا (برائے امامت) آگے تشریف لایئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ۔اس کے تمہی سزاوار ہو (کیونکہ) تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں اور یہی وہ خوبی ہے جس کی بدولت اللہ جل مجدہٗ نے اس امت کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔(الحدیث)

امام مسلم قدس سرہٗ نے بھی اسی کی مانند ایک روایت نقل فرمائی ہے ۔اس روایت میں اس طرح ہے :امت مسلمہ کا امیر فرمائے گا حضور آگے تشریف فرما ہو کر ہمیں نماز پڑھایئے ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے '' نہ ۔نہ'' تم آپس میں ایک دوسرے پر امیر ہو۔(اسی وجہ سے) اللہ جل مجدہٗ اس امت کا اکرام فرماتا ہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مسرت کا کیا عالم ہوگا جبکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تم میں نزول فرمائیں گے اور (اس وقت) تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا''۔(ص311)

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے سند صحیح سے سیدنا ام المؤمنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے (ایک مرتبہ) ان وقتوں کا ذکر فرمایا جو دجال کے ظہور کے وقت ہوں گے ۔صحابہ کرام علیہم الرضوان بولے اس دن سب سے اچھا مال کون سا ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا وہ توانا وتندرست لڑکا جو اپنے کنبہ کو پانی لا کر پلائے گا رہا کھانا تو وہ اس دن نہ ہوگا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے

پھر عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ تو پھر) اس دن مسلمانوں کا کھانا کیا ہوگا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا
(اس دن ایمان والوں کا کھانا)
1۔تسبیح (سبحان اللہ)
2۔تکبیر (اللہ اکبر)
3۔تہلیل (لا الہ الا اللہ) ہوگا

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت فرمائی ہے اور اس روایت میں یوں ہے۔

انہیں اس دن وہی شی کفایت کرے گی جو آسمان والوں کو تسبیح وتقدیس سے کفایت کرتی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہ نے بھی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند حدیث روایت کی ہے۔اور اس میں اس طرح ہے۔

اس دن اللہ جل مجدہٗ مومنوں کو (بھوک سے) اس طرح بچائے گا جس طرح بذریعہ تسبیح فرشتوں کو بچاتا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت فرمائی ہے۔

ملت اسلامیہ کی خطاب میں خصوصیت

☆ سید عالم ﷺ کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت کو قرآن کریم میں ''يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' سے ندا کی گئی جبکہ دوسری امتوں کو ان کی کتابوں میں ''يَاأَيُّهَا الْمَسَاكِيْنُ'' سے ندا کی گئی ہے۔

☆ اس امت کی خصائص سے یہ بھی ہے کہ ان کی اذانیں اور ان کے تلبیے آسمانوں میں فرشتگان سنتے ہیں۔

☆ اس امت کے انہیں خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ہر حالت میں اللہ جل مجدہٗ کی توصیف وتحمید کرنے والے یہی ہیں۔

☆ (نیز) کسی کام کے ارادہ پر ان شاء اللہ کہنے والے بھی یہی ہیں۔

☆ اونچی جگہ چڑھتے ہوئے اللہ اکبر اور نیچے اترتے ہوئے سبحان اللہ یہی کہتے ہیں۔

☆ یہ بھی اسی امت کے خصائص میں سے ہے کہ غصہ میں آتے وقت لا الہ الا اللہ اور لڑتے وقت سبحان اللہ کہتے ہیں۔

☆ان کے سینوں میں قرآن کریم کا ہونا بھی اسی کے خصائص سے ہے۔
☆امت مسلمہ کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان کا سبقت لے جانے والا سبقت ہی لے گیا اور میانہ پن اختیار کرنے والا ناجی، اور ظالم مغفور ہے بلکہ ان کا ہر فرد مرحوم ہے۔
☆یہ بھی اسی کے خصائص سے ہے کہ یہ لباس پہننے میں جنتیوں کی موافقت کرتے ہیں۔
☆یہ بھی اسی امت کے خصائص میں سے ہے کہ یہ نماز کے لیے سورج (کے اتار چڑھاؤ) کا لحاظ رکھتے ہیں۔
☆متوسط امت ہونا بھی اسی کے خصائص سے ہے۔ اور اللہ کے تزکیہ کی بدولت یہی سب سے بڑھ کر عادل ہیں۔
☆یہ بھی اسی امت کے خصائص سے ہے کہ کافروں سے لڑتے وقت ان کی امداد کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔
☆ان پر فرائض کا انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرائض کے موافق ہونا بھی اسی کے خصائص سے ہے۔ (مثلاً) وضو کا ہونا، غسل جنابت، حج و جہاد کا ہونا (نیز) فرائض کے علاوہ انہیں ثواب بڑھانے والی وہی اشیاء دی گئی ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو دی گئی تھیں۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے امام ابن ابی حاتم قدس سرہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تمہارا خطاب وہ ہے جسے تم قرآن کریم میں پڑھتے ہو اور ''یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا'' ہے جبکہ توراۃ شریف میں (اہل توارۃ کو) ''یَا اَیُّھَا الْمَسَاکِینُ'' سے خطاب ہے۔

امت مسلمہ تمام الہامی کتابوں کی وارث ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ نے اس آیت کریمہ۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ (فاطر:32)

''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو''۔

کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا (مذکورہ آیت کی صفات) حضور نبی کریم ﷺ کی امت کی ہیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے تمام منزلہ کتب (کے علوم) کا وارث بنایا ہے۔
☆اس امت کا ظالم تو مغفور ہے۔
☆میانہ پن اپنانے والے کا حساب بہت آسان ہے۔
☆اور ان کا سبقت کرنے والا بلا حساب جنتی ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ سے امام سعید ابن منصور قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ (جو ابھی مذکور ہوئی) نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

سنتے ہو! ہم میں سے (امور ہائے خیر میں) سبقت لے جانے والا تو سبقت لے ہی گیا۔ اور ہم میں سے (ہر کام میں) میانہ روی اختیار کرنے والا نجات پانے والا ہے۔ اور ہم میں سے ظالم مغفور ہے۔ اور اسی حدیث شریف کو ابن لال قدس سرہٗ نے بھی حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امت مسلمہ کے اعمال کا ثواب

☆ شیخ الاسلام امام عزالدینؒ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کی امت کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کی بہ نسبت ان کے اعمال تو کم (مگر) ان پر اجر و ثواب بہت بڑھیا ہے۔ (جیسا کہ) حضرت امام بخاری اور امام مسلم قدس سرہما نے حضرت سیدنا ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا! سابقہ امتوں کی بہ نسبت تمہاری زندگی (کی مقدار) اتنی ہے جتنا کہ عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت ہے۔

اہل توارت کو (جب) توارۃ مقدس دی گئی تو انہوں نے اس پر (اتنا) عمل کیا (جتنا کہ صبح سے دوپہر ڈھلنے تک) پھر جب دوپہر ڈھل گئی تو وہ عمل کرنے سے تھک گئے۔ بعدۂ انہیں ایک ایک درہم مزدوری دے دی گئی۔

☆ ان کے بعد جب انجیل والوں کو انجیل شریف دی گئی تو انہوں نے اس پر (اتنا) کام کیا (جتنا کہ وقت ظہر سے عصر تک) انہوں نے جب نماز عصر تک کام کر لیا تو پھر وہ بھی کام سے ماند پڑ گئے۔ انہیں بھی ایک ایک درہم مزدوری دے دی گئی۔

☆ پھر ہمیں قرآن کریم دیا گیا۔ اس پر ہم نے (اتنا) عمل کیا (جتنا کہ) نماز عصر سے سورج ڈوبنے تک ہے ہمیں اس کام پر دو دو درہم دیے گئے۔ یہ (دیکھ کر)

☆ اہل توارۃ و انجیل بولے! پروردگارا! انہیں تو تو نے دو دو درہم دیے ہیں اور ہمیں تو نے ایک ایک درہم دیا ہے جبکہ ہمارا کام ان سے کہیں زیادہ تھا۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا (یہ تو بتاؤ) کیا میں نے تمہاری مزدوری سے کچھ گھٹ کیا۔ بولے! نہ پھر اللہ جل شانہ نے کہا (اب جاؤ کام کرو) یہ تو میرا انعام و اکرام ہے میں جسے چاہتا ہوں دے دیتا ہوں۔

امم کے ثواب میں کمی بیشی کی وجہ

☆ (مختلف امم کے مختلف ثواب کی وجہ جیسا کہ) امام المفسرین امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا!

مَنْ كَانَ مُعْجِزَتُهُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اَظْهَرُ يَكُوْنُ ثَوَابُ قَوْمِهٖ اَقَلَّ (ص312)

''جن جن انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے انتہائی واضح اور ظاہر تھے ان کی امت کا ثواب بھی انتہائی کم تھا''۔

☆ شیخ الاسلام امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا!

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس معجزہ کے اسباب بہت ظاہر اور کھلے ہوں گے اس کی تصدیق بھی آسان ہوگی۔ اور اس میں فکر و تامل کی مشقت کا سامنا بھی بہت کم ہوتا ہے۔ تو گویا کہ تصدیق معجزہ کی نسبت سے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ مگر یہ صرف امت مسلمہ کی خصوصیت ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات انتہائی واضح و ظاہر و غالب ہونے کے باوجود اس امت کا ثواب باقی امتوں سے بہت بڑھ کر ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کی امت کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں فرمایا!

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ (اعراف)

''اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا''۔

اور سید عالم ﷺ کی امت کے حق میں فرمایا!

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ (اعراف)

''اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں''۔

امت مسلمہ کے علماء کا مقام

☆ سید عالم ﷺ کی امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اسے علم اول و علم آخر دیا گیا ہے۔ اور اس پر علوم کے خزانے کھولے گئے ہیں۔

☆ اسناد حدیث (معرفت) انساب (قوموں کے شجرے) تصنیف و تالیف کتب اور (ضبط) اعراب کا عطا کیا جانا بھی اسی امت کے خصائص سے ہے۔

☆ اس کے (اکرم) خصائص سے یہ بھی ہے کہ اس امت کے علماء (منصب رشد و تبلیغ اور اس منصب کو

بروئے کار لانے کے سلسلہ میں اذیتوں کے سہنے میں) بنو اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی مانند (ماجور) ہیں۔

"توراۃ و انجیل میں اس امت کے احوال کا ہونا" کے باب میں پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا!

اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّةً یُؤْتُوْنَ الْعِلْمَ الْاَوَّلَ وَالْعِلْمَ الْاٰخِرَ

"میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جسے علم اول اور علم آخر دیا گیا ہے"۔

☆ امام ابوزرعہ قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں شفی بن مانع اصحی قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا!

اس امت پر ہر شی کے دروازے کھل جائیں گے۔ حتیٰ کہ علم حدیث کے خزانے بھی اس پر کھل جائیں گے۔

☆ امام ابن حزم قدس سرہٗ نے فرمایا با اعتماد راویوں نے با اعتماد راویوں سے نقل کرتے کرتے اتصالاً حضور انور ﷺ تک یہ سلسلہ پہنچایا ہے کہ (علوم حدیث کا عطا کیا جانا) یہ وہ خصوصیت ہے جسے اللہ جل مجدہٗ نے مسلمانوں سے خاص فرمایا ہے۔ یہ خصوصیت دوسری امتوں میں نہیں ہے۔

☆ امام نووی قدس سرہٗ نے "تقریب" میں بیان فرمایا کہ اسناد حدیث کا عطا کیا جانا صرف اسی امت کی خصوصیت ہے۔

☆ ابوعلی جیانی قدس سرہٗ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے اس امت کو تین ایسی اشیاء سے مخصوص فرمایا ہے جو ان سے پہلے کسی کو بھی نہ مل سکیں اور وہ تین اشیاء اسناد حدیث (معرفت) انساب اور (ضبط) اعراب ہیں۔

☆ شیخ ابوبکر بن عربی قدس سرہٗ نے "ترمذی شریف" کی شرح میں فرمایا کہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اس امت کے مرتبہ تک پہلی امتوں میں سے کوئی شخص بھی ہرگز نہ تھا۔ اور نہ ہی (اصول سے) مسائل نکالنے اور ان کی چھان بین کرنے میں اس امت کے قدم بقدم کوئی چل سکا۔

سید عالم ﷺ کے اُخروی خصائص

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی پہلے شخص ہوں گے، جن کے لیے زمین کھلے گی۔

☆ اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی ہوش سنبھالیں گے۔

☆ یہ بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے کہ آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں محشور ہوں گے۔

☆ میدان حشر میں براق پر سوار ہو کر آنا۔

☆ اور میدان حشر میں آپ ﷺ کے اسم گرامی کا چرچا ہونا۔

☆ اور میدان حشر میں ہی دو بڑی بڑی جنتی چادروں کا آپ ﷺ کو پہنایا جانا۔

عرش الٰہی کی داہنی جانب آپ ﷺ کا تشریف فرما ہونا بھی آپ ﷺ کے خصائص سے ہے۔

سب سے پہلے شفیع

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ!

قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ ﷺ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْ مَ الْقِیَامَۃِ، اَوَّلُ مَنْ تُنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ، وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (ص312)

ترجمہ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

☆ میں قیامت کے دن اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔ ☆ اور میں ہی پہلا وہ ہوں جس سے زمین کھلے گی۔ ☆ اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی پہلا وہ ہوں کہ جس کی شفاعت مقبول ہو گی۔

امام بخاری اور امام مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا! (قیامت کے دن) سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں ہی سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں ہر روز ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں

حضرت شیخ الاسلام امام ابن مبارک اور امام ابن ابی الدنیا قدس سرہٗ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا!

مَامِنْ فَجْرٍ یَطْلُعُ اِلَّاھَبَطَ سَبْعُوْنَ اَلْفِ مَلِکٍ یَضْرِبُوْنَ قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ بِاَجْنِحَتِھِمْ وَیَحُفُّوْنَ بِہٖ، وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لَہٗ وَیُصَلُّوْ نَ عَلَیْہِ حَتّٰی یُمْسُوْا فَاِذَا اَمْسَوْا، عَرَجُوْا، وَھَبَطَ سَبْعُوْنَ اَلْفِ مَلِکٍ کَذٰلِکَ حَتّٰی یُصْبِحُوْا اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفِ مَلِکٍ۔ (ص313)

"ہر روز ستر ہزار فرشتہ آسمان سے اتر کر حضور انور ﷺ کی قبر انور کا طواف کرتا ہے، حتیٰ کہ اپنے بازوؤں سے تربت اطہر کو ڈھانپ لیتا ہے اور قبر انور کو اپنے جلو میں لے کر آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہوئے آپ ﷺ کے لیے ترقی کمالات کا طالب رہتا ہے۔ شام تک ان کا یہی شغل رہتا ہے۔ اس کے بعد فرشتوں کی یہ جماعت آسمان پر چلی جاتی ہے پھر اسی طرح دوسری فرشتوں کی جماعت اتر آتی ہے۔ جو صبح تک اسی طرح مشغول رہتی ہے (جیسے کہ پہلی تھی) قیامت تک اسی طرح ہوتا رہے گا پھر جب قیامت قائم ہوگی تو نبی اکرم ﷺ ستر ہزار فرشتگان کے جھرمٹ میں قبر انور سے تشریف لائیں گے"۔

محشر میں سواری بُراق

امام طبرانی قدس سرہٗ وحاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ!

قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ يَحْشَرُ الْاَنْبِيَاءُ عَلَى الدَّوَابِّ وَاَبْعَثُ عَلَى الْبُرَاقِ وَيَبْعَثُ بِلَالٌ عَلٰى نَاقَةٍ مِّنْ نُوقِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْ بِالْاَذَانِ مَحْضًا وَبِالشَّهَادَةِ حَقًّا، حَتّٰى اِذَا قَالَ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" شَهِدَ لَهُ الْمُوْمِنُوْنَ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَقُبِلَتْ مَنْ قُبِلَتْ وَرُدَّتْ عَلٰى مَنْ رُدَّتْ۔

"حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! سب انبیاء کرام علیہم السلام چہار پایوں پر سوار ہو کر حشر میں تشریف لائیں گے۔ اور میں براق پر سوار ہو کر تشریف فرما ہوں گا۔ جبکہ بلال رضی اللہ عنہ جنتی ناقہ پر سوار ہو کر حشر میں آئیں گے پھر وہ خالص اذان اور یقینی شہادت کی ندا دیں گے۔ حضرت بلال جب "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہیں گے، تو آپ کی شہادت کی اگلے پچھلے تمام مومن تصدیق کریں گے۔ جن میں سے بعضوں کی شہادت مقبول اور بعضوں کی مسترد ہوگی۔

"فضائل الاعمال" میں امام ابن زنجویہ قدس سرہٗ نے حضرت کثیر بن مرۃ حضرمی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! حضرت صالح علیہ السلام کے لیے "ناقۂ ثمود" زندہ کی جائے گی۔ اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی تربت شریف کے پاس اس پر سوار ہو کر محشر میں تشریف لائیں گے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا تو کیا؟ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اپنی ناقہ "عضباء" پر سوار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "نہ" "نہ" اس پر" تو میری" بیٹی (فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سوار ہوں

گی۔ اور میں براق پر سوار ہوں گا اس دن دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے میرے علاوہ یہ خصوصیت کسی کی بھی نہیں ہوگی۔ اور حضرت بلال جنتی ناقہ پر سوار ہوں گے' اور اسی کی پشت پر اذان دیں گے، پھر جب تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''سنیں گے تو سبھی پکار اٹھیں گے اس پر ہم گواہ ہیں۔

نیز امام ابن زنجویہ قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مجھے جنتی حُلّہ دیا جائے گا (اسے زیب تن کرنے کے بعد) پھر میں عرش کی دائیں طرف وہاں کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ کسی اور کے کھڑا ہونے کی سکت نہیں۔

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ پھر انہیں عرش کے سامنے بٹھایا جائے گا۔ پھر میرا لباس لایا جائے گا، جسے میں پہن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دائیں طرف وہاں کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے علاوہ (دوسرا) کوئی بھی کھڑا نہیں ہوسکتا میرے اس مقام پر بھی اگلے پچھلے مجھ پر رشک کریں گے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''اسماء وصفات میں'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حُلّہ پہنایا جائے گا پھر مجھے وہ جنتی حُلّہ لاکر پہنایا جائے گا جس کی قیمت کا اندازہ کوئی بھی انسان نہیں کرسکتا۔

حافظ ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ام کُرز سے روایت کیا انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جب مومن اٹھائے جائیں گے۔ تو میں سبھی کا سردار ہوں گا۔ اور محشر میں آنے والوں کا پیش رو بھی میں ہی ہوں گا۔ اس دن ناامیدوں کی امید میں ہی ہوں گا جب سجدہ ریز ہوں گے تو ان کا امام میں ہی ہوں گا پروردگار کے قریب تر میری ہی مجلس ہوگی۔ سب کے مجمع میں جب میں کھڑا ہوکر گفتگو کروں گا تو سب میری تصدیق کریں گے اور جب میں سفارش کروں گا تو میری سفارش ان کے حق میں مقبول ہوگی۔ میں اللہ جل مجدہٗ سے مانگوں گا وہ مجھے عطا فرمائے گا۔

امام دارمی، امام ترمذی، امام ابویعلی، امام بیہقی، امام ابونعیم قدست اسرارہم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں میں سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور جب وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔

اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے۔ اور میں ان کا شفیع ہوں گا جبکہ وہ روک دیے جائیں گے۔ لواء کرم اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اپنے پروردگار کے نزدیک میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر مکرم ہوں۔ یہ کوئی فخر نہیں ہے (بلکہ تحدیث نعمت ہے) میرے اردگرد ہزار ایسے خادم حلقہ باندھے ہوں گے گویا مروارید ناسفتہ ہیں۔

امام، خطیب وقائدِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے امام وخطیب وقائد ہوں گے۔

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سمیت سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے ہوں گے۔

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبلیغ رسالت پر گواہ نہیں مانگا جائے گا جبکہ باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے گواہوں کی طلبی ہوگی۔

☆ سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہونا۔

☆ اور سب سے پہلے مقبول الشفاعت ہونا۔

☆ سب سے پہلے جمال خداوندی کے دیدار سے مشرف ہونا۔

☆ سب سے پہلے سجدہ ریز ہونے کی اجازت ملنا۔

☆ اور سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانا۔

☆ قضاء کے بارے میں شفاعت عظمیٰ فرمانا۔

☆ ایک قوم کے بلاحساب جنت میں جانے کی شفاعت فرمانا۔

☆ وہ موحدین جو دوزخ کے مستحق ہوں گے، ان کے دوزخ میں نہ جانے کی شفاعت کرنا۔

☆ جنتیوں کے بلندی درجات کی سفارش فرمانا۔

☆ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے کافروں کے عذاب میں کمی کی سفارش فرمانا۔

☆ مشرکوں کے بچوں کو عذاب نہ ملنے کی سفارش فرمانا۔ یہ سبھی امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں۔

☆ مقام محمود پر جلوہ افروز ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعظم او اجل اُخروی خصوصیت ہے، جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا!

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل)

''قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں''۔

احادیث دالہ، مصرحہ بر شفاعت

امام الائمہ احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سرداری کیسی ہے؟ تو (لو سن لو) اللہ تعالیٰ ایک میدان میں اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا۔ جہاں پکارنے والا سب کو سنائے گا۔ آنکھ سب کو دیکھے گی۔ آفتاب بھی کے قریب ہوگا پھر لوگوں کو ایسا غم الم اور سختی پہنچے گی۔ جس کو برداشت کرنے کی ان میں سکت نہ ہوگی۔ ناچار آپس میں کہیں گے : کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تم کس قدر سختی و شدت میں مبتلا ہو۔ ایسے کو کیوں نہیں تلاش کرتے ہو جو تمہارے پروردگار کے پاس تمہاری سفارش کردے۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام تمہارے جد امجد ہیں ان سے مل لو۔

محشر والے دربارِ آدم علیہ السلام میں

پھر سبھی اکٹھے ہوکر آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے! اے آدم علیہ السلام! آپ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ اور اپنی طرف سے آپ میں روح ڈالی اور تمام فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اب اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش فرمائیے۔ کیا آپ ہماری سختی و مصیبت اور ہماری حالت ملاحظہ نہیں فرما رہے۔ (ہمیں اس سختی سے خلاصی دلائیے) اس پر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے! بلاشبہ آج کے دن میرے پروردگار نے اس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ اس جیسا نہ تو کبھی اس سے پہلے اظہار فرمایا تھا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا۔ (میں تمہاری سفارش نہیں کرسکتا وجہ یہ ہے کہ) میرے پروردگار نے مجھے ایک درخت کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی تھی مگر مجھ سے ''زَلت'' ہوئی۔ ''آج تو''، نفسی، نفسی، نفسی مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی تشویش ہے، مجھے اپنا ہی اندیشہ ہے۔ ''اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ'' میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ (اور آپ بیتی سناؤ، میرا تمہیں مشورہ یہ ہے کہ) تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربارِ نوح علیہ السلام میں

چنانچہ سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور عرض کریں گے اے نوح علیہ السلام! آپ زمین پر اللہ جل مجدہٗ کے فرستادہ پہلے رسول ہیں اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ کا اسم گرامی ''عَبْدً

شَکُوْرًا"، "بہت شکر گذار بندہ" رکھا۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کیسی سختی و مصیبت میں مبتلا ہیں۔ (آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کیوں نہیں فرماتے) اس پر حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے! میرے پروردگار نے آج وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ تو پہلے کبھی فرمایا تھا اور نہ کبھی آئندہ فرمائے گا۔ (تمہاری سفارش نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) مجھے ایک دعا ملی تھی جو میں نے اپنی قوم کی غرقابی کے لیے مانگ لی تھی، نفسی، نفسی، نفسی (آج تو) مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے "اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ" "میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ (میری رائے میں) تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربار ابراہیم علیہ السلام میں

پھر سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے! اے ابراہیم علیہ السلام! آپ زمین میں اللہ جل مجدہٗ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں (اللہ کے حضور ہماری سفارش فرما دیجیے) کیا آپ ہماری سختی و شدت ملاحظہ نہیں فرما رہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے! آج میرے پروردگار نے وہ ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ اس جیسا نہ پہلے فرمایا تھا اور نہ ہی آئندہ کبھی فرمائے گا۔ (آج میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا بات یہ ہے کہ مجھ سے تین تعریضات سرزد ہوئیں تھیں) پھر آپ علیہ السلام اپنی ان تعریضات(1) کو یاد فرمائیں گے، اور کہیں گے نفسی، نفسی، نفسی (آج تو) مجھے اپنی ہی فکر ہے مجھے اپنی ہی فکر ہے "اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ" جاؤ میرے سوا اور کسی کی تلاش کرو۔ (ہاں میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ) تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربار حضرت موسیٰ علیہ السلام میں

چنانچہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے! اے موسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو اپنی کلام سے سرفراز فرمایا اور تمام لوگوں پر آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ اپنے پروردگار کے حضور ہماری سفارش تو فرما دیجیے کیا آپ ہماری سختی اور مصیبت ملاحظہ نہیں فرما رہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے! آج میرے پروردگار نے وہ غضب فرمایا ہے، ایسا نہ تو پہلے کبھی فرمایا تھا اور نہ ہی بعد میں کبھی فرمائے گا (میں تمہاری سفارش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وجہ یہ ہے کہ) میں نے ایک ایسی جان ہلاک کی تھی جس کا مجھے حکم نہ دیا گیا تھا (اسے یاد فرما کر پھر

1۔ ذو معنی کلام کو تعریض کہا جاتا ہے، جسے انجان اور جاہل آدمی متکلم کے ذہن کے برعکس، ظاہری شکل میں جھوٹ و کذب سمجھ لیتا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

آپ فرمائیں گے) نفسی، نفسی، نفسی (آج تو) مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے، مجھے اپنی ہی فکر ہے ''اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ'' جاؤ میرے علاوہ کسی اور کی تلاش کرو۔ (ہاں میں تمہیں مشورہ دیئے دیتا ہوں کہ) تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔

محشر والے دربارِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں

چنانچہ سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے ! اے عیسیٰ علیہ السلام ! آپ رسول اللہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی والدہ حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے پنگوڑھے میں لوگوں سے گفتگو فرمائی۔ اپنے پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش فرما دیجیے۔ جس سختی و مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ تو آپ ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ! آج میرے رب نے وہ ناراضگی فرمائی ہے کہ نہ تو ایسی اس سے پہلے کبھی فرمائی اور نہ ہی آئندہ کبھی فرمائے گا۔ پھر آپ نے اپنی کسی لغزش کا ذکر نہ کرتے ہوئے فرمایا ''اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ'' میرے علاوہ کسی اور کے ہاں چلے جاؤ۔ (میری سفارش تمہیں آج کام نہیں آسکتی، البتہ میں تمہیں ایک جگہ کا راستہ بتائے دیتا ہوں کہ) تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ۔

محشر والے دربارِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

پھر سبھی حضور شفیع عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ جل مجدہٗ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کے سبب اللہ جل مجدہٗ نے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ مغفور فرما دیئے ہیں۔ اب اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرما دیجیے۔ ہماری حالت تو ملاحظہ فرمایئے ہم کیسی سختی اور مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ (اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے ! ہاں، ہاں یہ میرا ہی کام ہے) پھر میں زیرِ عرش رب کریم کی بارگاہ میں حاضری دوں گا، اور اپنے پروردگار کے حضور سجدہ ریز رہوں گا۔ (اس وقت) اللہ جل مجدہٗ میری زبان پر ایسی نفیس حمد الہام فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی نے کبھی بھی نہ کی ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا جائے گا !

یَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ، تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

'' اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اپنا سر اقدس اٹھایئے، مانگئے (جو چاہیں گے) آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت فرمایئے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی ''۔

(راوی نے فرمایا) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے '' یارب امتی، امتی '' پروردگار میری امت

میری امت، پروردگار میری امت، میری امت، پروردگار میری امت، میری امت (یعنی میری امت کو معاف فرمایا جائے) پھر فرمایا جائے گا اے محمد ﷺ اپنی امت کے ہر اس شخص کو جس پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کر دو، جبکہ اور جنتی دوسرے دروازوں سے داخل ہوں گے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے (اپنا بیان شریف جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! جنتی دروازوں کے دونوں کواڑوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی مکہ مکرمہ اور (وادیٔ) ہجر کے درمیان ہے، یا جتنی مکہ مکرمہ اور بصریٰ (شام) کے درمیان ہے)

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن سب ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور اس دن کی (تکالیف کی) اہمیت مدنظر رکھتے ہوئے سبھی کہیں گے کاش! ہم اپنے پروردگار کے پاس کوئی سفارشی لے جاتے، تا کہ وہ ہمیں ان تکالیف سے جن میں ہم مبتلا ہیں نجات دلا دیتا۔ پھر سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ سبھی انسانوں کے باپ ہیں، اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، آپ کو تمام فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو ہر شے کے اسماء تعلیم فرمائے بارگاہ رب العزت میں ہماری سفارش فرمایئے تا کہ ہمیں اس مشقت سے چھٹکارا ملے۔ حضرت آدم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ اور آپ اپنی اس لغزش کو جو آپ سے سرزد ہوئی تھی اسے یاد فرمائیں گے اور اس کی وجہ سے اپنے پروردگار سے (سفارش کرتے ہوئے) شرمائیں گے (پھر آپ سب کو یہ رائے دیں گے) تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہی پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ پھر سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اس پر آپ فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں ہوں۔ پھر آپ اپنی اس گفتگو کو یاد فرمائیں گے جو انہوں نے بیٹے کی نجات کے لیے نادانستگی کے عالم میں اللہ جل مجدہٗ سے کی تھی اس وجہ سے آپ اپنے پروردگار سے سفارش کرنے میں شرمائیں گے اور اہل محشر سے فرمائیں گے تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔ چنانچہ پھر سبھی بارگاہ خلیل الرحمٰن میں حاضر ہوں گے (اور عرض کرنے پر جواب ملے گا) میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہی ایک ایسے بندے ہیں جن سے اللہ جل مجدہٗ ہم کلام ہوا، اور انہیں تورات عطا فرمائی پھر سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ (عرض پر جواب ملے گا) میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔ پھر اہل محشر سے اس آدمی کا جسے آپ

نے ہلاک فرمایا تھا ذکر فرمائیں گے۔اور اس وجہ سے بارگاہ خداوندی میں (کسی کی سفارش کرنے سے) شرمائیں گے۔(پھر آپ فرمائیں گے) تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔کیونکہ وہ اللہ کے بندے، اللہ کے رسول، اللہ کا کلمہ اور اللہ کی روح ہیں۔پھر سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضری دیں گے، اور آپ ان سے فرمائیں گے: میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔(البتہ میں تمہیں راہ دکھائے دیتا ہوں کہ) تم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ عالی میں حاضری دو کیونکہ وہی ایک مبارک ہستی ہیں جو ہر طرح کے (بالفرض والتسلیم) زلات سے مغفور ہیں۔چنانچہ سبھی میرے پاس آئیں گے میں اٹھوں گا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اجازت لینے کے لیے مسلمانوں کی دورویہ قطاروں کے درمیان چل دوں گا۔پھر جب میں اپنے پروردگار کی زیارت کروں گا تو فوراً سجدہ میں گر جاؤں گا۔پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق میں سجدہ ریز ہی رہوں گا کہ بعدہٗ اللہ جل مجدہٗ (مجھ سے) فرمائے گا:

اِرْفَعْ يَامُحَمَّدُ، قُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ، تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ۔(ص315)

”پیارے! ذرا سر تو اٹھایئے، فرمایئے، شنوائی ہوگی۔سفارش فرمایئے مقبول ہے۔مانگئے، عطا کیا جائے گا“۔

پھر میں اپنا سر اٹھالوں گا اور اللہ جل مجدہٗ کی تعلیم فرمودہ اس کی توصیف وستائش کروں گا۔پھر میں سفارش کے لیے لب کشائی کروں گا جس کی وجہ سے میں ایک طے شدہ مقررہ تعداد جنت میں داخل کروں گا۔اس کے بعد میں دوبارہ بارگاہ خداوندی میں حاضری دوں گا اور اپنے پروردگار کی زیارت پر اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔اور منشاء ایزدتعالیٰ کے تحت وہیں سجدہ میں پڑا رہوں گا کہ اللہ جل مجدہٗ فرمائے گا: اے محبوب مکرم! ”ﷺ“ اٹھیے تو سہی فرمایئے آج شنوائی ہوگی۔سفارش فرمایئے قبول ہے۔مانگئے عطا ہوگا۔پھر میں اپنے سر کو اٹھا کر ویسی ہی اللہ جل مجدہٗ کی توصیف وستائش بجالاؤں گا جیسے پہلی مرتبہ کی تھی۔اس کے بعد پھر میں سفارش کروں گا اب بھی مقررہ تعداد کو جنت میں بھیجوں گا۔پھر میں تیسری مرتبہ بارگاہ خداوندی میں حاضری دوں گا، اور اس کے دیدار پر اس کے سامنے اس وقت تک سجدہ میں پڑا رہوں گا جب تک وہ چاہے گا پھر اللہ جل شانہٗ فرمائے گا: حبیب مکرم ”ﷺ“ اٹھیے اور فرمایئے سنی جائے گی مانگئے ملے گا شفاعت فرمایئے آپ مقبول الشفاعت ہیں۔پھر میں سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی وہی توصیف وتحمید کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سفارش کروں گا۔اس دفعہ بھی ایک مقررہ تعداد جنت میں داخل کروں گا۔پھر میں چوتھی بار (حسب سابق) حاضری دے کر عرض کروں گا: پروردگار! اب وہی باقی رہ گئے ہیں جن کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے (یعنی مخلد فی النار کی سزا پانے

31B

والے) (راوی نے فرمایا کہ) حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: نار سقر سے ہر اس شخص کی رہائی ہو جائے گی جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھا ہوگا اور اس کے دل میں دانۂ جو کے برابر ایمان ہوگا۔ پھر وہ لوگ جہنم سے چھوٹ جائیں گے جنہوں نے ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھا اور ان کے دل میں دانۂ گیہوں کے مساوی ایمان تھا۔ پھر دوزخ سے وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھا اور ان کے دل میں ذرہ برابر ایمان تھا۔

☆امام الائمہ احمد نے صحیح سند سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں اسی انتظار میں ہوں گا کہ پل صراط کب پار کیا جائے گا کہ ناگاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس تشریف لا کر فرمائیں گے، یارسول اللہ ﷺ یہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے پاس تشریف لا رہے ہیں، تاکہ وہ سبھی آپ ﷺ کے ہمراہ اللہ جل مجدہٗ کی بارگاہ میں درخواست والتماس کریں کہ اللہ جل مجدہٗ اپنی مشیت کے مطابق جہاں چاہے سب لوگوں کو علیحدہ علیحدہ فرما دے تاکہ جس مصیبت میں یہ مبتلا ہیں اس سے چھوٹ جائیں (اور اس وقت کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ) تمام مخلوق پسینہ میں منہ تک ڈوبی ہوگی۔ وہ پسینہ مومن کے لیے تو زکام کی طرح ہوگا، جبکہ کافر کے لیے وہ موت کا پردہ ہوگا۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہوں گا میرے لوٹنے تک یہیں ٹھہریئے۔ پھر میں زیر عرش جا کر کھڑا ہو جاؤں گا جہاں اللہ جل مجدہٗ ''مجھ پر'' ایسا القا فرمائے گا جو نہ تو کسی نبی مرسل پر اور نہ کسی برگزیدہ فرشتہ پر ہوا۔ ازاں بعد اللہ جل مجدہٗ جبریل امین کو حکم فرمائے گا کہ تم میرے محبوب محترم ﷺ کے حضور جا کر ان سے یہ کہو اپنا سر انور اٹھایئے مانگیے آپ کو ملے گا سفارش فرمایئے آپ کی سفارش قبول ہے۔ چنانچہ میری امت کے حق میں میری سفارش یوں قبول ہوگی کہ مجھے حکم ملے گا کہ میں ہر ننانوے میں سے ایک کو نکال لوں گا پھر میں مسلسل بارگاہ پروردگار میں حاضر ہوتا رہوں گا اور جہاں جہاں میں سفارش کروں گا وہیں وہیں مقبول ہوتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ جل مجدہٗ فرمائے گا: اے محبوب مکرم ﷺ تمہاری امت میں سے جس نے ایک دن بھی سچے دل سے (لا الٰہ الا اللہ) کہہ لیا تھا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو اسے جنت میں داخل کر دو۔

☆امام الائمہ احمد اور امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی علیہ السلام کو ایک مخصوص دعا ملتی تھی جسے انہوں نے دنیا ہی میں پورا کر لیا تھا۔ اور اسی قسم کی دعا میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کی ہوئی ہے۔

وَاَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَافَخْرَ

ترجمہ۔اور میں بلافخر (یہ کہتا ہوں کہ میں) قیامت کے دن تمام اولادآدم کا سردار ہوں۔اوراس میں بھی کوئی بڑائی کی بات نہیں کہ میں ہی پہلا وہ ہوں کہ جس سے زمین کھلے گی اور بلافخر لوائے حمد میرے ہی ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اوران کے علاوہ سبھی ہوں گے۔جب قیامت کا دن لوگوں پرطول پکڑے گا تو وہ آپس میں کہیں گے ہمیں چاہیے کہ ہم سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں تا کہ وہ ہمارے فیصلہ کے لیے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں۔مگر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے مجھے اس کی اہلیت نہیں ہے کیونکہ میں تو اپنی ذلّۃ کے باعث جنت کا نکالا ہوا ہوں مجھے تو بس اپنی ہی جان کی فکر ہے۔البتہ تم سب نبیوں کی ابتداء حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔پھر سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے ہمارے فیصلہ کے لیے اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش فرمادیجیے۔حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے نہ،نہ مجھے اس کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے کہ میری ایک دعا کے باعث زمین والے غرقاب ہو چکے ہیں آج کے دن تو مجھے اپنی ہی فکر ہے۔البتہ تم اللہ جل مجدہٗ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔چنانچہ سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کریں گے ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار کے حضور ہمارے فیصلہ کی سفارش تو فرمادیجیے حضرت ابراہیم فرمائیں گے نہ نہ مجھے اس کی ہمت نہیں ہے اس لیے کہ مجھ سے اسلام میں تین تعریضات وقوع میں آئی تھیں۔(مقولہ سید عالم ﷺ) اللہ کی قسم! حضرت ابراہیم علیہ السلام ہن (اپنی قوم) سے صرف اپنے دین ہی کی خاطر مجادلہ فرماتے تھے۔ان میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ'' ''میں تو بیمار ہوں'' فرمایا تھا۔اور دوسری یہ کہ آپ نے بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا' بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا فرمایا تھا۔اور آپ کا وہ ارشاد جو (ظالم) بادشاہ کے پاس جاتے ہوئے آپ نے اپنی زوجہ طاہرہ (حضرت سارہ) کے لیے'' هٰذِهٖ اُخْتِیْ '' یہ میری بہن ہے فرمایا تھا آج تو مجھے اپنی ہی فکر ہے۔البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے ممتاز فرمایا ہے۔پھر سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر عرض گزار ہوں گے موسیٰ علیہ السلام! آپ کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنی رسالت وکلام سے برگزیدہ فرمایا ہے۔اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش تو فرمادیجیے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں وہاں جانے کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے بلاقصاص ایک جان ماردی تھی آج تو مجھے اپنی ہی جان کی فکر ہے۔البتہ تم حضرت عیسیٰ روح اللہ،کلمۃ اللہ کے پاس چلے جاؤ۔چنانچہ سبھی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں گے:اے عیسیٰ علیہ السلام! اپنے پروردگار کے

پاس ہماری سفارش تو کردیں تاکہ اللہ جل مجدہٗ ہمارا فیصلہ فرما دے۔ آپ فرمائیں گے یہ کام مجھ سے نہیں ہوسکتا کیونکہ مجھے اللہ کے بغیر بعض لوگوں نے معبود بنالیا تھا۔ لہٰذا آج تو مجھے اپنی ہی جان کی فکر ہے البتہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں یہ تو بتاؤ اگر ایسے برتن میں باہم جھگڑا پیدا ہوجائے جس کا منہ مہر شدہ ہو تو کیا مہر توڑے بغیر اس کے اندر سے کوئی شی لے سکے گا؟ تو سب کہیں گے نہیں اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تو آج حضرت محمد رسول اللہ ﷺ انبیاء علیہم السلام کی مہر تم میں موجود ہیں اور وہی ایسی شخصیت ہیں جن کی طفیل ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھر سبھی میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: یا محمد ﷺ ہمارے فیصلے کے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرما دیجیے میں کہوں گا: ہاں، ہاں یہ میرا ہی کام ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جس کی سفارش کے لیے چاہے گا اجازت دے گا اور رضامندی کا اظہار کرے گا۔ پھر جب اللہ جل مجدہٗ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی آواز دے گا حضرت احمد ﷺ اور ان کی امت کہاں ہیں۔ تو ہم ہی سب سے پچھلے، سب سے اول ہیں اور ہمیں سب امتوں کے بعد مگر حساب میں سب سے پہلے ہیں۔ (جب ہم سوئے جنت چلیں گے تو) دوسری تمام امتیں ہمارے لیے راستہ چھوڑ دینگی اور چلتے وقت وضو کے نشانات سے ہمارے چہرے اور اعضاء وضو روشن وتاباں (پنج کلیان) ہوں گے۔ اس وقت سبھی امتیں پکار اٹھیں گی: قریب تھا کہ یہ امت سب کی سب نبی ہوتی۔ پھر جب ہم بہشت کے دروازے پر آئیں گے تو میں دروازۂ بہشت کی زنجیر پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو کہا جائے گا کون؟ میں کہوں گا: محمد ''ﷺ'' اس کے بعد میں اپنے پروردگار عز وجل کے حضور کرسی کے قریب آکر سجدہ ریز ہوجاؤں گا اور سجدہ میں اس کی ان محامد سے توصیف وستائش کروں گا جن کے ساتھ نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے کی اور نہ ہی میرے بعد کوئی اور کرسکے گا۔ پھر (مجھ سے) فرمایا جائے گا حبیب مکرم ﷺ اپنا سر انور اٹھایئے مانگیے آپ کو دیا جائے گا فرمایئے شنوائی ہوگی شفاعت فرمایئے آپ مقبول الشفاعت ہیں تو میں سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کروں گا اے رب امتی امتی پروردگار میری امت میری امت (یعنی میری امت بخش دے) پھر فرمایا جائے گا (اپنی امت میں سے) جس کے دل میں اتنے اتنے برابر ایمان ہے (یعنی دانۂ رائی کے برابر) اسے (دوزخ سے) نکال لیجیے۔ پھر میں (دوبارہ) حاضر ہوکر سجدہ میں گر جاؤں گا اور ویسی ہی توصیف وستائش کروں گا جیسے پہلے کی تھی۔ پھر فرمایا جائے گا: محبوب محترم! ''ﷺ'' اپنا سر اقدس اٹھایئے اور فرمایئے آپ کی شنوائی ہوگی اور مانگیے دیا جائے گا سفارش فرمایئے قبول ہوگی میں عرض کروں گا پروردگار میری امت میری

امت تو فرمایا جائے گا: (آپ کی امت میں سے) جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار ایمان ہے (یعنی دانۂ رائی سے بھی کم) اسے "جہنم سے" نکال باہر کیجیے پھر میں تیسری بار حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور ویسی ہی حمد کروں گا جیسے پہلے کی تھی پھر فرمایا جائے گا اپنا سر اقدس اٹھایئے اور فرمایئے شنوائی ہوگی مانگیے دیا جائے گا سفارش فرمایئے آپ کی سفارش قبول ہوگی میں عرض کروں گا پروردگار میری امت میری امت پھر فرمایا جائے گا حبیب مکرم "ﷺ" (آپ کی امت میں سے) جس کے دل میں اتنا اتنا (یعنی دانۂ رائی سے بھی کم ذرہ برابر) ایمان ہے اسے (نار دوزخ سے) آزاد کرا لیجیے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بیٹھنے کے لیے سونے کے منبر ہوں گے مگر میرا منبر خالی رہے گا اور میں اس پر نہ بیٹھوں گا اور اپنے پروردگار کے سامنے خاموش کھڑا رہوں گا یہ اندیشہ کرتے ہوئے کہ کہیں میں تو جنت میں بھیج دیا جاؤں اور میرے بعد میری امت اسی طرح باقی رہ جائے اس لیے میں عرض کروں گا: پروردگار میری امت میری امت! پھر اللہ عزوجل فرمائے گا محبوب مکرم "ﷺ" آپ اپنی امت کے بارے میں جو چاہتے ہیں میں وہی کروں گا میں عرض کروں گا پروردگار میری امت کا حساب جلدی چکا دے۔ میں مسلسل سفارش کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے میری امت کے ان لوگوں کی فہرست دی جائے گی جنہیں دوزخ بھیجا جا چکا ہے اسی لیے داروغۂ جہنم مالک کہیں گے:

مَاتَرَکْتَ لِغَضَبِ رَبِّکَ فِیْ اُمَّتِکَ مِنْ بَقِیَّۃٍ

"یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنی امت میں اپنے پروردگار کی ناراضگی کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیا"۔

☆امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور ہر ایک امت اپنے اپنے نبی کے ماتحت ہوگی اور کہے گی۔ حضرت! ہماری سفارش فرمایئے حضرت ہماری سفارش فرمایئے حتیٰ کہ یہ سلسلہ سفارش حضور سید عالم ﷺ پر منتہی ہوگا اور یہی وہ دن ہوگا جبکہ اللہ عزوجل آپ ﷺ کو مقام محمود پر متمکن فرمائے گا۔

نیز امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بروز حشر آفتاب انتہائی قریب ہو جائے گا جس کی (تپش کی) وجہ سے (اہل محشر کا) پسینہ کانوں کی لو تک پہنچ جائے گا اسی اثناء میں تمام اہل محشر حضرت آدم علیہ

السلام سے فریاد کریں گے جس پر آدم علیہ السلام فرمائیں گے میں اس قابل نہیں ہوں پھر اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی فریاد کریں گے آپ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح فرمادیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ پھر (جب) تمام اہل محشر حضور اکرم سید عالم ﷺ سے فریاد کریں گے (تو) آپ ﷺ (ایسی) سفارش فرمائیں گے جس کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمادے گا ازاں بعد آپ ﷺ قدم مبارک بھرتے ہوئے چل کر جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ لیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جبکہ اللہ عزوجل آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی سبھی محشر والے خوبی بیان کریں گے۔

امام بزار قدس سرہٗ اور (نیز) امام بیہقی قدس سرہٗ نے "بعث" میں حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ عزوجل (قیامت کے دن) تمام انسانوں کو ایک میدان میں اکٹھا فرمائے گا اس دن کسی جان میں بات کرنے کی سکت نہ ہوگی۔ (اسی اثناء میں) سب سے پہلے جنہیں بلاوا آئے گا وہ سید عالم ﷺ کی ذات بابرکت ہوگی۔ اس ندا پر آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے سفارش فرمائیں گے:

لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدِکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ وَالْمَهْدِیُّ مَنْ هَدَیْتَ وَعَبْدُکَ بَیْنَ یَدَیْکَ وَبِکَ اِلَیْکَ، لَامُنْجِیْ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ سُبْحَانَکَ رَبَّ الْبَیْتِ۔ (317ص)

"میں خدمت و بندگی میں حاضر ہوں۔ بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور شر تیری طرف سے نہیں ہے جسے تو راہ دکھلائے وہی ہدایت یافتہ ہے تیرا بندہ تیرے سامنے ہے اور تیری ہی مدد کا خواستگار اور تیری طرف رجوع کرنے والا ہے۔ نجات دہندہ تیرے بغیر کوئی نہیں، پروردگار کعبہ! تو ہر عیب سے بری اور تو ہی برکت والا اور تو ہی برتر و بالا ہے"۔

سید عالم ﷺ کے اسی مرتبہ کی جانب اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بنی اسرائیل)

"اور قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں"۔

☆ امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور امام ابن عاصم قدس سرہٗ "السنۃ" میں حضرت سلمان فارسی سے راوی کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن دس سالہ گرمی کے مساوی آفتاب کو گرمی ملے گی پھر آفتاب دو کمانوں کی قدر میں لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب کیا جائے گا جس کی وجہ سے لوگ اس قدر پسینہ آلود ہوں گے

کہ ان کا پسینہ زمین پر ٹپکنے لگے گا اور پھر بڑھتے بڑھتے سب کے منہ میں آنے لگے گا حضرت سلمان نے فرمایا کہ پسینہ لوگوں کے منہ میں آجانے کی وجہ سے لوگ (غق ،غق) غر،غر کہنے لگیں گے جب سبھی اس منظر کو دیکھ لیں گے تو پھر آپس میں کہیں گے کیا تم یہ حالت دیکھتے نہیں ہو آؤ تاکہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں تاکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس تمہاری سفارش کریں۔ چنانچہ سبھی حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے والد گرامی! آپ وہی ہیں جن کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی جان ڈالی اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ تو فرما ہی رہے ہیں، اٹھیے اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش فرما دیجیے۔ آپ فرمائیں گے وہاں کی مجھ میں سکت نہیں۔ پھر سبھی عرض کریں گے تو پھر آپ ہمیں کس کے ہاں جانے کا مشورہ دیتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے تم عبد شاکر (حضرت نوح علیہ السلام) کے ہاں جاؤ چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی آپ ہی وہ ذات گرامی ہیں جن کو اللہ جل مجدہٗ نے بہت ہی شکر گزار بندہ بنایا ہے آپ ہماری تکالیف تو ملاحظہ فرما رہے ہیں اب اپنے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت فرما دیجیے۔ آپ فرمائیں گے نہ، نہ مجھے اس کی ہمت نہیں ہے سب عرض کریں گے تو پھر آپ ہمیں کس کے ہاں جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پھر سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے خلیل علیہ السلام آپ ہماری مصیبت کو ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں اپنے پروردگار کے پاس ہماری سفارش تو فرما دیجیے آپ فرمائیں گے نہ، نہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پھر حاضرین عرض کریں گے: تو پھر آپ ہمیں کہاں کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ فرمائیں گے تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں انہیں اللہ عزوجل نے اپنی رسالت اور اپنی کلام سے سرفراز فرمایا ہے چنانچہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے ہماری مصیبت تو آپ کے سامنے ہے اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش تو فرما دیجیے آپ فرمائیں گے یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا حاضرین عرض کریں گے تو پھر ہمیں آپ کہاں کا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تم کلمۃ اللہ، روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں چلے جاؤ۔ پھر سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے کلمۃ اللہ! اے روح اللہ علیہ السلام آپ ہماری مصیبت تو دیکھ ہی رہے ہیں اب ذرا اپنے پروردگار کے ہاں ہماری سفارش تو فرما دیجیے آپ فرمائیں گے نہ، نہ وہاں جانے کی مجھے ہمت نہیں

ہے۔حاضرین کہیں گے تو پھر ہمیں آپ کہاں کی راہ دکھلاتے ہیں آپ فرمائیں گے تم اللہ کے عبد (خاص) حضرت محمد رسول اللہ کے ہاں چلے جاؤ کیونکہ انہیں کے ہاتھوں اللہ عزوجل نے (جنت کھولی ہے اور) دین کو کھلم کھلا فتح عطا فرمائی ہے اور وہی ہیں جن کی بدولت اللہ جل مجدہٗ نے ان کے اگلوں پچھلوں کے گناہ مٹادیے ہیں اور آج کے دن وہی سلامتی میں ہیں (اور سلامتی لے کر آئیں گے)۔

چنانچہ پھر سبھی حضرت رسول کریم ﷺ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: یا نبی اللہ ﷺ آپ ہی کے طفیل اللہ جل مجدہٗ نے جنت کو کھولا ہے۔اور آپ ہی کے سبب اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخشے ہیں اور آج کے دن سلامت بھی آپ ہی ہیں آج ہم جس حالت میں ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں اب ہمارے لیے اپنے پروردگار کے ہاں سفارش فرمادیجیے۔اس پر آپ ﷺ فرمائیں گے: ہاں اس کا میں ہی اہل ہوں۔پھر آپ ﷺ لوگوں کی تلاش میں نکل پڑیں گے حتیٰ کہ دروازۂ بہشت تک جا پہنچیں گے اور بہشت کے دروازہ کی طلائی زنجیر کو پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔اندر سے کہا جائے گا: کون؟ آپ ﷺ فرمائیں گے: محمد ''ﷺ'' پھر آپ ﷺ کے لیے دروازۂ جنت کھول دیا جائے گا (دروازۂ جنت کھلوانے کے بعد) پھر آپ ﷺ ذات الٰہ کے سامنے آکر تشریف فرما ہو جائیں گے۔آپ ﷺ سجدہ کی اجازت مانگیں گے۔سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی ازاں بعد آپ ﷺ سجدہ میں گر پڑیں گے کہ ندا آئے گی: اے محبوب مکرم ﷺ اپنا سر اقدس اٹھایئے، مانگئے دیا جائے گا سفارش فرمایئے مقبول ہے (اس وقت) اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ پر توصیف وستائش اور بزرگی کے وہ باب کھول دے گا جو مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی نہیں کھلے تھے۔پھر آواز آئے گی: اے حبیب مکرم ''ﷺ'' اپنا سر انور اٹھایئے، مانگیے دیا جائے گا، شفاعت فرمایئے آپ کی شفاعت مقبول ہے۔دعا کیجیے قبول ہے۔چنانچہ آپ ﷺ سر انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ '' امتی، امتی'' فرمائیں گے یعنی میری امت کی مغفرت فرمادے۔پھر آپ ﷺ ہر اس شخص کی جس کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا یا دانہ جو کی مقدار ایمان ہوگا یا رائی بھر ایمان ہوگا سفارش فرمائیں گے اور یہی مقام محمود ہے۔

☆امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''کبیر'' میں اور امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ قدس سرہما نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس دن اللہ جل مجدہٗ اگلوں پچھلوں کو اکٹھا فرمائے گا اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔جب اللہ جل مجدہٗ اپنا فیصلہ پورا فرمالے گا تو ایمان دار آپس میں کہیں گے: اللہ عزوجل نے تو اپنا فیصلہ پورا کرلیا اور اس سے فارغ ہوگیا ہے۔

اب (بات یہ ہے کہ) پروردگار کے پاس ہمارا سفارشی کون بنے گا۔ پھر خود ہی بولیں گے آدم علیہ السلام اس لیے کہ ان کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے دستِ بے مثال سے پیدا فرمایا ہے اور ان سے ہمکلام ہوا ہے ازاں بعد سبھی حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے اللہ عزوجل فیصلہ فرما کر فارغ ہو گیا اب اٹھیے پروردگار کے پاس ہماری سفارش فرما دیجیے۔ اس وقت آپ فرمائیں گے تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سبھی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے آپ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے پھر جب سبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضری دیں گے تو آپ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے پھر سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے آپ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے پھر سبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے آپ فرمائیں گے: میں تمہاری حضرت نبی امی (رسول عربی) ﷺ کی طرف راہنمائی کرتا ہوں۔ (تم وہاں چلے جاؤ نبی کریم ﷺ نے فرمایا) پھر سبھی میرے پاس آئیں گے پھر اللہ عزّ اسمہ مجھے اپنے جلوۂ خاص میں جلوہ افروز ہونے کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ اس وقت میری مجلس ایسی خوشبودار ہوا سے مہک اٹھے گی جس کی خوشبو کسی نے کبھی بھی نہ پائی ہوگی پھر میں اپنے پروردگار کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کروں گا تو وہ میری سفارش قبول فرمائے گا۔

وَيَجْعَلُ لِيْ نُوْرًا مِنْ شَعْرِ رَأْسِيْ اِلٰى ظُفُرِ قَدَمِيْ (ص318)

"اور اللہ جل مجدہٗ مجھے از سرتا قدم نور ہی نور بنا دے گا"۔

☆ "السنۃ" میں امام ابن ابی عاصم قدس سرہٗ نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے پروردگار کے پاس میں مسلسل سفارش کرتا ہی رہوں گا اور اللہ عزّ اسمہ میری سفارش قبول فرماتا رہے گا حتیٰ کہ میں عرض کروں گا پروردگار ہر اس شخص کے لیے میری سفارش قبول فرما جس نے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ دیا ہے۔ اللہ جل اسمہ فرمائے گا نہیں یہ کام آپ کا نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کا ہے (بلکہ یہ کام میرا ہے میں خود اپنے سے شفاعت کروں گا) قسم ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی میں ہر اس شخص کو دوزخ سے رہا کر دوں گا جس نے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ لیا۔

☆ امام الائمہ احمد اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ عزّ وجل نے فرمایا: اے محبوب محترم! "ﷺ" میں نے ہر ایک نبی اور رسول کو ایک ایک (مخصوص) دعا دے کر مبعوث کیا اور جب بھی اس نبی اور رسول نے اس دعا کے ذریعے مجھ سے مانگا تو میں نے (اس کا نتیجہ) انہیں وہاں ہی دے دیا۔ اے حبیب مکرم ﷺ اب

آپ بھی مانگیں آپ کو بھی عطا کیا جائے گا۔میں نے عرض کیا (پروردگار) میری دعا تو قیامت کے دن اپنی امت کے لیے ہے۔(اس پر) حضرت امیر المومنین ابو بکر نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ شفاعت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شفاعت یہ ہے کہ میں (قیامت کے دن پروردگار کے حضور) عرض کروں گا پروردگار میری وہ (دعاء) شفاعت جسے میں نے تیرے ہاں محفوظ رکھا ہوا ہے (اسے میری امت کے لیے قبول فرما) پروردگار عالم فرمائے گا: ہاں (مقبول ہے) چنانچہ اس دعا کی بدولت میری باقی ماندہ امت بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دی جائے گی۔

☆حضرت امام الائمہ احمد، امام طبرانی و بزار قدس سرہما نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا کہ: دونوں صاحبان نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا "مجھے اللہ جل مجدہٗ نے امت کی سفارش کرنے یا آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے کا اختیار دیا تو میں نے امت کے لیے سفارش اپنانے کو اختیار کیا۔اس لیے کہ مجھے معلوم تھا کہ سفارش میں سبھی سما جائیں گے" (مگر) یہ سفارش ایمان پر خاتمہ ہونے والے کے لیے ہے۔خاتمہ بالشرک والا اس سے محروم رہے گا۔

☆امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں (جب ایک وقت میں) دوزخ کا دروازہ آ کر بجاؤں گا، تو وہ میرے لیے کھول دیا جائے گا پھر میں اس میں داخل(1) ہو کر اللہ جل مجدہٗ کی وہ خوبیاں بیان کروں گا جو نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے بیان کیں اور نہ ہی میرے بعد کوئی اور کر سکے گا۔پھر میں جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لاؤں گا جس نے خلوص سے "لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ" پڑھا ہو گا۔

☆امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہمیں چار ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہ مل سکیں۔علاوہ ازیں میں نے اللہ جل مجدہٗ سے پانچویں کی درخواست کی تو اس نے وہ بھی مجھے عطا فرما دی اور یہ پانچویں خوبی نہایت ہی اہم ہے۔جو نبی جس بستی میں بھیجا جاتا تھا اس کی نبوت وہیں تک محدود رہتی تھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی جبکہ میں ساری کائنات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔اور ایک ماہ کی مسافت تک ہمارا دشمن ہم سے خائف رہتا ہے۔اور زمین ہمارے لیے مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنا دی گئی ہے۔اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ہمارے لیے حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔میں نے اللہ جل

1۔آپ ﷺ کیسے داخل ہوں گے؟ اس بات کی کنہ تک رسائی عقل کے بس کا روگ نہیں یہ حدیث متشابہات سے ہے۔(مترجم غفرلہٗ)

مجدہٗ سے درخواست کر رکھی ہے کہ میری امت کے ہر موحد آدمی کو جنت میں داخل کر لیا جائے۔

حضرت امام الائمہ احمد اور امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی قدس سرہما نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خوبیاں ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ مل سکیں۔

☆ میں سرخ وسیاہ تمام کا نبی ہوں۔

☆ ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد فرمائی گئی ہے۔

☆ ساری روئے زمین میرے لیے مسجد و ذریعۂ طہارت بنا دی گئی ہے۔

☆ غنائم میرے لیے حلال کر دی گئیں جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

☆ اور مجھے شفاعت دی گئی ہر ایک نبی کو شفاعت دی گئی مگر انہوں نے اپنی اپنی شفاعت استعمال کر لی ہے جبکہ میں نے اپنی شفاعت محفوظ کر لی ہے اور میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جس کی موت شرک پر نہ ہوئی ہو۔

☆امام ابو یعلیٰ، امام ابن ابی شیبہ، حافظ ابو نعیم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابو ذر سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی کو نہ دی گئیں۔ پھر حضرت ابو ذر نے حضرت ابو موسیٰ کی روایت کی مانند حدیث شریف ذکر فرمائی مگر حضرت ابو ذر نے پانچویں خوبی یہ ذکر فرمائی کہ: مجھے فرمایا گیا: مانگیے آپ کو دیا جائے گا تو میں نے اپنی دعاء شفاعت کو اپنی امت کے لیے قیامت کے دن کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ میری اس دعاء شفاعت سے ہر وہ شخص فائدہ اٹھائے گا جو بحالت شرک نہ مرا ہو۔

☆حضرت امام الائمہ احمد اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" نیز الامام الحاکم امام بیہقی، حافظ ابو نعیم قدست اسرارہم نے حضرت ام المومنین سیدتنا ام حبیبہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا مجھے وہ چیز بتا دی گئی ہے جو میرے بعد میری امت کو لاحق ہوگی اور جو ان کی آپس میں خون ریزی اور جنگ ہوگی اور یہ پہلے سے من جانب اللہ ہی تقدیر میں آ چکا ہے۔ اس وقت میں نے درخواست کر دی کہ خداوندا! قیامت کے دن ان کے حق میں میری سفارش قبول فرما تو اللہ جل وعلا نے اس درخواست کو قبول فرما لیا۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی امت کے حق میں فرمودہ اس ارشاد کو تلاوت فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾ (ابراہیم:36)

''تو جس نے میرا ساتھ دیا (یعنی میرے عقیدہ اور دین پر رہا) وہ تو میرا ہے اور جس نے کہانہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے''۔

اور (ساتھ ہی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ (مائدہ)

اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب، حکمت والا۔ پھر آپ نے اپنے دست اقدس (دعا کے لیے) اٹھائے اور گریہ فرماتے ہوئے ''امتی، امتی'' فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبریل امین کو حکم فرمایا کہ جاؤ میرے حبیب حضرت محمد ﷺ سے کہو:

اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْؤُکَ (ص320)

''ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں عنقریب راضی کر دیں گے اور تمہیں مایوس نہیں کریں گے''۔

امام بزار قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''اوسط'' میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کی یہاں تک سفارش کرتا رہوں گا کہ اللہ جل مجدہٗ مجھے ندا دے گا۔

اَرَضِیْتَ یَامُحَمَّدُ (ﷺ) فَاَقُوْلُ اَیْ رَبِّ رَضِیْتُ

''اے محبوب محترم ﷺ! کیا اب آپ راضی ہیں؟ تو میں عرض کروں گا پروردگار! میں راضی ہوں''۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''اوسط'' میں ''سند حسن'' سے حضرت ابوسعید سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی خوبیاں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی ''علیہ السلام'' کو نہ دی گئیں:

- ☆ میں سرخ و سیاہ سبھی (یعنی عرب و عجم) کی طرف بھیجا گیا ہوں جبکہ ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔
- ☆ ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی ہے۔
- ☆ مجھے غنیمت کھلائی گئی اور مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں کھلائی گئی۔
- ☆ ہمہ روئے زمین میرے لیے مسجد و ذریعہ طہارت بنادی گئی ہے۔

☆ ہر ایک نبی کو اللہ جل مجدہٗ نے ایک مخصوص دعا عطا فرمائی تھی جسے اس نے جلد ہی مانگ لیا مگر میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کے لیے موخر کر لیا ہے۔ اور میری اس دعا سے انشاء اللہ تعالیٰ ہر وہ شخص فائدہ اٹھائے گا جس کی موت شرک پر نہ ہوئی ہو۔

☆ امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے ''بسند صحیح'' حضرت ابو سعید سے روایت فرمائی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار عزوجل سے کھیل کود میں مشغول رہنے والی اولاد آدم علیہ السلام کو عذاب نہ دینے کی درخواست کی تھی تو اللہ عزوجل نے میری اس دعا کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا (اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے) علامہ ابن عبد البر قدس سرہٗ نے کہا کہ اس سے وہ اولاد آدم علیہ السلام مراد ہے جو لڑکپن میں فوت ہو گئی ہو اس لیے کہ ان کے اچھے کام بھی کھیل کود ہی ہیں اور ان سے کوئی عزم و عقد مقصود نہیں ہوتا۔

☆ حضرت امام الائمہ احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام ترمذی، حاکم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت سیدنا ابی بن کعب سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبُ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ

''میں بلا فخر فرماتا ہوں کہ میں قیامت کے دن سب نبیوں کا امام و خطیب اور ان کا شفیع ہوں گا''۔

حضرت امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت سیدنا ابی بن کعب سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ جل مجدہٗ نے مجھے ایک لغت میں قرآن کریم پڑھنے کا پیغام بھیجا (تو) میں نے اس کے جواب میں عرض کیا پروردگار! میری امت پر آسانی فرما۔ پھر دوبارہ مجھے دو لغتوں میں پڑھنے کا پیغام آیا تو میں نے پھر عرض کیا: پروردگار! میری امت پر آسانی فرما۔ بعدہٗ تیسری مرتبہ مجھے سات لغتوں میں پڑھنے کا پیغام آیا اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی آئی کہ اے حبیب محترم ﷺ! مجھ سے جتنی بار آپ ﷺ نے اپنا جواب دہرایا ہے میں ہر بار کے بدلہ میں آپ ﷺ کا ہر وہ سوال جو مجھ سے کریں گے قبول کروں گا پھر میں دو بار تو یہی عرض کیا: یا اللہ! میری امت بخش دے، یا اللہ! میری امت بخش دے اور تیسرا سوال میں نے اس دن کے لیے موخر کر دیا ہے جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت سبھی مخلوق میری محتاج ہو گی۔

☆ الامام الحاکم قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''کتاب الرویہ'' میں حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَھُوَ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَنْتَظِرُ الْفَرَجَ (ص320)

"اس میں کوئی فخر نہیں کہ میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ اور اس دن ہر ایک میرے ہی پرچم تلے ہوگا اور راحت کا منتظر رہے گا۔ اور میں اس دن لوگوں کی معیت میں پرچم حمد اٹھا کر چلتا ہوا بہشت کے دروازے پر آ کر اس کا دروازہ کھلواؤں گا۔ اس وقت اندر سے کہا جائے گا: کون؟ تو میں کہوں گا: اللہ کا حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ۔ پھر کہا جائے گا، مرحبا، اللہ کے حبیب ﷺ! تشریف لائیے۔ ازاں بعد جب میں اپنے پروردگار کی زیارت سے مشرف ہوں گا تو اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس کے انعام کا منتظر رہوں گا۔

☆ امام ابونعیم اور علامہ ابن عساکر قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے فرمایا: (ایک دن) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم السلام تو اللہ کے خلیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ عزوجل نے بلاواسطہ کلام فرمایا۔ مگر آپ ﷺ کو کیا ملا اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

وُلْدُ آدَمَ کُلُّھُمْ تَحْتَ رَایَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُفْتَحُ لَہٗ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ (ص320)

"قیامت کے دن ساری اولاد آدم علیہ السلام میرے ہی پرچم تلے ہوگی۔ اور میں ہی وہ پہلا ہوں جس کے لیے بہشت کے دروازے کھلیں گے"۔

☆ امام بخاری اپنی "تاریخ" میں، امام طبرانی قدس سرہٗ "اوسط" میں اور امام بیہقی و حافظ ابونعیم قدس سرہما نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ (ص320)

"اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ میں ہی تمام رسولوں کا قائد ہوں۔ اور اس میں بھی کوئی شیخی نہیں کہ میں ہی آخری نبی ہوں۔ اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ سب سے پہلے شفاعت کرنے والا، اور مقبول الشفاعت بھی میں ہی ہوں"۔

☆ امام دارمی، امام ترمذی، حافظ ابونعیم قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: (ایک دن) حضور سید عالم ﷺ کے صحابہ عظام علیہم الرضوان کے کچھ افراد بیٹھے ہوئے آپ

ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر تھے کہ اس دوران ان کا آپس میں مذاکرہ شروع ہو گیا۔ ان میں سے بعض فرمانے لگے یہ کیا ہی تعجب خیز امر ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو اپنا خلیل منتخب فرمایا، جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ جل اسمہ کے خلیل ہیں۔ دوسرے صاحب نے فرمایا: اس سے بھی بڑھ کر عجب یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلاواسطہ کلام فرمایا۔ اور تیسرے صاحب نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کی جان اور اس کا کلمہ ہیں۔ ایک اور صاحب نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ کے برگزیدہ بندے ہیں یہ مذاکرہ جاری تھا کہ اس اثناء میں حضور سید عالم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آتے ہی فرمایا: میں نے تمہاری تمام تر گفتگو سن لی ہے۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ عز اسمہ کے خلیل ہیں اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے بالمشافہ گفتگو فرمانے والے ہیں۔ یہ بھی حقیقت یوں ہی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی جان اور اس کا کلمہ ہیں یہ امر بھی واقعی ہے اور یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ جل وعلا کے برگزیدہ بندے ہیں (مگر) سنتے ہو (میں کون ہوں؟)

''اَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَافَخرَ (ص 321)

''اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن حمد کا علمبردار میں ہی ہوں۔ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سبھی اس کے تلے ہوں گے''۔

اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سفارش کرنے والا اور مقبول الشفاعت بھی میں ہی ہوں اور اس میں بھی کوئی فخر یہ بات نہیں کہ سب سے پہلے جنت کی زنجیر بھی میں ہی ہلاؤں گا۔ پھر اللہ جل مجدہٗ باب جنت کھول کر مجھے اس میں غریب ایمانداروں کی معیت میں داخل فرمائے گا۔ اس میں بھی کوئی فخر نہیں۔

وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰهِ وَلَا فَخرَ (ص 321)

''اور اس میں بھی کوئی شیخی نہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ جل مجدہٗ کے ہاں سب سے معزز میں ہی ہوں''۔

☆ امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں تمام انسانوں، تمام جنوں، ہر سیاہ و سرخ کا رسول ہوں، اور غنائم میرے لیے علاوہ دوسرے انبیاء کے حلال کی گئی ہیں، ساری روئے زمین میرے لیے مسجد و ذریعہ پاکیزگی بنادی گئی

ہے۔ اپنے سامنے سے ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔ مجھے عرش کے خزانوں سے سورہ بقرہ کی آخری آیات دی گئی ہیں۔ ان میں صرف میری ہی خصوصیت ہے۔ دوسرے انبیاء میں یہ نہیں ہے۔ توراۃ شریف کے قائم مقام مجھے (مثانی) دیے گئے ہیں اور انجیل شریف اور زبور شریف کی جگہ مجھے ''مئین'' اور ''حوامیم'' دی گئی ہیں۔ (علاوہ بریں) ''مفصل'' (سورتوں) سے مجھے فضلیت دی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ میں دنیا و آخرت میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ زمین سب سے پہلے میرے لیے اور میری امت کے لیے کھلے گی

وَبِيَدِیْ لِوَآءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ تَحْتَهٗ وَلَا فَخْرَ (ص321)

''اور اس میں بھی کوئی بڑائی نہیں کہ قیامت کے دن سبھی خوبیوں کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا اور سب انبیاء علیہم السلام اس کے تلے ہوں گے''۔

اور اس میں بھی کوئی بڑائی نہیں کہ قیامت میں بہشت کی کنجیاں مجھی کو ملیں گی اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ باب شفاعت میرے ہی طفیل کھلے گا۔ اور اس میں تو کوئی بڑائی ہے ہی نہیں کہ جنت میں جانے والا سب سے پہلا میں ہی ہوں گا۔ اور سب لوگوں کے آگے، آگے اور میرے پیچھے پیچھے میری امت ہوگی۔

سید عالم ﷺ کے سبب و نسب کی خصوصیت

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ قیامت کے میں آپ ﷺ کے نسب وحسب کے علاوہ ہر ایک کا سبب و نسب ختم ہو جائے گا۔

☆ الام الحاکم، اور امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے فرمایا: میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ ہر ایک کا سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا اس حدیث کے معنی میں دو احتمال بیان کیے گئے ہیں:

1۔ قیامت کے دن آپ کی امت آپ ﷺ کی طرف منسوب ہوگی جبکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی امم ان کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔

2۔ اس دن آپ ﷺ کی نسبت فائدہ مند ہوگی جبکہ دوسری تمام نسبتیں سودمند نہ ہوں گی۔

سید عالم ﷺ کا لوں لوں نور سے منور ہوگا

☆ سید عالم ﷺ کے سر انور کے لوں لوں اور چہرہ انور میں نور کا ہونا۔

☆ سب سے پل صراط عبور کرنا۔

☆ سب سے پہلے دروازہ بہشت کھٹکھٹانا۔

☆ سب سے پہلے آپ ﷺ کا جنت میں تشریف لے جانا۔

☆ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی صاحبزادی صاحبہ سلام اللہ علیہا کا جنت میں تشریف لے جانا۔

☆ اور آپ ﷺ کی صاحبزادی صاحبہ کے پل صراط عبور کرنے تک اہل محشر کو اپنی نظریں نیچی کر لینے کا حکم سنایا جانا۔

یہ تمام امور آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہیں۔

سب سے پہلے پل صراط آپ ہی عبور فرمائیں گے

☆ حضرت امام بخاری و مسلم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضْرَبُ جَسْرُ جَهَنَّمَ فَاَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ يُجِيْزُ (ص321)

"رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب جہنم پر پل باندھا جائے گا تو اسے سب سے پہلے میں ہی عبور کروں گا۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی نرالی شان

☆ امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی المرتضٰی سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اہل حشر سے کہا جائے گا کہ تم فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اپنی اپنی نگاہیں نیچی کر لو۔ چنانچہ جب سیدہ موصوفہ کا گزر ہوگا تو اس وقت آپ پر دوہرا سبز دوپٹہ ہوگا۔

☆ (نیز) حضرت الامام الحافظ ابونعیم حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُبِ يَااَيُّهَا النَّاسُ غَضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَنَكِّسُوْا ، فَاِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ تَجُوْزُ الصِّرَاطَ اِلَى الْجَنَّةِ۔(ص321)

"میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن پس پردہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا: لوگو! اپنی نگاہیں بند کر لو اور اپنا سر جھکا لو اس لیے کہ (اس وقت) حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت محمد رسول اللہ ﷺ پل صراط پار کر کے جنت کو

32B

تشریف لے جارہی ہیں''۔

☆(نیز) امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم نے فرمایا: اس میں کوئی فخر نہیں کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والا میں ہی ہوں۔ اور (پھر) جنت میں سب سے پہلے میرے پاس سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں گی۔ (تمہیں یہ بھی معلوم رہے کہ) اس امت میں حضرت فاطمہ کا وہی مقام ہے جو بنو اسرائیل میں حضرت مریم کا ہے۔

حضرت امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں ہی سب سے پہلے باب جنت کھٹکھٹاؤں گا۔ (نیز) امام مسلم قدس سرہٗ نے (ہی) حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن جب بہشت کے دروازہ پر آکر اسے کھلواؤں گا تو جنت کا نگران پوچھے گا: کون؟ میں کہوں گا: محمد'' رسول اللہ ﷺ'' پھر وہ باب جنت کھولتے ہوئے کہے گا: مجھے بھی یہی حکم ملا ہوا تھا کہ میں آپ ﷺ سے پہلے کسی اور کے لیے جنت نہ کھولوں۔

امام بیہقی و ابونعیم قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن لوگوں میں پہلا میں ہی ہوں کہ جس کے سر سے زمین ہٹے گی۔ اور اس میں بھی کوئی فخر نہیں کہ مجھے پرچم حمد عطا کیا جائے گا اور یہ بھی کوئی فخر نہیں کہ قیامت کے دن میں سب کا سردار ہوں گا۔ اور یہ بھی کوئی بڑائی نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں جانے والا بھی میں ہی ہوں۔ ''اوسط'' میں امام طبرانی قدس سرہٗ نے بسند حسن حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے داخل ہونے تک جنت سب نبیوں پر حرام ہے اور میری امت کے داخل ہونے سے پہلے دوسری سب امتوں پر بھی حرام ہے (نیز) امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی مانند حضرت سیدنا ابن عباس سے بھی روایت ذکر فرمائی ہے۔

آپ ﷺ کے منبر کے پائے جنت میں

حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے

☆ (حوض) کوثر و مقام وسیلہ کا عطا کیا جانا۔

☆ اور آپ ﷺ کے منبر منیف کے پایوں کا جنت میں گڑا ہوا ہونا۔

☆ اور منبر منیف کا جنت میں ہونا۔

☆ اور منبر منیف اور مرقد منور کے درمیانی حصہ کا جنت کے باغات میں سے ایک باغیچہ ہونا ہے۔

حوض کوثر کے برتن ستاروں کی مقدار ہیں

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؕ ①

''اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں''۔

☆ امام ابونعیم قدس سرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے چند خوبیاں ملی ہیں میں ان کا اظہار فخر سے نہیں کرتا۔

☆ میرے سبب اللہ عزوجل نے میرے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیے ہیں۔

☆ میری امت تمام امتوں سے بہتر قرار دی گئی ہے۔

☆ مجھے جامع کلمات ملے ہیں۔

☆ میری رعب سے مدد کی گئی ہے۔

☆ زمین میرے لیے مسجد و ذریعہ پاکیزگی بنادی گئی ہے۔

☆ مجھے وہ حوض کوثر ملا ہے جس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

امام مسلم قدس سرہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ ثُمَّ سَلُوْا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا یَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ عَلَیْہِ الشَّفَاعَۃُ (ص ۲, ۳)

''جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی کلمات کہو جیسے وہ کہہ رہا ہے۔ اذان کے بعد پھر تم مجھ پر درود پڑھو، پھر میرے لیے مقام وسیلہ مانگا کرو، کیونکہ یہ ایک جنتی مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک کے لیے ہے، اور میں امید کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں۔ لہٰذا جو بھی میرے لیے مقام وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگی''۔

''کِتَابُ الرَّدِ عَلَی الْجَھْمِیَّۃِ'' میں امام عثمان بن سعید دارمی قدس سرہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے اللہ جل مجدہ نے جنت نعیم کے سب سے اونچے بالا خانے میں جگہ دی ہے جس کے اوپر صرف حاملان عرش ہیں۔

امام بیہقی قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین ام'' سلمہ سلام اللہ'' علیہا نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر کے پائے جنت میں قائم ہیں۔ حاکم قدس سرہ نے بھی اس طرح کی حدیث حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے علامہ ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرا یہ منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ اضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ (ص ۳۲۲)

''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی خصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے''۔

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت (اگرچہ) دنیا میں سب سے پچھلی ہے (مگر) قیامت کے دن سب مخلوق سے پہلے ان کا فیصلہ ہونے کا وجہ سے سب سے اگلی ہے۔

☆ میدان حشر میں آپ ﷺ کی امت کا ایک بلند ٹیلہ پر ہونا۔

☆ وضو کے نشانات سے آپ ﷺ کی امت کے اعضاء وضو کا روشن و تاباں ہونا۔

☆ اور دنیا اور قبر میں آپ ﷺ کی امت کا اس لیے مواخذہ ہونا تا کہ قیامت میں یہ گناہوں سے صاف ہو کر آئیں۔

☆ آپ ﷺ کی امت کا قبروں میں تو گناہ لے کر جانا اور ان کا، ان کے لیے مسلمانوں کے استغفار کرنے کے باعث، اپنی اپنی قبروں سے گناہوں کے بغیر نکلنا۔

☆ قیامت کے دن آپ ﷺ کی امت کو داہنے ہاتھ میں اعمال ناموں کا دیا جانا۔

☆ قیامت کے دن آپ ﷺ کی امت کے سامنے ان کی اولاد اوران کی نورانیت کا سعی کرنا۔

☆ اور ان کی پیشانیوں میں سجدوں کے نشانات کا ہونا۔

☆ اور ان کے لیے انبیاء علیہم السلام کی طرح دو نوروں کا ہونا۔

☆ ان کی میزان کا سب سے بھاری ہونا۔

☆ اور آپ ﷺ کی امت کا (اعمال حسنہ کے لیے) کوشش کرتے رہنا، یا ان کے لیے (اعمال خیر کی) کوشش کیا جانا۔

☆ اور اس کا ان کے حق میں مفید وسودمند ہونا۔ بخلاف دوسری امتوں کے کہ ان کے لیے اس کا نہ ہونا۔

یہ سب امور آپ ﷺ کے خصائص سے ہیں۔

امام ابن ماجہ قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا والوں میں (تو) ہم سب سے پیچھے ہیں (مگر) قیامت میں حساب و فیصلہ ہونے کے اعتبار سے سب مخلوق سے پہلے ہیں۔

الامام الحاکم قدس سرہ نے تصحیح کرتے ہوئے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ جل مجدہ سب لوگوں کو اٹھائے گا، جس میں امتی الگ الگ اور نبی الگ الگ ہوں گے۔ یہاں تک حضور سید عالم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت وہاں ٹھہرنے کے لحاظ سے سب سے آخر ہوں گے۔ پھر دوزخ پر پل بچھایا جائے گا اور آواز دی جائے گی احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کی امت کہاں ہے؟ یہ آواز آتے ہی آپ ﷺ تشریف فرما ہو جائیں گے۔ جب کہ آپ ﷺ کی تمام نیک و بد امت آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو کر پل کو پار کرے گی اس وقت اللہ جل مجدہ نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کی آنکھیں اندھی کر دے گا۔ جس کی وجہ سے وہ پل کے دائیں بائیں دوزخ میں گرنا شروع ہو جائیں گے مگر نبی کریم ﷺ اور نیکوکار نجات پائیں گے۔ پھر آپ ﷺ کے ہمراہ مقامات جنت کی نشان دہی کے لیے فرشتگان ہوں گے اور کہیں گے تم اپنی دائیں طرف، اور تم اپنی بائیں طرف رہو۔ تم اپنے داہنے ہاتھ اور تم اپنے بائیں ہاتھ رہو۔ حتی کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جائیں گے جہاں آپ ﷺ قرب خداوندی میں کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

ازاں بعد آواز دی جائے گی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کہاں ہے؟ (الحدیث)

علامہ ابن جریر و امام ابن مردویہ قدس سرہما نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں اور میری امت ایک بلند ٹیلہ پر تمام مخلوق کا نظارہ کریں گے۔ اس وقت ہر آدمی کی یہی خواہش ہوگی کہ (کاش) وہ ہم میں سے ہوتا۔ ہر ایک نبی علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا مگر ان کی تبلیغ رسالت کی ہم ہی گواہی دیں گے۔

(نیز) علامہ ابن جریر و امام ابن مردویہ قدس سرہما نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب تمام لوگ اکٹھے ہوں گے تو میں اور میری

امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے۔

پھر اللہ جل مجدہ مجھے سبز حلہ پہنائے گا۔ پھر مجھے (سجدہ کی) اجازت ہوگی، تو میں مشیت الٰہی کے مطابق کہوں گا جو بھی کہوں گا اور یہی مقام محمود ہے۔

حضرت امام بخاری و امام مسلم قدس اللہ تعالیٰ سرہما نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اِیْلَةَ عَدْنٍ اِنِّیْ لَاَذُوْدُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا یَذُوْدُ الرَّجُلُ الْاِ بِلَ الْغَرِیْبَةَ عَنْ حَوْ ضِهٖ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ تَعْرِفُنَا، قَا لَ نَعَمْ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ، لَكُمْ سِیْمًا لَیْسَتْ لِاَحَدٍغَیْرِ كُمْ (ص ۳۲۳)

میرا حوض ایلہ عدن سے بھی زیادہ لمبا ہے میں اس سے (غیر متعلق) لوگوں کو اس طرح بھگاؤں گا، جیسے کوئی آدمی اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو بھگاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ تو کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ فرمایا: ہاں (کیسے نہ پہچانوں گا جب کہ) تم وضو کے نشانات سے روشن و تاباں اعضاء لے کر میرے پاس آؤ گے۔ یہ نشانی صرف تمہاری ہی ہے۔ تمہارے سوا اور کسی میں نہیں ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بزار قدس سرہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت میں پہلا آدمی ہوں گا جسے سجدہ کی اجازت ملے گی، اور میں ہی پہلا ہوں گا جو سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔ پھر میں اپنی امت کو اپنے سامنے دیکھوں گا۔ میں اپنی امت کو تمام امم کے درمیان دائیں بائیں (آگے پیچھے) ہر طرف سے پہچان لوں گا۔

ایک اور صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سے آپ ﷺ تک تو کئی امتیں ہو گزری ہیں ان سب میں سے آپ ﷺ اپنی امت کیسے پہچانیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ امت وضو کے آثار سے پنج کلیان ہوگی۔ اور یہ نشانی ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں ہے۔ اور میں اس سے بھی پہچان لوں گا کہ اس امت کو اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ اور اس سے بھی کہ اس امت کے افراد کی اولادان کے سامنے (فرحاں و شاداں) دوڑ رہی ہوگی۔

مردوں کو زندوں کا ثواب پہنچتا ہے

☆ امام طبرانی قدس سرہ نے ''اوسط'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ تَدْخُلُ قُبُوْرَ هَا بِذُنُوْبِهَا وَ تَخْرُجُ مِنْ قُبُوْرِهَا لَا ذُنُوْبَ عَلَیْهَا تَمْحَصُ عَنْهَا بِاسْتِغْفَارِ الْمُؤْ مِنِیْنَ لَهَا (ص ۳۲۳)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت مغفور ہے یہ اپنی قبروں میں تو گناہ گار داخل ہو گی مگر جب اپنی قبروں سے باہر آئے گی تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس لیے کہ ان کے لیے ایمان داروں کا دعائے مغفرت کرتے رہنے سے اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں''۔

حضرت الامام الائمہ محمد رضی اللہ عنہ حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کسی کا حساب نہ ہوگا کہ اس کی بخشش کردی جائے گی۔ حتیٰ کہ مسلمان اپنے اچھے عمل کی جزا اپنی قبر میں بھی دیکھ لے گا۔

قبر میں مواخذہ کی وجہ

حکیم ترمذی قدس سرہ نے فرمایا: قبر میں مومن کا حساب اس لیے لیا جاتا ہے تاکہ کل قیامت میں اس پر آسانی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبر میں اسے گناہوں سے صاف کردیا جاتا ہے۔ کہ جب یہ قبر سے باہر آئے تو اس کا بدلہ ہو چکا ہو۔

امام طبرانی قدس سرہ نے ''اوسط'' میں اور حاکم قدس نے اسی کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس امت کو عذاب دینے کا فیصلہ ان کو دنیا میں ہی دیا جا چکا ہے۔

امام ابویعلیٰ قدس سرہ اور امام طبرانی قدس سرہ نے ''اوسط'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ امت بخشی ہوئی ہے۔ ان پر کسی قسم کا عذاب نہیں، انہیں صرف وہی عذاب ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کو دے دیا۔

امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی قدس سرہما نے ایک صحابی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' سے روایت کیا کہ اس صحابی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' نے فرمایا: حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: اس امت کی سزا بذریعہ تلوار ہے۔ (یعنی جہاد کے لیے شمشیر زنی کی تکالیف میں پڑنا بھی ایک طرح کی سزا و آزمائش ہی ہے)۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی قدس سرہ نے ''بعث'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ امت بخشی ہوئی ہے کہ ان کی سزا ان کے سامنے ہی ہوگی۔ وہ اس طرح کہ قیامت کے دن ایک ایک مشرک، ایک ایک مسلمان کے حوالے کرنے کے بعد اس

سے کہا جائیگا یہ دوزخ کی سزا کے بدلہ میں تیرا فدیہ ہے۔

''الترغیب'' میں (حافظ ابونعیم) اصبہانی قدس سرہ نے حضرت الامام لیث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ امام لیث رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کا امت کا میزان سب سے بھاری ہے۔ اس لیے کہ ان کی زبانوں پر ایک ایسا کلمہ جاری ہے جس کی وجہ سے ان کا میزان پہلی امم سے زیادہ ثقیل ہے اور وہ کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' ہے۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہ نے وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ ترجمہ۔ اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش کی تفسیر میں اسی حدیث کو حضرت الامام عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عکرمہ حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں جائے گی اور یہ کہ اس امت کے اتفاقیہ گناہ بخش دیے گئے ہیں اور یہ کہ یہ نسبت دوسری امتوں کے سب سے پہلے زمین سے باہر یہی امت آئے گی۔ جیسا کہ اس بارے میں اس سے پہلے احادیث شریفہ گزر بھی چکی ہیں۔

حساب آخرت میں امت مسلمہ کی خصوصیت

شیخ الاسلام امام عزالدین قدس سرہ نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے ستر ہزار امت بلا حساب جنت میں جائے گی۔ جبکہ یہ خصوصیت دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے۔ (جیسا کہ) حضرت امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور سرور ﷺ ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئی ہیں۔ کسی نبی کیساتھ تو صرف ایک آدمی تھا، اور کوئی اس حال میں تھا کہ اس کے ہمراہ دو آدمی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض نبی بالکل تنہا تھے۔ اور ایک نبی کے ہمراہ ایک جماعت کی تعداد تھی۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی تو میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت ہوگی۔ مگر مجھے بتایا گیا کہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ ازاں بعد مجھے کہا گیا کہ آپ ملاحظہ تو فرمائیں۔ تو میں نے کیا دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے جو سارے کناروں پر چھائی ہوئی ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا: آپ ﷺ ذرا گرد و پیش پر نگاہ تو فرمائیں۔ پھر میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی۔ اس کے بعد مجھ سے کہا گیا یہی آپ ﷺ کی امت ہے۔ اور ان کے ہمراہ ستر ہزار وہ ہیں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

حضرت امام ترمذی قدس سرہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ

میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار جل مجدہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد بلا حساب و بلا پرسش جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور ہر ہر ہزار کے ہمراہ ستر ستر ہزار ہونگے۔ علاوہ ازیں میرے پروردگار عز اسمہٗ کے تین لپ میں جتنے بھی سما جائیں گے۔

امام ترمذی قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''بعث'' میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار جل اسمہٗ نے مجھ سے میری امت کے ستر ہزار افراد کا بلا حساب جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پھر میں نے اپنے پروردگار سے اس سے بھی زیادہ تعداد کی گزارش کی تو اللہ جل مجدہ نے ہر ہر ہزار کے ہمراہ ستر ستر ہزار مزید داخل فرمانے کا بھی مجھ سے وعدہ فرمالیا۔ میں نے پھر گزارش کی: پروردگار! کیا میری امت اتنی تعداد میں ہو جائے گی؟ تو اللہ جل شانہ نے فرمایا: میں آپ کے لیے بذریعہ اعراب یہ تعداد مکمل کر دوں گا۔

انبیاء کی رسالت کی گواہ یہی امت ہے

شیخ الاسلام امام عزیز الدین قدس سرہ نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے آپ ﷺ کی امت کو منصف حکمرانوں کے قائم مقام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت تمام رسل کرام علیہم السلام کی تبلیغ رسالت پر گواہی دے گی۔ یہ خصوصیت دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (بقرہ:143)

''اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو، اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ''۔

حضرت امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی قدست اسرارہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلا کر پوچھا جائے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ تو آپ عرض کریں گے: ہاں، کیوں نہیں! پھر حضرت نوح علیہ السلام کی امت کو بلا کر پوچھا جائے گا: کیا تمہیں نوح علیہ السلام کی تبلیغ آئی تھی؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس نہ ہی تو کوئی مبلغ آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا پہنچا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا: بتایئے

آپ کی تبلیغ پر کون گواہ ہے؟ آپ عرض کریں گے: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت گواہ ہے اور اسی جانب اللہ جل مجدہ نے اشارہ فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

''اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل''۔

اس آیت میں ''وسط'' کا معنی ''عدل'' ہے۔

پھر حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: چنانچہ تمہیں شہادت دینے کے لیے بلاوا آئے گا، اور تم تبلیغ رسالت کی گواہی دو گے، اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ حضرت امام الائمہ رضی اللہ عنہ اور امام نسائی و امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن کسی نبی کے ساتھ تو ایک آدمی ہوگا اور کسی کے ساتھ صرف دو یا اس سے کچھ زیادہ ہوں گے پھر ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہیں تبلیغ پہنچی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر ان کی امت کو بلا کو پوچھا جائے گا: کیا تم تک تبلیغ آئی ہے؟ وہ کہہ دے گی: نہیں تو پھر انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا: تمہاری تبلیغ پر کون گواہ ہے؟ سب نبی کہیں گے: حضرت محمد ﷺ کی امت گواہ ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی امت بلائی جائے گی اور یہ گواہی دے گی کہ ان سب انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کر دی ہے۔ پھر اس امت سے پوچھا جائے گا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے تبلیغ کر دی تھی تو اس امت والے کہیں گے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ جو کتاب لے کر آئے تھے اس نے ہمیں بتایا کہ ان انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ فرما دی ہے اور ہم نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ چنانچہ اس امت سے کہا جائے گا: تم نے سچ کہا ہے۔

اسی لیے اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ:143)

''اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو، اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ''۔

''اوسط'' میں امام طبرانی قدس سرہ نے امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت پر جہنم کی گرمی بس اتنی ہوگی جتنی کہ حمام کی ہوتی ہے''۔

واجبات ومحرمات وغیرہ میں خصوصیات

اب ان خصائص کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا اس سے پہلے ذکر نہیں ہوا۔ اور جو آپ ﷺ کی امت کے علاوہ صرف آپ ﷺ ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ اور وہ خصائص، واجبات ومحرمات، مباحات وکرامات پر مشتمل ہیں۔ خصائص کی اس قسم کو فقہائے کرام کی ایک جماعت نے الگ بیان کیا ہے۔ جبکہ ہمارے شافعی حضرات اپنی فقہ کی کتابوں میں یہ قسم باب النکاح میں ذکر کرتے ہیں مگر اس قسم سے متعلق بہت سی باتیں پورے طور ذکر نہیں کرتے اور میں یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قسم ایسے کامل طور پر بیان کروں گا کہ کوئی بات تشنہ تکمیل نہ رہے گی۔

تمہیں یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ میں اس بارے میں ہر وہ بات ذکر کر دوں گا جس کے متعلق کسی بھی اہل علم نے اتنا کہہ دیا ہو کہ یہ امر حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس پر ہمارے اصحاب کا مذہب ہو یا نہ ہو، اور اس کے صحت وعدم صحت کا لحاظ رکھا گیا ہو یا نہ۔ اس لیے کہ مکمل تحقیق کے متلاشی لوگوں کی عادت یہی ہوا کرتی ہے۔ کوتاہ ہمت جہلاء" جو اس قسم کی بات دیکھ کر فوراً انکار پر کمر بستہ ہو جایا کرتے ہیں۔" درخور اعتناء نہیں ہیں۔

خصائص کی وہ قسم جو واجبات سے متعلق ہے

واجبات کے ساتھ سرور عالم ﷺ کے اختصاص کی حکمت ووجہ بلندی درجات اور زیادتی قرب ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں اللہ جل مجدہ کا ارشاد مروی ہے:

لَنْ يَتَقَرَّبَ اِلَيَّ الْمُتَقَرِّبُوْنَ بِمِثْلِ اِذَا اَدَّوْا مَا اِفْتَرَضْتُ عَلَيْهِمْ (ص ۳۲۵)

میرا قرب حاصل کرنے والے لوگ کسی چیز کے ادا کرنے سے اس قدر میرا قرب حاصل نہیں کر سکتے جس قدر کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث شریف میں یوں آیا ہے، فرض کا ثواب ستر مستحباب کے ثواب کے مساوی ہے۔

وہ عبادات جو آپ ﷺ پر واجب تھیں

- ☆ نماز تہجد کا واجب ہونا۔
- ☆ فجر کی سنتوں کا واجب ہونا۔
- ☆ نماز وتر کا واجب ہونا۔
- ☆ نماز چاشت کا واجب ہونا۔
- ☆ مسواک کا واجب ہونا۔

☆ قربانی کا واجب ہونا۔

یہ سب عبادات سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل:79)

''اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے''۔

حضرت ابوامامہ سے امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت ابوامامہ نے فرمایا: نماز تہجد نبی اکرم ﷺ کے لیے تو زائد عبادت تھی اور تمہارے لیے یہ سنت ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے ''اوسط'' میں اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا: تین باتیں مجھ پر تو فرض ہیں اور تمہارے لیے سنت ہیں:

☆ وتر

☆ مسواک

☆ نماز تہجد

حضرت امام الائمہ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''سنن'' میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: تین باتیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل (یعنی سنت) ہیں۔

☆ قربانی کرنا

☆ وتر پڑھنا

☆ اور چاشت کی دو رکعت

امام دار قطنی اور حاکم قدس سرہما نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے زائد علی الفرض (یعنی سنت) ہیں۔

☆ قربانی کرنا

☆ وتر پڑھنا

☆ فجر کی دو رکعت

حضرت امام الائمہ احمد اور امام بزار قدس سرہٗ نے ایک دوسرے طریقہ سے حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے،

☆ فجر کی دو رکعت اور

☆ وتر

پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ حکم تمہارے لیے (وجوبا) نہیں ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد اور امام عبد بن حمید قدس سرہٗ نے اپنی (مُسند) میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

☆ چاشت کی دو رکعت پڑھنے کا مجھے حکم ملا ہوا ہے جبکہ تمہیں ان کا حکم نہیں ہے۔

☆ اور مجھے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تم پر یہ فرض نہیں ہے۔

اور حضرت امام الائمہ احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

☆ قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں ہے۔

امام الائمہ احمد اور امام طبرانی قدس سرہٗ رحمہم اللہ علیہ نے تیسرے طریقہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: تین باتیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے سنت ہیں:

☆ وتر

☆ فجر کی دو رکعت

☆ چاشت کی دو رکعت

امام ابوداؤد، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے اپنی ''سنن'' میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل فرشتگان سے روایت کیا کہ (اولاً) حضور سید عالم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض تھا۔ چاہے آپ ﷺ وضو سے ہوں یا نہ ہوں۔ مگر جب یہ التزام آپ ﷺ پر شاق گذرنے لگا تو پھر آپ ﷺ سے حدث کے سوا ہر نماز کے وقت کی فرضیت ساقط کردی گئی۔ اور اس عوض ہر نماز کے وقت صرف مسواک ہی کر لینے کا حکم دیا گیا۔

فائدہ

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ وتر سواری پر بھی ادا فرمائے ہیں۔ اسی سے بعض ائمہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وتر کی نماز اگر آپ ﷺ پر واجب ہوتی تو پھر سواری پر ان کا ادا کرنا آپ ﷺ کے لیے جائز نہ ہوتا۔ (مگران کے اس خدشہ کا جواب دیتے ہوئے) امام نووی قدس سرہٗ نے ''شرح مہذب'' میں فرمایا۔ یہی تو حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے کہ بحالت سواری اس مخصوص فعل واجب کی ادائیگی بھی آپ ﷺ کے لیے جائز تھی۔

فائدہ

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت سعید نے فرمایا:

☆ سید عالم ﷺ نے تو وتر پڑھے ہیں یہ تجھ پر فرض نہیں ہیں۔
☆ سید عالم ﷺ نے قربانی فرمائی جبکہ یہ تجھ پر فرض نہیں ہے۔
☆ سید عالم ﷺ نے چاشت کی نماز ادا فرمائی ہے اور یہ تجھ پر فرض نہیں ہے۔
☆ سید عالم ﷺ نے ظہر سے قبل نماز ادا فرمائی ہے مگر یہ تجھ پر فرض نہیں ہے۔

اسی سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا زوال کے وقت نماز ادا فرمانا بھی انہی کے خصائص سے تھا جو آپ ﷺ پر واجب تھے۔ امام دیلمی قدس سرہٗ نے ''مسند الفردوس '' اس سند سے کہ جس میں ''نوح ابن ابی مریم'' بھی ہیں جو حدیثیں اپنے پاس سے گھڑ لیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

☆ وتر مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل (واجب) ہیں۔
☆ قربانی کرنا مجھ پر فرض ہے اور تمہارے لیے نفل (واجب وسنت) ہے۔
☆ جمعہ کے دن میرے لیے غسل کرنا فرض ہے اور تمہارے لیے نفل (سنت) ہے۔

وجوب مشورہ

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ (دینی و دنیوی امور میں) آپ ﷺ کے لیے مشورہ لینا واجب تھا۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران:159)

''اور کاموں میں مشورہ لو''۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''شعب'' میں اور امام ابن عدی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا۔ جب یہ آیت کریمہ: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ '' اور کاموں ان سے مشورہ لو۔ نازل ہوئی تو:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَا اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَغَنِيَّانِ عَنْهَا وَلٰكِنْ جَعَلَهَا اللّٰهُ رَحْمَةً لِّاُمَّتِيْ (ص۳۲۶)

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سنتے ہو! مشورہ لینے سے اللہ جل مجدہٗ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بے نیاز ہیں، مگر اسے اللہ جل مجدہٗ نے میری امت کے لیے (ذریعہ) رحمت بنایا ہے"۔

حضرت عارف باللہ حکیم ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے راوی کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے مشورہ لینے کا اللہ جل مجدہٗ نے اسی طرح حکم دیا ہوا ہے جیسے فرائض قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قدر اپنے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے دوستوں سے اس قدر مشورہ لیتا ہو۔

حضرت حاکم قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ کُنْتُ مُسْتَخْلِفًا اَحَدًا عَنْ غَیْرِ مَشُوْرَۃٍ لَاسْتَخْلَفْتُ اِبْنَ اُمِّ عَبْدٍ (ص ۳۲۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بلا مشورہ اگر کسی کو اپنا نائب بناتا تو ام عبد کے بیٹے (یعنی عبداللہ بن مسعود) کو اپنا نائب بناتا"۔

حضرت امام الائمہ احمد، حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کرتے ہیں کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ لَوْ اِجْمَعْتُمَا فِیْ مَشُوْرَۃٍ مَاخَالَفْتُکُمَا (ص ۳۲۶)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق سے فرمایا: جب تم دونوں کسی مشورہ میں اتفاق کرلوگے تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا"۔

حضرت حاکم قدس سرہٗ حضرت سیدنا حباب ابن المنذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باتوں میں مشورہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں میرے مشورے کو شرف پذیرائی بخشا:

☆ ایک تو یہ کہ میں جنگ بدر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کو ایک پانی کے پیچھے پوزیشن سنبھالنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر میں نے اس وقت عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ بحکم وحی صادر فرمایا ہے یا اپنی رائے مبارک سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حباب! (رضی اللہ عنہ) یہ فیصلہ میں نے اپنی رائے سے کیا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا: رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ پانی سے آگے رہیں اور پانی کو اپنے پیچھے رکھیں تاکہ اگر کسی وقت پناہ لینے کی ضرورت پڑ جائے تو یہ پانی پناہ گاہ ثابت ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے میری اس رائے کو قبول فرمالیا۔

☆ اور دوسرا یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل امین نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دو باتوں میں ایک پسند فرمالیں، یا تو دنیا میں اپنے اصحاب میں ہی رہیں اور یا جنت کی ان نعمتوں میں تشریف لے چلیں جن کا آپ ﷺ کے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ لیا تو سب بولے: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں تو یہی پسند ہے کہ آپ ﷺ ہم میں ہی تشریف فرما رہیں کیونکہ آپ ﷺ ہی ہمیں ہمارے دشمنوں کے پوشیدہ عزائم سے باخبر رکھتے ہیں۔ اور دشمنوں پر ہماری فتح مندی کے لیے اللہ جل مجدہ سے دعا فرماتے رہتے ہیں۔ اور ہمیں آسمانی خبروں سے آگاہ رکھتے ہیں۔

پھر سید عالم ﷺ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: حباب! تمہیں کیا ہوا؟ بولتے نہیں! میں نے گزارش کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ وہی پسند فرمائیں جسے اللہ جل مجدہ نے آپ ﷺ کے لیے پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ سید عالم ﷺ نے میرا یہ مشورہ قبول فرمالیا۔

☆ امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے جنگ بدر کے دن لوگوں سے مشورہ پوچھا تو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: ہم جنگ آزما لوگ ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ ایک پانی کے علاوہ یہاں جتنے بھی بقایا پانی ہیں سب عبور فرمالیں اور وہاں ہی دشمن سے جنگ ہونی چاہیے۔ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، (اسی طرح) غزوہ "بنی قریظہ" و "بنی نضیر" کے دن سید عالم ﷺ نے لوگوں سے مشورہ پوچھا تو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر گزارش کرنے لگے: میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کے قلعوں کے درمیان پڑاؤ ڈالیں۔ اس طرح سے ہر دو قبیلوں کا باہم رابطہ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ سید عالم ﷺ نے حضرت حباب کے مشورہ کو قبولیت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت حاکم قدس سرہ نے امام عبدالحمید بن ابی عبس بن محمد بن ابی عبس قدست اسرارہم سے انہوں نے اپنے والد گرامی جد محترم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (ایک دن) سید عالم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو (کعب) ابن اشرف کو ٹھکانے لگائے، کیونکہ اس نے اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ

ﷺ یہ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ اوّلاً تو آپ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا اور پھر فرمایا: حضرت سعد بن معاذ کہاں ہیں؟ چنانچہ (حضرت سعد بن معاذ آئے اور) ان سے مشورہ لیا۔ میں پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی سرگزشت کے متعلق پھر عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ جل مجدہ کی برکت سے چلے جاؤ۔ (چنانچہ محمد بن مسلمہ گئے اور ابن اشرف کے شر کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے واپس آئے)

امام ماوردی قدس سرہ نے فرمایا: اس میں اختلاف ہے کہ سید عالم ﷺ کس چیز میں مشورہ لیا کرتے تھے:

☆ ایک جماعت کا رجحان اس طرف ہے کہ آپ ﷺ صرف جنگی معاملات اور دشمن کی خفیہ تدابیر کے بارے میں ہی مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

☆ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ دینی و دنیوی امور سب میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

☆ اور تیسری جماعت نے کہا ہے کہ وجوہ احکام اور طرق اجتہاد پر امت آگاہی کے لیے صرف دینی امور میں ہی مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

دشمن کے مقابل ثابت قدم رہنا

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ دشمن کی کثرت تعداد کے باوجود ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا آپ ﷺ پر واجب تھا۔

☆ اور انہی خصائص سے یہ بھی ہے برائی کا مٹا دینا آپ ﷺ پر واجب تھا۔

اور ان دو باتوں کے التزام میں آپ ﷺ کسی خطرہ کے پیش نظر سبکدوش نہ تھے۔ دونوں باتوں کے عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ نے آپ ﷺ کی حفاظت و نگہبانی کا وعدہ خود اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (مائدہ:67)

''اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے''۔

یعنی اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ وہ کم تعداد میں ہوں یا زیادہ میں۔ وہ بد ارادہ سے آپ ﷺ تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی کوئی گزند پہنچا سکتے ہیں جبکہ یہ خصوصیت آپ ﷺ کے علاوہ امت میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے۔

33B

☆حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو تنگدست مسلمان فوت ہو جائے تو اس کا قرض اتارنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھا۔ (جیسا کہ) امام ابن ماجہ قدس سرہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کا ہے اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا صغیر السن اولاد چھوڑی تو اس کی ادائیگی وکفالت میرے سپرد ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ (جب) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی مقروض فوت شدہ شخص لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استفسار فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا بھی ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا جاتا کہ ہاں اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرما دیتے کہ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تمہی پڑھ لو۔ پھر جب اللہ جل مجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوحات کثیر عطا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مسلمانوں کے اس کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لہٰذا اب جو بھی تنگدست قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کا قرض اتارنا میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔

ازواج مطہرات کو اختیار دینے کا وجوب

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن کو اختیار دینا واجب تھا۔ اور اسی طرح یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس بھی زوجہ طاہرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا لیا تو پھر اسے پاس رکھنا واجب اور اسے طلاق دینا حرام تھا۔

(جیسا کہ) حضرت امام الائمہ احمد اور امام مسلم وامام نسائی قدس سرہما حضرت جابر سے راوی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ایک مرتبہ) حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرداگرد بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان میں خاموشی سے تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضرت امیر المؤمنین عمر نے خیال فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور بات چھیڑتا ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراہٹ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین عمر بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کی بیٹی اور عمر کی بیوی کا حال ملاحظہ فرمایا، وہ ابھی ابھی مجھ سے خرچ کا مطالبہ کر رہی تھی تو میں نے اس کی گردن مروڑ کر آرہا ہوں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیے اور پھر فرمایا: (تم دیکھتے نہیں) یہ جو میرے اردگرد بیٹھی ہوئی ہیں

یہ بھی مجھ سے خرچ کا ہی مطالبہ کر رہی ہیں۔

اس کے بعد امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام المومنین عائشہ کی تادیب کے لیے بڑھے۔ اور حضرت امیر المومنین عمر حضرت ام المومنین حفصہ کی سرزنش کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دونوں صاحبان فرماتے جاتے تھے: تم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شے کا مطالبہ کر رہی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔

پھر جب اللہ جل مجدہ نے آیت تخییر نازل فرمائی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بتانے کی ابتداء حضرت ام المومنین عائشہ سے فرماتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں ایک بات بتانے والا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے بارے میں جلد بازی سے کام مت لو، بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ لے لو۔

تو حضرت ام المومنین نے گزارش کی: وہ بات کیا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا (احزاب)

"اے غیب بتانے والے (نبی) بیبیوں سے فرمادو اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی آرائش چاہتی ہو"۔

تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ لوں؟ "نہیں نہیں" میں تو اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو اختیار کرتی ہوں۔ امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت ابو جعفر سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے گلہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے کم مہر والی عورت نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غیرت کھائی اور حکم دے دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے علیحدگی فرمالیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے انتیس دن علیحدہ رہے۔ پھر اللہ جل مجدہ نے حکم فرمایا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اختیار دے دیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبھی کو اختیار عطا فرمادیا۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت عمرو بن شعیب قدس سرہما سے انہوں نے اپنے والد محترم قدس سرہٗ سے اور انہوں نے اپنے جدّ امجد (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کو اختیار عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ابتداء حضرت عائشہ سے فرمائی، تو قبیلہ بنو عامر کی ایک خاتون کے علاوہ سبھی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار فرمایا۔ جبکہ عامریہ نے اپنی قوم کو اختیار کیا۔ مفارقت کے بعد وہ کہا کرتی تھی میں تو بدبخت ہوں اور اس کے

بعداس حال کہ پہنچ گئی تھی کہ مینگنیاں چن چن کرانہیں فروخت کیا کرتی تھی۔اور گاہے گاہے ازواج النبی ﷺ کے ہاں جا کر مانگا بھی کرتی تھی اور ساتھ ہی کہا کرتی تھی کہ میں تو بدنصیب ہوں۔

امام ابن سعد قدس سرہ حضرت ابن مناخ قدس سرہ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا: ''عامریہ'' کے سوا تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی کریم ﷺ کو ہی اختیار کیا اور اس نے اپنے قبیلہ کہ اختیار کیا۔اس کے بعد وہ پاگل ہو کر فوت ہوگئی۔

عنداللہ ازواج مطہرات کا مرتبہ

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عکرمہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے جب ازواج مطہرات کو اختیار دیا اور انہوں نے اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو ہی اختیار فرمایا تو (ان کے اعزاز میں) اللہ جل مجدہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعۡدُ (احزاب:52)

''اس کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں''۔

حضرت عکرمہ نے فرمایا: (یعنی) ان نو ازواج رضی اللہ عنہن کے بعد کہ جنھوں نے آپ ﷺ کو اختیار کیا تو اللہ جل مجدہ نے آپ ﷺ پر ان کے علاوہ دوسری کسی خاتون سے نکاح حرام فرما دیا۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت امام ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام قدست اسرارہم اور حضرت امام حسن (بصری) اور حضرت امام مجاہد اور حضرت سیدنا ابوامامۃ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ ان سب حضرات نے اس آیت کریمہ: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعۡدُ ترجمہ۔ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ازاں بعد کسی اور عورت سے عقد نہیں فرمایا اور انہی پر اکتفا فرمایا۔

امام ابن قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیھا نے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا: سید عالم کے وصال سے پہلے ہی اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کی محارم کے علاوہ آپ ﷺ پر یہ حلال فرما دیا تھا کہ جس بھی عورت سے چاہیں عقد فرما سکتے ہیں۔جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ (احزاب:51) ترجمہ۔پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو۔(نیز) اسی حدیث کی مانند امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابن عباس اور امام عطا ابن یسار اور امام محمد بن عمر ابن علی بن ابی طالب سے بھی روایت کی ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین نے

فرمایا: جب یہ آیت مبارکہ: تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ ترجمہ۔ پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو۔ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ جل مجدہٗ آپ ﷺ کی مراد جلد ہی پورا فرما دیتا ہے۔

نکتہ

سید عالم ﷺ کا اپنی ازواج کو اختیار دینے میں نکتہ کیا ہے؟ اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ کہ غیرت انسانی، سینہ میں ہیجان، دل میں نفرت اور اعتقاد میں اضمحلال پیدا کرتی ہے۔

امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ کہ جب اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کو فقر و غناء میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا تو آپ ﷺ نے غناء پر فقر کو اختیار فرمایا، اور اپنے لیے فقر کی مشقتوں پر صبر آزمار ہنا پسند فرمایا۔ مگر آپ ﷺ کو اپنی ازواج کے بارے میں انہیں اختیار دینے کا حکم فرمایا تا کہ انہیں فقر و فاقہ پر مجبوری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اور بعض ائمہ کرام نے فرمایا: اس اختیار سے اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کی ازواج کا امتحان لیا ہے تا کہ اللہ جل مجدہٗ کے رسول مکرم ﷺ کی بیویاں بھی بہترین خواتین میں سے ہوں۔

امام نووی قدس سرہٗ نے ''روضہ'' وغیرہ میں فرمایا کہ جب سید عالم ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کو اختیار دیا اور سبھی نے آپ ﷺ کو اپنایا تو اللہ جل مجدہٗ نے ان کے اس عمدہ اقدام کے صلہ میں جنت عطا فرمائی۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (احزاب)

''تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے''۔

اور ازواج مطہرات کے عمدہ عمل پر انہیں دوسرا انعام یہ عطا فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ پر ان کے علاوہ کسی اور خاتون سے ایک تو نکاح کرنا حرام فرما دیا اور دوسرا ان میں سے کسی کو طلاق دینا بھی حرام کر دیا۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (احزاب:52)

''ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو''۔

مگر پھر اللہ جل مجدہٗ نے یہ حکم بدیں وجہ منسوخ فرما دیا تا کہ سید عالم ﷺ کا ان کے علاوہ کسی اور عورت سے عقد نہ فرمانے سے ازواج مطہرات پر بھی احسان رہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ (احزاب:50) ترجمہ۔ اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے

لیے حلال فرمائیں۔

حضرت امام الائمہ احمد، امام ترمذی، امام حاکم، امام ابن حبان قدست اسرارہم حضرت ام المومنین عائشہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم کی زندگی ہی میں آپ ﷺ پر جس بھی عورت سے چاہیں عقد کرنا حلال فرما دیا تھا۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا علی الاطلاق سب عورتیں آپ ﷺ کے حلال ہوئی تھیں، یا صرف وہ خواتین جنہوں نے ہجرت کی تھی۔

امام ماوردی قدس سرہٗ نے آیت کے ظاہر مفہوم سے دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔

وجہ ثانی پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی حضور سید عالم ﷺ کی خصوصیت ہی ہے کہ جن خواتین نے ہجرت نہیں کی ان سے عقد کرنا بعد از نسخ بھی بدستور حرام ہی تھا۔ اور اس وجہ کی مویدوہ حدیث شریف ہے جسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ام ہانی سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے چونکہ ہجرت نہیں کی اس لیے میں آپ ﷺ کے لیے حلال نہیں ہوں۔

پہلی وجہ کو دو وجہ سے ترجیح دی گئی ہے:

☆ ایک تو یہ کہ بہ نسبت امت کے آپ ﷺ کے لیے علی الاطلاق نکاح میں وسعت ہے جبکہ تخصیص میں امت سے ایک نوع کی تنقیص پائی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

☆ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے اس کے بعد ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد فرمایا ہے حالانکہ آپ ان خواتین میں سے نہیں ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔

☆ پہلی وجہ کا جواب دیا گیا ہے کہ تخصیص آپ ﷺ کی برتری منصب شریف کی وسعت کے منافی نہیں ہے۔

☆ اس لیے کہ آپ ﷺ کتابیہ سے نکاح نہیں فرماتے تھے جبکہ کتابیہ سے نکاح امت کیلئے مباح ہے۔

☆ اور دوسری وجہ کا جواب یہ دیا گیا کہ مرجح اس جگہ یہ ہے حضرت صفیہ سے عقد، ناسخ آیت کریمہ کے نزول سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ سید عالم ﷺ نے ان سے عقد 7ھ میں خیبر میں فرمایا تھا۔ اور آیت نسخ 9ھ میں نازل ہوئی تھی۔

☆ ہمارے ائمہ نے کہ سید عالم ﷺ کا ازواج مطہرات میں سے کسی کا تبدیل فرما دینا، تھا تو مباح تھا مگر آپ ﷺ نے یہ طرز عمل اختیار نہیں فرمایا۔

☆ اس میں امام الائمہ ابوحنیفہ کا اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا: طلاق کی تحریم دائمی ہے۔ اور یہ منسوخ

نہیں ہے۔

☆اور ہمارے نزدیک یہ دو وجہوں میں سے ایک ہے اور یہی امام الائمہ شافعی کی اصول میں نص ہے اور یہی امام ماوردی قدس سرہ کے نزدیک قطعی ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جن، جن نے آپ ﷺ کو اپنا لیا تو اب انہیں طلاق دینا بھی اسی طرح حرام تھا۔ جس طرح آپ ﷺ سے اعراض کر نے والی خواتین کو اپنے نکاح میں رکھنا حرام تھا۔

☆وہ خواتین کہ جنہوں نے آپ ﷺ کی مفارقت کو اختیار کیا، ان کے بارے میں ہمارے ائمہ نے دو وجہیں بیان کی ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ ایسی خواتین آپ ﷺ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں کیونکہ انہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کو اختیار کیا ہے، لہٰذا وہ آخرت میں آپ ﷺ کی ازواج میں سے نہ ہوں گی۔

اس وجہ پر یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کیونکہ جب کوئی امتی اپنی بیوی کو اختیار دے دے اور وہ اپنے آپکو اختیار کر لے تو ہم اس کے اس اختیار کو طلاق پر محمول کریں گے، مگر وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہ ہوگی۔

☆امام رافعی قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ یہ بھی سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ کسی عمدہ شے کے ملاحظہ فرمانے پر "لَبَّیکَ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الآخِرَۃِ" میں اطاعت و بندگی پر حاضر ہوں، بے شک زندگی تو اخروی زندگی ہے۔ کہنا آپ ﷺ پر واجب ہے۔

☆امام ماوردی قدس سرہ وغیرہ نے بیان فرمایا کہ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ فرض نماز کا ایسے کامل طریقے سے کرنا" آپ ﷺ پر واجب تھا" کہ جس میں کسی قسم کا خلل نہ ہو۔

☆جیسا کہ امام ابن القاص قدس سرہ نے "تلخیص" میں، اور امام قفال قدس سرہ، اور امام نووی قدس سرہٗ نے "زوائد الروضہ" میں حکایۃ" اور امام ابن سبع قدس سرہ نے جزما" ذکر فرمایا کہ یہ بھی سید عالم ﷺ کے وجوبی خصائص میں ہے کہ بحالت وحی آپ ﷺ دنیا سے بے خبر نہ ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بحالت وحی نماز، روزہ اور دیگر احکام بدستور آپ ﷺ پر لاگو رہتے تھے۔

☆امام قدس سرہ نے "زوائد الروضہ" اور اس کے متن میں ذکر فرمایا کہ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ جس بھی نفلی کام کو شروع کر فرما دیں تو پھر اس کا پورا کرنا واجب تھا

☆انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی ذات گرامی اور گفتگو کے لحاظ سے لوگوں میں رہنے سہنے کے باوجود مشاہدہ حق میں رہنے پر مکلف ہونا بھی واجب تھا۔

☆ نیز جن احکام کے سب لوگ مکلف تھے۔ آپ ﷺ تنہا ان سب کے مکلف تھے۔

☆ احسن طریقہ سے جواب دینا بھی آپ ﷺ کے وجوبی خصائص سے ہے۔

☆ انہی خصائص سے یہ ہے کہ بسا اوقات آپ ﷺ کے قلب انور پہ حجاب انوار غالب ہو جاتے تھے اور (پھر اس سے اگلا بلند و اعلیٰ مقام ملاحظہ فرمانے کے بعد سابقہ مقام کو منتہی سمجھنے کی وجہ سے) ہر روز ستر مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں استغفار فرمایا کرتے تھے۔ ان (موخر الذکر چاروں) تمام خصائص کو ہمارے آئمہ کرام میں سے امام ابن القاص قدس سرہ نے "تلخیص" میں اور امام "ابن سبع" قدس سرہ نے بیان فرمایا۔ حضرت امام الائمہ شافعی سے علامہ جرجانی قدس سرہ نے سید عالم ﷺ کی امامت کے بارے میں ایک وجہ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کا امامت فرمانا آپ ﷺ کے اذان دینے سے افضل ہے جبکہ دوسروں میں یہ بات نہیں ہے اس لیے کہ آپ ﷺ سے غلطی کا وقوع غیر متحقق ہے۔ اسی وجہ کی بناء پر مناسب ہے کہ اسی پر یقین کر لیا جائے کہ امامت و اذان کے درمیان افضلیت کا محل خلاف آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں میں ہے۔

قسم المحرمات

اس قسم کے خصائص کا فائدہ یہ امور ہیں۔

☆ اس لیے کہ آپ ﷺ کی گھٹیا باتوں سے بری ہونے میں عزت افزائی ہے۔

☆ اور اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کی جبلت مبارکہ عمدہ اخلاق پر رکھی گئی ہے۔

☆ اور اس لیے بھی کہ حرام کے عدم ارتکاب کا ثواب مکروہ کے ترک سے زیادہ ہے۔

زکوۃ وغیرہ کا آپ ﷺ پر حرام ہونا

☆ انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ زکوۃ و صدقہ آپ ﷺ پر، اور آپ ﷺ کے غلاموں پر، اور آپ ﷺ کی اولاد کرام، اور آپ ﷺ کی اولاد امجاد کے غلاموں پر حرام ہے۔

امام مسلم قدس سرہ نے حضرت مطلب بن ربیعہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کی میل ہیں۔ اور محمد ﷺ اور ان کی اولاد کے لیے حلال نہیں ہیں۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت ابو ہریرہ، ام المومنین عائشہ، عبد اللہ بن بسر سے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ ہدیہ تو قبول فرما لیا کرتے مگر صدقہ قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت امیر المومنین حسن سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہ نے مجھ پر اور میری اہل بیت پر صدقہ حرام فرما دیا ہے۔

حضرت امام الائمہ احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا آپ ﷺ کے رشتہ داروں کے علاوہ کوئی پیش کرتا تو آپ ﷺ اس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے۔ اگر بتایا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو تناول فرمالیا کرتے تھے اور اگر بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر نہ کھاتے تھے۔

امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضور دو عالم ﷺ نے زکوۃ کی وصولی کے لیے حضرت ارقم زہری کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا تو انہوں نے (اپنے معاون کے طور) سید عالم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع کو بھی اپنے ہمراہ لینا چاہا مگر حضرت ابورافع کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابورافع! بیشک صدقہ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر حرام ہے۔ حضرت امام الائمہ احمد اور امام ابوداؤد قدس سرہ نے اس حدیث کو حضرت ابورافع سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے اور ہر قوم کا غلام اسی کا ایک فرد ہوا کرتا ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہ اور حضرت حاکم قدس سرہ نے اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین علی سے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا: میں نے حضرت عباس کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لیے سید عالم ﷺ سے زکوۃ کی وصولی پر حاکم بنائے جانے کی درخواست کریں۔

چنانچہ حضرت عباس نے جب اس بارے میں درخواست پیش کی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: (چچا جان!) یہ نہیں ہو سکتا کہ میں آپ لوگوں کے ہاتھوں کے دھوون پر حاکم بنا دوں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت عبد الملک بن مغیرہ نے فرمایا، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: عبد المطلب کی اولاد! یہ صدقہ لوگوں کی میل ہے اسے نہ ہی تو کھاؤ اور نہ ہی اس کی وصولی پر حاکم بنو۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ اور امام ابن سعد قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت مطلب بن ربعیہ بن حارث نے فرمایا: میں اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ﷺ ہمیں صدقات کی وصولی پر عامل متعین فرمادیں۔ ہماری گزارش پر نبی کریم ﷺ نے سکوت فرماتے ہوئے مکان کی چھت کی طرف دیکھنا شروع فرمادیا۔ حتی کہ ہم نے دوبارہ آپ ﷺ سے ہم کلام ہونے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے پس پردہ ہماری طرف اس انداز سے اشارہ فرمایا کہ گویا

موصوفہ ہمیں آپ ﷺ سے اس قسم کی گفتگو کرنے سے منع فرما رہی ہیں پھر حضور ﷺ بھی ہماری طرف توجہ فرما ہو گئے اور فرمایا یہ صدقات لوگوں کی میل ہیں اور یہ محمد ﷺ اور آپ کی آل کے لیے روا نہیں ہیں۔

صدقہ کیوں حرام ہے

آئمہ کرام نے فرمایا، صدقہ جب لوگوں کی میل ہے اسی لیے تو آپ ﷺ کے منصب عالی کو اس سے دور رکھا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ ہی کی وجہ سے یہ بزرگی و کرامت آپ ﷺ کی اولاد میں بھی پائی جاتی ہے۔

☆ نیز اس لیے بھی کہ صدقہ رحم کھا کر دیا جاتا ہے جو لینے والے کی ذلالت و پستی کا مشعر ہے۔ اس لیے سید عالم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو اس کا نعم البدل غنیمت دی گئی جو نہ صرف لینے والے کی عزت و شرافت پر دلالت کرتی ہے بلکہ جس سے لی گئی ہے اس کی ذلت و پستی پر بھی نشان دہی کرتی ہے۔

تبصرہ

ائمہ متقدمین کا پھر اس میں اختلاف ہے کہ صدقہ نہ لینے کی خصوصیت صرف سید عالم ﷺ ہی میں ہے یا دوسرے انبیا علیہم السلام بھی اس خصوصیت میں مساوی ہیں۔

☆ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ صرف سید عالم ﷺ ہی کی خصوصیت ہے۔

☆ اور شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہ قدس سرہ کی رائے یہ ہے کہ اس خصوصیت میں سبھی انبیاء کرام السلام برابر کے شریک ہیں۔ پھر اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ صدقہ نفلی ہو یا (صدقہ فرض) زکوۃ ہو آپ ﷺ کے لیے سب برابر ہے۔

☆ اور آپ ﷺ کی آل کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر زکوۃ کے علاوہ کوئی شے حرام نہیں اور صحیح ترین یہی ہے کہ نفلی صدقہ ان کے لیے حلال ہے

☆ علاوہ ازیں ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نفلی صدقہ بھی آل پر حرام ہے اور مالکیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

☆ ایک تیسری وجہ سے یوں بھی کہا گیا ہے کہ آل پر خاص صدقہ تو حرام ہے مگر عام صدقہ حلال ہے جیسے مساجد اور کنوؤں کے پانی وغیرہ سے فائدہ اٹھانا۔

☆ ابو الفرج سرخسی قدس سرہ کے مسودہ سے امام ابن صلاح قدس سرہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہاشمیوں پر کفارہ اور نذر کے خرچ کرنے میں دو قول ہیں (یعنی جواز کا اور عدم جواز کا)۔

☆ ہاشمیوں کا زکوۃ کی وصولی پر حاکم بننے کے جواز میں (بھی) دو قول ہیں۔ ان میں سے صحیح تر یہی ہے کہ ہاشمیوں کا زکوۃ وصولی پر حاکم بننا بھی ممنوع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث اس کی تصریح میں گزر چکی ہیں۔

☆ حضرت امام الائمہ احمد نے حضرت عمران بن حصین الضبی سے روایت کیا کہ ایک شخص نے حضرت عمران کو بتایا کہ ایک قبیلہ کے دو معمر آدمیوں کا ایک لڑکا بھاگ کر نبی کریم ﷺ سے جاملا۔ ان بوڑھوں نے مجھے کہا کہ تم جاؤ اور نبی کریم ﷺ سے اس لڑکے کو لے آؤ۔ اور اگر آپ ﷺ فدیہ لے کر دینا چاہیں تو تم فدیہ بھی ادا کر دینا۔ چنانچہ جب میں نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ لڑکا طلب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکا یہ ہے اسے اس کے باپ کے پاس لے جاؤ۔ پھر میں نے عرض کیا: یا نبی کریم ﷺ کیا کچھ فدیہ پیش کروں؟ تو میرے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے اور ہماری اولاد کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کی قیمت کھائیں۔ (امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا) یہ حکم صرف اسی حدیث میں پایا جاتا ہے۔ اس پر تنبیہ کرتے ہوئے میں نے کسی فقیہہ کو نہیں پایا۔

بدبودار چیزوں کا حرام ہونا

☆ دو وجہوں میں سے ایک وجہ پر حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ "بدبودار چیز کا کھانا آپ ﷺ کے لیے حرام ہے"۔ (جیسا کہ) امام الائمہ رضی اللہ عنہ اور حاکم قدس سرہ نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا کہ حضرت جابر نے فرمایا: سید عالم ﷺ جن دنوں حضرت ابوایوب کے مہمان تھے۔ اور اس دوران آپ ﷺ جب حضرت ابوایوب کا پیش کردہ کھانا تناول فرماتے تو پس انداز کھانا حضرت ایوب کے ہاں بھجوا دیا کرتے تھے۔ جسے حضرت ایوب (برکت حاصل کرنے کی غرض سے) اُن جگہوں کو دیکھا کرتے تھے جہاں جہاں سید عالم ﷺ کے دست انور لگے ہوتے تھے۔ حضرت ابوایوب ایک دن حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے کہ آج میں کھانے کے اندر آپ ﷺ کے دست اقدس کے نشان نہیں پاتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ آج (تمہارے) کھانے میں تھوم پڑا ہوا تھا (اس لیے میں نے نہیں کھایا)۔ پھر حضرت ابوایوب نے عرض کیا تو کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حرام تو نہیں، مگر تم میری مثل کب ہو۔ میرے پاس تو فرشتے بھی آتے ہیں (جو اس کی بو پسند نہیں کرتے)۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت جابر نے فرمایا: سید عالم ﷺ کی خدمت

میں سبزی کی ایک ہانڈی پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اس کی بو محسوس فرمانے کے بعد اس کے متعلق استفسار فرمایا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس میں سبزی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے وہ سبزی اپنے ساتھی کو دے دینے کا ارشاد فرمایا مگر انہوں نے بھی وہ سبزی کھانا پسند نہ کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھا لو، میں نے تو اس لیے نہیں کھائی کہ میں جس سے سرگوشی کرسکتا ہوں، تم اس سے نہیں کرسکتے۔

شاہانہ طریقہ سے کھانے کی حرمت

☆ دو وجہوں میں سے ایک پر، سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے تکیہ لگا کر کھانا حرام ہے۔

امام بخاری قدس سرہ نے حضرت جحیفہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: رہا میں، تو میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔

امام ابن سعد و امام ابو لیلی قدس سرہما نے ''بسند حسن'' حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ سید عالم نے ان سے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ہمراہ چلیں۔ میرے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا جس کی پشت کعبہ معظمہ کے مساوی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ (یا رسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ کو پروردگار سلام فرماتا ہے، اور فرماتا ہے آپ ﷺ چاہیں تو نبوت کے ہمراہ بادشاہت رکھیں یا نبوت کے ساتھ عبدیت رکھیں۔ پھر جبریل امین نے مجھے اشارہ کیا کہ آپ ﷺ تواضع اختیار فرمائیں۔ تو میں نے عرض کیا: میں نبوت کے ہمراہ عبدیت رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت ام المومنین عائشہ نے فرمایا: ازاں بعد سید عالم ﷺ ٹیک لگا کر نہیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ایسے ہی کھایا کروں گا جیسے ایک عبد کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھا کروں گا جیسے ایک عبد بیٹھتا ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ شیخ الاسلام زہری قدس سرہ نے فرمایا: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ سید عالم ﷺ کے پاس ایک ایسا فرشتہ آیا جو اس سے پہلے نہ آیا تھا اور اس کے ہمراہ جبریل امین تھے۔ جبریل امین خاموش رہے اور اس فرشتہ نے کہا: (یا رسول اللہ ﷺ) اللہ جل مجدہ آپ ﷺ کو اس میں اختیار دیتا ہے کہ آپ ﷺ نبی بادشاہ بن کر رہیں یا نبی عبد بن کر۔ اس وقت آپ ﷺ نے حضرت جبریل امین کی طرف مشورہ لینے کے انداز سے دیکھا تو جبریل امین نے آپ ﷺ کو تواضع اختیار فرمانے کا اشارہ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، نہیں، میں تو نبی عبد ہی رہنا چاہتا ہوں۔ رواۃ نے فرمایا کہ جب آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو ازاں بعد تا وقت رخصت

تکیہ لگا کر کبھی نہیں کھایا۔

امام طبرانی، حافظ ابونعیم، امام بیہقی قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ جل مجدہ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جس کے ہمراہ جبریل امین بھی تھے، اپنے نبی محترم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اور اس نے عرض کیا: (یا رسول اللہ ﷺ)! اللہ جل مجدہ آپ ﷺ کو نبی بادشاہ یا نبی عبد ہونے میں اختیار دیتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے مشورہ لینے کے انداز میں جبریل امین کی طرف التفات فرمایا، جبریل امین نے اس شارہ فرمایا کہ آپ ﷺ عبدیت اختیار فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: نہیں نہیں، میں تو نبوت کے ہمراہ عبدیت ہی پسند کرتا ہوں۔ اس ارشاد کے بعد آپ ﷺ نے تالقاء پروردگار کبھی ٹیک لگا کر نوش نہیں فرمایا۔

امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت عطاء بن یسار (تابعی) سے روایت کیا کہ ایک دن سید عالم ﷺ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں تکیہ لگائے ہوئے کھانا تناول فرمارہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کھانے کی یہ ہیئت کذائی شاہانہ ہے۔ پھر سید عالم ﷺ بیٹھ کر نوش فرمانے لگے۔

امام ابن عدی و امام ابن عساکر قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا کو ایک مرتبہ سید عالم ﷺ تکیہ لگا کر کھانا تناول فرمارہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبریل امین آئے اور عرض کیا: تکیہ لگا کر کھانے میں بڑائی ہے تو آپ ﷺ تشریف فرما ہو گئے۔ اس کے بعد سید عالم ﷺ کو تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ اور فرمایا: میں تو ایک بندہ ہوں لہٰذا ایسے ہی کھاؤں پیوں گا جیسے ایک بندہ کھاتا پیتا ہے۔

مذکورہ حدیث پر تبصرہ

☆ حضرت الاسلام علامہ خطابی قدس سرہ نے محققین کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا: کہ اس جگہ تکیہ لگا کر کھانے سے مراد یہ ہے کہ دوران طعام اپنے نیچے کسی بچھونے کا سہارا لیا جائے۔ امام بیہقی، امام ابن وحیہ اور شیخ الاسلام قاضی عیاض قدست اسرارہم نے بھی عالمہ خطابی قدس سرہٗ کے اسی قول کی تائید کی ہے۔

☆ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکیہ لگا کر کھانے سے مراد یہ ہے کہ اپنے ایک پہلو پر جھک کر کھایا جائے۔

شعر و کتابت کا حرام ہونا

☆ حضور سرور عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ کتابت و شعر کہنا آپ ﷺ کے لیے

حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اعراف:157)

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی''۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ (عنکبوت)

''اور اس اللہ سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے، یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے''۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ (یٰسین:69)

''اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے''۔

☆ امام ابن ابی حاتم قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت امام مجاہد نے فرمایا: اہل کتاب اپنی کتابوں میں سید عالم ﷺ کی ایک صفت یہ بھی پاتے تھے کہ آپ ﷺ لکھیں پڑھیں گے نہیں۔ چنانچہ یہ آیت مبارکہ آپ ﷺ کی اسی صفت کے بارے میں نازل ہوئی۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ (عنکبوت:48)

''اور اس اللہ سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے''۔

☆ امام رافعی قدس سرہ نے فرمایا: شعر و کتابت کی حرمت کا قول اس وقت نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جبکہ ہم یہ کہیں کہ آپ ﷺ شعر و کتابت کو بخوبی جانتے ہیں۔

☆ اور امام نووی قدس سرہ نے ''روضہ'' میں اس قول کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ آپ ﷺ بخوبی جانتے ہی ہوں، مگر یہ دونوں حرام نہیں ہیں اور تحریم سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو بتکلف جانا جائے

☆ صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ شعر و کتابت کو باحسن طریقہ نہیں جانتے تھے۔ جبکہ بعض ائمہ کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔ (ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ شعر و کتابت جانتے تو تھے مگر ہر دو میں سے کسی کو اپنا معمول نہ بنایا ہوا تھا) یہ آئمہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس میں مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے (قریش سے) صلح فرماتے ہوئے یوں تحریر فرمایا تھا۔

هٰذَا مَا صَالَحَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

''یہ تحریر وہ ہے جس پر'' حضرت محمد ﷺ ''بن'' حضرت'' عبداللہ نے معاہدہ کیا ہے''۔

☆اس نظریہ کا جواب یہ ہے کہ لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم فرمانا ہے۔

☆امام طبرانی قدس سرہ نے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا کہ حضرت عون قدس سرہ کے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے اپنی رخصت سے قبل لکھا اور پڑھا ہے۔

☆(امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا) اس حدیث کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اور امام طبرانی قدس سرہ نے فرمایا: یہ ''حدیث منکر (1) ہے۔

☆شیخ الاسلام حافظ ابوالحسن ہیثمی قدس سرہ نے فرمایا کہ میرے گمان میں مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی وفات شریف تک عبداللہ بن عتبہ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ یعنی عبداللہ بن عتبہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں سمجھ والے تھے۔

☆اور ابو مسعود دمشقی قدس سرہ کے اوراق میں صلح نامہ والی حدیث میں واقع ہے کہ سید عالم ﷺ نے وہ معاہدہ اپنے دست اقدس میں لیا اور جہاں ''رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا وہاں ''محمد ﷺ'' تحریر فرما دیا باوجودیکہ آپ ﷺ اچھی طرح کتابت نہ جانتے تھے۔

☆عمر بن شیبہ قدس سرہ نے اپنے تالیف ''کتاب الکتاب'' میں روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے ''حدیبیہ'' کے دن اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا، جبکہ اس سے قبل آپ ﷺ لکھنا نہ جانتے تھے۔ اور یہ آپ ﷺ کے معجزات سے ہے کہ لکھنا نہ جاننے کے باوجود بروقت لکھنا جان لیا۔

☆عمر بن شیبہ قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی اس کتابت کے معجزہ ہونے پر محدثین کرام کی پوری ایک جماعت قائل ہے۔ انہی میں سے حضرات ابوذر ہروی، ابوالفتح نیشاپوری، قاضی ابوولید لخمی، قاضی ابوجعفر سمنانی اصولی رضی اللہ عنہم ہیں۔

☆ قاضی ابوولید قدس سرہ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کا جانے بغیر لکھ لینا آپ ﷺ کے اجل معجزات سے ہے۔

☆بعض محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے حدیبیہ کے دن کتابت نہ جاننے، اور حروف میں امتیاز نہ رکھنے کے باوجود تحریر فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنے دست اقدس میں قلم لے کر امتیاز نہ رکھنے والے حروف پر خط کھینچ دیا جو کہ حسب مراد جلی کتابت نظر آنے لگی۔

☆ رہیں وہ روایات جو شعر کہنے کی حرمت پر دال ہیں وہ یہ ہیں۔ جیسا کہ امام ابوداؤد قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمرو نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے تریاق

1۔حدیث، مطعون بفسق بفرط غفلت و کثرت غلط را منکر گویند'' از مقدمہ''الشیخ المحقق الدہلوی

پینے، تعویذ لٹکانے یا اپنی طرف سے شعر کہنے کی حاجت نہیں ہے۔

☆ امام ابن سعد قدس سرہ نے روایت کیا کہ شیخ الاسلام امام زہری قدس سرہ نے فرمایا: جب صحابہ کرام علیہم الرضوان مسجد تعمیر فرما رہے تھے تو حضور سرور ﷺ نے فرمایا:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرَ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرُ

''پروردگار! یہ اینٹیں خیبر کے تمر و زبیب سے زیادہ ثواب والی اور پاکیزہ ہیں''۔

☆ شیخ الاسلام امام زہری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے کوئی شعر نہیں فرمایا۔ یا پہلے شاعروں کے شعر پڑھ دیا کرتے تھے۔

☆ امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت عبدالرحمان بن ابو زناد سے روایت کیا کہ حضور سرور ﷺ نے حضرت عباس بن مرداس سے فرمایا: (عباس) مجھے اپنا وہ شعر تو بتادو جس میں تم کہتے ہو۔

اَصْبَحَ نَهْبِيْ وَ نَهْبُ الْعَبِيْدِ   بَيْنَ الْاَقْرَعِ وَ عُيَيْنَةَ

''میری اور عبید کی غنیمت اقرع اور عیینہ کے درمیان بٹ گئی''۔

اس وقت حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر نثار جائیں۔ آپ ﷺ نہ تو شاعر، اور نہ ہی شعر کی روایت کے حامل، اور نہ ہی آپ ﷺ اسے مناسب سمجھتے ہیں اس نے تو یوں کہا ہے: ''بین عیینة و الاقرع''

☆ علماء کرام نے فرمایا: حضور ﷺ سے جو ''رجز'' (جنگی ترانے) وغیرہ مروی ہیں، جیسے آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے ''هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دُمِيْتِ'' تو وہ عدم قصد و عدم تامل پر محمول ہیں، ایسے کلام کو شعر نہیں کہا جاتا اس لیے کہ شعر اسی کو کہا جاتا ہے جو قصد و تامل سے کہا جائے۔ یہی وجہ ہے قرآن کریم میں بھی بہت سی موزوں و منظم آیات پائی جاتی ہیں (مگر انہیں شعر نہیں کہتے) کیونکہ ایسی آیات کریمہ کا نزول موزوں قصد سے نہیں ہوا ہے۔

☆ امام ماوردی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ پر جس طرح کتابت حرام تھی ایسے ہی کتاب کی قرأت بھی حرام تھی۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (عنکبوت: 48)

''اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے''۔

(نیز) امام ماوردی قدس سرہ نے فرمایا: جس طرح آپ ﷺ پر شعر کہنا حرام تھا اسی طرح شعر کی روایت کرنا بھی حرام تھا۔

علامہ حربی قدس سرہ نے فرمایا: مجھے تو کوئی ایسی روایت نہیں ملی کہ جس میں یہ مروی ہو کہ سید عالم ﷺ نے قصداً کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔ ہاں کسی شاعر کے شعر پڑھنے کا ارادہ بھی فرمایا تو پھر یا صرف پہلا ہی مصرعہ پڑھ دیا، جیسے لبید رضی اللہ عنہ کے شعر کا یہ پہلا مصرعہ پڑھا ہے:

اَلَا کُلُّ شَیْیءٍ مَا خَلَا اللّٰہ بَاطِلٌ

یا پھر کسی شعر کا آخری مصرعہ، جیسے طرفہ (بکری) کے شعر کا یہ آخری مصرعہ بھی آپ ﷺ نے پڑھا ہے۔

وَیَاتِیکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ یَتَزَوَّدٖ

اور اگر کسی مکمل شعر کے پڑھنے کا قصد بھی فرمایا تو پھر اسے اس کی نظمی روش سے تبدیل فرما کر پڑھا جیسے حضرت عباس بن مرداس کے (گزشتہ) شعر کو تبدیل فرما دیا تھا۔

ہتھیار بند ہونے کے بعد ان کے اتارنے کی حرمت

سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اسلحہ پہن لینے کے بعد جنگ کیے بغیر اسے اتارنا آپ ﷺ پر حرام تھا۔ (جیسا کہ) حضرت امام الائمہ احمد اور امام ابن سعد قدس سرہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ اُحُدٍ رَأَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ دِرْعٍ حَصِیْنَۃٍ وَرَأَیْتُ بَقَرًا مُنْحَرَۃً فَاَوَّلْتُ اَنَّ الدِّرْعَ الْمَدِیْنَۃُ ،وَ الْبَقَرَ نَفَرٌ، فَاِنْ شِئْتُمْ اَقَمْنَا بِالْمَدِیْنَۃِ، فَاِنْ دَخَلُوْا عَلَیْنَا، قَاتَلْنَاھُمْ فِیْھَا، فَقَالُوْا وَاللّٰہِ مَا دَخَلَتْ عَلَیْنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَفَتَدْخُلُ عَلَیْنَا فِی الْاِسْلَامِ ،قَالَ فَشَانُکُمْ اِذَنْ، فَذَھَبُوْا، فَلَبِسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِہٖ فَقَالُوْا مَا صَنَعْنَا رَدَدْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ رَأْیَہٗ، فَجَاؤُا فَقَالُوْا شَانُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْاٰنَ اِنَّہٗ لَیْسَ لِنَبِیٍّ اِذَا لَبِسَ لِاُمَّتِہٖ اَنْ یَضَعَھَا حَتّٰی یُقَاتِلَ (ص ۳۳۳)

"(سید عالم ﷺ نے جنگ احد کے دن فرمایا۔ میں نے حواب میں دیکھا کہ گویا میں مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہوں اور ایک گائے دیکھی ہے جو ذبح کی جا رہی ہے میں نے اس کی تعبیر یہ نکالی ہے کہ مضبوط زرہ مدینہ منورہ ہے اور گائے وہ لشکری ہیں جو شہید ہو جائیں گے۔ اگر تمہاری مرضی ہے تو ہم مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر وہ ہم

34B

پر حملہ کریں گے تو ہم یہیں ان کا مقابلہ کر لیں گے صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض گزار ہوئے (یا رسول اللہ ﷺ) انہوں نے ہماری جاہلیت کے زمانے میں تو ہم پر حملہ کی جرأت کی نہیں تو کیا اب جبکہ ہم اسلام میں ہیں وہ ہم پر حملہ کر سکیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اب جیسے تمہاری مرضی ہو۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان تیاری کرنے چلے گئے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے آلات حرب زیب تن فرما لیے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے ہمیں زیبا نہیں کہ آپ ﷺ کی رائے کا خلاف کریں چنانچہ سبھی حاضر ہو کر کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! جیسے آپ ﷺ کی رائے مبارک ہو ہم بھی ویسے ہی کر لیتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: پیغمبر کو یہ شایاں نہیں کہ جب وہ ہتھیار بند ہو جائے تو جنگ کیے بغیر ہتھیار کھول دے"۔

عطیہ پر کثرت عوض کی حرمت

☆ حضور اکرم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کسی کو کوئی شے اس مقصد کے تحت عطا فرمانا تا کہ اس عطیہ کے بدلے میں اس سے زیادہ ملے تو یہ آپ ﷺ پر حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا: وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ ترجمہ:۔ (اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو) علامہ ابن جریر قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ سید عالم ﷺ کو اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ایسا عطیہ مت عطا فرمائیں تا کہ اس کے عوض اس سے بڑھیا طلب فرمائیں۔

سب مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ خصوصیت صرف حضور اکرم ﷺ ہی کی ہے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ (روم:39) ترجمہ:۔ (اور تم جو چیز زیادہ لینے دو) الخ۔ کی تفسیر میں امام ابن حاتم قدس سرہ نے حضرت ضحاک قدس سر سے روایت کیا کہ حضرت ضحاک قدس سرہ نے فرمایا: اس آیت میں "ربا" سے مراد وہ "ربا" ہے جو حلال ہے وہ اس طرح کہ کسی کو کوئی تحفہ اس لیے بھیجا جائے تا کہ اس سے زیادہ ملے۔ اور یہ وطیرہ اپنانے سے لینے اور دینے والے کا کوئی نفع ونقصان نہ تھا (مگر) سید عالم ﷺ کو اس سے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ منفعت عامہ کی اشیاء کی طرف توجہ فرمانا بھی آپ ﷺ پر حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (حجر:88)

''اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی''

یہ حکم امام رافعی قدس سرہ نے ''صاحب الیضاح'' سے نقل فرمایا ہے اور ''روضہ'' کے متن میں امام نووی قدس سرہ اور ''تلخیص'' میں علامہ ابن القاص قدس سرہ نے بھی یہی فیصلہ فرمایا ہے۔

☆حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مقروض متوفی کی نماز جنازہ پڑھنا آپ ﷺ پر حرام ہے۔

تبصرہ

ابتدائے اسلام میں تو یہ حکم تھا مگر جب اسلام کو وسعت حاصل ہوگئی تو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ جیسا کہ قسم واجبات میں اس سے متعلق حدیث گزر چکی ہے۔

☆سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو عورت آپ ﷺ سے ناپسندیدگی کا اظہار کردے تو پھر ایسی عورت کو اپنے پاس رکھنا آپ ﷺ پر حرام تھا۔

امام بخاری قدس سرہ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ جب جون کی لڑکی نکاح کر کے سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنے قرب سے سرفراز فرمانا چاہا تو وہ بول اٹھی ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ'' ترجمہ:۔(میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں) اس کے بعد سید عالم ﷺ نے اس سے فرمایا: چونکہ تو نے بہت بڑی ذات کی پناہ لی ہے اس لیے اب تو اپنے گھر والوں کے ہاں واپس چلی جا۔

تبصرہ

امام ابن ملقن قدس سرہ نے سید عالم ﷺ کے خصائص میں بیان فرمایا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ سید عالم ﷺ پر ہر اس عورت کا نکاح حرام ہے جو آپ ﷺ سے ناپسندیدگی کا اظہار کردے۔

ابن ملقن قدس سرہ نے فرمایا: ''وجوب تخییر میں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے'' اس کی شہادت موجود ہے۔ امام ابن سعد قدس سرہ نے روایت کیا کہ حضرت الامام مجاہد نے فرمایا: سید عالم ﷺ جب کسی خاتون کو نکاح کا پیام ارسال فرماتے اور اگر وہ پیام مسترد ہو جاتا پھر دوبارہ اس کا اعادہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو عقد کا پیام دیا تو وہ کہنے لگی میں اپنے والد سے مشورہ لے لوں۔ پھر انہوں نے اپنے والد سے مشورہ لیا تو انہوں نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ صاحبہ سید عالم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور اپنا مدعا بیان کیا۔ مگر سید عالم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''قَدِ الْتَحَفْنَا لِحَافَ غَیْرِکِ'' ترجمہ:۔(اب ہم نے تمہارے علاوہ دوسرا لحاف

اوڑھ لیا ہے)۔یعنی میں نے تمہارے بجائے اورنکاح کرلیا ہے۔

کتابیہ سے نکاح کی حرمت

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ (احزاب:52) ترجمہ:۔(ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں) الخ۔کی تفسیر میں امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے امام داؤد قدس سرہ نے اپنی ''ناسخ'' میں روایت کیا کہ امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مذکورہ آیت میں ''عورتوں'' سے مراد اہل کتاب کی عورتیں ہیں یعنی اس کے بعد کتابی عورت آپ ﷺ کے لیے حلال نہیں ہے۔

امام سعید بن منصور قدس سرہ حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ ترجمہ:۔(ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں) الخ۔کی تفسیر میں راوی، کہ امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہودی اور عیسائی عورتوں کا مومنوں کی مائیں بننا نا مناسب ہے۔اصحاب (شوافع) نے فرمایا: (اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی حرمت کی حسب ذیل وجوہ ہیں)

☆ کتابیہ عورتوں کا آپ ﷺ کی بیویاں نہ بننے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور آخرت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج رہیں گی۔اور جنت میں آپ ﷺ ہی کے مقام میں ہوں گی۔

☆ اور اس لیے بھی کہ سید عالم ﷺ کا مقام ومنصب اس بات سے کہیں برتر ہے کہ آپ ﷺ اپنا مادہ منیفہ کسی غیر مسلمہ کے رحم کو سونپ دیں۔اور اس لیے بھی کہ کافرہ عورت (طبعاً) آپ ﷺ کی ہم بستری کو ناپسند کرے گی۔

☆ اور اس لیے بھی کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ ﷺ کے لیے عورتوں کی اباحت ہجرت کے ساتھ مشروط کی ہے۔جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

اللّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ (احزاب:50)

''جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی'' الخ۔

لہٰذا سید عالم ﷺ پر جب مسلمہ غیر مہاجرہ عورت حرام قرار پائی تو غیر مسلمہ بدرجہ اولیٰ حرام ٹھہرے گی۔

☆ ہمارے آئمہ میں سے امام ابو اسحاق قدس سرہ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ اگر کسی کتابیہ سے نکاح فرما لیتے تو وہ بوجہ آپ ﷺ کی شرافت وکرامت کے ضرور مشرف باسلام ہو جاتی۔

☆ (مذکورۃ الصدر وجوہات پر ہی قیاس کرتے ہوئے) کچھ ائمہ کرام کا رجحان یہ ہے کہ کتابیہ لونڈی

سے بھی جماع کرنا آپ ﷺ پر حرام ہی ہے۔ مگر اس قیاس میں صحیح تر یہی ہے کہ کتابیہ لونڈی سے جماع آپ ﷺ کے لیے حلال ہے۔ جیسا کہ امام ماوردی قدس سرہ نے "الحاوی" میں فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے اپنی باندی "ریحانہ" رضی اللہ عنہا سے اس کے مسلمان ہونے سے پہلے جماع فرمایا ہے۔

☆ مگر اس صورت میں سوال یہ ہے کہ آیا ایسی لونڈی کہ اس کے مسلمان ہو جانے یا اس کے اپنے ہی دین پر قائم رہنے کا اختیار دینا بھی آپ ﷺ پر ضروری تھا، تا کہ اسے اپنے پاس رکھیں یا اس سے مفارقت اختیار فرمالیں۔ اس میں دو صورتیں ہیں، ایک ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج میں سے شمار ہو۔ جبکہ دوسری صورت اس کے برعکس ہے کہ کیونکہ سید عالم ﷺ نے جب حضرت ریحانہ "رضی اللہ عنہا" پر اسلام پیش فرمایا تھا تو انہوں نے (اولاً) انکار کر دیا تھا، مگر اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کی ملک میں ہی رہیں، اور آپ ﷺ انہیں مسلسل اپنے ہم بستری سے سرفراز فرماتے رہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس مسلمان عورت نے ہجرت نہ کی ہو اسے بھی اپنے عقد میں لانا حرام تھا۔

امام ترمذی اور امام ابن حاتم قدس سرہما حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کو مومنہ، مہاجرہ عورتوں کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ (احزاب:52)

"ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے، مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال" الخ۔

پس اللہ جل مجدہ نے سید عالم ﷺ کے لیے مومنہ لونڈیاں، اور وہ مومنہ عورت جو نبی کریم ﷺ کے لیے اپنا آپ ہبہ کر دے حلال فرمائی ہیں۔ اور یہ کہ اسلام کے علاوہ ہر دوسرے دین والی عورت بھی آپ ﷺ پر حرام فرما دی ہے۔ چنانچہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ (احزاب:50)

اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں)۔

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

''یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں) الخ''۔

''تک'' اور ان کے علاوہ تمام قسم کی عورتیں آپ ﷺ پر حرام فرما دی ہیں۔ امام ترمذی قدس سرہ نے فرمایا، یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مسلمان لونڈی سے آپ ﷺ کا نکاح کرنا حرام ہے۔ صحیح ترین یہی ہے اس لیے کہ مسلمان لونڈی سے نکاح کا جواز زنا میں مبتلا ہونے کے خدشہ سے مشروط ہے۔ جبکہ سید عالم ﷺ اس سے معصوم ہیں۔ یا اس لیے کہ آزاد عورت سے عقد کرنے کی سکت نہ ہو۔ اور یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے حق میں ناپید ہے کیونکہ آپ ﷺ کا نکاح مہر کا محتاج نہیں۔ نیز یہ تصور بھی ناممکن ہے کہ جس مسلمہ لونڈی سے آپ ﷺ نکاح فرمائیں گے، اس سے ہونے والا بچہ غلام ہوگا۔ جس طرح وہ شخص جو کسی لونڈی سے عقد کرتا ہے تو اس منکوحہ لونڈی سے ہونے والا بچہ اس کا غلام ہوتا ہے۔ جبکہ جان عالم ﷺ کا منصب شریف اس سے کہیں بالاتر ہے۔

☆ امام رافعی قدس سرہ نے فرمایا: جو شخص مسلمہ لونڈی سے نکاح کے جواز کا قائل ہے اس کے نزدیک بھی زنا کا خدشہ لونڈی کے حق میں ہی شرط کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح نکاح کی طاقت کا نہ ہونا بھی آپ ﷺ کے علاوہ ساتھ مشروط ہے۔

☆ اسی بنا پر سید عالم ﷺ کے لیے ایک سے زائد لونڈیوں کا رکھنا جائز ہے، جبکہ امت کے لیے یہ جائز نہیں۔

☆ اگر جان عالم ﷺ کا نکاح کسی مسلمہ لونڈی سے فرض بھی کر لیا جائے اور اس سے آپ ﷺ کا بچہ بھی پیدا ہو جائے تو اولاً نہ تو وہ بچہ غلام ہوگا، اور نہ ہی اس لونڈی کے مالک کے لیے سید عالم ﷺ پر اس بچہ کی قیمت ادا کرنا لازم ہوگی، اس لیے کہ اس بچہ کی غلامی محال ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے۔

☆ امام رافعی قدس سرہ نے فرمایا: اگر جان عالم ﷺ کے حق میں ''نکاح غرور'' فرض کر لیا جائے تو اس تقدیر پر آپ ﷺ پر بچہ کی قیمت ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

☆ امام ابن رفعہ قدس سرہ نے ''مطلب'' میں ذکر فرمایا کہ سید عالم ﷺ کے حق میں ''نکاح غرور'' اور پھر اس کے ذریعہ سے جماع کا تصور ناممکن ہے۔ اس لیے کہ شبہ کے جماع میں اگرچہ گناہ نہیں مگر یہ حرام ضرور ہے۔ اور سید عالم ﷺ کا مقدس دامن اس سے مبرّا ہے۔

☆ اور اس کے جواز کا قائل ہونا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ بالا جماع گناہ نہیں۔ جیسے بھول سے کوئی غلط کام کرنے میں گناہ نہیں ہے۔

آنکھ سے اشارہ کرنے کی حرمت

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے آنکھ سے اشارہ کرنا حرام ہے۔ امام ابو داؤد، امام نسائی، امام بیہقی قدس اسراہم اور امام حاکم قدس سرہ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن چار آدمیوں کے علاوہ سب لوگوں کو پناہ دے دی اور ان چار میں سے ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا جو امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان کے پاس پناہ گزیں رہا۔ پھر جب سید عالم ﷺ نے پناہ گزینوں کو بیعت کے لیے بلایا تو عبداللہ مذکور بھی حاضر خدمت ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ عبداللہ کو بھی بیعت فرمالیجیے۔

اس پر حضور ﷺ نے تین مرتبہ سر انور اٹھا کر اس کی طرف اس انداز سے دیکھا کہ گویا آپ ﷺ اسے بیعت کرنے سے انکار فرما رہے ہیں۔ پھر تیسری بار کے بعد آپ ﷺ نے اسے بیعت فرمالیا۔ ازاں بعد سید عالم ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا زیرک آدمی نہ تھا کہ جب وہ مجھے اس کے بیعت کرنے سے رکتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ تو اٹھ کر اس کا خاتمہ کر دیتا؟ صحابہ کرام بولے: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں آپ ﷺ کا اندرونی بھید معلوم نہ ہو سکا تھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنی آنکھ مبارک سے اشارہ ہی فرما دیا ہوتا، تا کہ ہم اسے ٹھکانے لگا دیتے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نبی کی شان کے مناسب نہیں کہ وہ آنکھوں سے کسی امر کے تحقق کا اشارہ کرے۔ اسی طرح کی روایت امام ابن سعد قدس سرّہٗ نے بھی حضرت ابن المسیب سے مرسلاً روایت کی ہے جس کے آخر میں اس طرح ہے۔ ''اَلْاِیْمَاءُ خِیَانَةٌ لَیْسَ لِنَبِیٍّ اَنْ یُوْمِیَ'' (۳۴۵)

ترجمہ:۔ (اشارہ سے کام لینا ایک طرح کی خیانت ہے اور اشارہ کرنا نبی کی شان نہیں ہوا کرتی)۔

☆ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: آنکھوں کی خیانت کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر نفس الامر اور واقعہ کے خلاف کسی امر مباح کی طرف اشارہ کرنا، جیسے قتل اور پٹائی وغیرہ کا اشارہ کرنا۔

☆ یہ خصوصیت صرف سید عالم ﷺ کی ہے، ممنوع شے کے علاوہ دوسروں کے لیے یہ حرام نہیں ہے۔

☆ اسی سے ''صاحب تلخیص'' نے اس پر استدلال کیا ہے کہ سید عالم ﷺ کے لیے جنگ میں فریق مخالف کو دھوکہ دینا جائز نہیں۔

☆ ''صاحب تلخیص'' کے اس نظریہ کی ''معظم'' نے مخالفت کی ہے۔

☆ امام رافعی قدس سرہ نے فرمایا: مخالفت کی وجہ جیسا کہ بروایت حضرت کعب بن مالک بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ یہ مشہور ہے ہی کہ سید عالم ﷺ جب کسی جنگ سفر کا قصد کرتے تھے تو جائے معہودہ

کے علاوہ دوسری جانب اشارہ فرمایا کرتے تھے۔

☆ (دونوں روایتوں میں تطبیق یوں دی جا سکتی ہے۔ پہلی صورت ذو معنی کلام سے خالی ہوتی ہے، جبکہ ثانی صورت تعریضانہ کلام سے لبریز ہوتی ہے صرف)۔

☆ فرق یہ ہے کہ آنکھوں س اشارہ کرنا مشیر کے لیے معیوب ہوتا ہے۔ جبکہ بڑے بڑے اہم امور میں تعریض سے کام لینا معیوب نہیں ہوتا۔

تبصرہ سیوطی قدس سرہ

امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی قدس سرہ ''دلائل'' میں حضرت ابوہریرہ سے راوی، کہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ بَكْرٍ فِىْ مَدْخَلِهِ الْمَدِيْنَةِ آلِهِ النَّاسَ عَنِّىْ، فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِىْ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّكْذِبَ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اِذَا سُئِلَ، مَا اَنْتَ قَالَ بَا غِىْ فَاِذَا قِيْلَ مَنِ الَّذِىْ مَعَكَ ،قَالَ هَادٍ يَّهْدِيْنِىْ (ص ۳۳۵)

''حضور سید عالم ﷺ نے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق سے فرمایا۔ (جب کوئی پوچھے تو) تم میرے بارے میں لوگوں کو مشغول رکھے رہو۔ اس لیے کہ نبی کے لیے غلط بیانی مناسب نہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین صدیق رضی اللہ عنہ سے جب کوئی پوچھتا، تم کون ہو؟ تو آپ عنہ فرماتے، ''باغی'' (یعنی طالب خیر) ہوں۔ اور پھر جب آپ سے پوچھا جاتا کہ تمہارا ہمراہی کون ہے؟ تو آپ فرماتے، یہ میرا رہبر ہے جو مجھے راستہ دکھلاتا ہے) الحدیث۔

☆ یہ روایت اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ خاص معاملات میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے توریہ (ذو معنی کلام) مناسب نہیں ہے۔ رہا امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کلام تو وہ کوئی واقع اور نفس الامر کے خلاف نہ تھا بلکہ توریہ تھا۔ ''هَادٍ يَّهْدِيْنِىْ'' کے کلام سے آپ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ''يَهْدِيْنِى سَبِيْلَ الْخَيْرِ'' (یعنی) میرا ہمراہی وہ ہے جو مجھے اسلام و آشتی کی راہ دکھلاتا ہے۔

☆ مگر آپ رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو فقط ظاہر کے اعتبار سے کذب پر محمول کیا گیا ہے۔

☆ اور اسی روایت سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے جو کہ ''حدیث شفاعت'' میں آپ علیہ السلام کی سفارش کی بابت مروی ہے کہ آپ علیہ السلام

عذر فرماتے ہوئے فرمائیں گے۔ ''اِنِّیْ کَذِبْتُ ثَلَاثَ کَذِبَاتٍ'' میں نے (بظاہر) تین مرتبہ خلاف واقعہ باتیں کی ہیں (اس لیے کہ) وہ تو صرف توریے تھے۔ (یعنی تعریضاً کلام تھا جس کا مقصد صرف مخاطب کی توجہ ہٹانا تھا)۔

☆ لہٰذا ظاہر یہی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علو مرتبہ کے پیش نظر ان کے لیے ایسا کلام بھی ممنوع ہونا اس کے خصائص سے ہے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کلام کو اپنے لیے کذب سمجھا۔

☆ ابن سبع قدس سرہ نے حضور سرور ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی گنا ہے کہ اذان کی آواز سن لینے کے بعد پھر اس بستی پر آپ ﷺ کے لیے حملہ کر دینا حرام تھا۔

☆ اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت انس سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی قوم پر حملہ کا ارادہ فرماتے تو صبح ہونے تک انتظار فرمایا کرتے تھے، (اور دیکھتے تھے کہ یہاں اذان ہوتی ہے یا نہیں) اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو پھر اس پر حملہ فرمانے سے رک جایا کرتے تھے۔ اور اذان سنائی نہ دیتی تو پھر اس پر حملہ فرما دیا کرتے تھے۔

☆ جیسا کہ امام قضاعی قدس سرہ نے ذکر فرمایا، حضور سرور عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی امداد لینا آپ ﷺ پر حرام تھا۔

امام بخاری قدس سرہ نے اپنی ''تاریخ'' میں حبیب بن یساف سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور جان عالم ﷺ ایک جنگ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو میں نے اور برادری کے ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) ہمیں یہ پسند نہیں کہ جنگ میں ہماری قوم تو شریک ہو اور ہم اس میں شرکت سے محروم رہیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟ تو ہم نے عرض کیا، نہ۔ اس پر سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی امداد نہیں چاہتے''۔

☆ قاضی (عیاض) قدس سرہ نے فرمایا حضور سرور عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ ظلم پر گواہ نہ بنتے تھے۔

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت نعمان بن بشیر سے بھی اسی طرح کی حدیث روایت فرمائی ہے۔

قسم المباحات

عصر کے بعد نفل پڑھنا

عصر کے بعد نماز پڑھنے کا مباح ہونا آپ ﷺ کے خصائص سے ہے۔(امام نووی قدس سرہ نے) ''روضہ'' میں فرمایا کہ (ایک مرتبہ) حضور اکرم ﷺ کی ظہر کے بعد والی دو رکعت رہ گئیں تو انہیں عصر کے بعد ادا فرمایا۔ پھر آپ ﷺ عصر کے بعد انہیں ہمیشہ ادا فرماتے رہے۔

☆ اس ہیشگی کی خصوصیت دو وجہ سے ہے۔ان میں سے صحیح تر وجہ یہی ہے کہ یہ سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

امام مسلم اور امام بیہقی قدس سرہما اپنی ''سنن'' میں حضرت ابو سلمہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا سے ان دو رکعت کی بابت دریافت کیا جو سرور عالم ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔تو حضرت ام المومنین نے فرمایا: وہ دو رکعت تو آپ ﷺ عصر سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے۔مگر ایک مرتبہ وہ آپ ﷺ سے رہ گئی تھیں تو پھر انہیں عصر کے بعد ادا فرمایا۔ ازاں بعد ان پر مواظبت فرماتے رہے۔اور سید عالم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کبھی کوئی نماز شروع فرمادی تو پھر اسے ہمیشہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امام الائمہ احمد، امام ابو یعلی، امام ابن حبان قدس سرہما بسند صحیح حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا سے راوی کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا، حضور انور ﷺ نماز عصر پڑھ کر میری رہائش گاہ پر تشریف لائے۔اور پھر دو رکعت نماز ادا کی۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! (آج) آپ ﷺ نے وہ نماز ادا فرمائی ہے جو اس سے پہلے کبھی ادا نہ فرمائی تھی۔تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (حضرت) خالد (رضی اللہ عنہ) کی آمد نے مجھے ان دو رکعت کی ادائیگی سے روکے رکھا جنہیں میں ظہر کے بعد پڑھا کرتا تھا۔اس لیے وہ دو رکعت میں نے اب ادا کی ہیں۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم سے وہ رکعت رہ جائیں تو کیا ہم بھی انہیں ادا کرلیا کریں۔ارشاد فرمایا: نہ۔

امام بیہقی قدس سرہ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ عصر کے بعد خود نماز پڑھا کرتے تھے۔مگر دوسروں کو اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔اور خود صوم وصال رکھا کرتے تھے جبکہ دوسروں کو وصال سے روکا کرتے تھے۔

امام بخاری قدس سرہ حضرت ام المومنین عائشہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضور سید عالم ﷺ گھر یا باہر دو رکعت کبھی نہ چھوڑا کرتے تھے۔

☆ دو رکعت فجر کے فرضوں سے پہلے
☆ اور دو رکعت عصر کے بعد
☆ بعض نے ذکر کیا کہ نماز کی حالت میں بچہ اٹھا لینا، حضور سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے نماز ادا فرمائی۔ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو انہیں اتار دیا کرتے تھے۔ اور جب قیام فرما ہوتے تو انہیں پھر اٹھا لیا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر قدس سرہ نے ''بخاری شریف'' کی شرح میں بعض آئمہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

غائبانہ جنازہ پڑھنے کی خصوصیت

☆ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا حضور سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ کا حضرت نجاشی پر نماز جنازہ پڑھنے کو حضرت امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے اسی قبیل سے شمار کیا ہے۔ نیز امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

☆ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھانا سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ جیسا کہ ''صحیحین'' کی حدیث ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور دوسروں کو اس سے منع فرمایا۔

امام دار قطنی اور امام بیہقی قدس سرہما نے بطریق جابر جعفی اور امام شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے بعد بیٹھ کر کوئی بھی امامت نہ کرائے۔

☆ ''تبصرہ'' امام دار قطنی قدس سرہ نے فرمایا: اس حدیث کو جابر جعفی کے سوا اور کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔ اور جابر جعفی متروک الحدیث ہیں۔ اور یہ حدیث مرسل ہے۔ لہٰذا لائق حجت و استدلال نہیں ہو سکتی۔

☆ حضرت امام الائمہ شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جس آدمی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے اس لیے کہ) اسے بھی بخوبی علم ہے کہ یہ حدیث مرسل

ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ اور اس لیے بھی کہ یہ ایک ایسے آدمی سے مروی ہے جس کی روایت لیتے ہوئے لوگ روگردانی کرتے ہیں۔

بن کھائے پیئے روزے رکھنا

☆ صوم وصال کا مباح ہونا سرور عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: بن کھائے پیئے روزہ رکھنے سے اپنے آپکو بچائے رکھو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بولے: یارسول اللہ ﷺ! مگر آپ ﷺ تو اس قسم کے روزے رکھتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِنِّی لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّی اَبِیْتُ، یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِیْ'' (ص ۳۳۶) ترجمہ:۔ (میں تمہاری طرح نہیں ہوں میری شب باشی اس حال میں ہوتی ہے کہ میرا پروردگار جل مجدہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔ اس حدیث کے مطلب میں اختلاف ہے (کہ آیا آپ ﷺ کے پاس جنت سے کھانا پینا آتا تھا۔ اور جنتی کھانے سے روزہ افطار نہیں ہوتا۔ اور بعض نے اسے مجاز پر محمول فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ میں بن کھائے پیئے ایسے ہی قوت رکھی گئی تھی جیسے ایک کھانے پینے والے میں قوت ہوتی ہے۔

☆ جمہور آئمہ کا رجحان یہ ہے کہ بغیر کھائے پیئے پے در پے روزے رکھنا سید عالم ﷺ کے لیے مباح تھا۔ جبکہ حضرت امام الحرمین قدس سرہ کا مذہب یہ ہے کہ صوم وصال سید عالم ﷺ کے حق میں ایک طرح کے تقرب کو واضح کرتا ہے۔ اس مقام پر صاحب ''مطلب'' نے ایک لطیفہ کی نشان دہی کی ہے۔ وہ یہ کہ آپ ﷺ کے لیے صوم وصال کے مباح ہونے کی خصوصیت بمقابلہ تمام امت کے ہے چند افراد کی نسبت سے نہیں اس لیے کہ بہت سے اولیاء عظام کے لیے مشہور ہے کہ وہ بن کھائے پیئے مسلسل روزے سے رہا کرتے تھے(1)۔

صاحب ''مطلب'' نے فرمایا: صوم وصال کی ممانعت سب کے اعتبار سے ہوگی۔

فائدہ جلیلہ

امام ابن حبان قدس سرہ نے اپنی ''صحیح'' میں اسی حدیث سے اس روایت کے بطلان پر استدلال کیا ہے، جس میں مروی ہے کہ سید عالم ﷺ گرسنگی کے باعث شکم اقدس پر پتھر باندھ دیا کرتے تھے۔

1۔ جیسے حضرت غوث الثقلین سیدنا السید عبد القادر گیلانی نے مدتوں بن کھائے پیئے ایک ایک سال کا روزہ رکھا ہے۔ (سیرت غوث اعظم: علامہ توکلی مرحوم) اسی طرح حضرت سہل تستری، حضرت بایزید بسطامی، حضرت ابو تراب نخشی وغیرہم سے بھی اسی قسم کا روزہ منقول ہے۔ (رسالہ قشیریہ وغیرہ) مترجم غفرلہ

اس روایت کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ جب سید عالم ﷺ صوم وصال فرماتے تھے تو آپ ﷺ کو اللہ عزوجل کھلاتا پلاتا تھا۔ لہٰذا عدم وصال کی صورت میں آپ ﷺ اس طرح گرسنہ کیسے رکھے جاسکتے ہیں کہ جس سے آپ ﷺ کو شکم اقدس پر پتھر باندھنے کی ضرورت پڑ جائے۔

منشائے بطلان

امام ابن حبان قدس سرہ نے فرمایا: مذکورہ روایت میں لفظ حدیث ''الحجز'' ''زا'' کے ساتھ ہے جس کا معنی چادر کا کنارہ ہے۔ پھر اس لفظ ''الحجز'' کی ''زا'' کو غلطی سے ''را'' لکھ دیا گیا۔ (یعنی رداء اقدس کے کنارے شکم اقدس پہ باندھ لیا کرتے تھے)۔

سرور عالم ﷺ کے انہی خصائص میں یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی کلام مبارک میں کسی کام کے ارادہ پر کافی بعد بھی انشاء اللہ فرما سکتے ہیں۔ (جیسا کہ) اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (کہف: 24-23)

''اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے''۔

امام طبرانی اور امام ابن ابی حاتم قدس سرہما اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے راوی کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا (مذکورہ آیت کریمہ میں گویا فرمایا جا رہا ہے) اے حبیب مکرم ﷺ! جب آپ ﷺ انشاء اللہ کہنا فراموش فرما دیں تو پھر یاد آوری پر انشاء اللہ فرما لیا کریں۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خصوصیت صرف سیّد عالم ﷺ ہی کی ہے۔ ہم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں۔ ہم میں سے (مثلاً) اگر کوئی شخص قسم کھائے (اور پھر اس قسم کے اِلغا کا ارادہ ہو) تو فوراً انشاء اللہ کہہ لے۔

☆ شیخ الاسلام امام عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما اور دوسرے ائمہ کرام نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی ذات گرامی اور اللہ جل مجدہ کو ایک ضمیر میں جمع فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

نیز فرمایا:

وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ۔

ضمیر واحد سے اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول مکرم کو اکٹھا کر کے بیان کرنا دوسروں کے لیے ممنوع ہے۔جیسا کہ ایک خطیب سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: جبکہ انہوں نے دوران خطبہ یوں کہا تھا:

مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰی (ص ۳۴۷)

''اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول محتشم ﷺ کا مطیع کامیاب۔ اور ان کا نافرمان نامراد ہے)۔ تو اچھا خطیب نہیں ہے (اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو: وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ)۔

ائمہ کرام نے فرمایا: اللہ جل مجدہ اور رسول کریم ﷺ کا ایک ضمیر میں جمع کرنا سید عالم ﷺ کے علاوہ دوسروں کے لیے اس لیے ممنوع ہے کہ دوسرا آدمی جب دونوں کو ایک ضمیر میں جمع کرے گا تو پھر دونوں میں برابری کا وہم پیدا ہو سکتا ہے جبکہ یہ بات سید عالم ﷺ سے متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ کے عالی منصب سے یہ تصور ناممکن ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

صوفیائے سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے استاد شیخ تاج الدین بن عطا اللہ قدس سرہما نے اپنی کتاب ''التنویر'' میں فرمایا: انبیاء کرام السلام پر زکوٰۃ اس لیے واجب نہیں ہوتی کہ ان کی اللہ جل مجدہ کے ساتھ کوئی ملکیت نہیں ہوتی۔ ہاں ان کے سینوں میں محفوظ اللہ جل مجدہ کی امانتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے خرچ کرتے ہیں اور جہاں روکنا ہوتا ہے روک دیتے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ زکوٰۃ میلے کچیلے کو پاک کیا کرتی ہے جبکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی معصومیت وعفت کے باعث میل وکچیل سے بری ہوتے ہیں۔

☆ مال فئی سے بیسواں حصہ اور مال غنیمت وفئی سے پچیسواں حصہ لے لینا سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ اور غنیمت کی تقسیم سے قبل اپنے لیے لونڈی وغیرہ منتخب کر لینا بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (حشر:7)

''جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے''۔

ورفرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (انفال:41)

''اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو، تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لیے ہے''۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ جل مجدہ نے رسول کریم ﷺ کو اس مال فئی میں (تصرف کی) وہ خصوصیت عطا فرمائی ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو نہ مل سکی جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (حشر)

''اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے، تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے''۔

چنانچہ یہ سید عالم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ (اس مال میں سے) اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا نفقہ پس انداز رکھنے کے بعد باقی کو اللہ جل مجدہ کے مال کا مصرف بنا دیتے تھے۔ سید عالم ﷺ زندگی بھر اسی معمول پر عمل پیرا رہے۔ پھر جب سید عالم ﷺ وصال فرما گئے تو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق نے (خلیفہ منتخب ہونے پر) فرمایا:

اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَعَمِلَ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں۔ چنانچہ آپؓ بھی اس میں وہی عمل فرماتے رہے جو سید عالم ﷺ نے فرمایا تھا''۔

امام ابوداؤد اور امام حاکم قدس سرہما حضرت عمرو بن عبسہ سے راوی کہ آپؓ نے فرمایا: حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لیے خمس کے سوا کوئی شیء روا نہیں اور خمس بھی تم میں لوٹا دیا گیا ہے۔

امام ابن سعد اور حافظ ابن عساکر قدس سرہما نے حضرت عمر بن حکم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب بنو قریظہ گرفتار ہوئے تو تمام قیدی سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیے گئے جن میں زید بن عمر کی بیٹی ''ریحانہ'' بھی تھیں۔ پھر سید عالم ﷺ کے حکم سے وہ علیحدہ کر دی گئیں۔ اور سید عالم ﷺ کو اختیار ہوتا تھا کہ اپنے لیے غنیمت سے کوئی شے منتخب فرمالیں۔

امام بیہقی قدس سرہ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت یزید بن شخیر سے اور انہوں نے ایک دیہاتی

''صحابی'' سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے انہیں چمڑے کے ایک ٹکڑا میں یوں تحریر فرمایا: ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کی طرف بنی زہیر بن اقیش کی طرف! سن لو اگر تم نے اس کی گواہی دی کہ پرستش کے لائق اللہ ہے۔ اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور غنیمت کا خمس ادا کیا اور نبی کریم ﷺ کا حصہ اور منتخب حصہ ادا کیا تو تمہیں اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے پناہ ہے۔

☆ ابن عبدالبر نے کہا کہ سہم صفی (منتخب حصہ کا ثبوت) صحیح اثار میں مشہور علماء کے نزدیک معروف ہے۔

☆ اور اہل سیر کا اس میں اتفاق ہے کہ حضرت ام المومنین صفیہ بھی اسی حصہ سے تھیں۔ اور علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ صرف سید عالم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

☆ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کی تلوار ''ذوالفقار'' بھی سہم ''صفی'' سے تھی۔

☆ سرور عالم ﷺ کی انہیں خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے لیے جاگیر مقرر فرما سکتے ہیں۔ اور یہ بھی حضور سید عالم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ جس کو آپ ﷺ جاگیر عطا فرما دیں اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔

☆ امام بخاری قدس سرہٗ حضرت ابن عباس سے راوی کہ حضرت صعب بن جثامہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جاگیر مقرر کرنا اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول مکرم کے علاوہ اور کسی کے لیے جائز نہیں۔

☆ ائمہ (شافعیہ) نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے کہ آپ ﷺ بنجر زمین اپنے لیے آباد کروا سکتے ہیں۔ جبکہ دوسرے حکمرانوں کے لیے قطعاً جائز نہیں۔

☆ البتہ دوسرے مسلمانوں کی منفعت کی خاطر یہ بھی آباد کروا سکتے ہیں۔

☆ اور بعض نے فرمایا یہ بھی جائز نہیں۔

☆ اور بصورت جواز اس کا بعد والوں کے لیے منتقل کرنا بھی جائز ہے۔

☆ سید عالم ﷺ جس کسی کوئی جاگیر عطا فرما دیں تو اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کی حالت بدل سکتی ہے۔

☆ اور سید عالم ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کسی جگہ کے مفتوح ہونے سے قبل ہی کچھ حصہ اراضی لوگوں کو عطا فرما دیا کرتے تھے۔ اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کو اللہ جل مجدہٗ نے زمینوں کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ ﷺ ان میں حسب منشاء تصرف فرما سکتے ہیں۔

35A

☆ چنانچہ سید عالم ﷺ نے حضرت تمیم داری اور ان کی اولاد کو بیت المقدس کی فتح سے قبل ہی وہاں کے ایک قصبہ کی جاگیر عطا فرمادی تھی جو آج تک ان کی اولاد کے قبضہ میں چلی آ رہی ہے۔

ایسی جاگیر کا چھیننا کفر ہے

پھر ایک حاکم نے ان کی اولاد سے وہ جاگیر چھیننا چاہی تو امام غزالی قدس سرہٗ نے اس حاکم کے اس اقدام پر اس کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی حضور سید عالم ﷺ تو جنت کی زمین بطور جاگیر عطا فرمادیا کرتے تھے۔ تو دنیا کی زمین کی جاگیر تو بدرجہ اولیٰ عطا فرما سکتے ہیں۔

☆ مکہ مکرمہ میں جنگ کا مباح ہونا، اور حرم میں کسی کو قتل کر دینا، اور مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا اور کسی کو پناہ دینے کے بعد قتل کر دینا۔ یہ سب امور سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ (بلد) ترجمہ۔ مجھے اس شہر کی قسم۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ فتح مکہ کے سال جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر انور پر خود تھا۔ جب اسے اتارا تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: ابن خطل تو کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: اسے (وہیں) قتل کر دو۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابوشریح عدوی سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں نے فتح مکہ کے دن سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے مکہ مکرمہ کو اللہ جل مجدہٗ نے حرمت والا بنایا ہے۔ مگر لوگوں نے اس کی حرمت برقرار نہ رکھی۔ اللہ جل مجدہٗ پر ایمان رکھنے، اور قیامت کا یقین رکھنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے یا اس کے درخت کاٹے۔

ہاں اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے فتح مکہ کے دن جنگ کرنے سے رخصت ثابت کرے تو اسے کہہ دو کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ جل مجدہٗ نے اجازت عطا فرمائی ہے۔ اور تم میں سے کسی کے لیے اجازت نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ فتح مکہ کے دن سید عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہوئے۔ اور سید عالم ﷺ کے سر انور پر سیاہ عمامہ تھا۔

☆ ابن قاص قدس سرہٗ نے فرمایا: پناہ دینے کے بعد پھر اسے قتل کر دینا سید عالم ﷺ کے لیے مباح ہے۔

35B

☆ امام رافعی قدس سرہٗ نے فرمایا: ائمہ نے ابن قاص کی اس رائے کو غلط قرار دیا ہے۔ائمہ نے فرمایا (اس لیے کہ) جب سید عالم ﷺ پر آنکھ سے اشارہ کرنا حرام ہے۔تو پناہ دینے کے بعد اسے قتل کر دینا کیوں کر حلال ہوسکتا ہے۔

☆ اپنے علم شریف کے مطابق فیصلہ فرمانا اور اپنی ذات گرامی اور اپنی اولاد کرام کے لیے خود فیصلہ دے دینا، اور جو آدمی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی اولاد گرامی کے لیے گواہی دے، اسے قبول فرمالینا، اور اپنی ذات اقدس اور اپنی اولاد امجاد کے لیے خود گواہی دینا، سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ ہدیہ قبول فرمالینا سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے جبکہ دوسرے حکام کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''قضا بالعلم'' کے باب میں حضرت ابوسفیان کی بیوی حضرت ہند کی حدیث روایت نقل کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے حضرت ہند سے فرمایا تھا: ابوسفیان کے مال سے تمہیں اور تمہاری اولاد کو جو کفایت کر سکے تم اتنا بلا اسراف خرچ کر سکتی ہو۔

اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے سید عالم ﷺ کا اپنی ذات گرامی کے لیے خود فیصلہ دینا اور جو شخص آپ ﷺ کے لیے گواہی دے اسے قبول کر لینا، کے بارے میں حضرت خزیمہ کی گواہی والی حدیث روایت کی جو آگے آرہی ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا: جب یہ جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ سید عالم ﷺ اپنی اولاد کے لیے خود ہی فیصلہ فرمادیں۔جبکہ ہدیہ قبول کرنے کی حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں بھی آپ ﷺ کے لیے کوئی فتویٰ اور حکم لگا دینا مکروہ نہیں اسے لیے کہ غصہ کے وقت جس کا ہم سے خدشہ وقوع میں آسکتا ہے وہ آپ ﷺ سے نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ مسلم شریف کی ''شرح'' میں امام نووی قدس سرہٗ نے حدیث لقطہ کے قریب ذکر فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے (ایک مرتبہ) غصہ کی حالت میں فتویٰ صادر فرمایا جبکہ اس وقت آپ ﷺ اس قدر غضب ناک تھے کہ رخسار مبارک غصہ سے سرخ ہورہے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہیں خصائص سے ہے کہ آپ ﷺ کے لیے قوی خواہش کے باوجود روزہ کی حالت میں بوسہ لینا جائز تھا۔دوسروں کے لیے یہ حرام ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ام المومنین عائشہ سے راوی کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا:

سرورِ عالم بحالت روزہ بھی بوسہ لیتے تھے (لیکن) تم میں سے کون ہے جو سید عالم ﷺ کی طرح اپنی خواہش پر مکمل ضبط رکھتا ہو۔

امام مسلم اور امام ابن ماجہ قدس سرہما نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ مجھے سید عالم ﷺ روزہ کی حالت میں بھی اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی خواہش پر مکمل ضبط رکھتے تھے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ انہیں روزہ کی حالت میں چوم لیتے تھے اور ان کی زبان چوستے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ احرام کے بعد مسلسل خوشبو میں بسا رہنا آپ ﷺ کے لیے جائز ہے۔ مالکیوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت ام المومنین عائشہ سے راوی کہ ام المومنین نے فرمایا: گویا میں احرام کی حالت میں سید عالم ﷺ کی مانگ شریف میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔

☆ مالکیہ نے فرمایا کہ احرام کے بعد خوشبو کی ہمیشگی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ عام لوگوں کو احرام کے بعد خوشبو کی ممانعت اس لیے ہے کہ یہ جماع کے دواعی سے ہے جس سے احرام کے ٹوٹنے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ مگر سید عالم ﷺ چونکہ اپنی خواہش پر مکمل قابو رکھتے تھے اس لیے آپ ﷺ ہمیشہ خوشبو میں بسے رہتے تھے۔

☆ اور اس لیے بھی خوشبو کہ سید عالم ﷺ کو محبوب تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کو اس کے استعمال میں رخصت دی گئی ہے۔

☆ اور اس لیے بھی خوشبو کے استعمال میں رخصت ہے کہ وحی کے باعث آپ ﷺ کا میل جول فرشتوں سے رہتا تھا۔

☆ غسل ضروری کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا، اور سید عالم ﷺ کے پشت اقدس کے بل سونے کے باوجود وضو کا نہ ٹوٹنا، سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ اور ایک روایت کے مطابق بیوی کو بوس کنار کرنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا بھی جانِ عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ میرے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے۔

امام ترمذی اور امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت ابو سعید سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا بحالت غسل ضروری میرے اور تیرے سوا مسجد میں ٹھہرنا

کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

امام بزار قدس سرہٗ حضرت سعد سے راوی کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت امیر المومنین علیؑ سے فرمایا: میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں بحالت جنابت کسی کے لیے ٹھہرنا روا نہیں۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی تین خوبیاں

حضرت امیر المومنین عمر فاروق بن خطاب سے امام ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا:

لَقَدْ اُعْطِیَ عَلِیٌّ ثَلَاثُ خِصَالٍ لَاَنْ یَّکُوْنَ لِیْ خَصْلَةٌ مِّنْھَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اُعْطِیٰ حُمُرِ النُّعَمِ :تَزْوِیْجَةُ فَاطِمَةُ وَسُکْنَاہُ الْمَسْجِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِیْ فِیْہِ مَایَحِلُّ لَہٗ وَالرَّایَةُ یَوْمَ خَیْبَرِ (ص339)

"امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تین ایسی خوبیوں کے حامل ہیں کہ مجھے ان میں سے ایک ہی حاصل ہو جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے: ☆ایک ان کا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے عقد کا ہونا ☆اور ان کا سید عالم ﷺ کے ہمراہ مسجد میں سکونت پذیر ہونا جو انہیں کے لیے روا ہے جبکہ میرے لیے جائز نہیں ☆اور خیبر کے دن انہیں پرچم کا ملنا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ حضرت ام المومنین ام سلمہ سے راوی کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اور علی، فاطمہ، حسن و حسین سلام اللہ علیہم کے علاوہ کسی بھی جنبی اور حائضہ کے لیے یہ مسجد رہنے کے لیے حلال نہیں۔

زبیر بن بکار قدس سرہٗ نے اخبار مدینہ میں حضرت ابو حازم اشجعی سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک پاکیزہ مسجد بنانے کا حکم فرمایا، جس میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہی ٹھہر سکتے ہیں۔ اور اللہ جل مجدہٗ نے مجھے بھی ایک پاکیزہ مسجد بنانے کا ارشاد فرمایا ہے جس میں صرف میں اور علی رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے ٹھہر سکتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس مسجد میں جو شے میرے لیے جائز ہے وہ تمہارے لیے بھی جائز ہے۔

ازواج مطہرات ایامِ مخصوصہ میں مسجد میں ٹھہر سکتی ہیں

امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا سے روایت کیا کہ

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَااُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِجُنُبٍ وَّلَا حَائِضٍ اِلَّا لِمُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَعَلِیٍّ وَّفَاطِمَۃَ (ص339)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس مسجد کو محمد ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے سوا اور کسی جنبی اور حائضہ کے لیے جائز نہیں کرتا''۔

امام بیہقی قدس سرہ نے اپنی ''سنن'' میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنِّی لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ اِلَّا لِمُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

''میں اس مسجد کو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے علاوہ اور کسی حائضہ اور اجنبی کے لیے جائز نہیں رکھتا''۔(ص ۳۴۰)

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے ایک شب وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی پھر آرام فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے لمبے لمبے سانس سنے۔ پھر آپ ﷺ کے پاس مؤذن آیا اور وضو کیے بغیر نماز کے لیے قیام فرما ہو گئے۔ حضرت ابن مسعود نے امام بزار قدس سرہ راوی کہ سید عالم ﷺ بحالت سجدہ نیند فرمانے کے بعد پھر اسی طرح کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری فرما لیا کرتے۔

امام ابن ماجہ اور امام ابو یعلی قدس سرہما حضرت ابن مسعود سے راوی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سید عالم ﷺ پشت اقدس کے بل اتنا سوتے تھے کہ لمبے لمبے سانسوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر آپ ﷺ وضو فرمائے بغیر اسی طرح قیام فرما ہو کر نماز پڑھ لیا کرتے۔ (اور سونے کی حالت میں) وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے سید عالم ﷺ کی آنکھیں تو آرام فرما ہوتی تھیں (مگر) دل بیدار رہتا تھا۔

امام ابن ماجہ قدس سرہ حضرت ام المومنین عائشہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ طاہرہ کو چوما اور پھر نماز ادا فرمائی اور دوبارہ وضو نہ فرمایا۔ اور ایک روایت میں حضرت ام المومنین سے یہ لفظ منقول ہیں۔ سید عالم ﷺ وضو فرماتے تھے، پھر چومتے تھے اور نیا وضو فرمائے بغیر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ شیخ عبدالحق قدس سرہ نے فرمایا میں اس حدیث میں ایسی کوئی بھی علت نہیں جانتا کہ جس

سے ترک وضو لازم آ جائے۔

امام نسائی قدس سرہ نے صحیح سند سے حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا: سید عالم ﷺ اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ میں آپ ﷺ کے سامنے یوں پڑی ہوتی تھی جیسے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ جب سید عالم ﷺ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے اپنے پاؤں مبارک سے چھوا کرتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے روا ہے کہ بلاسبب جس پر چاہیں، لعنت فرمائیں۔ اسے ابن القاص اور امام الحرمین قدس سرہ نے ذکر کیا ہے اور اس کے فوائد بھی ذکر کیے ہیں۔

امام بخاری و امام مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں تو اس کا مجھ سے خلاف نہیں کرے گا۔'' میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے مسلمانوں میں سے جسے میں کوئی تکلیف دوں، یا گالی نکالوں، یا لعنت بھیجوں، یا اسے کوڑے لگاؤں، تو ان سب باتوں کو اس کے لیے کفارہ سیئات اور ذریعہ دعا بنا دے، اور اس کی ایسی نجات کر دے جس کی بدولت وہ قیامت میں تیرے قرب میں رہے۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے ''بسند صحیح'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ام المومنین حفصہ کے پاس ایک شخص بھیجا اور فرمایا اس کی نگہبانی کرتی رہو (مگر) حضرت ام المومنین اس شخص سے بے خبر ہو گئیں اور وہ چلا گیا۔ پھر سید عالم ﷺ نے حضرت ام المومنین سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کاٹ دے۔ اس پر آپؓ گھبرا اٹھیں۔ پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: (گھبرانے کی کیا بات ہے) میں نے اللہ جل مجدہ سے درخواست کر رکھی ہے کہ اپنی امت میں سے جس آدمی کو بددعا دوں تو تو اس دعا کو ذریعہ مغفرت بنا دے۔ امام طبرانی قدس سرہ حضرت معاویہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اے اللہ! جاہلیت میں جس پر میں نے لعنت بھیجی ہے، پھر وہ مسلمان ہو گیا تو میری اس لعنت کو اس کے لیے اپنے ہاں قربت کا ذریعہ بنا دے۔

☆ بلا اجازت کسی بھی آدمی کے کھانے پینے کی اشیاء میں تصرف کرنا سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔ اور مالک پر ان اشیاء کا (بلا تامل) سید عالم ﷺ پر خرچ کرنا فرض ہے۔ اگرچہ وہ خود محتاج ہی کیوں نہ ہو۔ اور اپنی جان سید عالم ﷺ پر نچھاور کر دے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (احزاب:6)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

ائمہ کی ایک جماعت نے ذکر فرمایا کہ اگر کوئی ظالم سید عالم ﷺ کی جان کے درپے ہو جائے تو وہاں جو بھی شخص موجود ہو اس پر واجب ہے کہ وہ سید عالم ﷺ کو بچاتے ہوئے اپنی جان نثار کر دے۔ جیسے حضرت طلحہ نے جنگ احد میں اپنی جان کی بازی لگا کر سید عالم ﷺ کو بچالیا تھا۔

☆ اگر سید عالم ﷺ کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا پسند فرمالیں اور وہ عورت ہو بھی غیر شادی شدہ تو اس پر سید عالم ﷺ کی اظہار پسندیدگی پر لبیک کہنا فرض ہے۔ اس بعد کسی اور کے لیے ایسی خاتون کی خواستگاری کرنا حرام ہے اور اگر وہ شادی شدہ تو پھر اس کے شوہر پر فرض ہے کہ وہ سید عالم ﷺ کے نکاح کی خاطر اسے طلاق دے دے۔ اس کی دلیل مذکورہ آیت کریمہ ہے نیز یہ آیت کریمہ بھی اس کی دلیل ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال:24)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو''۔

اسی آیت کریمہ سے امام ماوردی نے بھی یہی استدلال کیا ہے۔

☆ جبکہ امام غزالی قدس سرہٗ نے حضرت زید بن حارثہ کے قصہ سے وجوب طلاق پر استدلال کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ (نکتہ) بھی بیان فرمایا کہ اس میں شوہر کی جانب سے بھید یہ ہے کہ یہاں ''اس کا اپنی بیوی سے علیحدگی کے صدمہ سے''اس کے ایمان کا امتحان ہے۔

فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ص340)

''سید عالم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اسے اس کے اہل وعیال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں۔ اور اس میں سید عالم ﷺ کی طرف سے راز یہ ہے کہ آپ ﷺ کو انسانی مشقت سے آزمائش کرنا، اور آنکھوں کی خیانت اور پوشیدہ رکھنے والی چیزیں جو ظاہر کے خلاف ہوں سے رُکنا ہے۔

☆ یہ (امر) بالاتفاق (مسلمہ) ہے کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِیْ

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ (احزاب:38)

"نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گذر چکے۔ کی تفسیر میں امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا یعنی آپ ﷺ جس عورت سے بھی چاہیں نکاح فرما سکتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے لیے حلال ہے۔

☆ اور اس لیے بھی کہ متعدد ازواج رکھنا پہلے انبیاء علیہ السلام کا طریقہ تھا۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں جبکہ خود حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک صد بیویاں تھیں۔

امام بیہقی نے اپنی سنن میں "از، يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ ترجمہ۔ اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں۔ "الخ" تا، خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ الخ" ترجمہ۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں کی تفسیر میں روایت کیا کہ اللہ جل مجدہٗ نے جس دن سید عالم ﷺ کی عم زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد، سید عالم ﷺ کے لیے حلال فرمائیں۔ اسی دن آپ ﷺ کی متعدد ازواج ہونے کے باوجود وہ خواتین بھی حلال فرمادیں جو شادی شدہ نہیں۔

متعدد ازواج رکھنے کی حکمت

☆ علماء نے فرمایا آزاد آدمی کو غلام پر فوقیت حاصل ہے اور آزاد کے لیے غلام سے زیادہ بیویاں رکھنا بھی مباح ہے۔ لہٰذا جب ایک آزاد آدمی کے لیے غلام پر فضیلت رکھنے کے سبب غلام سے زیادہ بیویاں رکھنا مباح ہے تو پھر ضروری ہوا کہ سید عالم ﷺ کے لیے بھی امت سے زیادہ بیویاں رکھنا مباح ہوں، اس لیے کہ آپ ﷺ تمام امت پر (جو) فوقیت وفضیلت رکھتے ہیں (وہ مخفی نہیں)
چار سے زائد بیویاں کیوں روا رکھی گئیں۔

چار سے زائد بیویاں کیوں روا رکھی گئیں

وَحَكَى الْقُرْطَبِيُّ فِي تَفْسِيْرِهِ اَنَّهُ اُحِلَّ لِنَبِيِّنَا ﷺ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَاةً وَذَكَرَ فِيْ ذَالِكَ فَوَائِدَ. مِنْهَا نَقْلُ مَحَاسِنِهِ الْبَاطِنَةِ فَاِنَّهُ ﷺ مُكَمِّلُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ "(ص 341)

"علامہ قرطبی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے ننانوے بیویاں

خلال تھیں۔اس (تعداد میں) علامہ قرطبی قدس سرہٗ نے کئی فائدے بھی ذکر کیے ہیں۔انہی فوائد میں سے ایک سید عالم ﷺ کے باطنی محاسن وکمالات کا نقل کرنا ہے۔اس لیے سید عالم ﷺ ظاہرو باطن دونوں کی تکمیل فرمانے والے ہیں:

وَمِنْهَا نَقْلُ الشَّرِيْعَةِ الَّتِيْ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهَا الرِّجَالُ (ص 341)

''اور انہی میں سے ایک یہ کہ شریعت کے ان احکام کا نقل کرنا ہے جس پر مرد مطلع نہ ہو سکے تھے''۔

وَمِنْهَا تَشْرِيْفُ الْقَبَائِلِ بِمُصَاهَرَتِهٖ

''اور ایک ان میں سے یہ کہ سید عالم ﷺ کے سسرالی رشتہ کے باعث قبائل کا بابرکت ہونا ہے''۔

وَمِنْهَا شَرْحُ صَدْرِهٖ بِكَثْرَتِهِنَّ عَمَّا يُقَاسِيْهِ مِنْ اَعْدَائِهٖ

اور انہی میں یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی کثرت کے سبب سید عالم ﷺ کا سینہ اقدس آپ ﷺ کے دشمنوں کی تکالیف سے ہلکا ہو جاتا تھا۔

وَمِنْهَا زِيَادَةُ التَّكْلِيْفِ فِي الْقِيَامِ بِهِنَّ مَعَ تَحَمُّلِ اَعْبَاءِ الرِّسَالَةِ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اَعْظَمَ لِمَشَاقِّهٖ وَاَكْثَرَ لِاَجْرِهٖ

''اور نیز یہ کہ (کثرت ازواج زیادتی ثواب کا ذریعہ ہے اس لیے کہ) رسالت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے باوجود پھر بھی ان کے حقوق کی نگہداشت رکھنا اس میں مشقت وتکلیف کا زیادہ سامنا کرنا ہوتا ہے جو بکثرت ثواب کا موجب ہے''۔

وَمِنْهَا اَنَّ النِّكَاحَ فِيْ حَقِّهٖ عِبَادَةٌ'' (ص ۳۴۱)

''نیز یہ کہ سید عالم ﷺ کے لیے (زیادہ) نکاح فرمانا عبادت ہے''۔

(وہ اس طرح کہ) ائمہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ سے اس وقت عقد فرمایا جب کہ آپ کے والد ماجد (حضرت ابوسفیان) ہنوز سید عالم ﷺ کے دشمن تھے اور اسی طرح حضرت ام المومنین صفیہ سے بھی اس وقت عقد فرمایا جبکہ موصوفہ کے شوہر، چچا اور والد کو سید عالم ﷺ نے مروا دیا تھا۔لہٰذا سید عالم ﷺ کی ازواج اگر آپ ﷺ کے باطنی احوال سے باخبر نہ ہوتیں اور نیز اگر آپ ﷺ کے تمام مخلوق سے کامل تر ہونے پر مطلع نہ ہوتیں، تو بداہتہً ان کی انسانی طبیعت انہیں اپنے ہی رشتہ داروں اور باپ، داداؤں کی طرف راغب رکھتی۔(اس فائدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کی بیٹیوں سے عقد فرما کر انہیں اسلام وتبلیغ کی دولت سے مالا مال کرنا عبادت ہے)۔

وَكَانَ فِيْ كَثْرَةِ النِّسَآءِ عِنْدَهٗ بَيَانٌ بِمُعْجِزَاتِهٖ وَكَمَا لِهٖ بَاطِنًا كَمَا

عَرَفَهُ الرِّجَالُ مِنهُ ظَاهِرًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (ص341)

"سید عالم ﷺ کے ہاں متعدد ازواج بدیں وجہ تھیں تا کہ (ان کے ذریعہ) آپ ﷺ کے باطنی کمالات و معجزات بھی اسی طرح ظاہر ہو جائیں جس طرح مردوں کے ذریعہ آپ ﷺ کے ظاہری کمالات آشکارا ہوئے تھے۔

☆ بلا گواہ اور بلا شہود ولی نکاح کر لینے کی اباحت بھی سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے ہے۔

امام بیہقی قدس سرہ اپنی "سنن" میں حضرت ابوسعید سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نکاح جبھی ہوسکتا ہے جبکہ گواہ اور ولی موجود ہوں۔ مگر سید عالم ﷺ کا نکاح ولی اور گواہوں کے بغیر بھی ہوسکتا ہے۔ نیز امام بیہقی قدس سرہ نے وہ روایت بھی ذکر فرمائی ہے جسے امام مسلم قدس سرہ نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے جب حضرت ام المومنین صفیہ سے زفاف فرمایا تو لوگ کہنے لگے: نامعلوم سید عالم ﷺ انھیں اپنی بیوی بناتے ہیں یا ام ولد، پھر خود ہی اپنی رائے سے کہنے لگے: اگر سید عالم ﷺ نے انہیں باپردہ رکھا تو پھر تو یہ بیوی ہیں۔ اور اگر بلا حجاب رکھا تو پھر ام ولد ہیں۔

بعدہٗ جب سید عالم ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو سوار ہوتے وقت انہیں باپردہ رکھا۔ پھر سب کو معلوم ہو گیا کہ سید عالم ﷺ نے انھیں اپنی زوجہ بنالیا ہے، اور نکاح پر دلالت کی وجہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، ظاہر ہے۔

نکاح میں اذنِ ولی اور گواہی کا اعتبار کیوں ہے؟

قَالَ الْعُلَمَآءُ اِنَّمَا اُعْتُبِرَ الْوَلِيُّ فِيْ نِكَاحِ الْاَ مَةِ لِلْمُحَا فَظَةِ عَلٰى الْكَفَائَةِ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَوْقَ الْاَكْفَاءِ وَاِنَّمَا اعْتُبِرَ الشُّهُوْدُ لِاَمْنِ الْجُحُوْدِ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَجْحَدُ، وَلَوْ جَحَدَتْ هِيَ لَمْ يُرْجَعْ اِلٰى قَوْلِهَا عَلٰى خِلَافِ قَوْلِهٖ بَلْ قَالَ الْعِرَا قِي فِيْ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ تَكُوْنُ كَا فِرَةً بِتَكْذِيْبِهٖ (ص341)

"☆ علماء کرام نے فرمایا امت کے نکاح میں اذن ولی کا اعتبار اس لیے کیا گیا ہے تا کہ کفو برقرار رہے جبکہ سید عالم ﷺ کا معاملہ کفو سے برتر ہے۔

☆ اور (فریقین) کے انکار سے بچنے کے لیے گواہوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور سید عالم ﷺ سے انکار کا تصور ممکن نہیں اور اگر بیوی نکاح کی منکر بن جائے تو سید عالم ﷺ کے مقابلہ میں بیوی کی

بات قابل غور نہ ہوگی۔ بلکہ علامہ عراقی قدس سرہ نے "شرح مہذب" میں یہاں تک فرمادیا ہے کہ وہ سید عالم ﷺ کے جھٹلانے کی وجہ سے کافر ہو جائے گی۔ سید عالم ﷺ کے لیے کسی بھی عورت سے خود بخود عقد فرمالینا جائز تھا۔ اور عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر دونوں طرف سے خود ولی بن جانا بھی جائز تھا۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب:6)

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے"۔ (الخ)

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے عقد فرمانے کی خصوصیت

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے حلال فرمادینے سے عورت آپ ﷺ کے لیے حلال ہو جایا کرتی تھی۔ اس لیے نکاح فرمائے بغیر آپ ﷺ اس کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

امام بیہقی قدس سرہ نے فرمایا: جب یہ جائز ہے تو پھر یہ بھی جائز ہے کہ آپ ﷺ عورت کی رائے لیے بغیر اس سے عقد فرمالیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (احزاب:37)

"پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی، تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی"۔ (الخ)

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت انس سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں: تمہارے نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیے جبکہ میرا نکاح اللہ جل مجدہٗ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

امام مسلم قدس سرہٗ حضرت انس سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت ام المومنین زینب کی عدت طلاق پوری ہوئی تو سید عالم ﷺ نے حضرت زید سے فرمایا: تم حضرت "زینب" رضی اللہ عنہا کے ہاں جاؤ اور انہیں میرا پیغام نکاح پہنچا دو۔ چنانچہ (حسب الحکم) جب حضرت زید نے جا کر ام المومنین رضی اللہ عنہا کو سید عالم ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس بارے میں اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گی جب تک کہ میں اپنے پروردگار جل اسمہٗ سے کوئی مشورہ نہ لے لوں۔ پھر آپ اپنی مسجد بیت میں (برائے استخارہ) تشریف لے گئیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا حکم بھی قرآن کریم میں نازل ہو گیا۔ پھر سید عالم ﷺ حضرت زینب سے اجازت حاصل کیے بغیر تشریف لے گئے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ حضرت امام علی بن حضرت امام حسین سے

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ (احزاب:37)

''اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا''۔ کی تفسیر میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم ﷺ کو بتا دیا تھا کہ زینب ''رضی اللہ عنہا'' عنقریب آپ ﷺ کی زوجیت میں آجائیں گی۔

امام ابن سعد و علامہ ابن عساکر قدس سرہما حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، اور انہوں نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ موصوفہ نے فرمایا: واللہ! میں سید عالم ﷺ کی دوسری بیویوں جیسی نہیں ہوں۔ کیونکہ ان کے نکاح ہوئے مہر کے بدلہ میں، اور نکاح کرنے والے تھے ان کے قرابت دار، جبکہ میرا نکاح اللہ جل اسمہٗ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے فرمایا اور میرے ہی نکاح کے بارے میں قرآن کریم نازل ہوا جسے مسلمان (قیامت تک) پڑھتے رہیں گے۔ اور جس میں کسی طرح کا بھی تغیر و تبدل نہیں آسکتا۔

امام ابن سعد اور امام ابن عساکر قدس سرہما نے حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ایسے مراتب بلند فرمائے کہ جن کے ذریعہ انہوں نے اس دنیا میں وہ کمال حاصل کیا ہے جس کے مساوی دوسرا کوئی شرف نہیں ہوسکتا۔

☆ (مثلاً) قرآن کریم کی گواہی کے مطابق اللہ جل مجدہٗ نے ان کا نکاح دنیا میں اپنے نبی محترم ﷺ سے کیا۔

☆ (ایک دن) ہم سب سید عالم ﷺ کے گرداگرد بیٹھی ہوئی تھیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کا ہاتھ سب کے ہاتھوں سے لمبا ہے وہ (بعد از وصال) سب سے پہلے میرے ساتھ ملاقات کرے گی۔ چنانچہ سید عالم ﷺ نے انھیں جلدی اپنے ساتھ ملنے کی بشارت سنائی۔

☆ اور آپ رضی اللہ عنہا جنت میں سید عالم ﷺ کی زوجہ ہیں۔

علامہ ابن جریر قدس سرہٗ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی، کہ آپ نے فرمایا: حضرت ام المومنین زینب سید عالم ﷺ سے فرمایا کرتی تھیں، (یارسول اللہ ﷺ) میں آپ ﷺ کو تین ایسی باتوں کی نشاندہی کرتی ہوں کہ جن پر آپ ﷺ کی کوئی دوسری بیوی نہ کرسکے گی:

☆ یہ کہ آپ ﷺ کے اور میرے جدِّ امجد ایک ہی ہیں۔

☆ آپ ﷺ سے میرا نکاح اللہ جل مجدہٗ نے آسمان پر فرمایا۔

☆ اور یہ کہ درمیان میں پیغام رساں حضرت جبریل امینؑ تھے۔

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے۔

☆ اور اسی طرح ابتدا و انتہا میں بلا مہر نکاح کر لینا جائز ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (احزاب:50)

''اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے، اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے، امت کے لیے نہیں''۔ (الخ)

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت الامام عکرمہ سے روایت کیا کہ ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو ہبہ فرما دیا تھا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے محمد بن ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے اپنا آپ سید عالم ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ مگر سید عالم ﷺ نے ان کی پیشکش کو قبول نہ فرمایا۔ پھر حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے اپنے وصال تک کسی سے بھی نکاح نہ فرمایا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''سنن'' میں حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ (احزاب:51)

''پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو''۔ (الخ)

کی تفسیر میں روایت کیا کہ سید عالم ﷺ کے لیے خواتین نے اپنا آپ ہبہ کیا تو ان میں سے کچھ کو تو سید عالم ﷺ نے قبول فرما لیا۔ اور کچھ کو قبول نہ فرمایا۔ ازاں بعد ان خواتین میں سے کسی نے بھی دوسری جگہ عقد نہ فرمایا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بھی ایسی ہی خواتین میں سے ہیں۔

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت مسیب سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے بعد بذریعہ ہبہ نکاح کر لینا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔

☆ رہا یہ امر کہ جس طرح ہبہ ہونے والی عورت کے لیے لفظ ہبہ کافی ہوتا ہے۔ کیا اسی طرح سید عالم ﷺ کی طرف سے بھی ہبہ قبول کرنا'' کا لفظ کفایت کرے گا'' یا سید عالم ﷺ کی طرف سے لفظ

نکاح شرط ہے۔اس میں دو وجہیں ہیں جن میں سے صحیح تر دوسری وجہ ہے۔اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ کا ظاہر ارشاد "یستنکحھا" اسی کا مقتضی ہے (یعنی ظاہر کا مقتضا،لفظِ نکاح ہے) لہٰذا منجانب سید عالم ﷺ لفظ نکاح ہی معتبر ہے۔

☆ دو وجہوں میں سے ایک پر سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین تقسیم (اوقات) کا لحاظ رکھنا مباح ہے۔مذہب مختار یہی ہے۔اور امام غزالی قدس سرہٗ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ (احزاب)

"پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو،اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو،اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا،اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں"۔(الخ)

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: سرور عالم ﷺ کے لیے اپنی ازواج کے درمیان تقسیم اوقات میں وسعت تھی کہ جس طرح آپ ﷺ چاہیں ان میں تقسم فرمائیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ (احزاب:51)

"یہ امر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں"۔(الخ)

اس لیے کہ اس سے ازواج مطہرات معلوم کرلیں گی کہ یہ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے ایسے ہی ہے۔

☆ بعض علما نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ پر اپنی ازواج کے درمیان تقسیم اوقات اگر واجب ہوتا تو پھر لوازمِ رسالت سے روگردانی کا خدشہ پیدا ہو سکتا تھا۔

☆ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ سید عالم ﷺ ایک ہی وقت میں اپنی سب ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔اور یہ فعل وجوب تقسیم کے منافی ہے۔

☆ اور امام ابن قشیری قدس سرہٗ نے فرمایا: پہلے پہل سید عالم ﷺ پر تقسیم واجب تھی۔پھر مذکورہ آیت کریمہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

☆ سید عالم ﷺ پر اپنی ازواج کے وجوب نفقہ میں دو وجہیں ہیں۔امام نووی قدس سرہٗ نے وجوب کو صحیح کہا ہے۔مگر اس صورت میں وہ نفقہ متعدد نہ ہوگا۔جبکہ دوسرے لوگوں کے نفقہ میں یہ حالت

نہیں ہے۔

احرام کی حالت میں اباحت نکاح

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ بحالت احرام آپ ﷺ کے لیے نکاح کر لینا مباح ہے۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے بحالت احرام ام المومنین حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا ہے۔

☆ ایک وجہ پر جسے امام رافعی قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ دوسرے کسی شخص کی عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ، سید عالم ﷺ کے لیے نکاح فرمالینا مباح ہے۔

☆ اوراسی طرح اپنی موجودہ بیوی کے ہمراہ، اس کی بہن، پھوپھی، خالہ اور بیٹی کا نکاح میں اکٹھا کر لینا بھی سید عالم ﷺ کے لیے مباح ہے۔

☆ (مگر) سب سے صحیح یہ ہے کہ ان کے اکٹھا رکھنے کی بھی ممانعت ہے۔ اس کی شاہد بخاری و مسلم کی وہ حدیث شریف ہے جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے۔

☆ اور (نیز) ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنی ہمشیرہ کو بغرض نکاح سید عالم ﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا تو ان سے آپ ﷺ کا یہ فرمانا:

اِنَّ ذٰلِکَ لَا یَحِلُّ لِی فَلَا تُعْرِضْنَ عَلَیَّ بَنَاتِکُنَّ وَ لَا اَخَوَاتِکُنَّ

''کہ یہ میرے لیے حلال نہیں ہے، مجھ پر اپنی بیٹیاں اور بہنیں نہ پیش کیا کرو''۔

☆ یہ بھی صحیح ہے کہ سید عالم ﷺ نے حضرت ام المومنین عائشہ سے ان کی چھ یا سات سال کی عمر میں عقد فرمایا۔ ابن حزم کی روایت کے مطابق ابن شبرمہ کا رجحان یہ ہے کہ یہ سید عالم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے کہ باپ کے لیے (عندالشوافع) جائز نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح نابالغی میں کر دے۔ اسے ابن ملقن نے خصائص میں ذکر کیا ہے، اور ساتھ ہی ابن ملقن نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ روایت ''غرائب'' سے ہے۔ میں اسے ابن حزم کے سوا کسی اور سے نہیں جانتا۔

☆ جبکہ جمہور کا نظریہ ہے کہ یہ ہر ایک کے لیے جائز ہے اس میں صرف سید عالم ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ابن منذر قدس سرہٗ نے عدم خصوصیت پر اجماع نقل کیا ہے۔

☆ حضور جان عالم ﷺ کا اپنی لونڈی کو آزاد فرما کر پھر اسے نکاح میں لانا، اور اس کی آزادی ہی

اس کا مہر قرار دینا، سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے ہے۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ نے ام المومنین صفیہ کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر مقرر فرمایا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت انس سے روایت کیا کہ جان عالم ﷺ نے جب حضرت ام المومنین صفیہ کو آزاد فرما کر انہیں اپنی زوجیت سے سرفراز فرمایا۔ تو پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا، (یارسول اللہ ﷺ) ان کا مہر کیا مقرر فرمایا ہے۔ فرمایا: اس کی جان ہی اس کا مہر ہے۔

☆ امام ابن حبان قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے تو یوں عمل فرمایا ہے مگر اس فعل کی سید عالم ﷺ کے ساتھ خصوصیت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے کہ یہ امت کے لیے روا نہیں ہے۔ لہٰذا اس فعل میں سید عالم ﷺ کی کوئی تخصیص نہ ہونے کی وجہ سے ہی یہ امت کے لیے بھی مباح ہے۔ (امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا) میں کہتا ہوں امام ابن حبان قدس سرہٗ کا قول ہی میرا بھی مختار ہے۔ اور یہی مذہب امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ اور امام اسحاق قدس سرہٗ کا بھی ہے۔

نامحرم خواتین سے تنہائی کی اباحت

☆ اجنبی عورتوں کو دیکھنا، اور ان سے تنہائی اختیار کرنے کی اباحت بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت خالد بن ذکوان رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ انہوں نے فرمایا: حضرت معوذ بن عفراءؓ کی صاحبزادی حضرت رُبیّع نے فرمایا: جس دن میری رخصتی ہوئی تو اسی دن سید عالم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر میرے ساتھ اس طرح تشریف فرما ہوگئے جیسے کہ تو میرے سامنے بیٹھتا ہے۔

☆ علامہ کرمانی قدس سرہٗ نے اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث آیت حجاب کے نزول سے قبل پر محمول ہے۔

☆ یا کسی ضرورت کے تحت نظر کرنا مباح ہے۔ (اور مذکورہ واقعہ میں بھی ضرورت تھی اور وہ یہ کہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے انہیں ایسے موقعہ پر اپنے والد گرامی کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے پائے)

☆ یا اس لیے کہ یہاں کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا قطعاً خدشہ نہ تھا۔

امام ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا: ہمیں قوی دلائل سے یہی پتہ چلا ہے کہ پرائی عورتوں کو دیکھنا اور ان

سے خلوت اختیار کرنا سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ حضرت ام حرام بنت ملحان اور سید عالم ﷺ کے درمیان محرمیت وزوجیت کا تعلق نہ ہونے کے باوجود سید عالم ﷺ کا ان کے ہاں تشریف لے جانا اور ان کے ہاں آرام فرمانا، اور ان کا سید عالم ﷺ کے سر اقدس کو ٹٹولتے رہنا اس قصہ میں بھی صحیح جواب یہی ہے کہ یہ سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ ابن ملقن نے خصائص میں حضرت ام حرام کی حدیث ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ علم نسب پر نظر رکھنے والا آدمی بخوبی جانتا ہے کہ سید عالم ﷺ اور حضرت ام حرام کے مابین محرمیت ثابت نہیں ہے۔

☆ حافظ دمیاطی قدس سرہٗ نے بھی اسی طرح کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سید عالم ﷺ کا حضرت ام حرام کو دیکھنا، اور ان کے ساتھ خلوت اختیار کرنا۔ یہ ان کی اور ان کی ہمشیرہ حضرت ام سُلیم کی خصوصیت ہے۔

محاکمہ سیوطی قدس سرہٗ

حضرت ام سلیم کے اصلی نام میں آرا

(امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا) میں کہتا ہوں حضرت الامام قاضی عیاض قدس سرہٗ کی ''شفا'' شریف کے حاشیہ میں علامہ شمنی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت انس بن مالک کی والدہ (محترمہ) حضرت ام سُلیم جن کا (اصل) اسم گرامی ''سہلہ'' ہے۔

(۲) اور بعض نے ''رُمیلہ''

(۳) بعض نے ''اُنیسہ''

(۴) بعض نے ''مُلیکہ''

(۵) بعض نے ''رُمیصا''

(۶) اور بعض نے ''غُمیصا'' بھی بتایا ہے۔ اور ان کی ہمشیرہ حضرت ام حرام سید عالم ﷺ کی رضاعی خالہ ہیں۔ لہٰذا اس بنا پر سید عالم ﷺ کے ساتھ ان کی محرمیت واضح ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ جس بھی عورت سے اس کے آباء واجداد کی مرضی لیے بغیر جس بھی آدمی کا نکاح چاہیں، فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (احزاب:36)

36B

''اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ (جل جلالہٗ) اور رسول (ﷺ) کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے''۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اسی باب میں اپنی ''سنن'' میں

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب:6)

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ کو بھی ذکر فرمایا ہے''۔

امام بخاری قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا میں دنیا اور آخرت میں ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت سہل بن سعد سے راوی کہ آپ نے فرمایا: ایک خاتون سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا آپ سید عالم ﷺ کی خدمت میں (بغرض عقد) پیش کیا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا (اب) مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے میں ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس کا عقد مجھ سے فرمادیجیے۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: تیرے پاس قرآن کا جتنا حصہ محفوظ ہے (جا) اس کے عوض میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیا ہے۔

امام ابن جریر قدس سرہٗ حضرت ابن عباس سے راوی کہ حضور سید عالم ﷺ نے اپنے متبنّٰی حضرت زید بن حارثہ کے لیے حضرت زینب بنت جحش کی خواستگاری فرمائی مگر حضرت زینب نے فرمایا میں اس سے نکاح نہ کروں گی۔ سید عالم ﷺ اور ان کے مابین یہی گفتگو جاری تھی کہ اسی اثنا میں اللہ جل مجدہٗ نے اپنے رسول محتشم ﷺ پر یہ آیت مبارکہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ (احزاب:36)

''اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے''۔

نازل فرمادی تو حضرت زینب نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے اس کے لیے اپنے آپ کو راضی کر لیا ہے۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے پھر حضرت زینب نے فرمایا میں اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی نافرمانی نہ کروں گی۔

علامہ ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین نے ایک عورت کی خواستگاری کی مگر انہوں نے آپ کی پیش کش ٹھکرادی اور آپ سے شادی نہ کی۔ پھر حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق کی اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے بھی (حضرت عبداللہ کی سفارش فرماتے ہوئے) ان سے پوچھا۔ مگر انہوں نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ ہوتے ہوتے یہ

خبر سید عالم ﷺ تک جا پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم فلاں عورت کو چاہتے ہو؟ تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ ازاں بعد سید عالم ﷺ نے فرمایا: (جاؤ) وہ خاتون میں نے تمہارے عقد میں دے دی ہے۔ چنانچہ (حسب الحکم) وہ عورت حضرت عبداللہ کے ہاں بھیج دی گئی ہے۔

صغیر السن لڑکی کا عقد کر دینا

☆ یہ بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے کہ اپنی صاحبزادیوں کے علاوہ کسی بھی چھوٹی لڑکی کا نکاح جس سے بھی چاہیں فرمادیں۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی دختر حضرت عمارہ مکہ مکرمہ میں رہا کرتی تھیں۔ جب سید عالم ﷺ عمرہ قضا کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے تو انھیں بھی حضرت امیرالمومنین حضرت علی مرتضی اپنے ہمراہ لے آئے اور سید عالم ﷺ سے گزارش کی: یارسول اللہ ﷺ! اس سے عقد فرما لیجئے۔ لیکن سید عالم ﷺ نے فرمایا: (اس سے میرا نکاح کیسے ہوسکتا ہے جبکہ) یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ پھر سید عالم ﷺ نے ان کا حضرت ابوسلمہ کے صاحبزادے حضرت سلمہ سے عقد فرمادیا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا: چھوٹی لڑکی کے نکاح وغیرہ میں جو خصوصیت سید عالم ﷺ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمارہ کے متولی نکاح سید عالم ﷺ ہی تھے۔ جبکہ حضرت عمارہ کے چچا حضرت عباس متولی نہ ہوئے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی ''سنن'' میں حضرت سلمہ بن ابی سلمہ سے روایت کیا کہ جب حضور سید عالم ﷺ نے حضرت ام سلمہ کی خواستگاری فرمائی تو موصوفہ نے عرض کیا (میں عقد کیسے کرسکتی ہوں جبکہ) میرے اولیاء میں سے یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: اپنے لڑکے سے کہہ دو کہ تمہارا نکاح کردے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے نے آپ کا سید عالم ﷺ سے نکاح کردیا۔ جبکہ آپکے صاحبزادے ابھی کم سن اور نابالغ تھے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے فرمایا: نکاح کے باب میں جتنی گنجائش سید عالم ﷺ کے لیے ہے کسی اور کے لیے اتنی نہیں ہے۔ ایک وجہ کے مطابق جس طرح سید عالم ﷺ کی ازواج کی تعداد میں انحصار نہیں ہے۔ یونہی سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی طلاق تین عدد پر موقوف نہیں ہے۔ اس بنا پر اگر فرض کیا جائے کہ سید عالم ﷺ اپنی کسی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتے

ہیں تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ بیوی بغیر حلالہ کے آپ ﷺ کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں دو وجہ (مروی) ہیں۔

☆ ایک وجہ یہ ہے کہ بلا تحلیل سید عالم ﷺ اس سے دوبارہ عقد فرما سکتے ہیں کیونکہ یہ سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے کہ بعد از مفارقت بھی آپ ﷺ کی بیوی دوسروں پر حرام ہی رہتی ہے۔

☆ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی بھی آپ ﷺ کے لیے حلال نہیں رہتی۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی کنیز حضرت ''ماریہ'' کو اپنے آپ پر حرام کرلیا تھا مگر وہ پھر بھی آپ ﷺ پر حرام نہ ہوئیں۔

امام مقاتل قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے اس فعل پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہ آئے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ جرائم سے معصوم ہیں جبکہ کوئی امتی اگر اپنی لونڈی کو اپنے آپ پر حرام کرے تو اس پر کفارہ فرض ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امت کی طرف سے قربانی فرمائی ہے۔اور کسی کے لیے دوسرے کی طرف سے اس کی بلا اجازت قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ذَبَحَ كَبْشًا اَقْرَنَ بِالْمُصَلّٰى،

ثُمَّ قَالَ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَنْ مَنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِي ''(ص345)

''سید عالم ﷺ نے عید گاہ میں سینگوں والا ایک مینڈھا ذبح فرما کر پھر فرمایا: اے اللہ جل مجدہٗ یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت سے قربانی کی استطاعت نہ رکھنے والے کی طرف سے ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے قربانی کے لیے دو مینڈھے حاصل فرما کر ان میں سے ایک کو ذبح فرمانے کے بعد فرمایا: اے اللہ! یہ محمد ﷺ اور ان کی امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے تیری توحید اور میری رسالت کی گواہی دی۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت امام علی بن حسین سے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ (حج:67)

''ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے قاعدے بنا دیے کہ وہ ان پر چلے۔ کی تفسیر میں روایت

کیا کہ ہر امت کے لیے قربانی ہے جسے انہوں نے ذبح کیا''۔

حضرت ابورافع نے مجھے بتایا کہ جب عید قربان آتی تو سید عالم ﷺ چتکبرے سینگوں والے دو موٹے تازے مینڈھے خریدتے تھے۔ پھر خطبہ اور نماز سے فراغت کے بعد ان میں سے ایک کو ذبح فرماتے اور فرمایا کرتے تھے اے اللہ! یہ میری امت کے ان تمام افراد کی طرف سے جنہوں نے توحید و رسالت کا اقرار کرلیا۔ ازاں بعد دوسرا مینڈھا جب حاضر کیا جاتا تو اسے ذبح فرمانے کے بعد فرماتے تھے: اے اللہ! یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔ پھر انہیں مساکین کو کھلا دیتے تھے نیز سید عالم ﷺ خود بھی اور آپ ﷺ کے قرابت دار بھی ان سے کھایا کرتے تھے۔ ہم مدتوں ٹھہرے رہے اور اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں تاوان و محنت سے نجات دلا دی۔ چنانچہ بنو ہاشم میں سے کوئی بھی قربانی نہ کرتا تھا۔

☆ ابن سبع نے سید عالم ﷺ کے خصائص سے یہ بھی گنوایا ہے کہ جس کسی نے سید عالم ﷺ کو گالیاں دیں یا آپ ﷺ کی بدگوئی کی تو اس کا قتل کرنا مباح ہے اور اس خصوصیت کا مآل اپنی ذات گرامی کے لیے خود فیصلہ دے دینا ہی ہے۔

قسم الکرامات

سید عالم ﷺ کا ترکہ صدقہ ہے

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی وارث نہیں بلکہ آپ ﷺ کا مال اپنے اسی مصرف پر ابھی تک باقی ہے۔

امام بخاری اور مسلم قدس سرہما نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق سے روایت کیا کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، اِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ، وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْأً مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ

- كَانَتْ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (ص345)

''سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔ محمد ﷺ کی آل اس مال سے کھا سکتی ہے۔ مگر میں اللہ کی قسم! سید عالم ﷺ کے صدقہ کی اس حالت کو جیسے کہ وہ سید عالم ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھی۔ کسی قسم کی تبدیلی نہ کروں

گا۔اوراس میں وہی عمل جاری رکھوں گا''۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُقْتَسَمُ وِرْثَتِیْ دِیْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِیْ، فَاِنَّهٗ صَدَقَةٌ (ص345)

''میری وراثت کا کوئی درہم و دینار تقسیم نہ ہوگا میری ازواج کے خرچہ اور میرے عمال کی تنخواہ کے بعد جو بچ رہے تو وہ صدقہ ہے''۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ وَمُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ وَلَا وِرْثَةَ (ص345)

''سید عالم ﷺ نے حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تیرا مقام میرے نزدیک وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا۔ لیکن (فرق صرف اتنا ہے کہ) نبوت و وراثت اب جاتی رہی''۔

فائدہ

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکایت بیان کی کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ خصوصیت صرف ہمارے نبی مکرم ﷺ ہی کی ہے جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی، کیونکہ ان کا ورثہ چلتا رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے جانشین ہوئے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ:

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ (مریم:6)

''تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے وہ میرا جانشین ہو، اور اولاد یعقوب کا وارث ہو''۔

محاکمہ سیوطی قدس سرہٗ

قاضی عیاض کی روایت کردہ حکایت کی تقدیر پر سید عالم ﷺ کی یہ خصوصیت پھر ان خصائص سے شمار ہوگی کہ جن کی بنا پر آپ ﷺ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے امتیازی حیثیت اور

انفرادیت کے حامل ہیں۔

☆ مگر صحیح وہی ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق چلا آرہا کہ اس خصوصیت میں سبھی انبیاء علیہم السلام برابر ہیں اس کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جسے امام نسائی قدس سرہٗ نے حضرت زبیر سے مرفوعاً روایت کیا کہ (سید عالم ﷺ نے فرمایا): "اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ لَانُوْرِثُ" (ص ۳۴۶) ترجمہ۔ ہم نبیوں "علیہم السلام" کی جماعت ہیں ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ رہا مذکورہ دونوں آیتوں کا مطلب تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں ارث سے مراد ارث نبوت و علم ہے۔

(دلیل ثانی) امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت ابو درداء سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوْرِثُوْا دِیْنَارًا وَّلَادِرْهَمًا اِنَّمَا وَرِثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

"آپ ﷺ نے فرمایا علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں (ہاں) انبیاء کرام کے درہم و دینار کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ان کی وراثت اگر ہوتی ہے تو صرف علم میں ہوتی ہے۔ لہٰذا جس نے علم حاصل کیا تو اس نے ان کی (وراثت کا) کثیر حصہ پالیا"۔

انبیاء علیہم السلام کے وارث نہ ہونے کی وجوہ

"الحکمۃ" میں مذکور ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث نہ ہونے کی چند وجوہ ہیں:

☆ اَنَّهٗ لَایَتَمَنّٰی قَرِیْبُهُمْ مَوْتَهُمْ فَیَهْلِکُ بِذٰالِکَ (ص346)

☆ پہلی وجہ یہ ہے کہ تا کہ ان کا قرابت دار وارث کی خاطر ان کی وفات کی آرزو میں نہ لگا رہے جو خود اس کی ہلاکت کا موجب ہے۔

☆ اَنْ لَّایُظَنَّ بِهِمُ الرَّغْبَةُ فِی الدُّنْیَا وَجَمْعُهَا لِوُرَّاثِهِمْ (ص346)

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں کوئی یہ گمان نہ کر سکے کہ ان کی رغبت دنیا میں ہے اور نہ ہی اس شبہ کی گنجائش باقی رہے کہ یہ اپنے ورثاء کے لیے مال اکٹھا کرتے ہیں۔

☆ اَنَّهُمْ اَحْیَا وَالْحَیُّ لَایُوْرِثُ" (ص346)

☆ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ زندہ ہوتے ہیں اور زندہ کی وراثت نہیں ہوتی۔

☆ وَلِهٰذَا ذَهَبَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ اِلٰی اَنَّ مَالَهٗ ﷺ بَاقٍ عَلٰی مِلْکِهٖ یُنْفِقُ مِنْهُ عَلٰی اَهْلِهٖ

وَخَدَمِهٖ وَمَصْرَفُهٗ فِيْمَا يُصَرِّفُهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ (ص346)

☆ اسی لیے امام الحرمین قدس سرہٗ کا رجحان یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا مال بدستور آپ ﷺ کی ملکیت میں ہے۔ جو آپ ﷺ کے اہل وعیال اور خدام پر خرچ ہوتا رہے گا اور اس کا مصرف وہی ہے جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھا۔

☆ امام نووی اور دوسرے ائمہ نے اس کو ترجیح دی ہے اب اس مال سے آپ ﷺ کی ملکیت ختم ہو چکی ہے اور وہ مال اب تمام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ صرف آپ ﷺ کے ورثاء کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

☆ بعض ائمہ نے یہاں ایک اور خصوصیت بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ سید عالم ﷺ کے لیے اپنی وفات شریف کے بعد اپنے تمام مال کا صدقہ (کی وصیت) کر دینا مباح جبکہ امت کے لیے یہ جائز نہیں۔ انہیں صرف ایک تہائی مال تصدق کرنے کی اجازت ہے۔

ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں

سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔ (یعنی) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نکاح کے حرام ہونے اور ان کی فرماں برداری، اور ان کے وجوب احترام میں، مومنوں کی مائیں ہیں۔ صرف نظر وغیرہ میں حرمت نہیں ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب)

''یہ نبی مسلمانوں کا، ان کی جان سے زیادہ مالک ہے، اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں''۔

وَقُرِئَ! وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ اور ایک قرأت یوں ہے کہ'' وہ نبی محترم ﷺ مومنوں کے باپ ہیں''۔

امام بغوی قدس سرہٗ نے فرمایا: ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن صرف مومن مردوں کی ماں ہیں۔ مومنہ عورتوں کی ماں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ماں ہونے کا مفاد صرف مردوں میں ہی ہو سکتا ہے جبکہ عورتوں میں اس کا فقدان ہے'' اور وہ فائدہ ان سے نکاح کرنا ہے'' (جیسا کہ) امام ابن سعد قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ ایک خاتون نے آپ کو ''یَا اُمُّ'' کہہ کر پکارا تو آپ نے (فوراً) فرمایا: (نہ، نہ) میں تمہارے مردوں کی تو ماں ہوں مگر تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المومنین نے فرمایا: میں تمہارے مردوں اور عورتوں سبھی کی ماں ہوں۔

وَبِهٖ قَالَ طَآئِفَةٌ اِنَّ فَائِدَةَ الْاِحْتِرَامِ وَالتَّعْظِيْمِ مَوْجُوْدَةٌ فِي النِّسَآءِ

ایضًا (ص346)

''اس روایت کے مطابق (ائمہ کی) ایک جماعت کا یہی مذہب ہے (کہ ازواج مطہرات مومنہ عورتوں کی بھی ماں ہیں) کیونکہ کہ احترام وتعظیم کا مفاد عورتوں میں بھی (اسی طرح) موجود ہے۔

☆ امام بغوی قدس سرہٗ نے فرمایا: حرمت اور تعظیم کے لحاظ سے سید عالم ﷺ سب عورتوں اور مردوں کے والد ہیں۔

روبرو ازواج مطہرات سے سوال کرنے کی حرمت

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ڈھانچوں کو کپڑوں میں لپٹا ہوا ہونے کے باوجود دیکھنا حرام ہے۔

☆ اوران سے روبرو پوچھنا (یا کوئی شے مانگنا) حرام ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (احزاب:53)

''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو'' ۔الخ

امام رافعی اور امام بغوی قدس سرہما کی پیروی کرتے ہوئے (امام نووی قدس سرہٗ نے) ''روضہ'' میں فرمایا کہ (مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ) ازواج مطہرات سے بلا پردہ سوال کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں جبکہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے بالمشافہ سوال کرنا جائز ہے۔

امام نووی اور قاضی عیاض قدس سرہما نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ یہ بالاتفاق ازواج مطہرات کی خصوصیت ہے کہ ان کے لیے چہرہ اور ہاتھوں کا چھپانا بھی فرض ہے۔اس لیے ان کے لیے گواہی وغیرہ میں ان کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔اور نہ ہی ان کا اپنے کالبد کو واضح کرنا جائز ہے۔اگرچہ کپڑوں کے اندر لپٹی ہی کیوں نہ ہوں۔البتہ ضروری حاجت کے لیے ان کا خروج جائز ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ یہ لوگوں کو مسائل بتانے کے لیے پس پردہ تشریف فرما ہوا کرتی تھیں۔اور جب کہیں نکلنا ہوتا تھا تو اس طرح تشریف لے جاتی تھیں کہ پردہ میں ان کے کالبد چھپے ہوئے ہوتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب ام المومنین زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال شریف ہوا تو ان کے جسد اطہر پر صحابہ کرام نے قبہ بنا دیا تھا تا کہ ان کا تشخص چھپا رہے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر جا رہی تھیں اور ''موصوفہ ایک جسیم خاتون تھیں انہیں پہلے سے جاننے والا آدمی فوراً پہچان لیا کرتا تھا'' کہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے انہیں دیکھ لیا اور فرمایا: سودہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) واللہ! آپ ہم سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتیں۔ دیکھیں تو سہی آپ باہر کیسے جا رہی ہیں۔ چنانچہ ام المومنین (شکر رنجی کے عالم میں) وہیں سے لوٹ کر سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں جبکہ سید عالم ﷺ اس وقت شام کا کھانا تناول فرماتے ہوئے اپنے دست اقدس میں لی ہوئی ہڈی سے گوشت تناول فرما رہے تھے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ میں اپنی کسی غرض سے باہر جا رہی تھی کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے یوں یوں کہا ہے۔ (یہ عرض ابھی جاری تھی کہ) اللہ جل مجدہٗ نے اسی حالت میں" جبکہ ہڈی والا گوشت ابھی سید عالم ﷺ کے دست اقدس میں ہی تھا" آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی۔ پھر فرمایا: اب تمہیں اپنی ضروری حاجت کے لیے باہر جانے کی اجازت ہے۔ اور امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے راوی کہ آپ نے فرمایا: جس سال امیر المومنین عمر فاروق کی وفات واقع ہوئی۔ تو اس سال حضرت امیر المومنین نے مجھے اور حضرت عثمان کو اس غرض سے روانہ فرمایا تا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو حج کروا لائیں۔ چنانچہ (حسب حکم ہم جب روانہ ہوئے تو) حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازواج مطہرات کے آگے آگے چلتے تھے اور کسی کو ان کے قریب نہ آنے دیتے تھے۔ اور اگر دیکھنے کی ضرورت محسوس فرماتے تو صرف گوشہ چشم سے دیکھتے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اور حضرت عثمان کی طرح ہی تمام آداب بجالاتے تھے۔ جبکہ تمام ازواج مطہرات اپنے اپنے کجاوہوں میں تشریف فرما تھیں اور دونوں صاحبان (جب کہیں ٹھہرنے کا ارادہ فرماتے تو) ازواج مطہرات کو گھاٹیوں میں اتارتے تھے اور کسی کو ان کے قریب پھٹکنے تک نہ دیتے تھے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ام معبد بنت خالد بن خلیفہ نے فرمایا امیر المومنین عمر فاروق کی خلافت کے وقت میں نے حضرت امیر المومنین عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کو حج کرواتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے ان کے کجاوہوں پر سبز ریشمی کپڑے پڑے ہوئے دیکھے ہیں اور سبھی ازواج مطہرات (قافلہ سے علیحدہ) اکیلے اکیلے چل رہی تھیں۔ جن کے آگے آگے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری چل رہی تھی۔ اور جب کوئی ان کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو حضرت عثمان بلند آواز سے فرماتے تھے: پرے ہٹ جاؤ پرے ہٹ جاؤ۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی ان کے پیچھے پیچھے اسی طرح فرماتے جاتے تھے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے

حضرت امیر المومنین عثمان کو دیکھا کہ آپ ازواج النبی ﷺ کے آگے آگے چلتے ہوئے سامنے سے آنے والے لوگوں کو دور کر دیتے تھے۔حتیٰ کہ ازواج مطہرات کے گزرنے تک انہیں تاحد نظر دور فرما دیتے تھے۔

ازواج مطہرات کا اپنے گھروں میں رکے رہنا واجب ہے

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد آپ ﷺ کی ازواج کا اپنے گھروں میں ہی رہنا واجب ہے۔

☆ اور بنا پر ایک روایت کہ سید عالم ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات کا اپنے گھروں سے باہر آنا حرام ہے اگرچہ وہ حج وعمرہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے ''حجۃ الوداع'' میں فرمایا: یہ حج ''اسلام'' ہے جو گردن سے ساقط ہو گیا اس کے بعد تم بوریا کو غنیمت سمجھنا۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: (سید عالم ﷺ کے وصال شریف کے بعد) تمام ازواج مطہرات ماسوا حضرت سودہ اور حضرت زنیب کے حج کو جایا کرتی تھیں اور وہ دونوں فرمایا کرتی تھیں۔سید عالم ﷺ (کی وصیت سننے) کے بعد ہم چوپایہ پر سوار نہ ہوں گی۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت ابن سیرین نے فرمایا ام المومنین حضرت سودہ نے فرمایا: میں نے حج وعمرہ کر لیا ہے۔اب میں جیسا کہ مجھے اللہ جل مجدہٗ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھر پر ہی رہوں گی۔ام المومنین سید عالم ﷺ کی اس وصیت پر عمل پیرا تھیں جو ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمائی تھی کہ یہ حج اسلام ہے جو ساقط ہو گیا ہے۔ازاں بعد تم بوریا کو ہی غنیمت سمجھنا۔ اسی لیے حضرت ام المومنین نے تاوفات کوئی بھی حج نہ فرمایا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام عطاء بن یسار سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: تم میں سے جس نے آخرت میں نقصان دہ امور سے اجتناب کیا اور کج خلقی اور میری اطاعت میں کوتاہی کو نہ اپنایا اور بوریا نشینی کو لازم کر لیا تو وہ آخرت میں میری بیوی ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن کے طریق سے حضرت ابو جعفر قدس سرہٗ سے روایت کیا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے ازواج النبی ﷺ کے لیے حج اور عمرہ کی ممانعت فرما دی تھی۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے ام المومنین عائشہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: ہمیں امیر المومنین عمر

فاروق نے حج اور عمرہ سے منع فرمادیا تھا۔ مگر اپنے آخری سال میں انہوں نے ہمیں اجازت دے دی تھی۔ پھر انہوں نے ہمیں حج کروایا۔ ان کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان منتخب ہوئے تو ہم نے جب ان سے اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا۔ اپنے ارادہ کے مطابق آپ جو مناسب سمجھتی ہیں وہی فرما لیں۔ چنانچہ حضرت عثمان نے تمام ازواج کو سوائے حضرت سودہ اور حضرت زینب کے حج کروایا۔ جبکہ یہ دونوں سید عالم ﷺ کے وصال کے بعد اپنے گھر سے باہر نہ آتی تھیں اور (حج کے موقعہ پر) ہم سبھی باپردہ تھیں۔

ازواج مطہرات کا گھروں میں ٹھہرے رہنے کا راز

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كَانَ نِسَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَعْنَى الْمُعْتَدَّاتِ وَلِلْمُعْتَدَّةِ السُّكْنٰى فَجَعَلَ لَهُنَّ سُكْنَى الْبُيُوْتِ مَاعِشْنَ وَلَا يَمْلِكْنَ رِقَابَهَا" (ص 347)

شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہ قدس سرہٗ نے فرمایا: (سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کا اپنے گھروں میں رہنا اس لیے تھا کہ) سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات معتدہ کے حکم میں ہیں۔ اور معتدہ کی ضروریات سے اس کے لیے رہنے کی جگہ بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے ازواج مطہرات کے لیے بھی تاحیات ٹھہرنے کے لیے مکانوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ البتہ وہ ان کی مالک نہ تھیں۔

سید عالم ﷺ کے بول و براز طاہر ہیں

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے آپ ﷺ کے بول و براز اور خون مبارک کا پاک ہونا بھی ہے۔

امام غطریف قدس سرہٗ نے اپنی "جز" میں اور امام طبرانی و امام ابونعیم قدس سرہما نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا کہ وہ (ایک مرتبہ) سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں پر حضرت امیر المومنین عبداللہ بن زبیر ایک طشتری میں سے کچھ نوش فرما رہے تھے۔ تو ان سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا۔ عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا خون میرے شکم میں رہے۔ پھر ان سے سید عالم ﷺ نے (عرب محاورہ کے مطابق یہ دعائیہ کلمہ) ارشاد فرمایا "ارے تو مرجائے اب تو تجھے نار سقر کچھ بھی نہ کہے گی۔ ہاں قسم پوری کرنے کی مقدار"۔

امام ابن حبان قدس سرہٗ نے اپنی "ضعفا" میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک قریشی کے غلام نے سید عالم ﷺ کو سینگی لگائی۔ جب وہ سید عالم ﷺ کو سینگی لگا

کر فارغ ہوا تو اس نے آپ ﷺ کے خون مبارک کو لے جا کر نوش کر لیا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے چہرہ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا: تو مرے! خون کا کیا کیا؟ وہ غلام عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ میرے پیٹ میں ہے (کیونکہ) مجھے شرم آئی کہ آپ ﷺ کے خون کو زمین پر گرا دوں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: (اچھا!) جا! تو نے اپنی جان آگ سے محفوظ کر لی ہے۔ امام دار قطنی قدس سرۂ اپنی ''سنن'' میں حضرت سیدتنا اسماء رضی اللہ عنہا بنت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے سینگی لگوا کر اپنا خون میرے بیٹے کو عنایت فرما دیا جسے اس نے نوش جان کر لیا۔ اتنے میں جبریل امین آئے اور سید عالم ﷺ کو سارے ماجرا کی خبر کر دی۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ارے! خون کا کیا کیا؟۔ میرے بیٹے نے عرض کیا: (یا رسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ کے خون مبارک کو گرا دینا مجھے پسند نہ آیا۔ اس پر سید عالم ﷺ نے اس کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اوہو! تو مر جائے! (اب) تجھے آگ نہ چھو سکے گی۔

امام بیہقی قدس سرۂ نے ''سنن'' میں، اور امام بزار، امام ابو یعلیٰ، امام ابن ابی خیثمہ، امام طبرانی قدست اسرارہم نے حضرت سفینہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے سینگی لگوا کر مجھ سے فرمایا: یہ خون کہیں چھپا دو۔ چنانچہ وہ خون میں نے نوش جان کر لیا۔ پھر جب حاضر خدمت عالیہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (سناؤ!) تم نے خون کا کیا بنایا؟ تو میں عرض گزار ہوا: میں نے اسے چھپا دیا ہے، پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا (معلوم ہوتا ہے کہ) تو نے اسے پی لیا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہاں (پی لیا ہے) اس پر آپ ﷺ تبسم فرمانے لگے۔

امام بیہقی قدس سرۂ نے ''سنن'' میں ''بسند حسن'' اور امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم قدست اسرارہم، حضرت امیر المومنین عبد اللہ بن زبیر سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے سینگی لگوا کر اپنا خون مبارک مجھے عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: (جاؤ) اسے کہیں چھپا دو۔ چنانچہ میں نے باہر جا کر وہ خون مقدس نوش کر لیا پھر جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (بتاؤ) خون کا کیا بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا: اسے تو میں نے چھپا بھی دیا ہے۔ اس پر سید عالم ﷺ نے (میرے احوال کی نزاکت بھانپتے ہوئے) ارشاد فرمایا: (محسوس ہوتا ہے کہ) شاید تم نے اسے پی لیا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہاں میں نے اسے پی لیا ہے۔

• امام حاکم قدس سرۂ نے روایت کیا کہ حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا: غزوہ احد کے دن جب سید

عالم ﷺ زخمی ہوئے تو میرے والد گرامی نے سید عالم ﷺ کے چہرہ انور سے اپنے منہ کے ساتھ خون مبارک پونچھتے ہوئے اسے چوس لیا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: جسے ایسے آدمی کا دیکھنا خوش کرے کہ جس کے خون کی آمیزش میرے خون سے ہے تو اسے مالک بن سنان کو دیکھنا چاہیے۔

ابن سکن قدس سرہٗ اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے "اوسط" میں اس روایت کو بدیں لفظ ذکر کیا ہے: سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس کے خون کی آمیزش میرے خون سے ہوگئی تو اسے آگ نہ چھوئے گی۔

حافظ ابو یعلی، امام حاکم، امام دار قطنی، امام طبرانی، امام ابو نعیم قدست اسرارہم نے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن نے فرمایا: ایک شب سید عالم ﷺ نے اٹھ کر بول دان کی طرف تشریف لا کر اس میں پیشاب فرمایا۔ پھر شب کے کچھ حصہ میں میں اٹھی اور اس وقت مجھے پیاس لگ رہی تھی، تو میں نے اس بول دان میں سے جو کچھ بھی تھا، پی لیا۔ پھر صبح کو میں نے اس کی بابت سید عالم ﷺ کو بتا دیا۔ تو سید عالم ﷺ نے ہنستے ہوئے ارشاد فرمایا: اب تیرا شکم کبھی گرسنہ نہ ہوگا۔

اور امام ابو یعلی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: آج کے بعد تیرا پیٹ کبھی بھی نہ دکھے گا۔

امام طبرانی قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے "بسند صحیح" حضرت حکیمہ بنت امیمہ سے اور انھوں نے اپنی والدہ محترمہ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سید عالم ﷺ ایک لکڑی کے پیالہ میں بول مبارک فرمایا کرتے تھے اور پھر اسے اپنی چہار پائی کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے۔ (اسی طرح ایک مرتبہ) سید عالم ﷺ شب کو (پیشاب کے لیے) تشریف فرما ہوئے تو وہ پیالہ نہ پایا۔ پھر اس کی بابت آپ ﷺ کے استفسار کرنے پر گھر والوں نے بتایا کہ اس پیالہ کو حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حبشی خادمہ پی گئی ہے۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: اس سے آگ کی دیوار روک دی گئی ہے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ "اوسط" میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضرت سلمٰی سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے جب غسل فرمایا تو میں آپ ﷺ کے غسل کے پانی کو پی گئی۔ پھر میں نے اس کی بابت سید عالم ﷺ کو اطلاع دی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: چلی جا! تیرے بدن پر اللہ جل مجدہٗ نے آگ حرام فرما دی ہے۔

☆ ہمارے آئمہ کرام نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ کے بال مبارک بغیر کسی اختلاف کے بالاتفاق طاہر ہیں۔

حضرت امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے قربانی

کے دن بال مبارک ترشوانے کے بعد انہیں لوگوں کے درمیان بانٹ دینے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک حضرت ابوطلحہ بھی تھے جنہوں نے ان بالوں میں سے پورا ایک گچھا حاصل کیا تھا۔

☆امام الآئمہ ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَاَنْ یَّکُوْنَ عِنْدِیْ مِنْهُ شَعْرَةٌ وَاحِدَةٌ، اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا

(ص348)

''اگر میرے ہاں ان بالوں میں سے صرف ایک ہی بال ہوتو وہ مجھے دنیا ومافیہا سے بڑھ کر عزیز ہے''۔

☆سرور عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا، کھڑے ہو کر پڑھنے کے برابر ہے۔

امام مسلم و امام ابوداؤد قدس سرہما حضرت ابن عمرو سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حُدِّثْتُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الرَّ جُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ، فَاَتَیْتُهُ فَوَجَدْتُّهُ یُصَلِّیْ جَا لِسًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حُدِّثْتُ اَنَّکَ قُلْتَ صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ، وَاَنْتَ تُصَلِّیْ قَاعِدًا، قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ (ص349)

''مجھے بتایا گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے''، پھر میں سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے سن رکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے''، (مگر اب) آپ ﷺ بیٹھ کر ادا فرما رہے ہیں۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! (بات تو ایسے ہی ہے جیسے تم نے سنی ہے) مگر میں تم میں سے کسی کے مثل نہیں ہوں''۔

☆سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ (فرائض پر) آپ ﷺ کے عمل زائد علی العبادت ہیں۔

امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے ''بسند صحیح'' حضرت ام المومنین عائشہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ام المومنین سے حضور سید عالم ﷺ کے روزوں کی بابت استفسار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم میں سکت ہے کہ سید عالم ﷺ کے اعمال جیسے عمل کرسکو؟ جبکہ سید عالم ﷺ کے

سبب آپ ﷺ کے اگلوں، پچھلوں کے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔سید عالم ﷺ کے معمولات زائد ہوا کرتے تھے۔

امام الائمہ احمد اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد ''نَافِلَةً لَّکَ'' کی تفسیر میں حضرت ابو امامہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: زائد (علی الفرض) صرف سید عالم ﷺ کی ہی خصوصیت ہے۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے حضرت الامام مجاہد سے ''نَافِلَةً لَّکَ'' کی تفسیر میں روایت کیا کہ حضرت مجاہد نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ کے علاوہ اور کسی کی عبادت زائد نہیں ہے۔اس لیے کہ سید عالم ﷺ (کا مقام تو یہ ہے کہ آپ ﷺ) کی وجہ سے آپ ﷺ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف ہیں۔سید عالم ﷺ فرض عبادت کے علاوہ جو بھی عبادت کریں وہ زائد اس لیے ہے کہ جان عالم ﷺ زائد عبادت اس لیے نہیں فرمایا کرتے تھے کہ وہ زائد عبادت آپ ﷺ کے گناہوں کو مٹا دے۔جبکہ دوسرے لوگ فرض عبادت کے علاوہ زائد عبادت اس لیے کرتے ہیں تا کہ وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔لہٰذا عام لوگوں کے لیے زائد عبادت نہیں ہے۔یہ خصوصیت صرف سرور عالم ﷺ کے لیے ہے۔

☆ اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد ''نَافِلَةً لَّکَ'' کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا: (نَافِلَةً) کا مطلب یہ ہے کہ فرائض کے ثواب پر زائد ہے۔سید عالم ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں کا تہجد (وغیرہ) پڑھنا اس لیے ہوتا ہے کہ فرض میں پیدا ہونے والے نقصان کی تلافی ہو جائے۔جبکہ سید عالم ﷺ کے فرائض میں کسی خلل ونقصان کے پیدا ہو جانے کا تصور ہی ناممکن ہے۔سید عالم ﷺ کی ذات گرامی اس سے بالاتر ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ نمازی بحالت نماز سید عالم ﷺ کو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' سے پکارتا ہے مگر دوسرے لوگوں کو نماز میں اس طرح نہیں پکار سکتا۔

☆ سید عالم ﷺ کے بلاوے پر نمازی کا آپ ﷺ کی خدمت میں فوری حاضری دینا فرض ہے۔اور اس حاضری سے اس کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو سعید بن معلیٰ انصاری سے روایت کیا کہ حضرت ابو سعید نماز پڑھ رہے تھے کہ سید عالم ﷺ نے آپ کو بلایا۔مگر آپ نماز پڑھ کر سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے بلانے پر تم اتنی دیر کیوں رکے رہے اور فوراً کیوں نہ

آئے؟ عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ان کی عرض پر سید عالم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں''۔ الخ نہیں سنا ہوا تھا۔

پھر فرمایا: کیا میں تمہیں قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت نہ بتادوں؟ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: (میں اس ارشاد گرامی سے یہ سمجھا کہ) گویا آپ ﷺ مجھے اس کی یاد دہانی کروا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وہی جو آپ ﷺ نے (اس سے پہلے بھی) مجھے ارشاد فرمائی تھی۔ فرمایا: (ہاں اور وہ یہ ہے) (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے وقت میں آپ ﷺ کے خطبہ ارشاد فرمانے کے موقعہ پر جس نے کوئی بات کر لی تو اس کا جمعہ باطل ہو جائے گا۔

☆ نیز سید عالم ﷺ کی مجلس مبارک سے آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی کو باہر نکلنا جائز نہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (نور:62)

''ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں''۔۔۔ الخ

امام ابن ابی حاتم قدس سرہٗ حضرت مقاتل بن حیانؒ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن جس وقت سید عالم ﷺ خطبہ شروع فرمادیں تو اس وقت نبی کریم ﷺ کی اجازت کے بغیر مسجد سے باہر جانا کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں۔ چنانچہ جب کوئی آدمی باہر جانا چاہتا تھا تو بات کیے بغیر آپ ﷺ کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا کرتا تھا۔ تو پھر سید عالم ﷺ اسے باہر جانے کی اجازت دے دیتے تھے۔ (اور بغیر گفتگو کیے اجازت) اس لیے (طلب کی جاتی تھی) کہ سید عالم ﷺ کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران جب کوئی بات کر لیتا تھا تو اس کا جمعہ فاسد ہو جاتا تھا۔

سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والا دوزخی ہے

☆ سید عالم ﷺ کی انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا دوسروں کی طرف منسوب کردینے کی طرح نہیں ہے۔

☆ اور جس نے ایک مرتبہ سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کردیا تو پھر اس کے بعد اس کی روایت نا قابل قبول ہے اگر چہ وہ اپنے اس فعل سے تائب ہی ہوجائے۔

☆ شیخ ابو محمد الجوینی قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والا کافر ہوجائے گا۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے۔ لہٰذا جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کی تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے۔

سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کی بابت آراء

☆ امام نووی قدس سرہٗ وغیرہ ائمہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

☆ اور بنابر مذہب صحیح سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والا کافر نہ ہوگا۔

☆ جمہور کا بھی یہی مذہب ہے۔

☆ اور شیخ جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کفر ہے۔

☆ پھر اگر ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کی بابت ایک جماعت "جن میں حضرت امام الائمہ احمد اور امام صیرفی قدس سرہٗ اور دوسرے بہت سے لوگ ہیں" کا فیصلہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی روایت ہمیشہ کے لیے نا قابل قبول ہوگی۔ بعد میں اگر چہ اس کی حالت سدھر ہی کیوں نہ جائے۔

☆ ہاں سید عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والا یا دوسرے معاصی کا مرتکب آدمی جب توبہ کرلے تو پھر اس کا یہ (مذکور) حکم نہیں ہے۔

☆ یہی وہ صورت ہے جس میں سید عالم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کا حکم آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے کے خلاف ہے۔

☆ اور فن حدیث میں یہی مذہب (یعنی امام احمد وغیرہ کا جو مذہب ہے) قابل اعتماد ہے۔ جیسا کہ میں نے "شرح التقریب" اور "الفیۃ الحدیث" کی شرح میں اس کی خوب تصریح کردی ہے۔

☆ اگرچہ امام نووی قدس سرہٗ نے اس کے برعکس کو ترجیح دی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے آگے بڑھنا۔

☆ اور آپ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز اونچی کرنا۔

☆ نیز سید عالم ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بات کرنا۔

☆ اور آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارنا۔

☆ اور دور سے چیخ چیخ کر آپ ﷺ کو پکارنا حرام ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① (الحجرات)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا، جانتا ہے"۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② (الحجرات)

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو، کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں۔ اور تمہیں خبر نہ ہو"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ (الحجرات)

"بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ (الحجرات)

"بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں"۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ (الحجرات)

''اور اگر وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس سے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور:63)

''رسول پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے!

تفسیر میں روایت کیا کہ لوگ چاہتے تھے سید عالم ﷺ کو دور سے یا ابا القاسم کہہ کر بلالیا کریں۔ مگر سورۂ حجرات میں جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (الحجرات)

''بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس''۔ (وہ اس سے باز رہے)

قَالَ جَمَاعَةٌ وَ يُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ حُرْمَتَهٗ مَيْتًا كَحُرْمَتِهٖ حَيًّا (ص350)

''ائمہ کرام کی) ایک جماعت نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ کی قبر انور کے پاس (بھی) آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ سید عالم ﷺ کا احترام و وقار بعد از وصال بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں تھا''۔

امام مالک رضی اللہ عنہ اور خلیفہ منصور کے مابین مناظرہ

امام ابن حمید قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ خلیفہ ابوجعفر منصور (عباسی) نے سید عالم ﷺ کی مسجد شریف میں حضرت امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا'' اور (خلیفہ اتنے بارعب طریقہ سے تھا کہ) اس دن اس کے سامنے پانچ سو تلواریں تھیں'' (یعنی پانچ صد مسلح محافظین کی معیت میں مناظرہ کر رہا تھا اور اثنائے مناظرہ میں اس نے بلند آواز کی) تو حضرت امام الائمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کر، کیونکہ اللہ جل مجدہٗ نے ایک قوم کو یوں ادب سکھایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ترجمہ:۔ اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ (الخ)

اور ایک قوم جو آداب بجالائی ان کی یوں تعریف کی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

''بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں''۔

اور ایک قوم کی یوں مذمت کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ

"بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں"۔

سید عالم ﷺ کا احترام وفات شریف کے بعد بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حالت حیات میں تھا۔ یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر دھیما پڑ گیا۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی توہین کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ اور جس نے سید عالم ﷺ کو گالیاں دیں یا بدگوئی کی تو وہ قتل کیا جائے گا امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے، اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے اپنی "سنن" میں حضرت ابو برزہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر کو گالی دی تو میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! کیا میں اس گالی دینے والے کا گردن نہ ماردوں۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا: نہ نہ، گالی کی سزا قتل، سید عالم ﷺ کے بعد کسی کے لیے بھی روا نہیں۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی قدس سرہما حضرت ابو ہریرہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کو گالی دی تو اب اسے اس گالی کے باعث قتل نہیں کیا جائے گا۔ ہاں جس نے سید عالم ﷺ کو گالی دی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔

بیہقی قدس سرہٗ حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا کی ام ولد جان عالم ﷺ کو اکثر گالیاں دیتی رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے اس نابینا نے اسے قتل کر دیا۔ بعدہٗ اس واقعہ کا سید عالم ﷺ سے ذکر کیا گیا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں گواہ ہوں کہ اس ام ولد کا خون اس نابینا کو معاف ہے۔

امام ابوداؤد اور امام بیہقی قدس سرہما نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت سید عالم ﷺ کو بہت زیادہ گالیاں دیا کرتی تھی۔ تو ایک آدمی نے اس کا گلا دبا کر اسے مار دیا۔ اور (دعویٰ دائر ہونے پر) سید عالم ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دے دیا۔

سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت اور تمام صحابہ کرام، اور آپ ﷺ سے محبت رکھنا فرض ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ

''تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے سے، ''فَتَرَ بَّصُوْا'' تک۔

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَ لَدِهٖ وَالنَّا سِ اَجْمَعِیْنَ (ص 351)

''کسی شخص کو جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد، اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں وہ مسلمان نہیں ہو سکتا''۔

خصائص ''ابن ملقن'' کی عبارت یوں ہے: ''سید عالم ﷺ کی امت پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ سے اعلیٰ درجہ کی محبت کرے''۔

ابن ماجہ اور امام حاکم قدس سرہما حضرت عباس بن عبد المطلب سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم جب قریش کی کسی جماعت کو گفتگو کرتے ہوئے پاتے تو ہم بھی وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ مگر وہ ہمارے آنے پر اپنا سلسلہ کلام منقطع کر دیا کرتے تھے۔ ہم نے ان کا یہ رویہ رسول کریم ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو اپنی باتیں کرنا بند کر دیتے ہیں۔

وَاللّٰهِ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِ یْمَا نُ حَتّٰی یُحِبَّهُمْ لِلّٰهِ وَ لِقَرَا بَتِهِمْ مِنِّیْ (ص 351)

''خدا کی قسم! کسی بھی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان جاگزیں نہ ہو گا جب تک کہ وہ اللہ کے لیے، اور میری رشتہ داری کی وجہ سے، میرے اہل بیت سے محبت نہ کرے گا''۔

محبت انصار، علامت ایمان

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

آیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَآیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ

''انصار کرام علیہم الرضوان کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اور انصار کرام علیہم الرضوان کی عداوت نفاق کی پہچان ہے''۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ نے حضرت براء سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص انصار سے محبت کرے گا تو اللہ جل مجدہٗ اس سے محبت فرمائے گا۔ اور جو انصار کرام کو دشمن رکھے گا تو اللہ

جل مجدہٗ اسے دشمن رکھے گا۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کی اولاد کرام کفو اور قرابت میں آپ ﷺ ہی کی اولاد کہلاتی ہے۔ جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کی بیٹیوں کی اولاد اس کی اولاد نہ کہلائے گی۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہر ایک بیٹے کا عصبہ اس کا باپ ہوتا ہے۔ مگر فاطمہ رضی اللہ عنہما کے دونوں بیٹوں کا عصبہ میں ہی ہوں۔

امام ابویعلیٰ قدس سرہٗ نے بھی اسی حدیث کی مانند حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے۔

امیر المومنین امام حسن کے بارے میں سید عالم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ "میرا یہ بیٹا سید ہے" اسی قبیل سے ہے۔

نیز اسی باب میں امام بیہقی قدس سرہٗ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جس وقت امیر المومنین حسنؓ پیدا ہوئے تو سید عالم ﷺ نے حضرت امیر المومنین علی سے فرمایا: "مَاسَمَّیتَ اِبْنِیْ" ترجمہ۔ (تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے)۔ (نیز) یہی استفسار حضرت امام حسین کی ولادت پر بھی فرمایا تھا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر سوکن نہیں لائی جاسکتی۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں پر سوکن لانا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت مسور بن مخرمہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: میں نے منبر پر سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ بنو ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی علی بن ابی طالب سے بیاہ دینے کی مجھ سے اجازت مانگی تھی۔ (مگر) میں تو اجازت نہیں دیتا ہوں۔ میں پھر (متنبہ کرتا ہوں کہ) اجازت نہ دوں گا۔ ہاں اس صورت میں اجازت ہے کہ علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور پھر ان کی بیٹی سے نکاح کرے۔ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

☆ شیخ الاسلام امام ابن حجر قدس سرہٗ نے فرمایا: یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ سید عالم ﷺ کی صاحبزادیوں پر سوکن لانے کی ممانعت بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہو۔

امام حارث قدس سرہٗ نے حضرت ابو امامہ سے اور انہوں نے حضرت علی بن حسین سے روایت کیا کہ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح فرمانا چاہا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّتَزَوَّجَ اِبْنَةَ عَدُوِّ اللّٰہِ عَلٰی اِبْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (ص 351)

''کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہٗ کے رسول ﷺ پر اللہ کے دشمن کی بیٹی سوکن لائے''۔

امام حاکم قدس سرہٗ نے حضرت حنظلہ سے روایت کیا کہ جب حضرت امیر المومنین علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی کی خواستگاری فرمائی تو یہ خبر سید عالم ﷺ تک بھی جا پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میرا ٹکڑا ہے جو اسے تکلیف دے گا تو وہ (گویا) مجھے تکلیف دے گا'' یہ حدیث قوی، مرسل ہے۔

امام الائمہ احمد اور امام حاکم قدس سرہما نے حضرت عبید اللہ بن ابی رافع سے اور انہوں نے حضرت مسور سے روایت کیا کہ حضرت حسن (مثنیٰ رضی اللہ عنہ) بن امیر المومنین حسنؓ نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ اپنی صاحبزادی کا مجھ سے عقد فرما دیں۔ تو حضرت مسور نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ سے بڑھ کر اچھا مجھے کوئی نسب اور کوئی تعلق اور کوئی رشتہ دار نہیں ہوسکتا۔ مگر (وجہ یہ ہے کہ) سید عالم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا تو اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے اسے خوش کیا تو اس نے مجھے خوش کیا۔ اور اس وقت آپ کے عقد میں ان کی پوتی (حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہے۔

لہٰذا اب اگر میں اپنی بیٹی آپ کو بیاہ دوں تو وہ اس سے ناراض ہوں گی۔ (اس لیے آپ مجھے معذور رکھیں) پھر حضرت مسور یہ معذرت فرما کر تشریف لے گئے۔

☆ علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے امام حارث قدس سرہٗ کی ''سند'' سے حضرت امیر المومنین علی سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے ہاں بیاہا گیا، یا میں نے جس کے ہاں عقد کیا تو وہ جہنم میں نہ جائے گا۔

امام حارث بن ابی اسامہ قدس سرہٗ اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابن ابی اوفیٰ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں نے پروردگار عزوجل سے درخواست کر رکھی ہے کہ اپنی امت میں سے جس کو میں اپنی صاحبزادی نکاح کر کے دے دوں یا میں خود کسی کے ہاں عقد کرلوں تو وہ جنت میں میرا ہمراہی رہے چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے میری یہ درخواست منظور فرمالی ہے۔

امام حارث قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی مانند حضرت ابن عمر سے بھی روایت کی ہے۔

امام ابن راہویہ اور امام بیہقی قدس سرہما اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم بن خطاب سے روایت کیا کہ:

اِنَّهٗ خَطَبَ اِلٰی عَلِیٍّ اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَتَزَوَّجَهَا فَاَتٰی عُمَرُ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَ اَلَا تُهَنِّئُوْنِیْ بِاُمِّ کُلْثُوْمٍ اِبْنَةِ فَاطِمَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا مَا کَانَ سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبَبٌ وَنَسَبٌ (ص352)

''انہوں نے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخوست کو پذیرائی عنایت فرماتے ہوئے حضرت ام کلثوم کا عقد فرمادیا۔ پھر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین کرام کے پاس آکر فرمانے لگے۔(یارو) کیا تم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی صاحبزدای حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ میرے نکاح ہوجانے کی مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ اور (یہ عقد میں نے بایں خیال کیا کہ) میں نے حضور سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہوا ہے کہ قیامت کے دن میرے سبب ونسب کے بغیر ہر ایک کا سبب ونسب منقطع ہوجائے گا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ میرے اور سید عالم ﷺ کے مابین سبب ونسب کا یہ تعلق برقرار رہے''۔

حافظ ابو یعلیٰ قدس سرہٗ نے حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تمام تعلقات اور رشتہ داریاں ختم ہوجائیں گی مگر میرا تعلق اور رشتہ برقرار رہے گا (یعنی سودمند اور نافع ہوگا)

☆ حضور سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی انگشتری مبارک جیسا نقش اپنی انگشتری پہ بنوانا حرام ہے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت انس سے راوی کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے انگشتری بنوا کر اس پر ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (ﷺ) کا نقش کندہ کروایا۔ اب (تم میں سے) کسی کا بھی نقش ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت طاؤس (تابعی) سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے انگشتری بنوا کر اس میں ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (ﷺ) کندہ کروایا اور فرمایا میری

انگوٹھی کے نقش جیسا کوئی دوسرا آدمی نقش نہ بنوائے۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کی آگ سے روشنی مت حاصل کرو اور نہ ہی اپنی انگشتریوں میں عربی نقش بنواؤ۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے "تاریخ" میں فرمایا کہ عربی نقش سے مراد "محمد رسول اللہ" (ﷺ) ہے۔ یعنی سید عالم ﷺ نے (گویا یوں) فرمایا ہے: نبی (ﷺ) کی انگشتری کی طرح (اپنی انگشتری پہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مت لکھواؤ۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے نماز خوف ہے۔

☆ ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ ان ہی میں سے ایک حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ کے تلمیذ رشید حضرت امام الائمہ ابو یوسف بھی ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (النساء:102)

"اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو"۔

اس نماز کو ان میں سید عالم ﷺ کی موجودگی کے ساتھ مقید کرنے کی من حیث المعنیٰ وجہ یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی نماز میں وہ خصوصیت وفضیلت ہے کہ جس کے ہم پلہ کوئی اور شے نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا اسی فضیلت کے باعث یہ احتمال باقی ہے کہ (ترک نماز سے کہیں) نظم صلوٰۃ متغیر ہو جائے اور اس سے آپ ﷺ کو جو انفرادی خصوصیت حاصل ہے وہ نہ رہے۔

☆ اور امام الائمہ ابو یوسف کے علاوہ دوسرے ائمہ کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔ لہٰذا جماعت میں اس کے ساتھ استبدال آسان ہے۔

عصمت انبیاء علیہم السلام

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں۔ چاہے وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ قصداً ہو یا بھولے سے۔

جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح:2)

"تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے"۔

☆ امام سبکی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء علیہم

السلام تبلیغ سے متعلق ہر قسم کی لغزش سے معصوم ہوتے ہیں۔

☆ اور تمام کبیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔ اور اسی طرح وہ چھوٹے اور گھٹیا گناہ جوانہیں ان کے مقام ومرتبہ سے گرادیں اس سے بھی معصوم ہیں۔

☆ اور یونہی صغائر پر مداومت واصرار سے بھی بری ہوتے ہیں۔

ان چاروں اقسام (کے عدم صدور پر) ساری امت کا اتفاق ہے۔[1]

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الآیہ کی تفسیر بے نظیر

☆ اور وہ صغائر جو انھیں ان کے مرتبہ مقام سے نہ گرائیں اِن کے صدور پر اختلاف ہے۔ معتزلہ وغیرہ کثیر لوگ ان کے جواز کے قائل ہیں۔

☆ اور (مذہب) مختار یہ ہے کہ ایسے گناہ بھی حضرات انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ہیں۔ اس لیے کہ ہمیں ان سے صادر ہونے والے ان کے ہر قول وفعل مین پیروی کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ان حضرات سے گھٹیا پن کا صدور بھی ممکن ہو اور پھر اس غیر مناسب گھٹیا شے کی ہمیں اقتدا کرنے کی بھی اجازت دے دی جائے۔

علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: موخر الذکر گناہ کے مجوزنے فقط مذکورہ آیت کے (ظاہری) مفہوم کو سامنے رکھا ہے اور اس میں اس کے جواز پر کوئی نص ودلیل پیش نہیں کی۔

علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے جب اس آیت کریمہ کے سیاق وسباق میں غور کیا تو میں نے وہاں صرف ایک ہی احتمال پایا۔ اور وہ سید عالم ﷺ کی عظمت شان کا بیان ہے اور نہ ہی وہاں کوئی گناہ وغیرہ نظر آیا۔ (رہی یہ بات کہ آیت کریمہ کی مراد کیا ہے؟۔ تو) مذکورہ آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے چاہا کہ بندوں پر جتنے بھی اخروی انعامات ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام ایک آیت میں جمع کردیے جائیں۔ (جن کی تفصیل یوں ہے) تمام اخروی نعمتوں کی دو قسمیں ہیں:

1۔ سلبیۃ　　2۔ ثبوتیہ

سلبیہ گناہوں کی مغفرت ہے۔ اور ثبوتیہ کی تعداد غیر متناہی ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے انہی ثبوتیہ نعمتوں کی طرف اپنے اس کلام میں اشارہ فرمایا ہے: ''وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ'' ترجمہ:۔ اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے۔

اور تمام دنیوی نعمتیں بھی دو قسم کی ہیں۔

1۔ دینیہ　　2۔ دنیویہ

دینیہ :۔ انہی کی طرف اللہ جل مجدہٗ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا (فتح:2) ترجمہ:۔اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

دنیویہ: جو اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشاد میں مذکور ہیں۔

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝۳

''اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے''۔

لہٰذا اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہٗ نے ''تمام وہ نعمتیں جو دوسروں میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں'' وہ سب کی سب سید عالم ﷺ میں مجتمع فرمادی ہیں۔ اسی لیے اسے فتح مبین کی انتہا قرار دیا۔ کیونکہ فَتْحًا مُّبِينًا تنوین تعظیم کی ہے۔ جس سے فتح مبین کی عظمت و بڑائی ہویدا ہے۔ پھر اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب کرکے آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی بھی بیان فرمادی۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے اپنے ارشاد ''لکَ'' سے (جس میں لام تخصیص کا ہے) اس فتح مبین کو سید عالم ﷺ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

☆ امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: اسی قسم کا کلام ''ابن عطیہ'' نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ ابن عطیہ نے کہا: اس حکم (یعنی غُفْرَانِ ذُنُوبْ) کا مطلب صرف سید عالم ﷺ کی عظمت و شرافت بتلانا ہے۔ اس سے گناہ قطعاً مقصود نہیں ہیں۔

پھر ابن عطیہ نے فرمایا: بر تقدیر تسلیم ذنوب اس میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ سید عالم ﷺ سے کوئی گناہ واقع ہوا ہی نہیں۔ پھر اس کے خلاف کیا خیال کیا جاسکتا ہے اللہ جل شانہٗ نے سید عالم ﷺ کے متعلق فرمایا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ (النجم)

رہا سید عالم ﷺ کا فعل مبارک، تو وہ فعل چاہے چھوٹا ہو یا بڑا تھوڑا ہو یا زیادہ اس فعل کی پیروی کرنے اور آپ ﷺ کے اس فعل کو اپنے لیے اُسوہ بنانے پر سب صحابہ کرام کا اتفاق ہے اور اس فعل کی اتباع میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاں نہ تو کسی قسم کا توقف تھا اور نہ ہی اس میں کوئی بحث وتمحیص تھی یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام سید عالم ﷺ کے پوشیدہ اور اندرونی اعمال کے بھی معلوم کرنے اور ان کی اتباع کرنے اور انھیں بھی اُسوہ و مثال بنانے کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔

☆ سید عالم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کے احوال مبارکہ میں جو آدمی غور و فکر کرے گا اسے پتہ لگے گا کہ سید عالم ﷺ کے قلب اطہر میں ان کے اعتقاد کے خلاف خیال لانے سے آپ ﷺ اللہ جل مجدہٗ سے شرماتے ہوں گے۔۔۔۔ الخ (من التفسیر السبکی قدس سرہٗ)

امام حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے عمرو بن شعیب کے طریق سے اور انہوں نے اپنے والد محترم سے اور انہوں نے اپنے جدامجد سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا جو کچھ میں آپ سے سنا کروں اسے لکھ لیا کروں تو سید عالم ﷺ نے فرمایا ہاں لکھ لیا کرو پھر میں نے عرض کیا: تو کیا یارسول اللہ ﷺ میں وہ بھی لکھ لیا کروں جو بحالت خوشی وناخوشی آپ ﷺ فرمادیتے ہیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا ہاں وہ بھی لکھ لیا کرو اس لیے کہ میں غصہ ہو یا خوشی ہر حالت میں سچی اور حق بات ہی کہتا ہوں۔ اور حق کے سوا کہنا میرے منصب سے کہیں دور ہے۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا میں جو بھی کہوں سچ کہتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: اس پر کچھ صحابہ کرام عرض کناں ہوئے: یارسول اللہ ﷺ اس میں یقیناً ہماری رعایت ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا میں جو بھی کہوں سچ ہی کہتا ہوں۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر غیر پسندیدہ فعل سے بری ہیں۔

☆ امام السبکی قدس سرہما نے "جمع الجوامع" میں فرمایا عصمت کی وجہ سے سید عالم ﷺ کا کوئی بھی فعل حرام نہیں ہے۔

☆ اور سید عالم ﷺ کی پیشوائی وامامت کی وجہ سے آپ ﷺ کا کوئی بھی فعل مکروہ نہیں ہے۔

☆ اور سید عالم ﷺ کا ایسا فعل جو ہمارے لیے مکروہ ہے وہ فعل بھی سید عالم ﷺ نے بیان جواز کے لیے کیا ہے۔ اس لیے وہ فعل بھی سید عالم ﷺ کے حق میں واجب التبلیغ ہے۔ یا وہ کام آپ ﷺ کے حق میں مستحبات سے ہے۔ لہٰذا اس قسم کے فعل پر بھی سید عالم ﷺ کو واجب یا مستحب کا ثواب ہے۔

سید عالم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ ان پر جنون کا طاری ہونا ناممکن ہے۔ ہاں (قلیل) بے ہوشی طاری ہوسکتی ہے۔ اس لیے کہ جنون (یعنی سلب عقل، عیب ہے) جبکہ غشی ایک قسم کی بیماری ہے۔

☆ شیخ ابو حامد قدس سرہٗ نے فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام پر طویل بے ہوشی کی نسبت بھی غیر ممکن ہے۔

☆ شیخ بلقینی قدس سرہٗ نے "روضہ" کے حواشی میں اسی پر اتفاق فرمایا ہے۔

☆ امام سبکی قدس سرہٗ نے مذکور مذہب کی تائید کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ حضرات

انبیاء کرام علیہم السلام کی بے ہوشی اور غشی دوسرے لوگوں جیسی نہیں ہوتی۔ان حضرات کے اعصاب مبارکہ پر فقط تھکان کا اثر ہوتا ہے وہ بھی دل پر نہیں بلکہ صرف حواس ظاہری پر ہوتا ہے۔

سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: (اس کی تائید اس) حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں تو نیند کرتی ہیں مگر دل بدستور بیدار رہتے ہیں۔جب انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب منورہ نیند سے محفوظ و مامون رہ سکتے ہیں تو غشی سے بھی بدرجہ اولیٰ محفوظ رہ سکتے ہیں۔اس لیے کہ نیند بھی ایک بے ہوشی ہوتی ہے جو کہ (عرفی) اغماء سے کہیں نچلے درجے کی ہوتی ہے۔

امام سبکی قدس سرہٗ کی یہ توجیہہ نہایت ہی عمدہ ہے" انتہی" (کلام السبکی قدس سرہٗ)

☆ مشہور تر یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوتا۔امام نووی قدس سرہٗ نے "روضہ" میں یہی قول نقل کیا ہے۔احتلام نہ ہونے کی دلیل کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے۔

کوئی پیغمبر نابینا نہیں ہوتا

☆ علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر نابینائی وارد نہیں ہوئی اس لیے کہ یہ نقص ہے اور کوئی بھی پیغمبر نابینا نہیں ہوا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا ہے کہ وہ نابینا تھے سو وہ ثابت نہیں (1)۔رہے حضرت یعقوب علیہ السلام تو ان کی آنکھوں پر پردہ آ گیا تھا پھر وہ دور ہو گیا تھا۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کا رؤیا وحی ہے۔

اور سید عالم ﷺ اس میں جو بھی ملاحظہ فرمائیں وہ حق ہے۔امام طبرانی قدس سرہٗ حضرت معاذ بن جبل سے راوی کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے اپنی نیند یا بیداری میں جو بھی ملاحظہ فرمایا وہ حق ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس سے

إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا (یوسف:4)

"اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے (سورج اور چاند) دیکھے"۔

کی تفسیر میں روایت کیا کہ سب انبیاء علیہم السلام کا رؤیا وحی ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کی بحالت خواب زیارت کرنا برحق ہے۔امام بخاری مسلم قدس سرہما نے حضرت

1۔اور بر تقدیر ثبوت، وہ نابینائی منصب نبوت کے منافی بھی نہیں۔اس لیے کہ وہ تحقق نبوت کے بعد طاری ہوئی ہے۔اور اسی طرح پیغمبران علیہم السلام میں سے کوئی بھی پیغمبر بہرہ نہ تھا اور اسی طرح کوئی بھی پیغمبر کسی ایسی مرض میں مبتلا نہیں ہوا کہ جس سے عامۃ الناس نفرت کرنے لگیں۔

ابوہریرہ سے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ حَقًّا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ (ص 354)

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت کی طرح نہیں بن سکتا''۔

مطلب حدیث میں ائمہ کے اقوال

☆ قاضی ابوبکر قدس سرہٗ نے فرمایا اس کا مقصد یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھنا بالکل درست ہے۔ پریشان خیالی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ اور دوسرے علماء نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے سید عالم ﷺ کو دیکھا اس نے حقیقۃ آپ ﷺ ہی کو دیکھا۔

☆ اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سید عالم ﷺ سے مخصوص ہے کہ نیند میں سید عالم ﷺ کو دیکھنا درست ہے۔ اور شیطان کو سید عالم ﷺ کی صورت اپنانے سے روک دیا گیا ہے تاکہ نیند میں آپ ﷺ کی زبان پر جھوٹ نہ ملا سکے جس طرح سید عالم ﷺ کی عزت وعظمت کی خاطر بیداری میں آپ ﷺ کی صورت اپنانے سے روک دیا گیا ہے۔

اگر خواب میں کوئی حکم ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسلم کی ''شرح'' میں امام نووی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی دیکھے کہ سید عالم ﷺ اسے کسی مستحب عمل کا حکم فرما رہے ہیں یا کسی ممنوع شے سے روک رہے ہیں یا کسی اچھے کام کی راہنمائی فرما رہے ہیں۔ تو جس کام کا سید عالم ﷺ نے حکم فرما دیا تو ایسے آدمی کو اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔

☆ ''فتاویٰ حناطی'' میں ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی خواب میں سید عالم ﷺ کو اُسی صفت وصورت میں دیکھے جو آپ ﷺ کی بابت مروی ومقبول ہے۔ اور (اسی وقت) وہ سید عالم ﷺ سے کوئی حکم دریافت کرے اور سید عالم ﷺ اس کے مذہب کے برعکس فتویٰ صادر فرما دیں اور وہ فتویٰ کتاب وسنت اور اجماع امت کے بھی معارض نہ ہو تو اس میں دو وجہ ہیں۔

ان میں صحیح ترین یہی ہے کہ ایسا آدمی سید عالم ﷺ کے ارشاد پر ہی عمل کرے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی قیاس پر فوقیت رکھتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عمل نہ کرے کیونکہ قیاس دلیل (یقینی) ہے۔ جبکہ خواب پر (کامل) اعتماد نہیں ہوتا۔ لہٰذا خواب کی بناء پر دلیل (یقینی) کو نہ چھوڑا جائے گا۔

☆ استاذ ابو اسحاق اسفرائنی قدس سرہٗ کی ''کتاب الجدل'' میں ہے کہ اگر کوئی آدمی خواب میں سید عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو اور پھر سید عالم ﷺ اسے کوئی حکم ارشاد فرمائیں تو کیا بیداری کے بعد اس پر اس حکم کا اپنانا واجب ہے؟ (یا نہیں) اس میں دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ میں اس حکم کا اپنانا ممنوع ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ سید عالم ﷺ کی رویت میں شک ہے۔ ہاں اس وجہ سے کہ دیکھنے والے میں اس حکم کا (کامل) ضبط نہیں ہے۔ اور اس لیے بھی کہ خبر، ضابط، مکلف کی قابل قبول ہوتی ہے۔ اور سوئے ہوئے آدمی میں یہ دونوں باتیں ناپید ہیں۔

☆ اور قاضی حسین قدس سرہٗ کے ''فتاویٰ'' میں بھی اسی طرح ہے کہ (مثلاً) اگر کوئی آدمی انتیس شعبان کو سید عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو اور اسے سید عالم ﷺ بتائیں کہ کل کو رمضان (شروع ہو رہا) ہے تو کیا ایسے آدمی کے لیے دوسرے دن روزہ رکھنا فرض ہے؟ (یا نہیں۔ اس میں دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ پر ہے اور ایک پر نہیں)

☆ اور قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی ''روضۃ الحکام'' میں ہے کہ اگر سید عالم ﷺ کی زیارت کی جائے اور آپ ﷺ فرمائیں کہ فلاں آدمی پر فلاں کا اتنا قرض ہے۔ تو کیا دیکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس خبر کی وجہ سے قرض خواہ کے حق میں گواہی دے، اس میں بھی (مذکورۃ الصدور) دو (ہی) وجہ ہیں۔

فضائل درود شریف

☆ سید عالم ﷺ کا درود شریف پڑھے جانے کی فضیلت سے مشرف ہونا بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (احزاب:56)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

☆ امام مسلم قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (ص355)

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا تو اللہ جل مجدہٗ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے''۔

☆ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابن عمر سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے سید عالم ﷺ پر (ایک مرتبہ) درود شریف پڑھا تو اللہ جل مجدہٗ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ

رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اب آگے آدمی چاہے تو اس تعداد میں کمی کرے یا زیادتی کرے۔

☆ حاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابوطلحہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے ہاں فرشتے نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ ﷺ کا پروردگار فرماتا ہے کیا آپ ﷺ اس سے خوش نہیں کہ آپ ﷺ کا کوئی امتی جب ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا تو میں اس کو دس مرتبہ سلامتی عطا کروں گا۔

☆ امیر المؤمنین عمر فاروق ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل امین آکر کہنے لگے: جو شخص ایک بار آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ جل مجدہٗ دس بار اس پر رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور اس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے۔

☆ حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ راوی کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اس کے بدلے اللہ جل مجدہٗ اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

☆ قاضی اسماعیل قدس سرہٗ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے سید عالم پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ الترغیب میں اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت سعد بن عمر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا کہ مجھے سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے سچے دل سے مجھ پر درود شریف بھیجا تو اس کے عوض اللہ جل مجدہٗ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس مرتبے بلند فرمائے گا اور دس نیکیاں لکھے گا۔

☆ امام الائمہ احمد اور امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت عامر بن ربیعہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا تو جب تک وہ درود شریف میں مشغول رہے گا فرشتے اس کے لیے دعاء مغفرت کرتے رہیں گے۔ اس میں چاہے وہ کمی کرے یا زیادتی۔

☆ امام ترمذی اور امام ابن حبان قدس سرہما حضرت ابن مسعود سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ آدمی ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھے گا۔

☆ امام الائمہ احمد اور امام ترمذی قدس سرہما حضرت الامام الحسین بن علیؓ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

38B

اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (ص255)

''جس کے پاس میرا ذکر ہو رہا ہو اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے تو وہ بخیل ہے''۔

☆ امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت ابن عباس سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کی راہ سے بہک جائے گا۔

☆ امام ترمذی قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ سے راوی، کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ کسی جگہ جمع ہوں اور وہاں نہ ہی تو اللہ جل مجدہٗ کی حمد و ثنا کریں اور نہ ہی مجھ پر درود شریف بھیجیں تو ایسے لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔ اللہ جل مجدہٗ چاہے تو انہیں عذاب دے یا معاف فرمادے۔

☆ امام ترمذی اور امام حاکم قدس سرہما حضرت اُبَی ابن کعب سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ پر بکثرت درود شریف پڑھتا رہوں۔ (آپ ﷺ فرمادیں کہ) میں کتنا درود شریف پڑھتا رہوں؟

سید عالم ﷺ نے فرمایا: جتنا تمہاری منشاء ہو۔

میں نے عرض کیا: چوتھائی حصہ کافی ہے؟

تو فرمایا: جو تمہاری مرضی ہو۔ اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا نصف پڑھا کروں؟

فرمایا: جو تم چاہو۔ اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا دو تہائی ہو؟

فرمایا: جیسے تم چاہو۔ اگر زیادہ ہو تو بہت اچھا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا: میں اپنا سارے کا سارا درود شریف آپ ﷺ کو بھیجتا رہوں گا۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اِذًا تُکْفِیْ ھَمَّکَ وَ یُغْفَرُ لَکَ ذَنْبُکَ (ص355)

''اب یہ تیرے تمام مقاصد کے لیے کافی ہے اور تیرے تمام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے''۔

☆ قاضی اسماعیل قدس سرہٗ نے درود شریف کی فضیلت میں حضرت یعقوب بن یزید بن طلحہ تیمی سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا: جو آدمی آپ ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ جل مجدہٗ اس کے عوض دس مرتبہ رحمت بھیجتا

ہے۔ (یہ سن کر) ایک صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنا نصف درود شریف آپ ﷺ کے لیے مختص نہ کرلوں؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جیسے چاہتے ہو۔
عرض کیا: کیا میں اپنا تہائی درود شریف آپ ﷺ کے لیے وقف نہ کرلوں؟ فرمایا: جیسے تم چاہتے ہو۔
عرض کیا: کیا میں اپنی دعا کی جگہ تمام تر وقت آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے میں صرف نہ کر دوں؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اب تو اللہ جل مجدہٗ تیرے تمام دنیوی واخروی مقاصد پورے فرمادے گا۔

☆ انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے، اور کہنے لگے: (یارسول اللہ ﷺ) وہ شخص برباد ہو جائے جس کے پاس آپ ﷺ کا اسم گرامی لیا جائے اور پھر وہ آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے۔

☆ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ نے امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: بڑھیا قسم کا بخل یہ ہے کہ کوئی قوم میرا نام تو لے مگر مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

☆ نیز قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ نے حضرت امام الائمہ جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور پھر وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے تو ایسا آدمی جنت کی راہ بھول جائے گا۔

☆ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ اور اصبہانی قدس سرہٗ نے ''الترغیب'' میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ زَکَاۃٌ لَّکُمْ'' (ص356)

''مجھ پر درود شریف پڑھتے رہا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا، تمہارے گناہوں کی طہارت ہے''۔

☆ اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود شریف پڑھتے رہا کرو، کیونکہ مجھ پر تمہارا درود شریف پڑھنا تمہارے لیے کفارہ ہے۔

☆ اصبہانی قدس سرہٗ حضرت خالد بن طہمان سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَّاحِدَۃً قُضِیَتْ لَہٗ مِاَۃُ حَاجَۃٍ (ص356)

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا تو اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی''۔

☆ قاضی اسمٰعیل قدس سرہٗ اور امام بیہقی قدس سرہٗ نے ''شعب الایمان'' میں حضرت ابو سعید سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ (ذکر و فکر کی) مجلس برپا کرنے کے بعد برخاست کر

دیں، اور سید عالم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھیں تو انھیں قیامت کے دن سخت ندامت ہوگی۔ اور اگر جنت میں بھی چلے گئے تو وہاں اچھا صلہ نہ پاسکیں گے۔

☆ امام اصبہانی قدس سرہٗ نے "الترغیب" میں حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کی ہولناکیوں اور وہاں کی وحشت ناک جگہوں سے تم میں سے وہ ہی ناجی ہوگیا جو دنیا میں مجھ پر درود شریف کی کثرت کرتا رہے گا۔ (تمہیں یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ) مجھ پر اللہ جل مجدہٗ اور اس کے فرشتوں کا درود شریف بھیجتے رہنا ہی بہت ہے۔ مگر ایمان والوں کو کثرت درود شریف پر ابھارنے کی وجہ یہ ہے تاکہ انہیں اس پر ثواب ملتا رہے۔

☆ امام اصبہانی قدس سرہٗ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ سے راوی، کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا: سید عالم ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہنا کئی غلاموں کی آزادی سے افضل ہے۔ اور سید عالم ﷺ کی محبت پیدا کرنا ریاضت ونفس کشی سے برتر ہے۔ یا حضرت امیر المومنین نے مؤخر الذکر جملہ کی جگہ یہ کلمات ارشاد فرمائے: "اللہ جل مجدہٗ کی راہ میں لڑنے سے بالاتر ہے"۔

☆ امام اصبہانی اور امام بزار قدس سرہما حضرت جابر بن عبداللہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے سوار کے پیالہ کی طرح مت بنالو کہ سوار اپنا پیالہ بھر کر رکھ چھوڑتا ہے۔ اگر پینے کی ضرورت پڑ جائے تو پی لیتا ہے اور وضو کرلیتا ہے ورنہ گرا دیتا ہے لیکن مجھ پر دعا کے اول وآخر اور وسط میں درود شریف پڑھنا لازم کرلو۔

☆ امام اصبہانی قدس سرہٗ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ سے راوی کہ آپؓ نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا: دعا مانگنے والا جب سید عالم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود شریف پڑھ لیتا ہے تو پھر آسمان کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور دعا آسمان پر روانہ ہوجاتی ہے۔ اگر وہ درود شریف نہیں پڑھتا تو دعا واپس آجاتی ہے۔

☆ امام ترمذی قدس سرہٗ حضرت امیر المومنین عمر فاروق سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

اَلدُّعَآءُ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ (ص356)

"دعا زمین اور آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے اور اس سے اس وقت تک کوئی شی اوپر نہیں چڑھتی جب تک تم اپنے نبی محترم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھ لو"۔

☆ قاضی اسماعیل قدس سرہٗ حضرت سعید بن مسیب سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

مَامِنْ دَعْوَةٍ لَا يُصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَهَا اِلَّا كَانَتْ مُعَلَّقَةً بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (ص356)

''جس دعا سے پہلے سید عالم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے تو اس وقت تک وہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے''۔

☆ امام طبرانی قدس سرہٗ عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام مجھ پر درود شریف پڑھا تو اسے قیامت میں میری شفاعت حاصل ہوگی۔

☆ امام بیہقی قدس سرہٗ ''شعب الایمان'' میں حضرت انس سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا

جمعرات اور جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو (کیونکہ) جس نے مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا تو میں قیامت کے دن اس کا سفارشی و گواہ ہوں گا۔

☆ امام طبرانی قدس سرہٗ نے حدیث رویاء میں حضرت عبدالرحمان بن سمرہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں نے پل صراط پر ایک امتی شاخ لرزاں کی طرح کانپتے ہوئے دیکھا۔ پھر جب مجھ پر اس درود شریف کا پڑھنا اس کے پاس آیا تو اس کی کپکپاہٹ جاتی رہی۔

☆ دیلمی قدس سرہٗ نے مرفوعا حضرت انس سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر درود شریف کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں رہے گا۔

☆ ''بسند حسن'' امام بیہقی قدس سرہٗ حضرت ابوامامہ سے راوی کہ رسول کریم نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو۔ کیونکہ ہر جمعہ کو میری امت کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جس کے درود شریف کی مجھ پر کثرت ہوگی اس کا مرتبہ بھی مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

☆ درود شریف کی فضلیت میں ابوعبداللہ نمیری قدس سرہٗ حضرت عبداللہ بن عمر سے راوی کہ آپ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ آدم علیہ السلام کو ٹھہرنے کے لیے عرش کے ایک وسیع میدان میں جگہ عطا فرمائے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر (اس وقت) دو سبز کپڑے ہوں گے اور وہ یوں معلوم ہوں گے گویا ہری بھری کھجور کے تنے ہیں۔

اور آدم علیہ السلام یہ منظر ملاحظہ فرما رہے ہوں گے کہ ان کی اولاد میں سے کسے جنت کی طرف لیے جایا جاتا ہے اور کسے جہنم کی راہ دکھلائی جاتی ہے۔ اسی اثناء میں حضرت آدم علیہ السلام ملاحظہ

فرمائیں گے کہ سید عالم ﷺ کے ایک امتی کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام ''یا احمد'' ''ﷺ'' ''یا احمد'' ''ﷺ'' کہہ کر سید عالم ﷺ کو پکاریں گے پھر سید عالم ﷺ ''یَا اَبَا الْبَشَرِ'' فرماتے ہوئے تشریف لائیں گے۔

آدم علیہ السلام فرمائیں گے: آپ ﷺ کا یہ امتی دوزخ کو لے جایا جا رہا ہے (سید عالم ﷺ نے فرمایا) پھر میں چادر کس کر فرشتوں کے پیچھے دوڑوں گا اور فرماؤں گا اے میرے پروردگار جل وعلا کے فرستادگاں ذرا ٹھہر و تو سہی وہ عرض کریں گے ہم (امتثال امر میں) نہایت سخت ہیں۔ ہم تو وہی کرتے ہیں جس کا ہم کو حکم ملتا ہے اور جس کا ہمیں حکم مل جاتا ہے ہم اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ جب سید عالم ﷺ اس شخص کی بازیابی سے مایوس ہو جائیں گے تو پھر اپنے دست اقدس سے اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے عرش اعظم کی جانب متوجہ ہوں گے اور عرض کریں گے پروردگار جل مجدہٗ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ تو مجھے امت کے بارے میں رسوا نہیں فرمائے گا۔ پھر من جانب عرش ندا آئے گی: اے فرستادگان: (میرے حبیب محترم) حضرت محمد ﷺ کی اطاعت بجالاؤ اور اس آدمی کو میزان کے پاس لے آؤ (چنانچہ حسب حکم وہ آدمی جب میزان کے پاس آجائے گا) تو میں اپنی کمر بند سے چیونٹی کی مانند ایک سفید چیز نکالوں گا اور ''بسم اللہ'' پڑھتے ہوئے اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا۔ پھر کیا ہوگا کہ اچھائیاں برائیوں پر غلبہ پالیں گی۔ پھر آواز آئے گی یہ کامیاب ہے اور اس کا بخت عمدہ ہے اس کا میزان بھاری ہے لہذا اسے جنت میں لے جاؤ۔ پھر وہ آدمی کہے گا اے میرے پروردگار کے فرستادگان! ذرا ٹھہر جاؤ تو سہی میں پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں بلند و بالا مرتبے کے مالک اس کریم انسان کے بارے میں معلوم کرلوں۔ پھر وہ شخص عرض کرے گا میرے والدین آپ ﷺ پر نثار آپ ﷺ کا روئے تاباں کس قدر حسین ہے اور آپ ﷺ کا اخلاق کس قدر پیارا ہے (ذرا یہ تو فرمائیے) کہ آپ ﷺ کون سی ذات گرامی ہیں کہ جنہوں نے میری لغزش کا مداوا فرمایا اور میرے آنسوؤں پر ترس کھایا۔ سید عالم ﷺ فرمائیں گے میں تو تیرا نبی محمد ﷺ ہوں اور یہ شی جس نے تجھے تیرے احتیاج سے رہائی دلائی تیرا وہ درود شریف جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا۔

☆ امام اصبہانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا کہ (سید عالم ﷺ نے فرمایا) جس نے وضو کر لینے کے بعد ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' پھر مجھ پر درود شریف پڑھا تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

☆ اصبہانی قدس سرہٗ حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَادَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ (ص357)

''جس نے کوئی کتاب لکھتے ہوئے میرا اسم گرامی آنے پر مجھ پر درود پڑھا (یعنی لکھا) تو جب تک اس کتاب میں میرا اسم گرامی برقرار رہے گا فرشتے اس کے لیے دعا مغفرت کرتے رہیں گے''۔

☆ نیز اصبہانی قدس سرہٗ نے یہی روایت حضرت ابن عباس سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ''لَمْ تَزَلِ الصَّلَاۃُ جَارِیَۃً لَہٗ'' کہ (کتاب میں درود شریف لکھنے والے کے لیے) اس کا یہ درود شریف مسلسل جاری رہے گا۔

☆ نیز امام اصبہانی قدس سرہٗ حضرت کعب احبار سے راوی کہ آپ نے فرمایا: اللہ جل مجدہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی: اے موسیٰ! (علیہ السلام) کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کو قیامت کے دن پیاس محسوس نہ ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: بار الٰہ! کیوں نہیں؟ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا: (تو پھر میرے حبیب محترم حضرت جناب) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بکثرت درود شریف پڑھتے رہا کرو۔

☆ امام ابن الحسن میمونی قدس سرہٗ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

رَاَیْتُ اَبَا عَلِیٍّ نِالْحَسَنِ بْنِ عُیَیْنَۃَ فِی الْمَنَامِ بَعْدَ مَوْتِہٖ وَکَانَ عَلٰی اَصَابِعِ یَدَیْہِ شَیْأً مَکْتُوْبًا بِلَوْنِ الذَّھَبِ فَسَأَلْتُہٗ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ یَابُنَیَّ ھٰذَا لِکَتَبَتِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (ص357)

''میں نے حضرت ابو علی حسن بن عیینہ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے ان کے ہاتھوں کی انگلیوں پر سنہری رنگت کی ایک شی لکھی ہوئی دیکھی پھر میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: بیٹے! یہ میرا سید عالم ﷺ کی حدیث میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھنے (کی برکت) کا ثمرہ ہے''۔

☆ سید عالم ﷺ کا منصب عالی اس سے کہیں برتر ہے کہ آپ ﷺ کے لیے دعائے رحمت کی جائے۔ یہ بھی سید عالم ﷺ کے خصائص سے ہے۔

☆ حافظ ابن عبد البر قدس سرہٗ نے فرمایا: جب سید عالم ﷺ کا اسم گرامی لیا جائے تو کسی کے لیے

''رحمۃ اللہ'' کہنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ سید عالم ﷺ نے ''مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ'' (جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا) فرمایا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ (مَنْ تَرَحَّمَ عَلَیَّ وَمَنْ دَعَا لِیْ) ترجمہ۔ جس نے میرے لیے رحمہ اللہ کہا یا میرے لیے دعا کی۔

اگرچہ ''صلاۃ'' دعا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مگر لفظ ''صلاۃ'' کے ساتھ آپ ﷺ کی علو شان کی خاطر درود شریف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا لفظ ''صلاۃ'' سے کسی اور لفظ کی طرف عدول جائز نہیں۔ اسی کا موید اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور:63)

''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتا ہے''۔

اِنْتَہٰی (کَلَامُ بْنِ عَبْدِالْبَرِّ قُدِّسَ سِرُّہٗ)

☆ علامہ ابن حجر قدس سرہٗ نے بخاری شریف کی شرح میں ذکر فرمایا کہ (ابن عبدالبر قدس سرہٗ کی) یہ بحث عمدہ ہے۔

☆ اسی بحث کی مانند قاضی ابوبکر بن عربی مالکی قدس سرہٗ اور امام صیدلانی شافعی قدس سرہٗ نے بھی بحث فرمائی ہے۔

☆ ''الارشاد'' کے شارح امام ابوالقاسم انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا: لفظ ''صلاۃ'' کا اطلاق (بمعنی رحمت علاوہ نبی کریم ﷺ کے) نسبت کے ساتھ تو جائز ہے مگر اکیلے جائز نہیں۔

☆ اور احناف کی کتاب ''ذخیرہ'' میں حضرت امام الائمہ محمد سے مروی ہے کہ (کسی اور کے لیے بھی صلاۃ بمعنی رحمت) یہ بھی مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں نقص کا شائبہ رہتا ہے۔ کیونکہ اغلباً رحمت کا استعمال قابل ملامت فعل پر ہوتا ہے۔

☆ سید عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے روا ہے کہ لفظ ''صلاۃ'' سے جس پر چاہیں دعاء رحمت فرمائیں۔ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پر صلاۃ بھیجے۔

☆ امام بخاری و مسلم قدس سرہما حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے پاس جب کوئی جماعت صدقات کی وصولی کے بعد آتی تو آپ ﷺ اس کے لیے دعائے رحمت فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک (مرتبہ) میرے والد گرامی بھی صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی'' ص358 ترجمہ۔ اے اللہ جل مجدہٗ ابو اوفی کی آل پر

رحمت نازل فرما۔

امام ابن سعد اور قاضی اسماعیل قدس سرہما اور امام بیہقی قدس سرہٗ اپنی ''سنن'' میں حضرت جابر بن عبداللہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ سید عالم ﷺ نے ہمیں اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا تو میری بیوی نے گذارش کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے اور میرے شوہر کے لیے دعا مغفرت فرمایئے چنانچہ سید عالم ﷺ نے (درخواست منظور فرماتے ہوئے) فرمایا: ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ'' ص358 ترجمہ۔ تجھ پر اور تیرے شوہر پر اللہ جل شانہ رحمت کاملہ نازل فرمائے۔

قاضی اسماعیل قدس سرہٗ اور امام بیہقی اپنی ''سنن'' میں حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے صلاۃ کا استعمال کرنا جائز نہیں بلکہ مسلمان مرد و زن کے لیے دعائے استغفار کی جائے۔

انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے صلاۃ وسلام کی نوعیت

قَالَ اَصْحَابُنَا تَكْرَهُ الصَّلَاةُ عَلٰى غَيْرِ الْاَنْبِيَآءِ اِبْتِدَآءً ہمارے ائمہ نے فرمایا: ابتداء (یعنی مستقل طور پر) انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے صلاۃ کا استعمال مکروہ ہے۔ ''وَقِيلَ تُحْرَمُ'' ترجمہ:۔ اور بعض نے فرمایا: حرام ہے۔

قَالَ الْجُوَيْنِي وَالسَّلَامُ فِيْ مَعْنٰى الصَّلَاةِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَرَنَ بَيْنَهُمَا فَلَا يَفْرِدُبِهٖ غَائِبٌ غَيْرَ الْاَنْبِيَآءِ، وَلَا بَاْسَ بِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْمُخَاطَبَةِ لِلْاَحْيَاءِ وَ الْاَمْوَا تِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

علامہ جوینی قدس سرہ نے فرمایا: (''صلاۃ'' کی طرح ''اسلام'' بھی مستقلاً ممنوع ہے کیونکہ) سلام بھی صلاۃ کے معنی میں ہی ہے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہ نے صلاۃ وسلام دونوں کو یکجا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں پر بالاستقلال بصیغہء غائب ''سلام'' نہ پڑھا جائے گا۔ البتہ زندہ یا مردہ مسلمانوں کے لیے مخاطب کے صیغہ سے سلام کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دوسروں کو کسی بھی حکم کے ساتھ مخصوص فرما دینا

سید عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ جس شخص کے لیے جس بھی حکم کی تخصیص چاہیں، فرما سکتے ہیں۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

امام ابوداؤد قدس سرہٗ اور امام نسائی قدس سرہٗ نے عمارہ بن خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ''سند'' سے، اور انہوں نے اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خرید فرمایا: پھر اسے اپنے ساتھ بایں غرض لے لیا تاکہ اسے گھوڑے کی قیمت ادا فرمائیں۔ چلنے میں سید عالم ﷺ کی رفتار تیز تھی جبکہ دیہاتی آہستہ چل رہا تھا۔ اتنے میں اس دیہاتی سے کچھ لوگوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اور اس سے گھوڑے کا بھاؤ کرنا شروع کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو سید عالم ﷺ خرید فرما چکے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے سید عالم ﷺ کی قیمت خرید سے بھی بھاری قیمت پر خریدنے کا ارادہ کر لیا۔ جب دیہاتی نے نرخ بڑھتا ہوا دیکھا تو اس نے سید عالم ﷺ کو آواز دیتے ہوئے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس گھوڑے کے خریدار بنتے ہیں یا میں اسے بیچ ڈالوں۔ روستائی کی آواز پر سید عالم ﷺ رک گئے۔ اور اس کے پاس آنے پر اس سے فرمایا: ارے! کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خریدا نہیں ہے؟ پھر لوگ سید عالم ﷺ اور اس دیہاتی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جبکہ حضور انور ﷺ اور روستائی برابر اپنی اپنی بات دہرا رہے تھے۔ دیہاتی نے کہنا شروع کر دیا (اچھا) آپ ﷺ میرے فروخت کر دینے اور اپنے خریدنے پر کوئی گواہ پیش فرمایئے۔ اس اثناء میں جو جو صحابی آتے تو وہ روستائی کے قابل ملامت رویہ پر افسوس کرتے ہوئے کہتے: ارے! (یہ کیا کہتے ہو) سید عالم ﷺ نے تو کبھی غلط بیانی سے کام لیا ہی نہیں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ اور سید عالم ﷺ اور بدوی کی باتوں کو سنا جبکہ بدوی برابر کہے جا رہا تھا: میرے بیچ دینے پر آپ ﷺ گواہ پیش فرمائیں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے: ارے! میں گواہ ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا سید عالم ﷺ کے ہاتھوں فروخت کر دیا ہے۔ سید عالم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرماتے ہوئے فرمایا: تم کس بناء پر گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی تصدیق کرنے کی بنا پر۔ (اسی وجہ سے) سید عالم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی (تنہا) شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی فرما دیا۔

امام ابن ابی اسامہ قدس سرہٗ نے اپنی ''مسند'' میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک بادیہ نشین سے گھوڑا خرید فرمایا۔ پھر وہ اس کی فروختگی کا منکر ہو

1۔ اس دیہاتی کا نام سواء بن حارث تھا۔ (مترجم غفرلہٗ)

بیٹھا۔ اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ ارے روستائی! میں گواہ ہوں کہ تو نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: خزیمہ! ہم نے تو تمہیں وہاں دیکھا تک نہیں۔ تو تم گواہی کیسے دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ) میں آپ ﷺ کی بتائی ہوئی آسمانی باتوں پر تو یقین رکھتا ہوں۔ کیا اس روستائی پر آپ ﷺ کی تصدیق نہ کروں گا۔

اسی لیے سید عالم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی (اکیلی) گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔

(قول راوی) چنانچہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسلام میں دوسری کوئی ایسی شخصیت نہیں کہ جس کی (تنہا) گواہی دو آدمیوں کی گواہیوں کے برابر ہو۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے اپنی "تاریخ" میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس چیز پر یا جس شخص کے لیے خزیمہ (رضی اللہ عنہ) گواہی دے دیں تو ان کی تنہا گواہی کافی ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

امام بخاری و مسلم قدس سرہما نے روایت کیا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عید قربان کے دن سید عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا، وَنَسَکَ نُسُکَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُکَ وَ مَنْ نَسَکَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَتِلْکَ شَاۃُ لَحْمٍ (ص ۲۵۹)

"جس نے ہمارے ہمراہ نماز ادا کی اور ہمارے ساتھ قربانی کی تو اس نے وجوب ادا کر لیا۔ اور جس نے نماز سے قبل قربانی دے دی تو وہ صرف گوشت کھانے کی بکری ہوئی"۔

اتنے میں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس خیال پر کہ آج تو کھانے پینے کا دن ہے۔ اس لیے میں نے جلدی میں نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی قربانی کر ڈالی جسے میں نے خود بھی کھایا، اہل و عیال اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ (کیا میری یہ قربانی ہو گئی)

سید عالم ﷺ نے فرمایا: (نہ، نہ) یہ تو گوشت خوری کے لیے ذبح ہوا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یارسول اللہ ﷺ!) میرے پاس چھ ماہ کا ایک ایسا

بُزغالہ ہے جس کا گوشت دو بکریوں کے گوشت کے لگ بھگ ہو گا، کیا وہ میری طرف سے قربانی کے لیے کفایت کر جائے گا؟

سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں (کر جائے گا)۔ مگر تمہارے بعد اور کسی کے لیے ہرگز جائز نہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت

امام مسلم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ حضرت سیّدتنا ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب یہ آیت مبارکہ

يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا ...... وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنہ:12)

"اس پر بیعت کرنے کو اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی، اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی"۔ الخ

نازل ہوئی، تو ان ممنوعہ اشیاء میں سے ایک نیاحت (1) بھی تھی۔ اس وقت میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ ﷺ! اس حکم سے فلاں قبیلہ کو مستثنیٰ فرمادیں۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں انہوں نے میری نیاحت میں مدد کی تھی۔ اس لیے نوحہ گری میں میرے لیے ان کی امداد کرنا ضروری ہے چنانچہ سیّد عالم ﷺ نے (آپ رضی اللہ عنہا کو نیاحت میں رخصت دیتے ہوئے) فرمایا: ہاں فلاں قبیلہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

امام نووی قدس سرہٗ نے فرمایا:

هٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلَى التَّرْخِيْصِ لِاُمِّ عَطِيَّةَ فِيْ آلِ فُلَانٍ خَاصَّةً وَلِلشَّارِعِ اَنْ يَخُصَّ مِنَ الْعُمُوْمِ مَا شَآءَ۔ (ص ۳۵۹)

"آل فلاں میں یہ حکم خصوصی طور پر حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے رخصت پر محمول ہے۔ اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عام حکم سے جو بھی چاہیں (کسی کے لیے) مخصوص کرنا جائز ہے"۔

حضرت سہلہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما کی خصوصیت

امام ابن سعد اور امام حاکم قدس سرہما نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان رضی اللہ عنہا سے، اور انہوں نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت

1۔ ریاکاری کا رونا، بتکلیف رونے کی کوشش کرنا، اور زور زور سے رونے کی آوازیں نکالنا اگرچہ آنسو نہ بھی آئیں۔ (مترجم غفرلہٗ)

سہلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (اور ان کے پروردہ) حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا (بلوغت کے بعد) ان کے ہاں آنے جانے (اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہا کے بُرا منانے) کی سید عالم ﷺ سے شکایت کی۔ تو سیّد عالم ﷺ نے حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کو انہیں اپنا دودھ پلانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا دودھ پلا دیا۔ جبکہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اس وقت پورے جوان آدمی تھے اور غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

سیّد عالم ﷺ کی ازواج مطہرات نے ایسی رضاعت کے ثبوت کی بناء پر کسی کو اپنے ہاں آنے کی اجازت دینے سے روک دیا تھا۔ کیونکہ ازواج النبی ﷺ فرمایا کرتی تھیں یہ تو صرف سالم رضی اللہ عنہ کو سیّد عالم ﷺ نے رخصت عطا فرمائی تھی۔ اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں:

''یہ صرف حضرت سہلہ بنتِ سہیل رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے''۔

امام حاکم قدس سرہٗ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: یہ سالم رضی اللہ عنہ کے لیے رخصت تھی۔

حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا کی خصوصیت

ابنِ سعد قدس سرہٗ حضرت سیدتنا اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو سید عالم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تین دن تک تو سوگواری میں رہو پھر جو چاہو کرتی رہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی زکوٰۃ پر جو حولانِ حول سے قبل ہی جلد ادا کرنے کی سیّد عالم ﷺ سے درخواست گزاری، تو آپ ﷺ نے انہیں اس میں رخصت عطا فرما دی۔ ابنِ سعد قدس سرہٗ نے حضرت حکم بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہا سے ان کی دوسالہ زکوٰۃ پہلے ہی وصول فرمالی۔

ایک فقیر کی خصوصیت

امام سعید بن منصور قدس سرہٗ نے حضرت ابونعمان ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم ﷺ نے ایک فقیر سے ایک عورت کا نکاح فرما دیا اور اس کا مہر یہ مقرر فرمایا کہ جتنا قرآن یاد تھا وہ اس عورت کو پڑھا دے۔ اور فرمایا: تمہارے بعد کسی اور کے لیے ایسا مہر مقرر کرنا جائز نہیں۔

یہ حدیث مرسل ہے، اور اس میں کچھ راوی غیر معروف ہیں۔

امام ابوداوٗد قدس سرّہٗ، امام مکحول رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ کے بعد اور کسی کے لیے بھی اس طرح سے نکاح کر دینا جائز نہیں۔

ابوعوانہ نے امام لیث بن سعد قدس سرّہٗ سے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی خصوصیت

امام ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت امام الآئمہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے اپنے والدِ گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جب کبھی سیّد عالم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتی تھیں تو ''سَلَامٌ عَلَیْکُمْ'' کہہ کر آداب بجا لایا کرتی تھیں۔ تو سیّد عالم ﷺ نے انہیں صرف ''السلام'' ہی کہہ دینے میں رخصت عطا فرما دی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زبان تتلاتی تھی۔

امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

علاّمہ ابن سعد قدس سرّہٗ حضرت مُنذر ثوری قدس سرّہٗ سے راوی کہ آپ نے فرمایا۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مناظرہ چل پڑا، اور دورانِ مناظرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تو رسول اللہ ﷺ پر تمہاری طرح جرأت نہیں کر سکتے کہ تم نے اپنے صاحبزادے کا نام سید عالم ﷺ کے اسمِ گرامی پر اور اس کی کنیت سیّد عالم ﷺ کی کنیت پر رکھ لی ہے، جبکہ سیّد عالم ﷺ کے بعد کسی بھی اُمّتی کے لیے بنابر حکم امتناعی کے ان دونوں کا یکجا کرنا ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قریشیوں کی ایک جماعت کو بُلوا بھیجا (ان کے آنے کے بعد جب صورتِ حال اُن کے سامنے رکھی گئی)

فَقَالُوْا نَشْهَدُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّهٗ سَيُوْلَدُ لَکَ، بَعْدِیْ غُلَامٌ، فَقَدْ نَحَلْتُهٗ اِسْمِیْ وَكُنْيَتِیْ، وَلَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ بَعْدَهٗ۔ (ص365)

''تو وہ بولے، ہم گواہ ہیں کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا تھا (علی رضی اللہ عنہ!) میرے بعد

عنقریب تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جسے میں نے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا فرمادی ہے۔ البتہ میرے بعد کسی اور امتی کے لیے یہ جائز نہیں ہے''۔

بروایت منذر ثوری قدس سرہٗ امام ابن سعد قدس سرّہٗ نے روایت کیا کہ حضرت منذر ثوری قدس سرہٗ نے فرمایا: میں نے امام الآئمہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میرے نام و کنیت میں میرے والدِ گرامی) حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے لیے رخصت تھی۔ (اس لیے کہ) حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے گزارش کی تھی یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ کے بعد میرے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تو کیا میں اس کا نام و کنیت آپ ﷺ کے نام و کنیت پر رکھ لوں۔ تو سید عالم ﷺ نے فرمایا تھا: ہاں رکھ لینا۔

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم ﷺ مختار ہیں کہ جن میں چاہیں، توارث پر مبنی اخوت قائم فرمادیں۔

☆ اور کسی کے لیے اس قسم کی اخوت قائم کرنا جائز نہیں۔

علّامہ ابن جریر قدس سرّہٗ علی بن زید رضی اللہ عنہما سے

وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ (نساء:33)

''اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا''۔

کی تفسیر میں راوی، کہ آپ نے فرمایا:

فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ط (نساء:33)

''انہیں ان کا حصہ دو''۔

کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے درمیان سیّد عالم ﷺ نے اخوت قائم فرمائی تھی تو پھر ان کا توارث چلے گا بشرطیکہ ان کے مابین کوئی ذومحرم حائل نہ ہو۔ حضرت علی بن زید قدس سرّہٗ نے فرمایا: اور یہ آج کل کے لوگ اس زمانہ میں ان کی مثل نہیں ہیں۔ وہ تو صرف چند افراد پر مشتمل ایک جماعت تھی جس کے مابین سیّد عالم ﷺ نے مواخات قائم فرمادی تھی جو کہ اب منسوخ ہے۔ اور ایسی مواخات قائم کرنا سیّد عالم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

سید عالم ﷺ نے مہاجرین کرام اور انصارِ عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت پیدا فرمادی تھی۔ اور آج کے زمانہ میں (توارث پر مبنی) ایسی مواخاۃ کسی کے مابین قائم کر دینا کسی اور کے لیے روا نہیں ہے۔

ہمارے آئمہ نے فرمایا: سیّد عالم ﷺ کے شہر خوشتر میں جو آدمی نماز ادا کرے تو اس وقت سیّد عالم ﷺ کا محراب شریف اس کے لیے کعبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اسے کسی صورت میں بھی اس محراب سے اِدھر اُدھر ہونا جائز نہیں ہے۔

اور اسی طرح زمین کے وہ حصے جن میں سید عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہو ان میں بھی کسی اجتہاد وتحرّی سے دائیں بائیں ہونا جائز نہیں (1)۔ جبکہ مدینہ منوّرہ کے علاوہ دوسرے شہروں کی خصوصیت نہیں بلکہ ان میں بناء بر صحیح وجہ کے اجتہاد و تحرّی سے دائیں بائیں ہونا جائز ہے۔

سیّد عالم ﷺ کی وجہ سے اہل بیت وغیرہ کی فضیلت

☆ سیّد عالم ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی اولاد و ازواج، اور اہلِ بیت وصحابۂ کرام اور آپ ﷺ کے قبیلہ میں شرافت و بزرگی کا حاصل ہونا بھی آپ ﷺ کے خصائص سے ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (احزاب:33)

"اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو، کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے، اور تمہیں پاک کر کے خُوب ستھرا کر دے"۔

اور فرمایا:

وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ (احزاب:31)

"اور جو تم میں فرماں بردار رہے اللہ اور رسول کا اور اچھا کام کرے، ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے۔"

حاکم قدس سرّہٗ حضرت اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آیہ کریمہ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ (احزاب:33)

"اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو، کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے"۔

1۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرے اور اصرار کرے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اسی طرح تھی تو وہ کافر ہو گیا۔
(شیخ محقق و علامہ توکلی قدس سرہما) (مترجم غفرلہٗ)

"اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے"۔
میرے گھر پر نازل ہوئی تو سیّد عالم ﷺ نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحبزادوں (رضی اللہ عنہما) کو (بُلا بھیجنے کا) پیغام ارسال فرمایا۔ تو (ان کے آنے پر) فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے مرفوعاً حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اُس نے مجھ پر سلام عرض کرنے کی اللہ جل مجدہٗ سے اجازت مانگی۔ چنانچہ اُس نے مجھے خوشخبری سُنائی کہ فاطمہ "رضی اللہ عنہا" جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن پس پردہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا: محشر والو! فاطمہ "رضی اللہ عنہا" کے گزرنے تک تم اپنی اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔ چنانچہ ان کے گزرتے وقت ان پر دو سبز دوپٹے ہوں گے۔

حاکم قدس سرہٗ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: فاطمہ! "رضی اللہ عنہا" تمہاری ناراضگی کی وجہ سے اللہ جل مجدہٗ ناراض ہوتا ہے۔ اور تمہاری خوشی سے اللہ جل شانہٗ خوش ہوتا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: مریم "رضی اللہ عنہا" بنت عمران علیہ السلام کے علاوہ فاطمہ "رضی اللہ عنہا" تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے اس روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ سیّد عالم ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: فاطمہ! "رضی اللہ عنہا" کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ سارے جہان کی عورتوں، ساری مسلمان عورتوں اور اس اُمت کی ساری عورتوں سے تمہی برتر و سردار ہو۔

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کے فضائل

امام ابنِ سعد قدس سرّہٗ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیّد عالم ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نمازِ جنازہ پڑھی اور فرمایا: جنت میں اس کے لیے ایک دایہ مقرر ہے اور یہ جنت میں ہی اپنی مدت رضاعت پوری کرے گا۔ اور

یہ صدیق ہے۔

ابن سعد قدس سرہٗ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

ابراہیم ''رضی اللہ عنہ'' کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی دایہ ہے، اور یہ جنت میں ہی اپنی مدتِ رضاعت مکمل کرے گا اور (مرتبہ میں) یہ صدیق وشہید ہے۔

امام ابن ماجہ قدس سرہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سید عالم ﷺ نے ان پر نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور پھر فرمایا: اس کے لیے جنت میں دُودھ پلانے والی مقرر ہے۔ اور اگر یہ بقید حیات رہتا تو (درجہ میں) نبی وصدیق ہوتا۔ اور (اسی مرتبہ کے طفیل) اس کے سبھی قبطی ماموں آزاد ہو جاتے اور اس کے بعد کوئی بھی قبطی غلام نہ بنایا جاتا۔

امام ابن سعد قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو نبی وصدیق ہوتے۔

☆ حاکم قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

حضرت یحییٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کے علاوہ امیر المومنین الامام الحسن رضی اللہ عنہ اور الامام الحسین رضی اللہ عنہ تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حاکم قدس سرہٗ نے اسی روایت کی مثل حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حاکم قدس سرہٗ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل علیہ السلام آ کر کہنے لگے: امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

امام حارث بن ابی اسامہ قدس سرہٗ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ سیّد عالم ﷺ کے سامنے باہم کشتی لڑنے لگے۔ تو سید عالم ﷺ (امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی طرف داری کرتے ہوئے) فرماتے جا رہے تھے: حسن! (رضی اللہ عنہ) حسن! (رضی اللہ عنہ) حسین (رضی اللہ عنہ) کو اس طرح، اس طرح پکڑلو۔ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن ''رضی اللہ عنہ'' کی امداد فرما رہے ہیں؟ شاید وہ آپ ﷺ کو حسین ''رضی اللہ عنہ'' سے زیادہ عزیز ہے۔ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا (فاطمہ! ''رضی اللہ عنہا'' وجہ یہ ہے کہ)

اِنَّ جِبْرِیْلَ یُعِیْنُ الْحُسَیْنَ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُعِیْنَ الْحَسَنَ۔ (ص 361)

''حسین'' رضی اللہ عنہ'' کی جبریل مدد کر رہے ہیں اس لیے مجھے یہی پسند ہے کہ میں حسن ''رضی اللہ عنہ'' کی امداد کروں''۔

یہ حدیث شریف ''مرسل'' ہے۔

امام ابن عساکر قدس سرّہٗ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ آپ نے فرمایا:
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے پاس دو تعویذ تھے، جن میں جبریلی پروں کے بال تھے۔

☆ امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ، اور امام حاکم قدس سرّہٗ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جنتی خواتین میں سب سے برتر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا،

☆ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

☆ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت عمران علیہ السلام،

☆ اور حضرت آسیہ بنتِ مزاحم رضی اللہ عنہا ہیں۔

حاکم قدس سرّہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

(اگر تو سارے جہاں کی عورتوں سے برتر عورتیں معلوم کرنا چاہے تو) تجھے چار عورتوں کی افضلیت کافی ہے:

☆ حضرت مریم رضی اللہ عنہا،

☆ اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا،

☆ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا،

☆ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

حاکم قدس سرّہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

بنو عبد المطلب! میں نے اللہ جل مجدہٗ سے التجا کی ہے کہ وہ تمہارے خطیب کو ثابت قدم رکھے، تمہارے گمراہ کو ہدایت دے، تمہارے نادان کو سمجھ دے، اور تمہیں سب سے بڑھ کر سخی اور باہم صلہ رحمی کرنے والا بنا دے۔

پس اگر کوئی آدمی حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے مابین نمازیں پڑھتا رہے، روزہ رکھتا

رہے مگر وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت سے دشمنی مول لے لے اور پھر مر جائے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

حاکم قدس سرہٗ نے تصحیح کرتے ہوئے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اے میری اہل بیت! ہم سے جو بھی دشمنی مول لے گا تو اسے اللہ جل مجدہٗ دوزخ میں جگہ دے گا۔

حافظ ابو یعلیٰ، امام بزار، امام حاکم قدست اسرارہم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے سیّد عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

اَلَا اِنَّ مِثْلَ اَهْلِ بَيْتِیْ فِيْكُمْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ۔ (ص ۳۶۱)

''سنتے ہو! بے شک تم میں میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اس میں سوار ہوا تو وہ نجات پا گیا، اور جو سوار ہونے سے رہ گیا تو وہ برباد ہو گیا۔''

امام ترمذی اور امام حاکم قدس سرہما حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں:

☆ ایک کتاب اللہ

☆ اور دوسری میری اہل بیت

امام ترمذی قدس سرّہٗ نے فرمایا:

یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اور امام حاکم قدس سرّہٗ نے فرمایا:

یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

امام حاکم قدس سرّہٗ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

(جس طرح) ستارے زمین والوں کو اُن کی غرقابی سے بچنے کے لیے پناہ گاہ ہیں۔

(اسی طرح) میری اہلِ بیت میری اُمت کے اختلاف کے لیے جائے پناہ ہے۔

پس جب کوئی قبیلہ میری اہلِ بیت کی مخالفت کرے گا تو اُن میں باہمی پھوٹ پڑ جائے گی اور

یوں وہ شیطانی گروہ سے ہو جائے گا۔

اسی روایت کو حافظ ابویعلیٰ، اور امام ابن ابی شیبہ قدس سرہما نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام حاکم قدس سرہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

میری اہل بیت کے بارے میں میرے پروردگار جل مجدہٗ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جن جن نے توحید ورسالت کا اقرار کرلیا ہے تو وہ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔

حاکم قدس سرہٗ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

حمزہ ''رضی اللہ عنہ'' شہیدوں کے سردار ہیں۔

حاکم قدس سرّہٗ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

میرا چچیرا بھائی ابوسفیان بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ جنتی جوان مردوں کا سردار ہے۔

امام طبرانی قدس سرّہٗ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

اپنی مجلس سے اپنے برادر کی تعظیم کے لیے دُوسرا کوئی آدمی کھڑا ہوسکتا ہے مگر بنوہاشم کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوسکتے۔

ابن عساکر قدس سرّہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور اُن کی اولاد کے علاوہ کوئی آدمی کسی کی تعظیم کے لیے اپنی مجلس سے نہ اُٹھا کرے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے فضائل

☆ امام ابن ماجہ قدس سرّہٗ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا، مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ، وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ (ص 362)

''میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کردے تو ان کے نہ صرف ایک سیر بلکہ ایک پاؤ کے خرچ کے برابر بھی ثواب نہ پاسکے گا''۔

امام طیالسی قدس سرّہٗ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

اگر کوئی آدمی اس خاطر بیواؤں، مساکین و یتامیٰ پر اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کردے کہ وہ میرے کسی صحابی کی ایک ساعت کی برابر فضیلت کو پالے تو وہ اسے کبھی بھی نہ پاسکے گا۔

ابن ابی عمر قدس سرّہٗ نے ''مسند'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

میری اُمت میں میرے صحابہ کی مثال رہبر ستاروں کی سی ہے (کہ ان کے موجود رہنے میں لوگ رہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں) اور جب وہ ڈوب جاتے ہیں تو ششدر رہ جاتے ہیں۔ امام عبد بن حمید قدس سرّہٗ اپنی ''مُسند'' میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

میرے صحابہ رہنما ستاروں کی طرح ہیں۔
پس ان میں سے تم جس کی بھی بات پر عمل کرتے رہے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

حافظ ابو یعلےٰ، امام بزار قدس سرہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی طرح ہے، کہ نمک کے بغیر کھانا مزے دار نہیں ہوتا۔

ابنِ منیع اور امام طبرانی قدس سرہما نے ''اوسط'' میں حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

(اگر) میرے بعد میرے (کچھ) صحابہ سے لغزش ہو جائے گی (تو) اللہ جل مجدہٗ ان کی لغزش میری معیت کی برکت سے دور فرمادے گا۔ اور (اگر) میرے بعد کسی اور جماعت نے لغزش کھائی تو اللہ جل مجدہٗ اسے اس کی پاداش میں اوندھے منہ داخل دوزخ کرے گا۔

ابنِ منیع قدس سرّہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

میرے صحابہ اور میری سُسرال کے بارے میں مت سوچو۔ کیونکہ جس نے ان کے بارے میں میرا خیال رکھا تو اللہ جل مجدہٗ اس کا نگہبان ہوگا۔ اور جس نے ان کے بارے میں میرا خیال تک نہ کیا تو اللہ جل مجدہٗ اسے اکیلا چھوڑ دے گا۔ اور جسے اللہ جل مجدہٗ نے چھوڑ دیا تو قریب ہے کہ اسے پکڑ لے۔

صحابہ کرام انبیاء کی نظیر ہیں

علّامہ ابن عساکر قدس سرّہٗ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا لَهٗ نَظِيْرٌ فِيْ اُمَّتِيْ، اَبُوْبَكْرٍ نَظِيْرُ اِبْرَاهِيْمَ، وَعُمَرُ نَظِيْرُ مُوْسٰى، وَعُثْمَانُ نَظِيْرُ هَارُوْنَ، وَعَلِيٌّ نَظِيْرِيْ، وَمَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى عِيْسٰى بْنِ مَرْيَمَ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِيْ ذَرٍّ۔ (ص362)

''میری امت میں ہر ایک نبی کی نظیر موجود ہے۔ (چنانچہ) ''امیر المومنین حضرت'' ابوبکر ''صدیق رضی اللہ عنہ'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ اور امیر المومنین عمر فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ اور امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نظیر ہیں۔ اور امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خود میری ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نظیر ہیں۔ اور جسے یہ بھاتا ہو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بن مریم رضی اللہ عنہ کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابوذر (غفاری) ''رضی اللہ عنہ'' کو دیکھ لے''۔

علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی، کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ مِنْ اَصْحَابِیْ بِبَلْدَةٍ فَهُوَ قَائِدُهُمْ وَاِمَامُهُمْ وَنُوْرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (ص ۳۶۲)

''جس شہر میں میرا کوئی صحابی فوت ہوگا، تو وہ میرا اصحابی قیامت میں ان شہریوں کے لیے قائد، امام اور نور ہوگا''۔

نیز علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ذکر کی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شہر میں میرا کوئی بھی صحابی فوت ہوگا، تو وہ قیامت میں ان کے لیے (مینارہ) نور، اور ان کا سردار ہوگا۔

امام دارقطنی قدس سرہٗ اپنی ''سُنن'' میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے راوی، حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ بدری (متوفّٰی) پر جنازہ کی چھ تکبیریں، اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحابِ کرام پر پانچ تکبیریں، اور عام لوگوں پر چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ ابوزاہریہ کی سند سے، حسن بن سفیان قدس سرہٗ نے حضرت حابس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فضائل ومحامد میں) جو کچھ قریش کو ملا ہے وہ دوسرے لوگوں کو نہیں مل سکا۔

سب صحابۂ کرام عادل ہیں

☆ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ اس پر مُستند ائمہ کا اجماع ہے۔ لہٰذا (شہادت وروایت میں) ان میں سے کسی سے بحث نہ کی جائے گی۔ جیسا کہ دُوسرے راویوں (اور گواہوں) میں کی جاتی ہے۔ (اس لیے کہ صحابۂ کرام کی تعدیل، کتاب وسنّت کے ظواہر سے ثابت ہے) اس پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی حجت ہے۔

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ۔ (ص363)

''سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں''۔

شرطِ صحابیت

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص نے (بحالتِ ایمان) ایک لمحہ سیّد عالم ﷺ کو دیکھ لیا اسے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔ (طویل صحبت شرط نہیں) ہاں تابعی ہونے کے لیے ''اصولیوں کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح'' یہ شرط ہے کہ وہ صحابی کی صحبت میں دیر تک رہا ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ (اوّل الذکر میں) منصب نبوت کی عظمت اور اس کی نورانیت کارفرما ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی اگر کٹر جاہل دیہاتی پر بھی نگاہ پڑ جاتی تو وہ دانائی کی باتیں کرنے لگ جاتا تھا''۔

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث شریف کے حاملین کے چہرے تروتازہ رہتے ہیں۔ (اسی لیے) بعض ائمہ نے فرمایا کہ ہر محدث کا چہرہ پُر رونق ہوتا ہے(1)۔ اس لیے کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا، فَاَدَّاهَا اِلٰی مَنْ لَمْ یَسْمَعْهَا۔

(ص363)

''اس آدمی کا چہرہ اللہ جل مجدہٗ تروتازہ رکھے، جس نے میرا کلام سن کر یاد کیا اور پھر اسے ان لوگوں تک پہنچایا، جنہوں نے اسے نہ سُنا تھا''۔

☆ سیّد عالم ﷺ کے انہی خصائص سے یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی حدیث شریف کے حاملین، حافظ اور امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوں گے۔

☆ خطیب (بغدادی) قدس سرّہٗ نے فرمایا:

حافظ وہ مخصوص لقب ہے جو باقی تمام علماء کے درمیان، صرف محدثین کرام سے مختص ہے۔'' الٰی آخرہٖ''۔ (من کلام السیوطی قدس سرّہٗ)

1۔ جیسے اہل سنت و جماعت کے تمام محدثین کرام، مثال کے طور پر محدث پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرّہٗ کو لیجئے، آپ قدس سرّہٗ کی شخصیت سیّد عالم ﷺ کی مذکورہ خصوصیت کی مکمل آئینہ دار تھی۔ (مترجم غفرلہٗ)

الامام العلامہ تقی الدین سُبکی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

امام سبکی قدس سرہٗ متوفی ۷۵۶ھ نے اپنی کتاب ''اَلتَّعْظِیْمُ وَالْمِنَّۃِ'' کے (باب) خصائص میں اللہ جل مجدہٗ کے اس ارشادِ گرامی

لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ (آل عمران:81)

''تم تو ضرور، ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور، ضرور اس کی مدد کرنا''۔ الخ

کی تفسیر میں فرمایا: مخفی نہ رہے کہ اس آیت کریمہ میں سید عالم ﷺ کی وہ قدر و منزلت اور عظمت ثابت ہے، جس کا اندازہ ناممکن ہے۔ اس کے باوجود اس آیتِ کریمہ میں یہ امر بھی عیاں ہے کہ بالفرض اگر سیّد عالم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانہ میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ ان سبھی کے رسول ہوتے۔

☆ لہٰذا از آدم علیہ السلام تا روزِ قیامت سید عالم ﷺ کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کو شامل ہے۔ اور تمام پہلی اُمتیں اور پہلے انبیاء علیہم السلام سیّد عالم ﷺ کے اُمتی ہی ہیں۔

☆ اور سیّد عالم ﷺ کے اس ارشاد ''بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً'' (میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں) میں صرف آپ ﷺ سے تا یوم قیامت کے لوگوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ اس میں ان سے پہلے تمام لوگ بھی شامل ہیں۔

☆ اور اسی سے سید عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

''میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز جسم و روح کے مابین تھے''۔

☆ اور جس نے اس ارشاد کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ کے علم میں تھا کہ سیّد عالم ﷺ عنقریب پیغمبر ہوں گے تو وہ اس ارشاد کے مقصد کو نہ پہنچ سکا۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ کا علم تو تمام اشیاء کو محیط ہے۔ اور اس وقت میں جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر میں تھے اسی وقت سے اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کو وصفِ نبوت سے متصف فرما دیا تھا۔ لہٰذا اس ارشاد کا یہ مطلب لینا ہی بہتر ہے کہ سیّد عالم ﷺ کے لیے اس وقت نبوت ثابت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے (بعد از تخلیق) سید عالم ﷺ کا اسم گرامی ''محمد رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر لکھا ہوا پایا۔ لہٰذا بداہۃً ثابت ہوا کہ اُسی وقت سے سید عالم ﷺ کی نبوت ثابت تھی۔

☆اور اگر اس سے مراد صرف یہی ہو کہ جب آدم علیہ السلام جسم و روح کے مابین تھے تو اس وقت اللہ جل مجدہٗ کے علم میں صرف یہ تھا کہ سید عالم ﷺ مستقبل میں نبی ہوں گے تو پھر یہ سیّد عالم ﷺ کی خصوصیت کہاں ہوئی۔ کیونکہ جب آدم علیہ السلام جسم و رُوح کے درمیان تھے اس وقت نبی ہونا سیّد عالم ﷺ کی خصوصیت ہے۔

☆اس لیے کہ اس وقت تو اللہ جل مجدہٗ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا بھی تو علم تھا۔ (کہ یہ سب مستقبل میں نبی ہوں گے) بلکہ اس وقت سے پہلے بھی یہ علم تھا۔ لہٰذا اس وقت سے ہی آپ ﷺ کے نبی ہونے کی خصوصیت کا ماننا ضروری ہے۔

سیّد عالم ﷺ نے اسی خصوصیت کی بناء پر اپنے اس وصف سے اپنی اُمت کو آگاہ کرتے ہوئے بتا دیا تھا تا کہ اللہ جل مجدہٗ کے ہاں آپ ﷺ کی قدر و منزلت کا عرفان حاصل ہونے کے بعد آپ ﷺ سے خیر و صلاح کی دولت حاصل ہوتی رہے۔

ایک سوال

''امام'' سبکی'' قدس سرّہٗ'' نے فرمایا: اگر تو کہے کہ میں اس قدر زائد کو ذرا سمجھنا چاہتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ نبوت ایک وصف ہے۔ اور وصف کے لیے موصوف کا پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے۔ اور (جبکہ مذکورۃ الصدر مسئلہ میں اس کا برعکس ہے کیونکہ) وصفِ نبوت (اکثر) چالیس برس گزرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی اپنے وجود، وارسال سے پہلے ہی وصفِ نبوت سے کیسے موصوف ہو جائے گا۔ اور اگر اتصاف نبوت قبل از ارسال وجود---- سیّد عالم ﷺ میں متحقق ہو سکتا ہے تو یہ دوسروں میں بھی (لامحالہ) پایا جا سکتا ہے۔

جوابِ سوال

میں کہتا ہوں یہ امر تو پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے ارواح، اجسام سے پہلے پیدا فرمائے ہیں۔ اور (واضح رہے کہ ایک ہے روح محمدی ﷺ، اور ایک ہے حقیقتِ محمدی ﷺ) اب سید عالم ﷺ کے ارشاد گرامی ''کُنتُ نَبِیًّا'' (الخ) ''میں نبی تھا'' میں یا تو سیّد عالم ﷺ کی روحِ انور کی طرف اور یا آپ ﷺ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

(رہی یہ بات کہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ کیا ہے؟) اور حقائق کے عرفان سے ہماری عقلیں کوتاہ ہیں۔ حقائق کو تو صرف اللہ جل مجدہٗ ہی جانتا ہے۔ یا وہ آدمی جان سکتا ہے جس کی نورِ الٰہی نے تائید کی ہو۔ پھر اللہ جل مجدہٗ ان حقائق سے ہر ایک حقیقت کو جو بھی چاہے، جب بھی چاہے عطا فرما دیتا ہے۔

اور (یہ امر تو مسلم ہے کہ) سیّد عالم ﷺ کی حقیقت حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کی تھی جہاں اللہ جل مجدہٗ نے نہ صرف یہ کہ سید عالم ﷺ کو وصفِ نبوت سے سرفراز رکھا بلکہ آپ ﷺ کی حقیقت کو اس وصف کے قابل ولائق پیدا فرمایا۔ اور پھر اسی وقت سے حقیقتِ محمدیہ ﷺ پر فیضان فرما دیا۔ لہٰذا سید عالم ﷺ اسی وقت سے نبی تھے۔ (اور صرف اسی پر بس نہیں کیا) بلکہ آپ ﷺ کے اسمِ گرامی کو عرش پر لکھ کر پھر اس اسم گرامی کی رسالت کی اطلاع دے کر فرشتوں اور دوسری مخلوق کو آپ ﷺ کی بزرگی بھی بتادی۔

(خلاصۂ جواب) سیّد عالم ﷺ کی حقیقت تو اسی وقت (پہلے سے) موجود تھی۔ ہاں سیّد عالم ﷺ کا جسم مبارک جو وصفِ نبوت سے موصوف ہے، وہ متاخر ہے۔

یا یہ کہ سید عالم ﷺ کی حقیقت تو اسی وقت (پہلے سے) موجود تھی۔ ہاں سیّد عالم ﷺ کی حقیقت کا ان اوصافِ شریفہ سے موصوف ہونا کہ جن پر اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے فیضان ہوا۔ متقدم ہے۔ اور متاخر صرف بعثت و تبلیغ ہے۔

☆ اور ہر وہ شے جو سید عالم ﷺ کے لیے اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے ہے۔ یا سیّد عالم ﷺ کی ذات گرامی اور اس کی حقیقت کی اہلیت کے لیے ہے۔ وہ تو فوری ہی ہے، اس میں کسی قسم کا تاخر نہیں ہے۔ اسی طرح سیّد عالم ﷺ کا نبی ہونا۔ اور آپ ﷺ کو کتاب و حکمت اور نبوت عطا ہونا بھی فوری ہے۔ متاخر نہیں ہے۔ متاخر تو صرف آپ ﷺ کا وجود گرامی ہے۔ اور اس وجود گرامی کا آپ ﷺ کے ظہور تک منتقل ہونا ہے۔

☆ جبکہ دوسرے اہل کرامت کا معاملہ برعکس ہوتا ہے (یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی ازل سے ہی وصفِ نبوت سے سرشار ہو جائے، منشاء سوال یہی تھا) بلکہ دُوسرے اہلِ کرامت پر اللہ جل مجدہٗ کا فیضانِ کرامت ان کے وجود میں آجانے کے کچھ دیر بعد "جتنا اللہ جل مجدہٗ چاہتا ہے" ہوتا ہے۔

☆ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعی ہر شے ازل سے ہی اللہ جل مجدہٗ کے علم میں ہوتی ہے اور ہمیں اس کا یہ علم شرعی دلائل سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جبکہ عامۃ الناس ان میں سے اتنا ہی جانتے ہیں جو اُنہیں اس کے ظہور تک پہنچا ہو۔ جیسے لوگوں کا سیّد عالم ﷺ کی نبوت کو اس وقت جاننا جس وقت سید عالم ﷺ پر جبریل امین قرآنِ کریم لے کر آئے۔ اور وہ اللہ جل مجدہٗ کی منجملہ معلومات اور اس کی قدرت کے آثار، اور اس کے ارادہ و اختیار سے، اس کے افعال میں سے ایک فعل ہے جو ایک مخصوص محل میں ان سے متصف ہے۔

☆پس یہ دو مرتبے ہیں: پہلا مرتبہ بُرہان سے معلوم ہے، اور دوسرا مرتبہ عیاناً ظاہر ہے۔ اور دونوں مرتبوں کے درمیان اللہ جل مجدہٗ کے افعال سے وسائط ہیں۔ جو اس کے حسبِ اختیار ظاہر ہوتے ہیں۔

☆بعض ان وسائط میں سے اہلِ کرامت کے لیے ان کے وجود کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔

☆اور بعض وہ جن کے باعث اس محل کو کمال ملتا ہے۔ اگرچہ مخلوق میں سے کسی کیلئے بھی ظاہر نہ ہو۔

پھر یہ فعل دو طرف منقسم ہوتا ہے۔ ایک تو اس کمال کی طرف جو اس محل کو اس کی تخلیق کے وقت مقارن ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس کمال کی طرف جو اس فعل کو اس کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور ہمیں اس کا علم خبر صادق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

وَالنَّبِیُّ ﷺ خَیْرُ الْخَلْقِ فَلَا کَمَالَ لِمَخْلُوْقٍ اَعْظَمُ مِنْ کَمَالِہٖ وَلَا مَحَلٌّ اَشْرَفُ مِنْ مَحَلِّہٖ۔ (ص ۳۶۴)

''اور سیّد عالم ﷺ تمام مخلوق سے برتر ہیں۔ لہٰذا اب نہ تو کسی مخلوق کا کمال سیّد عالم ﷺ کے کمال سے بڑھ کر ہے، اور نہ ہی کوئی محل سید عالم ﷺ کے محل سے بزرگ تر ہے''۔

☆اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے اس کمال کا ہمارے نبی کریم ﷺ کو حاصل ہونا، ہمیں خبر صحیح سے معلوم ہوا ہے۔ اور اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کو اُسی وقت نبوت عطا فرما کر پھر آپ ﷺ کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لیا، تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ ہستی ان سے پہلے کی ہے۔ اور نیز یہ کہ ان کے نبی و رسول ہیں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ان سے عہد لینے کا مطلب ان سے قسم لینا ہے۔ اسی لیے ''لَتُؤْمِنُنَّ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ'' میں لام قسم داخل ہے۔

(فائدہ) خلفاء کی بیعت کرتے وقت جو قسم لی جاتی ہے اس کا ماخذ شاید یہی آیت ہے۔

قیامت میں سب نبی سید عالم ﷺ کے پرچم تلے کیوں ہوں گے، اس کی حکمت

اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے سید عالم ﷺ کی یہ عظیم الشان تعظیم قابلِ غور ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو پھر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سیّد عالم ﷺ ہی نبی الانبیاء ہیں۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم ﷺ کی یہ تعظیم دنیا و آخرت دونوں جگہ میں ظاہر فرما دی۔ آخرت میں تو اس طرح کہ اس دن سب انبیاء کرام علیہم السلام سیّد عالم ﷺ ہی کے پرچم تلے ہوں گے۔ اور دنیا میں اس طرح کہ لیلۃ الاسراء میں سب کی امامت آپ ﷺ نے ہی فرمائی تھی۔

وَلَوْ اِتَّفَقَ مَجِیْئُہٗ فِیْ زَمَنِ آدَمَ وَنُوْحٍ وَاِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَجَبَ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی اُمَمِھِمُ الْاِیْمَانُ بِہٖ وَنُصْرَتُہٗ وَبِذٰالِکَ اَخَذَ اللّٰہُ الْمِیْثَاقَ عَلَیْھِمْ۔(ص364)

''بالفرض حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں سیّد عالم ﷺ کی تشریف آوری کا اتفاق ہوجاتا تو ان سب پر، اور ان کی تمام امتوں پر سید عالم ﷺ کی تائید و امداد اور آپ ﷺ پر ایمان لانا واجب ہوجاتا۔ اور اسی پر اللہ جل مجدہٗ نے ان سے عہد و پیمان لیا تھا''۔

لہٰذا سیّد عالم ﷺ کا سب انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا رسول و نبی ہونا سید عالم ﷺ کے لیے حقیقۃً ثابت ہے۔ ہاں نبوت کا حکم سید عالم ﷺ کے ہمراہ ان کے اجتماع پر موقوف ہے۔ اور یہ ایک ایسے امر کی وجہ سے متاخر ہے جو ان کے وجود کی طرف راجع ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اس کے مقتضا سے ہی موصوف ہیں۔

☆ قبولِ محل پر فعل کا موقوف ہونا، اور فعل کا فاعل کی اہلیت پر موقوف ہونا۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ اور ما نحن فیہ میں نہ تو جہتِ فاعل سے توقف ہے اور نہ ہی سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی جہت سے توقف ہے۔ توقف تو صرف اس زمانہ کے اعتبار سے ہے، جس پر وجودِ (عنصری) مشتمل ہے۔

☆ پس بالفرض اگر سیّد عالم ﷺ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں موجود ہوتے تو بلاریب ان سب پر سیّد عالم ﷺ کی اتباع فرض تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت پر ہوتے ہوئے بھی سیّد عالم ﷺ ہی کی شریعت کے متبع ہوکر تشریف لائیں گے۔

ایسا (قطعاً) نہیں جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اس امت کا ہی ایک فرد ہوں گے (اور نبوت نہ ہوگی) ہاں وہ ہوں گے تو اس امت کا فرد ہی مگر جیسے ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ سید عالم ﷺ کی شریعت کے پیرو ہوکر رہیں گے۔ اور نبی کریم ﷺ کی شریعت کے مطابق قرآن وسنت اور ان کے اوامر و نواہی سے فیصلہ فرمائیں گے۔ اور شریعتِ محمدیہ ﷺ کے احکام اُن پر بھی ایسے ہی لاگو ہوں گے جیسے باقی (عام) اُمت پر لاگو ہیں۔ مگر ہوں گے آپ بدستور نبی و رسول، اور کمالِ نبوت میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔

☆ اور اسی طرح اگر سیّد عالم ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں، یا حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانوں میں ہوتے تو ان سب

حضرات کی اپنی اپنی رسالت ونبوت برقرار رہتی، اور یہ سب اپنی اپنی امتوں کے نبی ہوتے، اور حضور سرورِ عالم ﷺ ان سب کے (بشمول ان کی اُمم کے) نبی ورسول ہوتے۔

ثابت ہوا کہ سیّد عالم ﷺ کی نبوت ورسالت اعم، اشمل واعظم ہے۔

☆ (یہ بھی واضح رہے کہ) سید عالم ﷺ کی شریعت کے اصول، اور پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے اصول یکساں ہیں۔ اس لیے کہ اصول مختلف نہیں ہوا کرتے۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ سیّد عالم ﷺ کی شریعت کا ان کی شرائع کے فروغ میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ یا تو

☆ تخصیص کی بنا پر ہے

☆ یا نسخ کے طور پر۔

☆ اور یا نہ تو نسخ کے اعتبار سے ہے اور نہ ہی تخصیص کے طریق پر، بلکہ ان اوقات میں سیّد عالم ﷺ کی شریعت ان امتوں کے لیے وہی تھی جو ان کے اپنے اپنے پیغمبر لے کر آئے تھے۔

اور اِس وقت میں اس امت کے لیے یہی (موجودہ دین) شریعت ہے۔

وَالْاَحْكَامُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَالْاَوْقَاتِ۔ (ص365)

"اور احکام (فروعیہ) لوگوں، اور وقتوں کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں"۔

☆ اس بیان سے ہمیں ان دو حدیثوں کا مفہوم بھی واضح ہوگیا جو ہم سے اوجھل تھا۔ ایک حدیث شریف تو یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَآفَّةً۔

"میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں"۔

ہم اس سے یہی خیال کرتے تھے کہ اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک سب کے لیے مبعوث ہیں۔ مگر اب آشکارا ہوا کہ (اپنے زمانہ سے ہی نہیں بلکہ) تمام اوّلین وآخرین کی جانب مبعوث ہیں۔

اور دوسری حدیث شریف یہ ہے جو سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

"میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ہنوز جسم وروح میں تھے"۔

ہم اس سے یہی سمجھتے رہے کہ سید عالم ﷺ علم الٰہی میں پیغمبر تھے۔ اب ہویدا ہوا کہ (علمِ الٰہی میں ہی نہیں بلکہ) اس سے زائد، حقیقت میں پیغمبر تھے۔ جیسا کہ ہم اس کی ابھی تشریح کر چکے ہیں۔

☆اور اختلاف حال تو صرف سید عالم ﷺ کے وجودِ گرامی کے ظہور کے اور سیّد عالم ﷺ کے چالیس برس کو پہنچنے اور اس سے پہلے وقت میں ہوتا ہے۔

☆اور احکام کا شروط پر معلق ہونا، کبھی تو محلِ قابل کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور کبھی فاعلِ متصرف کے اعتبار سے۔ اور یہاں تعلیق صرف محلِ قابل کی جہت سے ہے۔ اور اس جگہ محلِ قابل ایک تو وہ لوگ ہیں جن کی جانب آپ ﷺ مبعوث ہیں۔ اور دوسرا ان کا سماعِ خطاب کو قبول کرنا۔ اور تیسرا سیّد عالم ﷺ کا وہ جسم اقدس ہے جو اپنی زبانِ اقدس سے یہ خطاب فرما رہا ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے کسی آدمی کو وکیل بناتا ہے کہ (تو) جب کفو پائے تو عقد کر دے، اور وہ آدمی اگر وکالت کے اہل ہے تو یہ وکیل صحیح ہے اور وکالت ثابت ہے۔

اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وکالت کا تصرف وجودِ کفو پر موقوف رہتا ہے۔ اور پھر وہ کچھ مدّت کے بعد پایا جاتا ہے تو اب یہ توقف وکیل کی اہلیت اور وکالت کی صحت میں نقصان دہ نہیں ہے۔

''اِنْتَھٰی کَلَامُ السُّبْکِیْ'' امام سبکی قدس سرّہٗ کا کلام اختتام پذیر ہوا۔ سبکی قدس سرّہٗ کا ذکر بھولے سے پیچھے رہ گیا ہے ورنہ حق تو یہ تھا کہ ان کا ذکر پہلے ہوتا۔

شیخ الاسلام، الامام العلامہ کمال بن ہمّام حنفی

رضی اللہ عنہ

کے

فرموداتِ گرامی

امام کمال بن ہمام حنفی المتوفی ۸۶۱ھ رضی اللہ عنہ کے فرمودہ جواہر سے اپنے عقیدہ کے متعلق ان کا وہ ارشادِ گرامی ہے جس کے متعلق امام غزالی قدس سرّہٗ نے ''رسالہ قدسیہ'' میں بحث فرمائی ہے۔

☆ ہم گواہ ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے رسول، خاتم النبیین اور پہلی شریعتوں کے ناسخ ہیں۔ ادعائے نبوت اور اظہارِ معجزہ اس کی دلیل ہیں۔

☆ دعویٔ نبوت تو قطعی الثبوت ہے جو کسی تشکک کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

☆ رہا اظہارِ معجزہ، تو وہ یوں ہے کہ سیّد عالم ﷺ، وہ امور لائے جو ایک تو خلاف عادت تھے اور دوسرا دعویٔ نبوت سے مقرون تھے۔ یعنی وہ امور جن کے سید عالم ﷺ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے دعویدار تھے۔ انہیں اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کی صداقت پر دلیل و بیان بنایا ہے۔ ہمارا مقصد معجزہ سے بس یہی ہے۔

☆ اور جب معجزہ اس قبیل سے ہوا کہ جس سے مخلوق عاجز ہوتی ہے تو یہی معجزہ کی دلالت پر علت بھی ہے۔ تو اس صورت میں یہ صرف اللہ جل مجدہٗ کا فعل ہی ہوگا۔

☆ پھر جب اللہ جل مجدہٗ نے ان امور کو ''جنہیں نبی کریم ﷺ نے اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے پیش کیا ہے'' نبی کریم ﷺ کی صداقت پر دلیل بنایا ہے۔ تو چیلنج کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے، لہٰذا (مدمقابل کا چیلنج قبول نہ کرنے کی صورت میں) یہ اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے تصدیق ہوجائے گی۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کوئی آدمی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر کسی قوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ان کی طرف بادشاہ کا سفیر ہے۔ پھر جب وہ شخص بادشاہ سے یہ بات کہے گا کہ اگر میں تیری طرف سے اس بات کے نقل کرنے میں صادق ہوں تو پھر تُو اپنے تخت پر خلاف عادت کھڑا ہو جا۔ چنانچہ بادشاہ اگر ایسے ہی کر دے تو پھر حاضرین کو یقینی علم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ بادشاہ کا کھڑا ہونا اس مرتبہ میں ہے کہ گویا اس نے کہہ دیا ہے کہ میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔

☆ پھر سیّد عالم ﷺ کی صداقت کے لیے جن امور کو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے وہ تین امور ہیں:

۱۔ ان میں سے سب سے بڑھ کر قرآنِ کریم ہے۔

۲۔ اور دوسرا سیّد عالم ﷺ کی پوری زندگی شریف کہ نہ تو کسی معلم سے تعلیم پائی، اور نہ ہی کسی حکیم سے تہذیب اخلاق حاصل کی (اس کے باوجود بدیع و رفیع اسلوب کا کلام، زبانِ اقدس پہ جاری

ہونا عین اعجاز ہے)

۳۔ پھر سیّد عالم ﷺ کے دستِ اقدس پہ خلاف عادت امور کا سرزد ہونا، جیسے چاند کا پھٹنا، پتھروں کا سلام کرنا، آپ ﷺ کی طرف درخت کا دوڑتے ہوئے آنا۔

☆ وہ تنا جس کی ٹیک پر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ پھر اس سے آپ ﷺ کے منبر کی طرف منتقل ہو جانے پر، اس کا آپ ﷺ کے فراق میں گریہ کرنا۔

سیّد عالم ﷺ کی انگشتانِ مقدس سے پانی کا پھوٹنا، جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے۔

☆ چودہ سو صحابہ کرام اور بے شمار اُونٹوں کا اس تھوڑے سے پانی سے سیراب ہو جانا جس میں سیّد عالم ﷺ نے کلی فرمائی تھی، جبکہ حدیبیہ کے کنویں کا پانی ختم ہو چکا تھا۔

☆ جیسا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک ہزار کے لگ بھگ ایک بھاری جماعت صرف ایک آدمی کے کھانے سے شکم سیر ہوگئی۔

☆ بھُنی ہوئی بکری کا بتا دینا کہ وہ زہریلی ہے۔

☆ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کھانے کی تسبیح کو سنا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ اور اتنے معجزات ہیں کہ جن کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔

☆ سُہیلی قدس سرّہٗ نے مذکورۃ الصدر کچھ معجزات کی بابت کہا ہے کہ یہ علاماتِ نبوت سے ہیں، معجزہ نہیں ہیں اس لیے کہ ان کا دعویٔ نبوت کے ساتھ اقتران نہیں ہے۔

سہیلی قدس سرّہٗ کا یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ دعوائے نبوت کی چادر ابتدائے نبوت سے تا وصال شریف آپ ﷺ پر چھائی ہوئی تھی۔

گویا ہر لحہ سید عالم ﷺ دعویٔ نبوت کی تجدید فرماتے رہتے تھے، لہٰذا اس دوران جو امر بھی آپ ﷺ سے وقوع میں آیا وہ معجزہ ہی تھا۔ (یہ بالکل اسی طرح سمجھ لیا جائے کہ) گویا سیّد عالم ﷺ ہر گھڑی (اگرچہ زبان سے نہ ہی سہی) یہ فرماتے تھے:

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهٰذَا دَلِیْلُ صِدْقِیْ۔

''بلاشبہ میں اللہ جل مجدہٗ کا رسول'' ﷺ ''ہوں اور یہ میری صداقت کی دلیل ہے''۔

☆ رہا قرآنِ عزیز تو یہ وہ معجزہ عقلیہ ہے جو طویل عرصہ گزرنے کے باوجود باقی ہے، اور جس کی فصاحت و بلاغت اور بدیع اسلوب نے ہر زمانہ کے ہر ایک بلیغ کو (معارضہ سے) بے بس کر دیا۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں جیسا کہ قاضی قدس سرّہٗ نے کہا ہے کہ اس کا معارضہ صرف پہلے لوگ ہی

نہ کر سکے تھے (بلکہ قیامت تک کوئی بھی بلیغ نہ کر سکے گا) اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کا معارضہ کرتے وقت اس کے مقابل آنے والے کی توجہ پھیر دیتا ہے۔ یا اس کے معارضہ کا قصد کرتے وقت ان کی قوتِ معارضہ سلب کر دیتا ہے۔ ''اس میں مرتضٰی وغیرہ کا اختلاف ہے''۔ ورنہ اولیٰ تر یہی تھا کہ اس کی بلاغت کو ترک کر دیا جاتا۔ اس لیے کہ اگر قرآنِ کریم ابلغ نہ ہوتا اور پھر بلغاء اس کے معارضہ سے بے بس ہو جاتے تو پھر اس کا خارقِ عادت ہونا ظاہر تر تھا۔

☆ رہا معاملہ سید عالم ﷺ کی زندگی مبارک کا، تو وہ یوں معجزہ ہے کہ جن جن آدابِ کریمہ اور اخلاقِ عالیہ پر آپ ﷺ قائم رہے ان کے حصول میں اگر تہذیبِ نفس کی خاطر ساری عمر صرف کر دی جائے تو اس قسم کے اخلاق و آداب حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً

☆ جیسے آپ ﷺ کی بردباری، اور آپ ﷺ کے بلند مقام کے باوجود آپ ﷺ کا ناتوانوں کے لیے انتہائی تواضع اختیار کرنا، نیز مخلوق کا مخدوم و مُطاع ہونے کے وصف کے باوجود کسی قسم کے ترفع کا نہ پیدا ہونا۔

☆ مصائب و بلایا کے شدائد پر صبر کرنا۔

☆ آپ ﷺ کے ساتھ برائی کرنے والے سے انتقام پر قادر ہونے کے باوجود معاف فرما دینا۔

☆ برائی کا بدلہ جُود و کرم، اور اچھائی سے دینا۔

☆ دنیا کی بے رغبتی۔

☆ اللہ جل مجدہٗ کا خوف، حتّٰی کہ بادِ صرصر وغیرہ کے چلتے وقت اس کا شدید غلبہ ہونا۔

☆ دائم الفکر رہنا۔

توبہ کرنے کی حکمت

☆ سیّد عالم ﷺ جب کبھی اللہ جل مجدہٗ کے جلال و کبریائی سے ایک مقام اجل و اعلیٰ پر ترقی فرماتے، اور گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس موجودہ مقام کے ایک نوع تقصیر تصور فرماتے تو اپنے رب کے حضور (اپنے خیال سابق سے) شکر و اطاعت کی خاطر، اور ثواب کی غرض سے ایک دن میں ستّر مرتبہ توبہ بجالاتے۔

☆ اور خواہش نفس اور اس کے لذائذ سے کنارہ کش رہنا۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اور اس کے مرغوبات اسی سے وقوع میں آسکتے ہیں کہ جس پر معرفتِ الٰہی کا غلبہ نہ ہو۔

☆ یہی وجہ ہے کہ اپنی ذاتِ گرامی کی خاطر سیّد عالم ﷺ کبھی غضب ناک نہیں ہوئے۔ ہاں

اگر اللہ جل مجدہٗ کی حدود کا تجاوز ہونا ملاحظہ فرماتے تو پھر غضب ناک ہوا کرتے تھے۔

☆سیّد عالم ﷺ کو جب دو چیزوں میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے سب سے آسان کو اپنایا کرتے تھے۔

☆مجھے اپنی عُمر کی قسم! جو سیّد عالم ﷺ کو طالب حق ہو کر ایک مرتبہ دیکھ لیتا تھا تو پھر وہ آپ ﷺ کے چہرۂ کریم کے دیکھتے وقت کہیں اور طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا کیونکہ سیّد عالم ﷺ کی صفائی قلب اور شیریں بیانی کے باعث سید عالم ﷺ کے رخسارِ تاباں ہی اس کے لیے کافی ہوتے تھے جیسا کہ (اس سے پہلے) ایک طالب حق فرما چکے ہیں۔

اور تو کچھ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے سید عالم ﷺ کے رُوئے تاباں کو دیکھا تو یقین آ گیا کہ "یہ دروغ گو کا چہرہ نہیں ہو سکتا"۔

"امام کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا":

(اسی بارے میں) میں نے سید عالم ﷺ کی مدح وستائش کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا ہے: ۔

إِذَا لَحِظْتَ لِحَاظَکَ مِنْهُ وَجْهًا   وَنَازَلْتَ الْهَوٰى بَعْضَ النِّزَالِ

شَهِدْتَ الصِّدْقَ وَالْإِخْلَاصَ طَرًّا   وَمَجْمُوْعَ الْفَضَائِلِ فِي مِثَالِ

"جب تو سید عالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کو یکسوئی سے دیکھے گا، اور کچھ نفسانی خواہش کو اتار دے گا تو تجھے صدق واخلاص کا مجسمہ، اور فضائل کا مجموعہ، ایک پیکرِ بے مثال میں نظر آئے گا"۔

نیز میں نے ایک دوسرے قصیدے میں یوں کہا: ۔

إِذَا لَحِظْتَ لِحَاظَکَ مِنْهُ وَجْهًا   شَهِدْتَ الْحَقَّ يَسْطَعُ مِنْهُ فَجْرًا

خَلِيًّا عَنْ حُظُوْظِ النَّفْسِ مَا اِنْ   اَرِقْتُ مِنْهُ يَوْمًا قَطُّ ظُفُرًا

"جب تو کامل طور پر سیّد عالم ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھے گا تو تُو اس سے حق پھوٹ کر بلند ہوتا ہوا دیکھے گا۔ اور نفسانی لذت سے خالی پائے گا اور نہ ہی کسی دن ایک ناخن کی مقدار اس چہرۂ انور سے چھلکتی ہے"۔

سیّد عالم ﷺ کی عاداتِ کریمہ کے احاطہ کے لیے تو کئی جلدیں درکار ہیں (مگر) ان (مذکورہ) باتوں سے بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ سید عالم ﷺ کی نشوونما ایک ایسی قوم کے اندر ہوئی جو علم وادب سے یکسر بے بہرہ تھی۔ فخر ومباہات اور اس پر کٹ مرنا، اور غرور وخود پسندی

میں مبالغہ آرائی کرنا، جن کا شیوہ تھا، اور ان کی خواہشات ہی ان کی عقیدت کا محور تھیں، سیّد عالم ﷺ سے یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ آپ ﷺ ان سے علیحدہ ہو کر کسی اہل کتاب کے عالم کے پاس بغرضِ تعلیم آ گئے ہوں۔ اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کسی دانشور کی طرف رجوع فرمایا ہو، بلکہ مسلسل اُنہی میں رہے۔ حتّٰی کہ آپ ﷺ نے اُمّی ہونے کے باوجود نہ تو کسی سے پڑھا اور نہ ہی لکھنا سیکھا۔ علمِ وسیع اور حکمت بالغہ کے ساتھ (علٰی رؤس الاشهاد) ظہور فرمایا۔ اور گزشتہ زمانہ سے متعلق غیب کی باتیں اور ان گزری ہوئی اُمتوں کی بابت اطلاع دی جن پر صرف پڑھا لکھا آدمی ہی مطلع ہو سکتا ہے۔ یا وہ شخص جس کا ایسے پڑھے لکھے لوگوں کے ہاں آنا جانا رہا ہو اور ایسے افراد بھی معدودے چند تھے۔ اس لیے کہ ان لوگوں میں جو اہل کتاب تھے (ان سے بھی کماحقہٗ استفادہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ) ایک تو ان میں علمی وسعت بہت ہی کم ہوتی تھی۔ دُوسرا جس کے پاس کچھ تھوڑا بہت علم ہوتا بھی تھا تو وہ اس میں بخل سے کام لیتا تھا۔

(نیز) سیّد عالم ﷺ نے آنے والے زمانہ سے متعلق ہونے والے واقعات کی خبر دی۔ جیسے اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی

وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ﴿۳﴾ (روم:3)

''اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے''۔

وَاِذَا ثَبَتَتْ نُبُوَّتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَبَتَتْ نُبُوَّةُ سَآئِرِ الْاَنْبِيَآءِ لِثُبُوْتِ مَا اَخْبَرَ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ص ۳۶۷) -

''اور جب سیّد عالم ﷺ کی نبوت ثابت ہو گئی تو پھر جس کی سید عالم ﷺ نے خبر دے دی۔ اس کے ثبوت کی وجہ سے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت بھی ثابت ہو گئی''۔

الامام العلامہ مُلّا علی قاری حنفی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

جامع کمالاتِ انبیاء

علامہ مُلّا علی قاری حنفی قدس سرّہٗ متوفی ۱۰۱۶ھ کے فرمودہ جواہر سے ان کا ''شرح شفا'' کے دوسرے باب کے شروع شروع میں کہنا ہے کہ علامہ تلمسانی قدس سرّہٗ نے فرمایا:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَازَ خِصَالَ الْاَنْبِیَآءِ کُلِّھَا وَاجْتَمَعَتْ فِیْہِ اِذْ ھُوَ عُنْصُرُھَا وَمَنْبَعُھَا۔

''سیّد عالم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کے جامع تھے اور ان کی وہ سبھی خوبیاں سیّد عالم ﷺ میں مجتمع تھیں، کیونکہ اُن سب کی اصل اور منبع آپ ﷺ ہی ہیں''۔

چنانچہ سیّد عالم ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کا خُلق، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُلّت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان (یعنی فصاحت و بلاغت)، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داوٗد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ترکِ دنیا دیا گیا۔

سیّد عالم ﷺ تمام کمالاتِ انبیاء کے جامع اس لیے تھے تاکہ وہ سبھی اپنا اپنا کمال آپ ﷺ سے ہی حاصل کریں۔

امام بوصیری قدس سرّہٗ نے ان کمالات کو اس طرح بیان فرمایا ہے: ؎

وَکُلُّ آیٍ آتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا ۔۔۔ فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمْ

''تمام وہ معجزات جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام لائے، وہ ان کو سیّد عالم ﷺ ہی کے نور سے حاصل ہوئے ہیں'' (1)۔

1۔ مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرّہٗ نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا فرمایا ہے: ؎

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی ۔۔۔ چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

مولانا سیّد محمد علی صاحب اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں: ؎

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

☆نیز ملا علی قاری رحمہ الباری کے فرمودہ جواہر سے ''شرح شمائل'' میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں سیّد عالم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی شرح میں ذکر فرمایا:

عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَآءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْأَةٍ وَرَأَيْتُ عِيْسٰى،فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهٖ شِبْهًا عُرْوَةُ بْنِ مَسْعُوْدٍ،وَرَأَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهٖ شِبْهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِىْ نَفْسَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ جِبْرِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهٖ شِبْهًا دَحْيَة۔(ص ۳۶۷)

''☆مجھ پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام پیش کیے گئے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کی ایک جماعت میں تھے ایسے لگتا تھا جیسے آپ قبیلہ ''شنوأة'' کے لوگوں میں سے ہیں''۔

☆پھر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملاحظہ کیا تو وہ شکل وصورت میں عُروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے لگ بھگ معلوم ہوتے تھے۔

☆جب میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ مشابہت میں تمہارے صاحب کے بہت قریب تھے۔ ''صاحب سے خود نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے''۔

☆اور میں نے جبریل امین کو دیکھا تو شکل وشباہت میں دحیہ (رضی اللہ عنہ) کے قریب قریب معلوم ہوتے تھے''۔

☆ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس حدیث میں سیّد عالم ﷺ کی افضلیت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ میں انبیاء پر پیش ہوا ہوں۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام سید عالم ﷺ کے خادموں کی مانند ہیں۔ (آپ ﷺ بادشاہ ہیں) اور بادشاہ کے سامنے لشکر پیش کیا جاتا ہے نہ کہ بادشاہ لشکر کے سامنے۔

☆اسی لیے بعض عرفاء نے فرمایا کہ (دینی) لشکر میں سید عالم ﷺ کی مثال ''قلب''(1) جیسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ایں ہمہ اعجاز کز پیغمبراں ظاہر شدہ	بودہ است از لمعہ نور محمد یک شرار
معجزے جو انبیائے پاک سے ظاہر ہوئے	شعلۂ نور محمد کی ہیں سب چنگاریاں

1۔ جدید ٹیکنیکل جنگ سے پہلے، جنگی لشکر کے عموماً حصے اس طرح ہوا کرتے تھے: (۱) مقدمۃ الجیش (۲) قلب (۳) میمنہ (۴) میسرہ (۵) ساقہ یعنی امدادی فوج۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اس جدید سائنسی دور میں بھی جنگ کے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے، اور سب انبیاء علیہم السلام کی مثال "مقدمۃ الجیش" جیسی ہے۔

جبکہ اولیاء کرام اس لشکر (رحمانی) کے پیادہ ہیں اور امداد و تعاون کے لحاظ سے فرشتگان اس لشکر کے میمنہ و میسرہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (تحریم:4)

"اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں"۔

☆ اور انبیاء سے مراد عام ہے جو تمام رسولوں کو بھی شامل ہے۔

☆ اور (ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کا پیش ہونا، کہاں ہوا تو) جیسے دوسری روایات میں آتا ہے کہ ان سب کا پیش ہونا شب اسریٰ میں تھا۔

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو عالیہ کی یہی روایت، اور (اسی طرح) حضرت امیر المومنین علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ابن مُسیّب رضی اللہ عنہما کی یہ روایت، کہ

كُوْشِفَ لَهٗ صُوَرُ اَبْدَانِهِمْ كَمَا كَانَتْ۔

"سیّد عالم ﷺ کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کی اصلی حالتیں ظاہر کی گئیں"۔

☆ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقام ابراہیم علیہ السلام میں پیش کی گئی تھیں۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اس اثناء میں کہ میں سو رہا تھا اور اپنے آپ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا"۔ اور پھر سیّد عالم ﷺ نے اگلا تمام واقعہ بیان فرمایا۔

☆ دوسری روایت کی بناء پر کہا گیا ہے کہ اس روایت میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ اپنی اپنی صورتوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی رُوحیں سیّد عالم ﷺ کے لیے متمثل کی گئی تھیں۔

☆ اور پہلی روایت کی بناء پر یہ ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ان کی اپنی اصلی دنیوی زندگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقے اور حصے قدرے تغیر کے ساتھ تقریباً تقریباً وہی ہیں جو اس سے پہلے تھے۔ مثلاً آج کل کے دور میں ایم۔ پی و انجینئرنگ کو "مقدمۃ الجیش" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جنگ چھڑنے سے پہلے یہی دو کورز جائے معہودہ پر نگاہ رکھتی ہیں۔ اور اسی طرح انفنٹری "قلب" کا کام دیتی ہے۔ کیونکہ اصل کمان اسی حصہ کے ماتحت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام کورز، مثلاً آرٹلری، اور ہر دو رسالہ جات۔ (۱) آرمرڈ (۲) فنجر، فضائیہ، بحریہ، میڈیکل، کلیریکل، سگنلز، ایم۔ ٹی، آر ڈی نینس، سیکورٹی وغیرہا، میمنہ و میسرہ کی مانند سمجھ لی جائیں۔ اور یونہی ریزرو فوج کو "ساقہ" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

میں سیّد عالم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے ہوں۔

اسی لیے مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: "گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سیّد عالم ﷺ کا یہ ملاحظہ فرمانا از روئے معجزہ کے ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی صورتیں آسمانوں میں آپ ﷺ پر پیش ہوئی ہوں۔

☆ اور بعض نے فرمایا: اس تردید کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ درست یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو خواب میں دیکھا یا بیداری میں، اگر خواب میں انبیاء کرام علیہم السلام کا دیکھنا برحق ہے تو پھر سیّد عالم ﷺ کے سامنے ان کی وہ صورتیں پیش ہوئیں جو ان کی دنیوی زندگی کی تھیں۔ اور اگر ان کو بیداری میں ملاحظہ فرمایا تو پھر انہیں ان کی حقیقی دنیوی صورت میں ملاحظہ فرمایا۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

☆ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیّد عالم ﷺ کو ان کے احوال، اور جو بھی ان سے صادر ہوا اس کی، بذریعہ وحی اطلاع کی گئی تھی۔ اسی لیے رُویت پر حرفِ تشبیہ داخل ہے اور جہاں اس کا مطلق ذکر ہے وہاں وہ اسی پر محمول ہے۔

☆ اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک تو یہ کہ جیسا عنقریب اس کا بیان آرہا ہے تاکہ عظیم المرتبت حضرات کی صورتیں ان لوگوں تک پہنچائی جائیں جو انہیں دیکھنے سے کسی طرح معذور رہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی جس طرح ملاقات میں برکت ہے اسی طرح ان کی صورتیں متصور کرنے میں بھی برکت ہے۔

اور دوسرا یہ کہ اس میں سید عالم ﷺ کے کامل الخلق ہونے میں مخاطب کو برانگیختہ کرنا ہے۔

اِنتَهٰى كَلَامُ مُلَّا عَلِیُّ قَارِیُ قدس سرّہٗ

شیخ الاسلام امام صدر الدین قونوی

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی انبیاء کرام سے تین طرح کی ملاقات

''تتمہ'' امام صدر الدین قونوی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواب سے ان کا وہ نفیس کلام ہے جسے میں نے ان کی ''شرح اربعین'' سے (اپنی کتاب) ''سعادت دارین'' میں نقل کیا ہے چنانچہ امام صدر الدین قدس سرّہٗ کا فرمانا ہے:

وہ آدمی کہ اس کے درمیان، اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، اور اولیاء کاملین کی ارواح کے درمیان مناسبت پیدا ہو جائے تو وہ ان کے ساتھ نیند یا بیداری کی حالت میں جب بھی چاہے اکٹھا ہو سکتا ہے۔

امام صدر الدین قونوی قدس سرّہٗ نے فرمایا: میں نے اپنے شیخ حضرت سیّدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام، اور اولیائے عظام، اور گزرے ہوئے تمام لوگوں میں سے جس جس کی روح سے ملنا چاہتے تھے، مل لیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ ملاقات تین طرح کی تھی۔

☆ اگر چاہتے تو اپنی روحانیت کو عالمِ روحانیت میں اُتار لیتے تھے۔ اور جسے دیکھنا ہوتا تو پھر اسے اس کی مجسم صورتِ مثالیہ میں دیکھ لیا کرتے تھے، جو اس کی حسی، عنصری، دُنیوی صورت کے مشابہ ہوتی تھی۔

اس کے باوجود شیخ رضی اللہ عنہ کی صورت سے کوئی شے الگ نہ ہوتی تھی۔

☆ اور اگر چاہتے تو اپنے جسم سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ اور جس روح سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے ساتھ عالمِ عُلوی میں جہاں بھی اس کا مقام متعین ہوتا وہیں اس سے ملاقات کر لیتے تھے۔

☆ اور اگر چاہتے تو اس کو اپنی نیند میں حاضر کر لیتے تھے۔

☆ یہ حالت ارثِ نبوی ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی صحیح علامت ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل مجدہٗ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے:

وَاسْئَلْ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ الآیہ

''اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ الخ''

سیّد عالم ﷺ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اکٹھا ہونے کی قدرت نہ رکھتے ہوتے تو پھر اس خطاب کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

امام صدرالدین قدس سرہٗ کا مختصر کلام ختم ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

محرم ۱۳۲۵ھ کو جواہر البحار کی پہلی جز مکمل ہوئی۔ اس کے بعد دوسری جز آ رہی ہے جس میں پہلے پہل امام قسطلانی قدس سرہٗ کا کلام ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

التجائے مترجم غفرلہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ الْمُکَرَّمِیْنَ الْمُعَظَّمِیْنَ،خَصُوْصًا عَلٰی خُلَفَائِہٖ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ وَلَا سِیَّمَا عَلٰی مُرْشِدِیْ "غُلَامُ مُحِیُّ الدِّیْنِ" بَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

"امابعد: خاکسار اپنی علمی بے بضاعتی اور کثرتِ مشاغل کے باوجود آج مورّخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی "جزو اوّل" کی "جلد ثانی" کے ترجمہ سے بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوا۔ دُعا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیبِ محترم نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خاکسار کی اس سعیِ ناتمام کو حضرت مؤلف قدس سرّہٗ کی لائق صدستائش اور قابلِ فخر سعی کی مانند مفید عام اور مقبول انام بنائے۔ اور اسے میرے لیے اُخروی و دُنیوی انعامات کا سبب بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم"۔

اہلِ علم سے اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کا اُمیدوار،

کمترینِ روزگار، اضعف عبادِ پروردگار،

محمد صادق علوی نقشبندی غفرلہٗ ولوالدیہ

المتوطن: (جاوڑہ) پونچھ، آزاد کشمیر

۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ